الکتب فی الرحمۃ والحکمۃ وما علم المکنون
یعنی ما علمنا علوم مکنونات غیبیہ

مفتاح کنوز اسرار ربانی منشی لامع النور فیوض سبحانی مجموعہ معارف و حقائق ذخیرہ اسرار و دقائق جسمین تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ مین بہت سے مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہے جماد دین اہل ایمان

موسوم

مواہب الرحمن
تفسیر القرآن

المشتہر بہ

جامع البیان

مصنفہ

جامع العلوم النقلیۃ والعقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب مفتی دی الہند مترجم فتاوی عالمگیریہ وعین الہدایۃ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ بمزید اہتمام اور حسن انتظام

باہتمام کیسری داس سیٹھ

در مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ بحسن خوبی حلیۂ طبع پوشید

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے - جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے اور معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرماسکتے ہین قیمت بہت ارزان ہے - اس کتاب کے ٹائٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے ان مین بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری - ترجمہ اُردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدین ہے

تفسیر سورہ فاتحہ - مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین - ۲ ر

تفسیر سورہ یوسف - چومصرعہ از مولوی اشرف علی ۵ ر

پنجسورہ مترجم - باترجمۂ اُردو - ۲ ر

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ مشہور متداول پوری تفسیر خوشخط مجلد ہے

تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفہ ملا معین ہروی در تصوف عہ - بلا کمیشن

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط الفیضی مسمی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج ایسے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر کو بھی نایاب تھی اپنے خزانہ کی منزلت سمجھے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط لکھا وہ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا وہی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا ویسا ہی پایا جیسا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت

نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا - لعہ بلا جلد - مجلد عہ ر

احادیث اُردو

مظاہر حق - ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدین ہے حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اُسکا ترجمہ اُردو مین اس مرتبہ اسمین اسماء الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے عہ

تحفۃ الاخیار - ترجمہ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی - عہ ر

ترجمہ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اوّل مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری ولاوری لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف زرکثیر مطبع نے کرایا ہے - اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محمد وو ہین - للعہ ر

ایضاً جلد دوم حسب مراتب بالا ہے ر

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات مین جدید الطبع عہ

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمٰن بن علی یمنی معروف - ہے ر

دلائل الخیرات - باترجمہ فارسی و اسماے متبرکہ

و خواص اسماء حسنے معروف - ۸ ر

زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل ذخیرہ احادیث مولفہ مولانا غلام یحیی - ۵ ر

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار - ترجمہ اُردو درمختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدین عہ ر

راہ نجات ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ا ر

مفتاح الجنۃ از مولوی کرامت علی جونپوری ۵ ر

حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالہ بے نمازان - ا ر

ترجمہ فتاوی عالمگیری اس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس وقعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدون مین شائع کیا ہے قیمت کامل عہ

کشف الحاجۃ - ترجمہ اُردو مالا بد منہ از مولوی محمد نور الدین - ۴ ر

ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالی (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مولفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام - ۳ ر

شرح محمدی منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری - ۳ ر

M.A.LIBRARY, A.M.U.
U47141

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا

اور جب سنیں جو اُتارا گیا رسول پر تو دیکھے اُن کی آنکھیں اُبلتی ہیں آنسوؤں سے اسپر جو پہچان لی بات

مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ

حق ۔ کہتے ہیں اے رب ہم نے یقین کیا ہو تو لکھ ہم کو ماننے والوں کیساتھ ۔ اور ہم کو کیا ہوا کہ یقین نہ کریں اللہ تعالی پر اور جو پہونچا ہم پاس حق ۔ اور ہمکو توقع ہے کہ

اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

داخل کرے رب ہمارا ہم کو نیک بختوں کے ساتھ میں ۔ پھر اُن کو بدلا دیا اُن کے رب نے اس کہنے پر باغ ۔ اُن کے نیچے نہریں بہتی ہوئی رہا کریں اُن میں ۔

وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

اور یہی نیکی کرنیوالوں کا بدلا ہے ۔ اور جو منکر ہوئے اور جھٹلانے لگے ہماری آیتیں ۔ وہ ہیں دوزخ کے لوگ ۔

اوپر مذکور ہوا کہ نصاری لوگ بہ نسبت یہود کے مومنوں سے زیادہ مودت رکھتے ہیں اور وہ یہودیوں و اہل مکہ کی طرح حق سے تکبر نہیں کرتے ہیں اور نزول آیت کا اسوقت ہوا جبکہ حبش کے راستے واپس آنے والے صحابہ کیساتھ ایک گروہ نصاری کا نجاشی بادشاہ حبشہ کی طرف سے آیا تھا اور حضرت صلعم نے اُن کو سورہ یٰسین سنائی تھی پس وہ سنکر رونے لگے اور مسلمان ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ بہت ہی مشابہ ہے اُس کلام سے جو عیسی علیہ السلام پر اترا تھا اور یہی اللہ تعالی نے اُن کے حال سے خبر دی ہے بقولہ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ اور جب اُنھوں نے سنا جو اُس رسول پر اُتارا گیا ف یعنی محمد صلعم پر جو قرآن اترا اُس کو سنا تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ تو تو اُن کی آنکھیں دیکھتا ہے کہ آنسو سے اُن کی آنکھیں جاری ہیں بوجہ اس حق کے جو اُنھوں نے پہچانا ف یعنی حق پہچانکر اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری دیکھے اس سے ثابت ہوا کہ اثر عرفان و جوش قلب سے ہے کہ بندہ کے آنسو جاری ہوں خصوص جبکہ کلام حضرت باری تعالی شانہ کو سنے اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ کلام مجید سنکر ظاہر سے بیہوش ہو جاتے تھے حتی کہ اُن کی زخمی ٹانگ کاٹ لی گئی اور اُن کو خبر نہ ہوئی اور یہاں اس گروہ نجاشی رضی اللہ عنہ کا حال بھی یہی ہے کہ حق کی معرفت سے اُن کو جوش گریہ نے لیلیا يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا یعنی کہنے لگے کہ اے پروردگار ہمارے ہم ایمان لائے ف یعنی ہم نے تیرے رسول محمد صلعم اور تیری پاک کتاب قرآن مجید کی تصدیق کی تو فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۔ لکھدے ہم کو شاہدین کے ساتھ ہیں ف یعنی اُن لوگوں کیساتھ ہیں جو اقرار کرنے والے ہیں تیرے رسول و کتاب کے سچ ہونے کے ۔ اور عکرمہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ مع الشاہدین اے محمد صلعم کی اُمت کے ساتھ ہیں اور وہی شاہدین ہیں کہ محمد صلعم کے واسطے یہ گواہی دینگے کہ اُنھوں نے ہم کو اللہ تعالی کی رسالت پہونچائی اور باقی رسولوں کے واسطے گواہی دینگے کہ اُنھوں نے اپنی قوموں کو رسالت پہونچائی ہے (رواہ الحاکم وصححہ) اور واضح ہو کہ اُمت محمد صلعم سے اس روایت میں صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں اور ابن عباس رض سے مروی ہے کہ قولہ اذا سمعوا الآیات اُن کا نزول اس گروہ کے حق میں ہے جو جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبش سے نصرانی بادشاہ نجاشی کے بھیجے ہوئے آئے تھے کہ تم علما و زاہد ہو جا کر اس رسول کا کلام سنو اور اسکے اوصاف کو پہلی بشارت سے ملاؤ پس جب رسول اللہ صلعم نے اُن کو قرآن مجید سنایا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور سب کے سب فوراً مسلمان ہو گئے پھر رسول اللہ صلعم نے اُن سے کہا کہ شاید تم اپنے ملک میں واپس جا کر اپنی قوم کے دین کی طرف پھر جاؤ تو کہنے لگے کہ ہم اپنے اس دین اسلام سے کبھی نہیں پھرینگے پس اللہ عز و جل نے انکا یہ پوشیدہ قول و جناب باری تعالی میں دعا کرنا نازل فرمایا (رواہ الطبرانی) پھر مروی ہوا ہے کہ جب مسلمان ہو گئے تو یہود مردود نے اُن کو عار دلایا کہ اپنا دین تم نے چھوڑ دیا تو ان کے جواب میں کہنے لگے کہ ۔ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ہم کو کیا ہے کہ ہم یقین نہ لائیں اللہ تعالی پر اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہے ف یعنی ہم کو کوئی مانع نہیں اور مقتضی موجود ہے پھر کیوں ہم اللہ تعالی اور قرآن پر آنحضرت صلعم کی رسالت سے ایمان نہ لاویں حاصل آنکہ جب حق ظاہر ہو گیا تو ایمان لانا ہم پر ضرور ہے کوئی مانع نہیں ہے کیسے نہ ایمان لاویں

فہرست کتب

اطلاع ربنا مع القوم الصالحین اور ہم آرزو کرتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو قوم صالحین کے ساتھ داخل کرے ف یعنی مومنین کے ساتھ داخل کرے
بل سکتی ہی میں ملا دے یا اُن کے ساتھ جنت میں داخل کر دے اور مفسر سیوطی نے کہا کہ نطمع کا عطف نومن پر ہے پس معنی یہ ہوئے کہ ہم کیوں نہ طمع کریں کہ ہمارا
پروردگار ہم کو قوم صالحین کیساتھ جنت کے اندر داخل کرے۔ یہ اسواسطے کہ عطف جملہ اسمیہ و فعلیہ ہو۔ بعض نے کہا کہ اسمین کوئی برائی نہیں ہے جیسا کہ
بعض محققین کا قول ہے۔ اور حسب معنی حال ہے یعنی کیوں ہم ایمان نہ لاویں ہمکو تو یہ آرزو ہے کہ پروردگار تعالیٰ ہم کو قوم صالحین کے ساتھ لاوے پس جو لوگ کہ
صالحین کے ساتھی ہونا نہیں چاہتے ہیں وہ البتہ ایمان نہ لائیں گے۔ بالجملہ جب یہ اُن کی باتیں اور اُن کی سچی نیت کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا تو حضرت صلعم و صحابہ
رضی اللہ عنہم کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ سچے ہیں اور ان لوگوں کا ایمان زیادہ بڑھ گیا اور صریح اللہ تعالیٰ نے اُن کے جنتی ہونے کی خبر فرمائی بقولہ۔ فاثابهم الله
بما قالوا جنٰت تجری من تحتها الانهٰر خٰلدین فیها و ذٰلک جزاء المحسنین۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُن کے قول کے بدلے جنات عطا فرمائیں جنکے نیچے نہریں
جاری ہیں درحالیکہ انہیں ہمیشہ رہیں گے اور یہی محسنین کا ثواب ہے۔ ف یعنی جو لوگ ایمان لا کر مرتبہ احسان کو فائز ہوئے اور احسان ایک مرتبہ تحقیق ایمان کا نام ہے
کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے خلوص سے ہو کہ گویا مشاہدہ ہے۔ کما فی الصحاح۔ اور اس بشارت کے ساتھ ہی یہود وغیرہ کافروں کے وعید بھی فرما دئے بقولہ
والذین کفروا وکذبوا بآیٰتنا اولٰئک اصحٰب الجحیم۔ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات جھٹلائیں ایسے بدکار لوگ جہنم کے لوگ ہیں ف حاصل آنکہ کلام الٰہی
و اسکے رسول کو سچ ماننے کا نتیجہ جنت دار السلام ہے اور جھوٹ ماننے کا بد انجام آگ کا مقام و عذاب کا ٹھکانا جہنم ہے ف عرائس میں ہے کہ قولہ واذا سمعوا
ما انزل الی الرسول الآیۃ۔ اللہ تعالیٰ نے اشارہ سے اپنے خالص بندوں کا حال بیان فرما دیا کہ خالص بندوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ قرآن خطاب سننے
کے وقت اچھی طرح کان رکھتے ہیں پس اُن کی عقلیں اچھی انبساط و کشادگی کے ساتھ کتاب مجید کے شواہد و آیات کو مشاہدہ کرتی ہیں اور اُن کے دل اس خطاب
کی حلاوت کو لیتے ہیں اور اُن کی روحیں جمال انبیا علیہم السلام کو مشاہدہ کرتی ہیں اور انکے اسرار باطنہ اور انوار صفات کو مشاہدہ کرکے اس کے نادر و عجیب علوم غیب کے
لطائف ادراک کرتے ہیں پھر اس سے خطاب فرمانیوالے کے جمال کی طرف شوق انکا دوڑتا ہے پھر جب بطریق یقین وصول کے اس کی معرفت حاصل کر لیتا
ہے تو اسکی الوہیت پہچان جاتا ہے اور اس کی وحدانیت پر مطمئن ہو جاتا ہے لیکن ابتدا سے اُسکا عاشق صادق ہو جاتا ہے۔ پس اس سے اُس کے جسم کو اثر
ہوتا ہے اور وہ مضطرب بیتاب ہو کر آنکھوں سے شوق کے آنسو بہاتا ہے اور جلکر فنا ہو جانا چاہتا ہے تا کہ روح کے مانند باقی رہے اور ذکر و یاد کی مجلس میں یہ
دل بھی عشق کی آگ میں جل جاتا ہے پھر ان لوگوں کی یہی کیفیت ہوئی کہ ان کی سچی معرفت توحید کی صحیح علامت یہ پیدا ہوئی کہ عشق و محبت کے آنسو ان کی آنکھوں
سے جاری ہوئے پس آگاہ فرمایا کہ واذا سمعوا ما انزل الی الرسول الآیۃ یعنی جب انھوں نے سماع خطاب میں پایا جو اُن سے گم تھا یعنی لطیف حقائق اسرار و شواہد
علام غیب کو اور خطاب کرنے والے اور جسپر خطاب اترا ہے ہر ایک کی شان کو پہچان لیا تو اس کو پا کر بہت خوش ہوئے اور جتنی عمر برباد ہو گئی اس سے رنج کیا پس
اس خوشی و رنج نے اُن کو جوش دلایا کہ گریۂ شوق میں آنسو بہانے لگے۔ اور یہ گریہ اسی سبب ہوا کہ اُن کے دل کی آنکھیں معرفت غیب تک پہونچیں اور انکی روحیں
مشاہدۂ قربت تک واصل ہوئیں پھر ایسے بہت گذرے ہیں جن کو قرآن مجید کی تلاوت سے بہت اسی معرفتوں کے ہجوم نے اور کثرت سے انوار غیب کے ورود نے
اُن کو قتل کر ڈالا اور ہمیشہ کیواسطے زندہ کر دیا۔ اور جنید رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ میں ایک رات میں نماز میں کھڑا ہوا قرآن پڑھتا تھا پس میں نے یہ آیت پڑھی کل نفس
ذائقة الموت۔ پس میں نے اس کو کئی بار دوہرایا پھر گھر کے ایک کونے کی طرف سے آواز آئی کہ کب تک تو اس آیت کو دوہرائے جاویگا کہ چار جن کو تو نے قتل
کر ڈالا جنھوں نے اپنے سر آسمان کی طرف نہیں اُٹھائے یہانتک کہ مر گئے بسبب تیرے اس آیت کو بار بار پڑھنے کے۔ اور صحیح میں ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر
رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید پڑھنے کے وقت اپنی سنبھال نہیں رہتی تھی یعنی بے اختیار روتے تھے پھر اللہ عز و جل نے انجیل والوں میں سے ایمان لانے والوں کی
پاکیزہ تصدیق کو مزید وصف سے ظاہر فرمایا بقولہ یقولون ربنا آمنا فاکتبنا مع الشاہدین۔ یعنی ہم نے تیری تصدیق کی بواسطہ اس معرفت کے جو ہم کو تیری توفیق

دینے سے تیرے پیچھے رسول محمد صلعم سے ظاہر ہوئی اور ہم نے تیرے رسول کی اور اسکے یاروں کی پوری قدر پہچانی کہ وہ تیرے قرب و وصال کے شاہد ہیں اور ابن عطاؒ نے قولہ واذا سمعوا کے معنی اشارہ میں کہا کہ آنحضرت صلعم کے مشاہدہ سے کلام مجید سننے سے پہلے ان کے دل کے ہاتھ پاؤں کن قریب تھا کہ بول اُٹھیں کہ ہم نے اس رسول کی وحی کو قبول کیا پھر جب وحی کو سنا تو ہر گز تاب نہ رہی مگر اسی طرح کہ آنسو بہا کر کلمہ شہادت بول اُٹھے اور یہ جوش عشق و معرفت تھا جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ مما عرفوا من الحق۔ اور شیخ استادؒ نے کہا کہ خطاب حق سننے سے دل کی آنکھیں کھلیں اور مقام تحقیق کو پہنچکر جوش گریہ سے تسکین پائی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝

اے ایمان والو حرام مت ٹھہراؤ ستھری چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے تم کو حلال کردیں اور حد سے نہ بڑھو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا حد سے بڑھنے والے کو۔

وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝

اور کھاؤ اللہ تعالیٰ کے دیئے سے حلال ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے جس پر تم یقین رکھتے ہو۔

نزول اس کلام کا اسوقت ہوا کہ جب ایک قوم نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے یہ قصد کیا تھا کہ برابر جن دنوں کے روزے جائز ہیں سب دن برابر روزہ رکھیں اور ہر شب تمام رات نماز میں قائم رہیں اور عورتوں سے نزدیک نہ ہوں اور خوشبو کو نہ چھوئیں اور گوشت نہ کھاویں اور بچھونے پر نہ سوئیں اور عبد الرزاق نے مرسل روایت کی جس میں حضرت علی و عثمان بن مظعون و عبد اللہ بن عمرو کا نام ہے اور معالم میں دس صحابہ کا ایک مکان میں جمع ہوکر ایسا مشورہ کرنا مذکور ہے جن کے نام یہ بیان کیے کہ وہ ابو بکر و علی و ابن مسعود و ابوذر و سلمان و سالم و معقل بن مقرن و عثمان بن مظعون و مقداد بن اسود و عبد اللہ بن عمرو ہیں۔ وقال المترجم رواہ ابن جریر عن مجاہد و السدی وغیر واحد من التابعین مرسلا ولہ شاہد فی الصحیحین۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت ایک جماعت صحابہ کے حق میں ہے پھر ان کے ارادے راہبوں کے مانند بیان کر کے کہا کہ نبی صلعم نے اُن سے کہا کہ میں روزے بھی رکھتا اور افطار بھی کرتا اور نماز پڑھتا اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جس نے میری سنت کو لیا وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری سنت کو نہ لیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور صحیحین میں ہے کہ چند صحابہؓ نے حضرات امہات المؤمنین سے آنحضرت صلعم کی پوشیدہ عبادت کو دریافت کیا جب معلوم ہوا تو بولے کہ کہاں ہم اور کہاں آنحضرت صلعم۔ اُن کو تو اللہ تعالیٰ نے بخشدیا ہے پھر متفرق بعض نے کوئی بات ترک کرنا اور بعض نے کوئی بات ترک کرنا بیان کی پھر آنحضرت صلعم کو یہ خبر پہونچی تو آپ نے مانند حدیث مذکورہ بالا کے بیان فرمایا اور نیز ابن عباسؓ سے ہے کہ ایک شخص نے حضرت صلعم سے آکر عرض کیا کہ جب میں گوشت کھاتا ہوں تو مجھے عورتوں کی خواہش ہوتی ہے اور میں نے اپنے اوپر گوشت حرام کر لیا تب یہ آیت نازل ہوئی رواہ الترمذی وحسنہ وابن جریر۔ (وقدروی موقوفا و مرسلاً)۔ بالجملہ اتنا ثابت ہوا کہ بعض مومنین نے اپنے اوپر بعض لذیذ چیزیں حرام کرنے کا قصد کیا تھا تب نازل ہوا قولہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا اے ایمان والو مت حرام کرو۔ ف اپنے اوپر۔ طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ۔ پاکیزہ لذیذ چیزیں مطعومات ان چیزوں سے جو اللہ نے تم پر حلال کردی ہیں ف اور ابن جریرؒ نے لکھا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کو جملہ اشیاء حلال سے کوئی اپنے اوپر حرام کر لینا روا نہیں ہے اور چونکہ خیر الہدیٰ ہدیٰ محمد صلعم ہیں تو ایسا کرنا جو خلاف سنت ہے جائز نہیں اور افضل اتباع سنت و فعل ثواب ہے پس قدرت کے وقت اچھے کپڑے دکھانا چھوڑ کر ردی و خراب کی طرف رجوع لانا اگرچہ اس غرض سے ہو کہ کم قیمت سے جو بچے وہ مساکین کو صدقہ کرے تو بھی روا نہیں ہے کیونکہ اپنے نفس پر صرف کرنا مقدم ہے۔ قال المترجم اسمیں بعض تامل ہے۔ بالجملہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا کہ حلال میں سے لذیذ چیزوں و پاکیزہ کو اپنے اوپر حرام مت کرلو۔ وَ لَا تَعْتَدُوْا اور تجاوز مت کرو ف یعنی حکم الٰہی سے تجاوز مت کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ اللہ تعالیٰ تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے ف یعنی تجاوز کرنیوالے محبوب بندے نہیں ہیں پھر حکم دیدیا کہ۔ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا اور کھاؤ اس چیز سے جو تم کو رزق دیا اللہ تعالیٰ نے حلال طیب کو ف یعنی مرزوق میں سے حلال لذیذ کھاؤ پس رزق کبھی حرام بھی ہوتا ہے بخلاف معتزلہ کے کہ وہ حلال سے مخصوص جانتے ہیں اور بحث اوپر بیان ہو چکی ہے اور معنی یہ کہ جائز رکھو کھانا ہر لذیذ حلال کا

چنانچہ جب اللہ تعالی نصیب کرے تو اسکو کھاوے اگر جی چاہے اور اپنے اوپر حرام مت کرو پس تقدیر کلام آنکہ کلوا حلالا طیبا حال کو نہ ممارزقکم اللہ تعالی اور اعراب ظاہر ہے اور آیت میں
دلیل واضح ہے کہ اللہ تعالی ہی ہر بندہ کے رزق کا کفیل ہے پھر یہ وصیت کردی کہ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ اور اسی اللہ تعالی کا تقوی رکھو جس پر تم ایمان لائے
ہو یعنی اللہ تعالی کے ممنوعات سے تقوی رکھو پس بندہ مطیع و مکلف جبھی ثواب کا مستوجب ہے کہ معارضہ نفس کے وقت اطاعت پر ثابت ہے پس اگر کسی نے
آلہ تناسل قطع کردیا تو اس کو یہ مدح کرنا کہ واہ واہ یہ شخص زنا نہیں کرتا ہے محض مہمل ہے کیونکہ عصمت بی بی از بے چادری ہے۔ کمال اسوقت تھا کہ خوب مرد ہوتا
پھر بخوف الہی اس کا مرتکب نہ ہوتا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اسی آیت سے ان لوگوں کو سمجھایا جنھوں نے زہد کے واسطے حلال کو حرام کر لیا
تھا اور واضح ہو کہ بعض نے یہاں یہ تفصیل کی ہے کہ اگر حلال میں سے کسی چیز کو حرام کرلے تو اسی آیت سے منع ہے اور اگر حرام نہ کرے مگر زہد اختیار کرے اور نہ
کھاوے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن ظاہر حدیث صحیحین و دیگر احادیث اسی امر پر شاہد ہیں کہ اپنے نفس سے معارضہ کرے اور کھاوے چنانچہ معلوم ہوگا اور مؤلف
فتح البیان نے دعوی کیا کہ جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ جس نے اپنے اوپر کسی حلال چیز کو حرام کر لیا تو اسپر حرام نہیں ہوتی اور اسپر کفارہ بھی لازم نہیں
آتا ہے۔ اور ابو حنیفہ و احمد و انکی اتباع کا قول ہے کہ حرام ہو جاتی ہے اور اسپر کفارہ لازم آتا ہے اگر تناول کرے۔ پھر کہا کہ یہ قول مخالف اس آیت کے ہے اور مدلول احادیث
صحیحہ سے بھی خلاف ہے۔ قال المترجم اس آیت میں فقط اس امر سے ممانعت ہے کہ جو حلال ہیں ان میں سے اپنے اوپر کوئی چیز حرام نہ کرو پس اگر وہ حرام نہیں ہو سکتی ہے
تو ممانعت کس چیز سے ہے۔ پس آیت کی نہی ویسے ہی ہے جیسے اور امور میں نہی ہے اور یہ مذہب نہیں ہے کہ وہ چیز فی نفسہ حرام ہو جاتی ہے بلکہ بالاجماع حلال کو
حرام سمجھنا کفر ہے جبکہ ضروری علم ہو بلکہ مراد یہ کہ قسم سے اُسنے اپنے اوپر ممنوع کرلیا تو قسم توڑنے پر کفارہ لازم آئیگا۔ پس مؤلف فتح البیان نے جو مخالف آیت کے قرار دیا
یہ عجیب ہے اور کچھ عجب نہیں بلکہ یہ مؤلف مذکور کا تکیہ کلام ہے۔ شاید مؤلف مذکور کو شروع پارہ چہارم یاد نہ آیا کہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم
اسرائیل علی نفسہ من قبل ان تنزل التوراة الآیۃ پس یہ صریح ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فقط اپنے اوپر حرام کر لیا تھا ورنہ وہ اوروں پر حلال تھا۔ حافظ الحدیث
ثقہ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا کہ مسروق نے کہا کہ ہم عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس تھے پس اُن کے پاس گھیرے لائے گئے تو ایک شخص فراہٹ گیا پس عبداللہؓ نے
فرمایا کہ قریب آکر کھالے۔ اُس نے کہا کہ میں نے اپنے اوپر اسکو کھانا حرام کر لیا ہے پس عبداللہؓ نے فرمایا کہ قریب آکر کھا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر۔ اور یہی آیت پڑھی۔
یا ایہا الذین آمنوا لاتحرموا طیبات الآیۃ رواہ ابن ابی حاتم۔ باسناد صحیح ورواہ الحاکم من طریق جریر عن منصور بہ وصححہ وقال علی شرط الشیخین۔ قال ابن کثیر اور عبداللہ بن
رواحہ کے یہاں کوئی مہمان آیا اور وہ حضرت صلعم کے پاس تھے جب گھر گئے تو دیکھا کہ گھر والوں نے عبداللہ رواحہ کے انتظار میں مہمان کو اسوقت تک نہیں
کھلایا ہے تو اپنی جورو سے کہا کہ تو نے میرے انتظار میں میرے مہمان کو کھانا نہیں دیا یہ کھانا مجھپر حرام ہے پس جورو نے کہا کہ وہ مجھ پر حرام ہے اور مہمان نے کہا کہ وہ
مجھپر حرام ہے جب اُنھوں نے یہ دیکھا تو اپنا ہاتھ ڈالا اور کہا کہ کھاؤ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پھر نبی صلعم کے پاس جا کر یہ ماجرا بیان کیا۔ تب اللہ تعالی نے نازل کیا۔
یا ایہا الذین آمنوا لاتحرموا الآیۃ۔ قال ابن کثیر یہ اثر منقطع ہے اور صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر الصدیق کا قصہ اسکے مشابہ آیا ہے اور اسمیں امام شافعی وغیرہ ان علماء
کی دلیل نکلتی ہے کہ جس نے عورتوں کے سوائے کوئی کھانے پینے کی چیز کو اپنے اوپر حرام کیا اسپر حرام نہیں ہوتی اور کفارہ بھی لازم نہیں آتا کیونکہ نبی صلعم نے
اُس شخص کو جس نے اپنے اوپر گوشت حرام کر لیا تھا کفارہ دینے کا حکم نہیں کیا اور کہا کہ دوسرے علماء جنمیں سے امام احمد بھی ہیں اس طرف گئے ہیں کہ جس نے
کھانے پینے وغیرہ کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم آویگا چنانچہ اگر اس نے قسم کے ساتھ ترک کرنیکا التزام کیا تو کفارہ ہے اور اگر اس نے
خالی اپنے اوپر حرام کر لیا تو بھی جو اُس نے التزام کیا اُسپر مواخذہ ہوگا اور اسی پر ابن عباسؓ نے فتوی دیا ہے اور ایسے ہی قولہ تعالی یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ
لک الآیۃ میں ظاہر ہے یعنی ماریہ قبطیہ کو بعض ازواج کی رعایت سے اپنے اوپر حرام کیا تھا اسکو اللہ تعالی نے منع کیا پھر قسم کا کفارہ دینے کا حکم کیا۔ ایسا ہی یہاں
ہے کہ تحریم حلال سے ممانعت کے بعد وہ آیت بیان فرمائی ہے جسمیں قسم کا کفارہ مذکور ہے۔ قال المترجم سدی سے جو دس اصحاب کا قصہ موافق مذکورہ سابق کے مفصل

روایت ہے اسمین آخر مین ہے کہ قولہ لا تعتدوا یعنی عثمان بن مظعون نے جو خصی ہونے کا قصد کیا تھا اُن کو ممانعت ہے کہ خصی مت ہو اور یہی اعتداء ہے پھر اُن کو حکم کیا کہ اپنی قسمون
حد سے تجاوز کرنا ۱۲
کے کفارہ ادا کرین - رواہ ابن جریر بطولہ - واضح ہو کہ قولہ ولا تعتدوا - مین شیخ ابن کثیر نے یہ بھی احتمال بیان کیا کہ مراد یہ ہو کہ مباحات اپنے اوپر حرام کرنے مین حد سے زیادہ
تنگی مت کرلو - اور یہ بنا بر قول بعض سلف کے ہے جو اس امر کے قائل ہین کہ آدمی کو بدون تحریم حلال کے بالجملہ مباحات کو جن سے فتنہ مین پڑنے کا خوف ہو ترک کرنا
چاہیئے - مترجم کہتا ہے کہ امام بخاری رح نے تعلیقاً ابن عمر رض کا قول بھی ترک مباحات مین احتیاطاً کمال تقویٰ قرار دیا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مراد ہو کہ حلال چیزون کے لینے و
تناول کرنے مین حد سے تجاوز مت کرو بلکہ کفایت و حاجت کے مقدار تناول کرو جیسے قولہ وکلوا واشربوا ولا تسرفوا الآیۃ مین ہے ف قال فی العرائس قولہ یا ایہا الذین
امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم - شیخ نے اشارہ اس سے یہ نکالا کہ یہ خطاب اہل مشاہدہ کو ہے یعنی جب وہ مقام مشاہدہ تک پہونچ جاوین تو اپنے دلون کو مجاہدہ مین
مشغول کر کے مردہ نہ کرین کیونکہ مجاہدہ تو نفس کیلیئے ہے اور قلب کے لیئے مشاہدہ تھا اور جب قلب کو مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو نفس کا اسمین کچھ اثر نہین رہتا ہے اور
اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنے ان خاص بندون کو جو مقام اُنس و بسط تک پہونچے ہین آگاہ فرمایا کہ جو کچھ ان پر ابتدائے حال مین جاری ہوا تھا کہ کھانے پینے وغیرہ
مین سے طیبات و لذائذ کو چھوڑین وہ ان مقامات مین جائز نہین کہ ابتدائی حال کی طرف لوٹ جائین کیونکہ یہان تو مجاہدۂ نفس ہی لائق نہین ہے اسواسطے کہ آپ
تو وہ اُنس و نور بقا مین پگھلے جاتے ہین - حاصل آنکہ ابتدائی حال مین نفس کے مجاہدہ کے واسطے بہت سی حلال و لذیذ چیزین بدین غرض متروک کرنی پڑتی ہین کہ اس
ریاضت مین پورے ہون پھر جب تکمیل ہو گئی تو اب مجاہدہ نہین رہا پس منع ہوا کہ اب حرام نہ کر دکیونکہ یہان اب مقام قلب ہے اور حالت دوسری ہو گئی جیسے کنواری لڑکی
کو آموزینت و دیگر پیرایش بیجا ہے پھر بیاہی گئی تو اُسکو وہ سب جائز ہین جو پہلے روا نہ تھین ایسے ہی شیوخ کو وہ چیزین روا ہین جو مریدون کو نہین روا ہین پس شیوخ عمدہ
غذائین و عمدہ پوشاک سے بسبب آنکہ باقی ہین انتفاع حاصل کرین تاکہ واردات وجد سے سوختہ نہ ہو جاوین - تو نہین دیکھتا کہ سبب نزول اس آیت کا یہ ہے کہ چند صحابہ رضی اللہ
عنہم مانند عثمان بن مظعون و ابوبکر الصدیق و علی بن ابی طالب و عبد اللہ بن مسعود و عبد اللہ بن عمرو - و ابو ذر غفاری و سالم مولی حذیفہ و مقداد بن الاسود و سلمان فارسی و
معقل بن مقرن - کے اس امر پر متفق ہوئے کہ عورتین و خوشبو اور گوشت چھوڑ دین اور ہمیشہ روزہ رکھنا اور ہمیشہ رات کو قیام یعنی نماز پڑھنا اور زمین مین سفر کرتے پھرنا اور راہب
بن جانا یعنی آلہ نسل قطع کر دینا اور راہبون کا لباس ترک دنیا اختیار کرین پس اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلعم نے ان کو اس سے منع کیا اور رسول اللہ صلعم نے اُن کو فرمایا
کہ البتہ تمھارے نفوس کا تم پر حق ہے پس روزہ بھی رکھو اور ناغہ بھی کردو - اور رات کو نماز پڑھو اور خواب بھی کرو چنانچہ مین قیام بھی کرتا ہون اور سوتا بھی ہون اور روزہ
رکھتا اور افطار کرتا ہون اور گوشت روغن دار بھی کھاتا ہون اور عورتون کے پاس بھی جاتا ہون پس جو شخص کہ میری سنت سے منہ موڑے وہ مجھ سے نہین ہے اسمین ظاہر کر دیا کہ
جو لوگ اہل مقامات و حال ہین اُن کو ابتدائی مقامات کی طرف پھر جانا نہین چاہیئے اور اس بات کی تصدیق اس دوسری آیت سے ہوتی ہے کہ فرمایا وکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً
طیباً - واضح ہو کہ حلال وہ ہے جو عارف کو خوان غیب سے بدون انسانی تکلیف کے پہونچ جائے اور طیب ہر وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے شوق مین اسکے دل کو قوت دے
اور اسکے جلال قدیم دائم کو یاد دلادے - سہل رح نے قولہ لا تحرموا مین کہا کہ یہ یون ہے کہ نرمی کرے ان اسباب معاش کے ساتھ جن سے حصول ہے بدون آنکہ جد و جہد کرے اور
نفس اسطرف نظر لگائے رہے کہ مطمئن نہ ہو اور گردن اُٹھا اُٹھا کر تاک لگائے اور کبھی اہل معرفت ایسا کرتے ہین کہ ظاہر مین معلوم ہوتا ہے کہ جو سبب کمائی کا ہے اس کو خوبی
سے طلب کرتے ہین حالانکہ درحقیقت وہ اس رزق کو مسبب حقیقی عز و جل ہی سے لیتے ہین یعنی اُن کی نظر ان اسباب پر نہین ہوتی ہے کیونکہ کمال یہی ہے کہ باوجود امتحان
اسباب کے نظر کو ٹھیک رکھے بعض نے کہا کہ رزق الٰہی جو تجھکو روزی کیا ہے وہ ہے جو بغیر تیری حرکت کے اور بغیر نفس کے آرزومندانہ گردن اُٹھانے کے تجھکو ملا جسمین
حلال طور سے تو نے کوشش کی اور اس سے تجھکو سکون ہوا اور اس کے تناول سے تیرا دل خوش ہوا - شیخ اُستاذ رح نے فرمایا کہ منجملہ ان چیزون کے جنکو لذات مین سے
مباح فرمایا ایک یہ ہے کہ خلوت مین نسیم قرب سے راحت حاصل کرے اور اسکا حرام کر لینا یون ہے کہ لوگون سے مخالطت کر کے یہ حالت بدل ڈالے بدون آنکہ عزلت اختیار
کرے اور یہی خواری عظیم ہے اسکو تفسیر قولہ لا تحرموا طیبات آلخ مین ذکر کیا اور قولہ کلوا مما رزقکم اللہ - کے معنی مین کہا کہ حلال وہ کھانا ہے کہ جو شہود کی حالت مین کھا دے

اور اگر اس سے نیچا درجہ ہو تو اسکی یاد رکھا وے کیونکہ غفلت کی حالت پر رکھنا ارادت کی راہ مین حرام ہے۔ اور مجھے حلال و حرام مین ایک لطیفہ ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ حلال وہ ہے کہ جو خزانۂ قدرت سے عارف دیکھکر اسمین سے بوصف رضا و تسلیم حاصل کرلیوے اور حرام وہ ہے جو غیر کیواسطے مقدر کیا گیا اور یہ اسکو اپنے واسطے حاصل کرلینے کی کوشش کرتا ہے اور بسبب اپنی نادانی کے اسکو اختیار کرتا ہے اور اگر مقدر کے معنی جانتا اور عرفان کا نمونہ حاصل کرتا تو ایسا نہ کرتا لیکن عقل سے یہ علم نہین حاصل ہوتا ہے۔ اور واضح رہے کہ جو امر کہ شریعت مین ناپسند ہے وہ معرفت مین بھی ہرگز پسندیدہ نہین ہے قال المترجم یہ مقام یاد رکھنا چاہیئے اور زمانہ مین جو شیطانی فقیر و درویش ایسے ہین کہ خلاف شرع حرکات و اقوال کو اہل اللہ و اکابر اولیا کی طرف نسبت کرکے بدنام کرتے ہین وہ لوگ ہرگز ولی نہین اور حدیث مین ہے کہ اللہ کا ولی جاہل نہین ہوتا۔ فافہم۔

لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ ۚ فَکَفَّارَتُہٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَۃِ

نہین پکڑتا تم کو اللہ تعالیٰ تمہارے بے فائدہ تمہارے قسمون پر و لیکن تم کو پکڑتا ہے اس قسم پر جو تم نے گرہ باندھی۔ سو اُس کا اُتار ہے کھلانا دس

مَسٰکِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَھْلِیْکُمْ اَوْ کِسْوَتُھُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِکَ

محتاجون کو بیچ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھروالون کو یا اُن کو کپڑا دینا یا ایک بردہ آزاد کرنا پھر جس کو نہ ملے تو روزے تین دن کے۔ یہ

کَفَّارَۃُ اَیْمَانِکُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْۤا اَیْمَانَکُمْ ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝

اُتار ہے تمہاری قسمون کا جب تم قسم کھا بیٹھو اور تھامتے رہو اپنی قسمون کو یون بتاتا ہے تم کو اللہ تعالیٰ اپنے حکمون کو شاید تم احسان مانو۔

مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام اپنے ماسبق سے باین معنی مربوط ہے کہ اوپر تحریم حلال سے منع فرمایا پس جس نے حرام کرلیا اپنے اوپر حلال کو وہ قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کرے اور اگر حفاظت قسم کے واسطے کوئی امر مفسد سبب قسم نہ ہونے کی صورت مین باقی رکھے تو روا ہے مثال آنکہ کسی نے مسکہ اپنے اوپر حرام کرلیا۔ پس اسکو یہ نہین چاہیئے اور تحریم سے نادم ہو اور قسم توڑے اور اگر مہمان کیساتھ کھانا اپنے اوپر حرام کیا تو توڑنا مستحب ہے اور بعض نے کہا کہ واجب ہے لیکن پہر یہ بنا بر قول ان فقہا کے ہے جو تحریم حلال پر قسم منعقد و اس کا کفارہ واجب ہونے کے قائل ہین جیسا کہ اوپر گذرا اور سیاق نظم کلام اسی کا مؤید ہے قال تعالیٰ لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِکُمْ ؕ اللہ تعالیٰ تمکو ایسے لغو پر ماخوذ نہین کرتا جو تمہاری قسمون مین ہو یعنی ایسے لغو کی وجہ سے جو تمہاری قسمون مین پایا جاوے یعنی ایسی قسم پر مواخذہ نہین جو لغو پر مبنی ہو۔ واضح ہو کہ یمین کی تین قسم ہین۔ یمین لغو۔ یمین منعقدہ اور یمین غموس۔ پھر آیت مین فرمایا کہ یمین لغو پر مواخذہ نہین ہے اور ظاہر آنکہ مواخذہ از راہ کفارہ نہین ہے اور رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا لینے مین مساوات کرلینا کسی راہ سے ہو وہ بدلیل عموم قولہ لَا تَجْعَلُوا اللّٰہَ عُرْضَۃً لِّاَیْمَانِکُمْ کے جو سورۂ بقرہ مین گذر چکی ہے ممنوع و منکر ہے۔ پھر یمین لغو کی تفسیر مین اختلاف ہے عن سعید بن جبیر جو شخص کہ حلال چیز پر قسم کھائے وہ قسم لغو ہے عن مجاہد۔ دو آدمی خرید و فروخت مین لغو قسم کھاوین۔ ایک کہے کہ واللہ مین نہین بیچونگا دوسرا کہے واللہ مین نہین خریدونگا عن ابراہیم النخعی۔ لغو یہ ہے کہ اپنے کلام مین حلف کو ملاوے مثلاً واللہ کھاؤنگا اور واللہ پیونگا۔ اور ایسے کلام سے قسم مقصود نہین ہوتی ہے اور عمداً قسم نہین کھاتا ہے پس یہ لغو قسم ہے اور اس پر کفارہ بھی نہین ہے۔ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ لغو قسم آدمی کا یون کہنا کہ لا واللہ۔ اور بلے واللہ۔ بدون قصد قسم کے اور بعض اہل التفسیر نے ذکر کیا کہ یہی تفسیر جمہور علمائے سلف سے مروی ہے اور ابن کثیر نے کہا کہ یہی امام شافعی رح کا مذہب ہے اور بعض نے کہا کہ وہ معصیت پر قسم ہے یعنی معصیت نہین کرونگا اور بعض نے کہا کہ غالب گمان پر قسم ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ و امام احمد کا ہے۔ ابن کثیر نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ بدون قصد کے جو قسم ہو وہی لغو ہے۔ بدلیل قولہ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ یعنی تصمیم و قصد سے جو قسم کھائے اسپر مواخذہ ہے اور مترجم کہتا ہے کہ احوط و احسن ان اقوال مین سے قول نخعی ہے اور جو تفسیر سلف سے مروی ہے اسکا محل یہی ہے اور یہ بعد تامل صادق کے اسلم ہے اور اللہ تعالیٰ اعلم۔ ولیکن مفسر یطرح

نے وہی قول اختیار کیا جو شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ بدون قصد کے لا واللہ و بلیٰ واللہ کہنا لغو قسم ہے اور پوشیدہ نہیں کہ اگر وہ داخل قسم ہے تو عرضہ ہے پس
مواخذہ نہونے کے یہ معنی کہ کفارہ لازم نہوگا و لیکن ممنوع ہے۔ اور قول ابو حنیفہ و احمد رحمہما اللہ کی یہ تفسیر ہے کہ کسی کو غالب گمان یہ ہے کہ بات یوں ہی ہے پس اُسنے
کہا کہ بلیٰ اللہ۔ یا اسکو غالب گمان ہے کہ یوں نہیں ہے تو اُسنے کہا کہ لا واللہ۔ اور اس تقدیر پر عرضہ نہیں لازم آتا ہے بالجملہ لغو پر کفارہ نہیں ہے۔ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ
بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ط و لیکن اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ کریگا اس قسم پر جو تم نے معقود کی ف واضح ہو کہ عَقَدْتُّمْ بفتحہ قاف بدون تشدید کے حمزہ و کسائی و ابو بکر
کی قراءۃ ہے اور باقیوں کی قراءۃ میں بتشدید قاف ہے اور ابن ذکوان نے ابن عامر سے عَاقَدْتُّمْ روایت کی۔ حاصل آنکہ لغو پر کفارہ نہیں و لیکن جس پر تم عقد یمین
کرو اسکے مقابلہ میں مواخذہ ہے پس اسکی صورت یہ کہ قصد سے ایک چیز پر قسم کھاؤ۔ اور اس تفسیر پر یمین غموس جو تیسری قسم ہے وہ بھی اسمیں داخل ہوگی اور
معنی یمین غموس کے یہ ہیں کہ کوئی بات گذری ہوئی ہے اسپر جان بوجھکر اُس کے برخلاف قسم کھائی مثلاً زید نے ایک آدمی کو دس روپیے دیئے ہیں اور
یہ جانتا ہے پھر اُس نے قسم کھائی کہ نہیں دیئے ہیں تو تفسیر مذکور پر یہ قسم بھی بقصد و نیت ہے لہذا کفارہ لازم ہوگا اور یہی امام شافعی کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ
وغیرہ علماء نے کہا کہ عقد الایمان کے معنی ہیں کہ جس بات پر قسم کھائی ہے اُس کو پورا کرنے پر عزم مصمم ہو اور یہ بات یمین غموس میں ہو نہیں سکتی ہے پس یمین غموس اسمیں
داخل نہیں ہے۔ مؤلف فتح البیان نے نقل کیا کہ یمین غموس ایک قسم زور ہے کہ وہ فریب و جھوٹ کیساتھ ہے پس ایسی قسم کھانے والا اسکا سخت گناہ اپنے سر پر لاد لیتا ہے اور وہ
معقود نہیں اور نہ اسپر کفارہ ہے اور یہی جمہور علماء سلف و خلف کا قول ہے اور شافعی رح نے کہا کہ وہ معقود ہوتی ہے کیونکہ ملتبس بقلب و معقود بخیر و مقرون باسم اللہ تعالیٰ ہے
لیکن قول جمہور علماء ماخوذ ہے اور حقیقی حدیثیں کہ قسم کا کفارہ دینے میں وارد ہیں سب اسی قسم معقود کی طرف راجع ہیں اور یمین غموس کی طرف کوئی بھی راجع نہیں بلکہ یمین
غموس میں سوائے سخت وعید کے اور کچھ نہیں اور احادیث سے ثابت ہے کہ یمین غموس یا یمین الزور بہت بڑا اکبیرہ گناہ ہے جس کو ایمان مٹنے والا ظاہر فرمایا اور یہی مذہب
امام ابو حنیفہ رح کا ہے فَكَفَّارَتُهٗٓ پس کفارہ قسم ف جب جھوٹ ہو جائے یعنی وہ قسم توڑے تب کفارہ ہے و لیکن لفظ یمین مؤنث ہے پس ضمیر اسکی طرف راجع ہونا چاہیے
کہ شیخ عکبری وغیرہ نے کہا ہے یا یہ معنی ہے کہ یمین بمعنی حلف ہے اور بعض نے کہا کہ ما موصولہ کی طرف پس تقدیر کلام آنکہ فکفارۃ نکثہ یعنی کفارہ قسم توڑنے کا چنانچہ چنان
ہے اور یہی زمخشری رح نے مقدر کیا اور یہی اولیٰ ہے پھر کفارہ بیان فرمایا کہ تین چیزوں میں سے ایک چیز ہے اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ
اَهْلِيْكُمْ کھانا دینا دس مسکینوں کو اوسط اس چیز سے کہ کھلاتے ہو تم اُس سے اپنے اہل و عیال کو ف یعنی نہ اعلیٰ درجہ کا ہو اور نہ ادنیٰ درجہ کا ہو بلکہ جو غالب استعمال
میں ہو پھر اطعام میں آیا کھلانا ضرور ہے یا ان کو مباح کر دینا بھی کافی ہے اور کھلانے میں ایک وقت ہو یا دونوں وقت اور ہر مسکین کے واسطے کیا مقدار ہو اور مساکین
کوئی ہوں یا اسی شہر والے ہوں جہاں کا قسم کھانے والا ہے۔ جواب آنکہ چاہے کھلاوے اور چاہے مباح کرے و شافعی رح کے نزدیک مالک کر دے اور کھلانے
میں دونوں وقت کھلاوے تب ادا ہوگا اور ابن عبد البر نے کہا کہ فقہاء امصار ائمۃ الفتویٰ کا یہی قول ہے اور حسن بصری و محمد بن الحنفیہ سے روایت ہے کہ ایک ہی وقت
کافی ہے پھر پیٹ بھرے چاہے جسقدر ہو اور اگر دیوے تو ہر مسکین کو آدھا صاع گیہوں یا چھوہارے کا دیوے اور یہی قول حضرت عمر و علی و عائشہ و مجاہد
و سعید و شعبی و ابراہیم و ابو مالک وغیرہ کا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ گیہوں سے آدھا صاع اور دوسرے طعام سے ایک صاع دیوے اور ابن ابی حاتم نے
ابن عباس رض سے روایت کی کہ ہر مسکین کو گیہوں کا ایک مد دیوے اور اس کے ساتھ کے کھانے کو بھی دیوے روکھا نہ دیوے۔ اور یہی ابن عمر و زید بن ثابت
و سعید بن المسیب و مجاہد و عطاء و عکرمہ و جابر بن زید و قاسم و سالم و زہری و ابو سلمہ و سلیمان بن یسار و حسن و محمد بن سیرین سے مروی ہے اور شافعی رح نے
کہا کہ نبی صلعم کی مد سے ایک مد ہر مسکین کو دیوے و لیکن اسکے ساتھ کے واسطے کچھ نہیں کہا اور امام احمد نے کہا کہ گیہوں سے ایک مد دیوے اور دیگر طعام سے دو
مد دیوے۔ پھر یہ شرط نہیں کہ مسکین اسی شہر کے ہوں بلکہ جو حاجت والا قدر کفایت نہ پاتا ہو اس کو کھلاوے اور بالاتفاق ایک ہی مسکین کو دینا کافی نہیں
ہے جیسے کپڑے میں ہے۔ پھر دوسری چیز سے کفارہ بیان فرمایا اَوْ كِسْوَتُهُمْ یعنی یا دس مسکینوں کو کپڑا دیوے۔ پھر یہ کسوۃ کسقدر ہے تو مفسرین نے بنا بر

مذہب شافعیؒ کہا کہ اسقدر ہو جو کسوہ یعنی لباس کہلاتا ہو مانند قمیص و عمامہ و ازار یعنی تہبند کے اور ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اسقدر مراد ہے کہ جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے۔ اور مالکؒ و احمدؒ نے کہا کہ ہر مسکین کو لباس اسقدر دینا ضرور ہے کہ جسمین نماز صحیح ہو جاتی ہے مرد کو مرد کے لائق اور عورت کو اس کے لائق ہووے اور ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ جامع کپڑا ہو مانند دولائی و چادر کے اور فقط کرتا و کرتی اوڑھنی کے مانند اُن کے نزدیک جامع نہین اور کافی نہین ہو۔ پھر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر ایک ہی مسکین کو دس روز کھانا متفرق دیا تو جائز ہو اور ایک ہی دفعہ دیدینا بالاتفاق نہین جائز ہے اسواسطے تفریق منصوص ہو پھر تیسری بات بیان کی بقولہ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ یا آزاد کرنا ایک بردہ کا خواہ غلام ہو یا باندی ہو۔ رہا یہ کہ مسلمان ہونا شرط ہو یا نہین تو مفسر سیوطیؒ نے کہا کہ مسلمان بردہ شرط ہے کیونکہ یہان اگرچہ مطلق بردہ مذکور ہو کوئی خصوصیت مسلمان کی نہین لیکن کفارۂ ظہار و کفارۂ قتل مین مسلمان ہونیکی قید منصوص ہو پس یہان کے مطلق کو اسی مقید پر محمول کیا گیا اور یہ ایک جماعت علماء کا قول ہو۔ اور اکثر علماء نے ظاہر آیت پر کہا کہ مسلمان ہونا شرط نہین ہو چاہے کافر بردہ آزاد کردے تو کافی ہو اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول ہو۔ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ پھر جس نے نہ پایا تو روزے تین دن کے ف اسکا کفارہ ہو جبکہ طعام و لباس و بردہ مین سے کوئی نہ پاوے پس اسمین اتفاق ہو کہ اگر اشیاء مذکورہ بالا مین سے کوئی نہ پاوے تب تین دن کے روزے کافی ہین۔ اب باقی یہ کہ تین دن پے درپے ہون یا چاہے متفرق تین روز روزہ رکھے پس مفسر سیوطیؒ نے بنابر قول امام شافعیؒ کے لکھا کہ ظاہر آیت یہ ہو کہ پے درپے ہونا شرط نہین ہو اور یہی امام مالک کا قول ہو اور امام ابو حنیفہؒ و احمدؒ و ثوریؒ نے اسکو شرط کیا بسبب اسکے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی قرأۃ مین فصیام ثلثۃ ایام متتابعات۔ آیا ہو اور یہی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأۃ منقول ہے اور یہ قرأۃ ایسی مشہور ہو کہ اس سے کتاب یعنی مصحف کے اندر بحسب معنی زیادت کرنا روا ہو یعنی اس قرأۃ کی دلیل سے فصیام ثلثۃ ایام۔ کے جو مطلق ہی پے درپے مراد ہونیکے معنی لیے جائینگے اگر کہا جائے کہ قضائے رمضان کے مسئلہ مین تم کیون پے درپے معتبر نہین رکھتے حالانکہ اسمین بھی ابی بن کعبؓ کی قرأۃ فعدۃ من ایام اخر متتابعات۔ مروی ہو تو جواب یہ کہ یہ روایت مشہور نہین بلکہ شاذ ہو اور شافعیہ نے جواب دیا کہ قرأۃ ابن مسعودؓ کی منسوخ ہے یعنی پہلے تتابع کی قید تھی پھر منسوخ ہوئی اور ظاہر ناسخ اُس روایت کو ٹھہرایا جو دارقطنی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ پہلے نزول ہوا فصیام ثلثۃ ایام متتابعات پھر ساقط ہوا متتابعات۔ پس ظاہر اس سے یہ ہو کہ حکم و تلاوت دونون منسوخ ہوئے پھر یہ جواب شافعیہ کی طرف سے بنابر آنکہ اکثر اصحاب شافعی کے نزدیک شاذ قرأۃ پر عمل روا ہے اور بعض کے نزدیک نہین روا ہو تو اُن کی طرف سے یہی جواب ہے لیکن اُنپر وارد ہوتا ہو کہ چور کا دایان ہاتھ کاٹنے مین قرأۃ ابن مسعودؓ یعنی فاقطعوا ایمانهما سے حجت پکڑی حالانکہ شاذ ہو پھر ان کے جواب مین یہی کہا جائیگا کہ قرأۃ ابن مسعودؓ کی مشہور ہے اگرچہ متواتر نہو لیکن اسکے اثبات مین اشکال ہو واللہ اعلم۔ اور اولی جواب یہ ہو کہ روایت دارقطنی از عائشہؓ جسکو ناسخ قرار دیا ہو نسخ کے معنی مین محکم نہین باوجودیکہ نسخ آخری رتبہ رکھتا ہو جب تک وفاق ممکن ہو نسخ مرجوح ہو گا پس قرأۃ ابن مسعودؓ کی طرف اسکو راجع کرنا بطریق تاویل کے متعین ہوا اور بعد تعین قرأۃ تتابع کے وہ حجت ہو واللہ اعلم۔ اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام شافعیؒ نے کتاب الام مین ایک مقام پر یہ بھی منصوص کردیا کہ ان روزون مین پے درپے رکھنا واجب ہے جیسا کہ حنفیہ و حنابلہ کا قول ہو اور ابی بن کعبؓ وغیرہ سے مروی ہوا کہ یہ لوگ ثلثۃ ایام متتابعات۔ پڑھتے تھے رواہ ابو العالیہ عن ابی بن کعبؓ و حکاہا مجاہد و الشعبی و ابو اسحق عن عبد اللہ بن مسعودؓ اور ایسا ہی ابراہیم نخعی نے بھی بیان کیا اور اعمش نے کہا کہ ابن مسعودؓ کے شاگرد یہی قرأۃ پڑھتے تھے۔ قال ابن کثیرؒ یہ قرأۃ اگرچہ متواتر ثابت نہو تب بھی اس سے کم نہین کہ خبر واحد یا تفسیر احد یا تفسیر صحابہ سے ہو اور وہ مرفوع کے حکم مین ہوتی ہو پھر ابن مردویہ کی روایت ابن عباسؓ ذکر کی کہ اس آیت کے نزول پر حذیفہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ مختار ہین فرمایا کہ ہان تم مختار ہو چاہے بردہ آزاد کرو اور چاہے کپڑا دیدے اور چاہے کھانا کھلاوے اور جو اسکو نہ پاوے تو وہ پے درپے تین روزے رکھے قال حدیث غریب جدا۔ ذٰلِكَ ذلک کا اشارہ امر مذکور کی طرف ہو اسی واسطے تلک نہین فرمایا اگرچہ ہوسکتا تھا اور ایسے ہی مقامات سے استنباط کر کے کہا گیا کہ حرف قرآن مجید مین جہان قرأۃ بصیغۂ مذکر و مونث مین اختلاف ہو تو معنی کی راہ سے اگرچہ دونون بن سکتے ہون لیکن مذکر راجح ہو چنانچہ یہان باوجودیکہ تلک کا اشارہ ان اشیاء کی طرف اظہر تھا مگر ذلک آیا با تاویل آنکہ ذلک لمذکور۔ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ

یہ جو مذکور ہوا تھا تمہاری قسم کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ ف یعنی جبکہ قسم کھاؤ اور اسمین حانث ہو جاؤ - بایں طور کہ تم سے پوری نہ ہو سکے خواہ اپنے اختیار سے اسکو عمداً توڑ دو خواہ بطریق گناہ کے مثلاً آج کے روز ظہر کے وقت دو رکعت نفل پڑھنے پر قسم کھائی مگر عمداً نہین پڑھی تو حانث ہوا اور یہ حرام ہے یا بطریق اجازت شرعی کے مثلاً کسی امر نیک کے نہ کرنے پر قسم کھائی جیسے کہا کہ ظہر کی دو سنتین کبھی نہین پڑھونگا تو شرع لازم کرتی ہے کہ قسم توڑے اور اگر بجائے دو سنت کے نفل کہی ہوتی تو قسم توڑنا مستحب تھا اور اگر فرض یا واجب کہی ہوتی تو قسم توڑنا فرض تھا پس اس صورت مین قسم توڑنے سے گنہگار نہ ہوگا لیکن کفارہ واجب ہوگا بخلاف عمداً بلا اجازت شرعی توڑنے کے کہ اسمین گناہگار بھی ہوگا اور کفارہ بھی واجب ہوگا اسی واسطے فرمایا۔ وَاحْفَظُوْٓا اَیْمَانَکُمْ اور حفاظت رکھو اپنی قسمون کی ف اور یہ کمال تاکید ہے حالانکہ مقصود الفاظ قسم کی حفاظت نہین بلکہ قسم کو توڑنے سے بچائے رکھو اور معلوم ہو چکا کہ یہ اسی قسم کے بارہ مین ہے جو کسی نیک کام نہ کرنے یا لوگون کے درمیان اصلاح و درستی نکرنے پر ہو ورنہ اسکا توڑنا مباح یا واجب یا فرض ہوگا اور سورہ بقرہ کی آیت مین ایسی قسم توڑنے کا حکم مذکور ہو چکا ہے۔ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ ایسے ہی بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے نفع کیلئے اپنے احکام کو لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ تاکہ تم اس نعمت پر شکرگزاری کرو ف اگر بندہ نے حکم الٰہی پر عمل کیا تو اس نے شکر ادا کیا اور اسمین تنبیہ ہے کہ بیان شریعت بھی بڑی نعمت ہے کیونکہ اس سے حصول جنت و رضائے الٰہی و درستی اخلاق ہے جس سے زندگانی دائمی حاصل ہوتی ہے اور اس سے بڑھکر کون نعمت ہوگی کہ جسمین یہ اوصاف ہون فتدبر۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ
اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے گندے کام ہین شیطان کے سو ان سے بچتے رہو شاید
تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَ
تمہارا بھلا ہو شیطان یہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم مین دشمنی اور بیر شراب سے اور جوئے سے اور روکے تمکو اللہ کی یاد سے
عَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ ۝ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝
اور نماز سے پھر اب تم باز آؤ گے - اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو پھر اگر تم پھرو گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ یہی ہے پہونچا دینا کھولکر

اوپر کے کلام سے ظاہر ہوا کہ بیان شرائع نعمت ہے از انجملہ قسم کے احکام بیان ہو چکے اور اس کے حفاظت کی تاکید ہے اور شراب سے جو بد دماغی ہوتی ہے وہ کسی حفاظت کو باقی نہین رکھتی حتی کہ کلام اللہ تعالیٰ بھی بھول جاتا ہے پس بعد ترغیب اس امر کے کہ شرائع جو بیان ہون ان کو نعمت غیر مترقبہ سمجھکر دل وجان سے عزیز کرلو اور نفس کی خواہش پر نظر نہ کرو بیان حرمت شراب وغیرہ مذکور فرمایا۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان والو ف کہا گیا خطاب مومنون کو بسبب اُن کے مطیع ہونے کے ہے ورنہ ذمی و کافر سب پر حرام ہے اور بعض نے کہا کہ مخصوص مومن مخاطب ہین اور یہ مسئلہ فرع ہے اس اصل کی کہ کافرون کو ایمان و فروع مسائل دونون سے خطاب ہے یا فقط ایمان سے خطاب پھر بعد ایمان کے اُن پر فروع احکام لازم ہونگے اور فائدہ اس اختلاف کا ایسی صورت مین ظاہر ہوتا ہے کہ مثلاً رمضان مین کسی ایسے کافر نے پانی مانگا جو کچھ عذر نہین رکھتا چنانچہ مسلمان ہوتا تو اُسپر اس دن روزہ رکھنا فرض ہوتا پس بنا بر قول اول کے پانی دینا مکروہ ہوگا اگرچہ روا ہے کہ بطور فسق کے روزہ نہ رکھے اور بنا بر قول دوم کے نہین مکروہ ہے اور یہی قول علماء حنفیہ ہے چنانچہ یہان بھی مومنون کو خطاب کیا کہ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ خمر اور قمار اور بت اور قداح تو سب خبیث پلید شیطان کے کام ہین سو تم اس جنس سے پرہیز کرو ف پھر اُن مین سے ہر ایک کی تفصیل ضرور ہے۔ واضح ہو کہ مفسر سیوطیؒ نے کہا کہ خمر وہ نشہ کی چیز ہے جو عقل کو مخمور کرے اور صحیح یہ کہ بیہوش ہو جانا شرط نہین ہے و صحیح یہ کہ فقط انگور سے ہونے پر منحصر نہین ہے بلکہ چھوہارے و انگور و شہد و دیگر بکثرت اقسام کی شراب ہوتی ہے مترجم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خمر منصوص فقط انگور یا مع خرما یعنی چھوہارہ ہے اور باقی بذریعہ نصوص حدیث کے

حرام ہین جبکہ نشہ ہو المیسر قمار جو امعروف ہو اور ظاہر یہ کہ فعل قمار حرام ہو خواہ داؤ پر مال ہو یا نہ ہو۔ بسند ضعیف از حضرت علیؓ آنکہ شطرنج بھی میسر مین سے ہے
عن عطاء و مجاہد ۔ اخروٹ سے بچون کا کھیلنا بھی میسر ہے۔ ظاہر امراد آنکہ یہ فعل بھی یہی ہو اگرچہ لڑکے بسبب صغر کے ماخوذ نہ ہون پس اُن کے بڑے
منع نہ کرنے والے پکڑے جاوینگے عن ابن عمرؓ میسر قمار ہے اور کہا کہ شطرنج بدتر از نرد شیر ہے اور نردشیر کے بارہ مین صحیح مسلم وغیرہ مین مرفوع حدیث
ہے کہ جو اسکو کھیلے گویا اُس نے سور کے خون و گوشت مین ہاتھ سونا ہے ۔ اور ایک روایت احمد مین ہے کہ پھر نماز کو کھڑا ہوا تو ایسا کہ جیسے کوئی پیپ لہو اور
خون سے وضو کر کے نماز پڑھنے کھڑا ہو عن سعید بن المسیب زمانہ جاہلیت والون کا قمار یہ تھا کہ گوشت کو ایک بکری یا دو بکری کے بدلے فروخت کیا۔ **قال المترجم**
اسمین دلالت ہے کہ گوشت مین بڑھتی نہین جائز ہے اور تحقیق فقہ کیواسطے ترجمہ عالمگیری و عین الہدایہ کی طرف متوجہ ہو۔ عن الزہری عن الاعرج رح پھلون و مال پر قداح
پھینکنا ۔ **قال المترجم** جیسے اس زمانہ مین گٹھری وغیرہ مال پر چھٹی ڈالنا حرام ہے عن القاسم بن محمد جو چیز کہ یاد الٰہی سے اور نماز سے غافل کرے وہ میسر ہے اور حضرت
علیؓ و ابن عمرؓ سے مذکور ہوا کہ شطرنج تو خود شیر سے بھی بدتر ہے اور مالکؒ و ابو حنیفہؒ و احمدؒ نے شطرنج حرام ہونے پر تنصیص کر دی ہے اور شافعیؒ نے مکروہ
کہا ہے ۔ **قال المترجم** شرح مسلم مین مولوی عبد العلی بحر العلوم و میزان شعرانی وغیرہ کتابون مین لکھدیا کہ امام شافعی جائز رکھتے ہین اور امام نووی نے شرح مسلم
مین کہا کہ صحیح قول شافعیؒ یہ ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے اور یہی ہدایہ مین حنفیہ سے نقل کیا اور بعض سے نقل کیا کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہے اور اگر بازی لگا کر
شطرنج کھیلے تو بالاجماع حرام ہے ۔ الانصاب ۔ عن ابن عباسؓ و مجاہد و عطاء و سعید بن جبیر و حسن وغیرہم ۔ یہ پتھر تھے جن کے پاس مشرکین اپنی قربانی کے جانور
ذبح کرتے تھے اور معنی اسکے دوسری روایات سے معلوم ہوئے کہ بتون مین تفصیل تھی بعض کے پاس ذبح کرتے اور بعض کے حضور مین مذبوحہ پیش کرتے
پس مراد آنکہ انصاب وہ بت ہین جنکے سامنے قربانی کرتے تھے اور آیت کریمہ مطلق بت کے تعلق سے ممانعت ہے پھر جس مخلوق کی تعظیم مین ذبح ہو وہ جانور
مردار ہوگا چنانچہ فقہ مین مصرح ہے لہذا شیخ صدو کا بکرا و اسی کے مانند دیگر بھی حرام ممنوع ہین ۔ الازلام ۔ یہ بھی تیر کے مانند چھوٹی چھوٹی ڈنڈیان تھین جن سے
فال لیا کرتے تھے اور اوپر اسکی تفسیر گذر چکی ہے رجس بالفتح و بالکسر ہر عمل قبیح اور رکس بمعنی پلیدی و بدبو اور رجز بمعنی عذاب بت وغیرہ الیسا ہی ابن زیدؒ
سے منقول ہے اور عمل شیطان سے یہ مراد کہ اُسی کی زینت دینے و بہلا دکھانے سے یہ کام ہوتے ہین اور یہ مراد نہین کہ وہ خود اپنے ہاتھون کرتا ہے اور بعض نے
کہا کہ پہلا اس نے خود کئے پھر آدمیون نے اسکی پیروی کی اور یہ اس تقدیر پر کہ شیطان بصورت حیوان مجسم ہوا ۔ اور ضمیر فاجتنبوہ ۔ یا تو رجس کی طرف راجع
ہے یا بجانب ہر واحد از مذکور راجع ہے یعنی فاجتنبوا کل واحد مما ذکر یعنی ہر ایک امر پلید مذکورہ سے اجتناب کرو ۔ اور قولہ لعلکم تفلحون ۔ اے فلاح پاؤ ان
محرمات کے چھوڑنے سے ۔ اور کشاف مین کہا کہ خمر و میسر کی حرمت کو اس کلام پاک سے جسمین بچند وجوہ بلاغت تاکید ہے مؤکد فرمایا از انجملہ یہ کہ انما سے مصدر
کیا باوجود یکہ جملہ اسمیہ ہے اور از انجملہ یہ کہ خمر و میسر کو بت پرستی سے مقارن کیا جیسے روایت ہے کہ شراب خوار جیسے بت پرست دونون برابر ہین از انجملہ یہ کہ اسکو رجس
فرمایا جیسے بتون کی نسبت فرمایا ۔ فاجتنبوا الرجس من الاوثان ۔ از انجملہ یہ کہ دونون کو شیطان کے عمل سے قرار دیا حالانکہ شیطان سے سوائے خالص
شر کے کوئی نیک کام تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ مین ہو ہی نہین سکتا۔ از انجملہ یہ کہ اُن کے ارتکاب سے اجتناب کرنیکا حکم دیا ۔ از انجملہ یہ کہ اُن کے اجتناب سے فلاح
پانے کو فرمایا پس جبکہ اجتناب سے فلاح ہوئی تو ارتکاب سے ضرور خواری و بربادی ہوگی ۔ از انجملہ یہ کہ جو وبال ان دونون سے پیدا ہوتا ہے وہ
آئندہ ذکر فرمایا یعنی شراب خوارون و جواریون کے درمیان آپس مین ایک دوسرے سے حسد و بغض پیدا ہوتا ہے اور نیز جو نتیجہ ان دونون چیزون
کا اعمال آخرت مین ہے وہ بھی ذکر فرمایا یعنی ذکر الٰہی سے باز رہنا اور نماز کے اوقات کی نگہداشت نہ کرنا انتہی مافی الکشاف ۔ اور
اہل علم نے بیان فرمایا ہے کہ شراب کا حرام کیا جانا بتدریج ہوا ہے کیونکہ لوگون کو شراب پینے کی عادت تھی پس کمال رحمت سے اسکو رفتہ رفتہ
حرام فرمایا ۔ پس پہلی آیت جو اس بارہ مین اُتری وہ قولہ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر و منافع للناس ہے پس اسی پر بعض نے پینا چھوڑ دیا اور

بعض نے نہین چھوڑا پھر نازل ہوا۔ قولہ۔ لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون الآیۃ۔ پس بعض نے چھوڑا اور کچھ باقی رہے جنھون نے نماز کے اوقات
کے سوائے دقتون مین پینا باقی رکھا یہانتک کہ یہ آیت اُتری۔ انما الخمر والمیسر والانصاب الآیۃ پس بالکل حرام ہوگئی اور اسکی حرمت مین جو تشدید و تاکید ہے
وہ اہل بلاغت خوب سمجھتے ہین و خید و عیدہ اوپر مذکور ہوئین اور احادیث صحیحہ مین اُس کے پینے والے بلکہ لانے والے و بیچنے والے و اعانت کرنیوالے پر
حتی کہ دس پر زجر و وعید شدید آئی ہے جنکا ذکر عین الہدایہ مین ہے۔ بالجملہ اسکے کبیرہ گناہ ہے اور مسلمانون کے سب فرقے اسپر اجماع و اتفاق رکھتے ہین کہ یہ
حرام ہے۔ تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ عمر بن الخطاب رض نے کہا کہ اے پروردگار ہمارے واسطے خمر کے بارہ مین بیان شافی بھیجدے پس سورہ بقر کی آیت یسئلونک عن
الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر الخ نازل ہوئی تو عمر رض کو بلاکر انکو سنائی گئی عمر رض نے پھر دعا کی کہ اے پروردگار ہمارے واسطے خمر کے بارہ مین بیان شافی بھیجدے
پھر سورہ نساء کی آیت لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری نازل ہوئی پس آنحضرت صلعم کا منادی بروقت حی علی الصلوۃ کے پکارتا کہ جو شخص شراب سے نشہ مین
ہو وہ نماز کے پاس نہ آوے پھر عمر رض کو بلا کر اُن کو سنائی گئی تو عمر رض نے دعا مانگی کہ اے پروردگار شراب کے بارے مین بیان شافی بھیجدے پس سورہ مائدہ کی آیت
انما الخمر والمیسر الخ نازل ہوئی پس عمر رض کو بلاکر اُن کو سنائی گئی تو جب قولہ تعالی فہل انتم منتہون تک پہونچے تو عمر رض نے کہا کہ اے پروردگار ہم باز رہے
ہم باز رہے۔ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی والترمذی وصححہ ہو و علی بن المدینی۔ اور واضح رہے کہ جمہور علماء کے نزدیک خمر کا لفظ شراب انگور سے
مخصوص نہین ہے بلکہ ہر شراب کو جو مسکر ہو شامل ہے اور صحیحین مین عمر بن الخطاب رض سے ثابت ہوا کہ اُنھون نے منبر پر خطبہ مین فرمایا کہ اے لوگو خمر کا حرام ہونا
نازل ہوا اور خمر پانچ چیزون سے تھی۔ ایک انگور سے دوم چھوہارے سے سوم شہد سے۔ چہارم گیہون سے اور پنجم جو سے اور خمر وہ ہے جو مخامر عقل ہو۔ قال
المترجم آخر کا جملہ اس امر کا بیان ہے کہ خمر انھین پانچ چیزون سے مخصوص نہین بلکہ جو چیز پینے کی ایسی ہو کہ عقل کی مخامرت کرے وہ خمر و حرام ہے اور یہ فقہاء
کے نزدیک بالاتفاق ہے اور خلاف ابوحنیفہ رح یعنی قطعی و ظنی ہے پس وہ نہین ہے کہ کوئی شخص شراب کے دو ایک قطرے پئے اور گمان کرے کہ استقدر سے مخامرت
نہ ہوگی اور حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہو کہ اسکے کسی مقدار بھر پینے سے نشہ ہوتا ہو تو وہ تھوڑی بھی حرام ہے اور کلیہ اسمین وہ حدیث ہے کہ ہر مسکر حرام ہے۔ پھر واضح ہو کہ مسکر
کے مانند مخدر بھی حرام ہے یعنی جسکے استعمال سے بسبب تخدیر کے حواس مین اختلال ہوجاتا ہے جیسے افیون و بھنگ وغیرہ کیونکہ سنن ابوداؤد مین حضرت ام سلمہ رض سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہر مسکر و ہر مخدر سے نہی فرمائی ہے اور اسناد اس حدیث کی حسن حجت ہے اور نہی سے مراد تحریم ہے بقرینہ عطف مسکر کے اور عین الہدایہ
للمترجم وغیرہ مین لبن الخشخاش یعنی افیون کے مکروہ تحریمی ہونے کا فتوی منصوص مذکور ہے جس شخص کو عادت ہو اگر عزم کیا کہ چھوڑدے و توبہ کرے تو کمی کرنے
تاکہ چھوٹ جاوے عفو ہے اور ایک بارگی چھوڑنا واجب نہین ہے۔ یہی ابن حجر رح نے فتوی دیا۔ کما فی الشامی اور تحریم خمر و اسکی وعید و مذمت مین
بہت کثرت سے احادیث ہین جنمین سے ایک بھاری ٹکڑا شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے تفسیر مین وارد کیا ہے اور چونکہ یہ احادیث صحیحہ توضیح آیہ
کریمہ کی ہین پس اسقدر تنبیہ کافی ہے تاکہ آیت مین غور کرین کہ اللہ تعالی نے اہل ایمان پر نہایت تاکید سے اس کو حرام کیا بقولہ انما الخمر والمیسر والانصاب
والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ۔ پھر اس سے اجتناب کرنے پر وعدہ ثواب فرمایا بقولہ لعلکم تفلحون تاکہ تم فلاح پاؤ۔ ف حرف لعل جو باری
تعالی عزوجل کی طرف سے آیا ہے وہ قطعی ہے یعنی جو بندے اس سے اجتناب کرینگے درحالیکہ مومن ہین تو وہ ضرور فلاح پاوینگے پھر ان کے مفاسد دنیاوی
و اُخروی کی طرف اشارہ کیا بقولہ اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ خمر و میسر مین تمھارے
درمیان عداوت و کینہ ڈالے ف یعنی جب تم شراب پیوگے اور جوا کھیلوگے تو شیطان تم مین عداوت و بغض ڈالیگا کیونکہ ان دونون سے طرح طرح کے
فتنہ و شر پیدا ہوتے ہین پس ان دونون کے مرتکب ہونے سے شیطان کی دو مرادین حاصل ہین ایک یہ کہ تم مین عداوت و بغض ڈلوادے اور
دوم کو یوقع پر عطف کرکے بیان فرمایا۔ وَیَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ۔ اور یہ کہ باز رکھے تم کو اللہ تعالی کی یاد سے اور نماز سے ف جبکہ تم شراب خواری

وجوے مین مشغول ہو۔ اور خاص کرکے یاد آلہی و نماز کو ذکر کیا حالانکہ دیگر افعال مثل روزہ و حج و زکوۃ و عدل وغیرہ سے بھی باز رہنا ہوگا تو یہ خصوصیت بسبب اسکے کہ جملہ افعال خیر مین سے یہ دونون سب مین سے بڑے اور دائمی ہین پھر تاکید فرمائی بقولہ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ پس بھلا تم باز رہنے والے ہو ف اور یہ استفہام لفظ مین ہی اور مراد یہ کہ پھر تم باز رہو ان دونون کے کرنے سے اور اوپر حدیث عمر رضی اللہ عنہ مین گذرا کہ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اے پروردگار ہم باز رہے ہم باز رہے اور حضرت انسؓ سے حدیث طویل مین یہ مضمون روایت ہی کہ ابوطلحہؓ کے گھر مین لوگ شراب کی دعوت مین تھے اور مین ہی سب کو پلاتا پھرتا تھا کہ ناگاہ رسول اللہ صلعم کے منادی سے سنا کہ لوگو خبردار ہو جاؤ کہ شراب حرام ہو گئی پس قسم ہے اللہ تعالیٰ عز و جل کی کہ پھر کسی نے شراب کو منھ نہ لگایا اور ابوطلحہؓ نے حکم دیا کہ اے انس تو سب شراب کو گلی مین بہادے۔ اور نیز مروی ہے کہ مدینہ کے جنگل و گلی کوچہ مین شراب بہتی تھی۔ پھر واضح ہو کہ اکثر احادیث مین آیا ہی کہ آنحضرت صلعم نے شراب کی فروخت کرنے سے منع فرمایا اور اُسکی قیمت و معاوضہ کو حرام کیا اور ابن عباسؓ نے بھی یہی فتویٰ دیا کہ شراب کو بیچکر اسکے دام کھانا حرام ہین اور بخاری وغیرہ مین حدیث سے ثابت ہی کہ شراب کو اپنے عمل سے سرکہ کرنا بھی منع ہی اور اگر خود سرکہ ہو جائے تو روا ہے لیکن فقہ کی بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہی کہ سرکہ کر ڈالنا جائز ہے اور تمام بحث عین الہدایہ للمترجم مین ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے اجتناب کو اطاعت فرما کر تاکید کی بقولہ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا۔ اور اللہ تعالیٰ و رسول کی طاعت کرو اور پرہیز رکھو ف نافرمانی و جملہ معاصی کے ارتکاب سے۔ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ پھر اگر تم نے منھ موڑا ف طاعت سے تو فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ جان رکھو کہ ہمارے رسول پر یہی لازم ہے کہ تم کو کھلا بیان پہونچادے ف اور تم کو بدلا دینا ہمارے اختیار مین ہی یعنی نہ مانوگے تو سزا پاؤگے جیسے مانوگے تو ثواب جمیل ملیگا اور دنیا چند روزہ ہی اور آخرت باقی و دائم ہی ف۔ فی العرائس جب اللہ تعالیٰ نے بندون کو اپنے لطف و انعام سے بقولہ وکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً۔ سرفراز و ممنون فرمایا تب پھر اپنی اطاعت و رسول علیہ السلام کی طاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا تاکہ اُن کو آداب درگاہ و علامات عبودیت و خدمت کے تعلیم سے آراستہ فرماوے اور ایک دم کی مخالفت سے بھی تحذیر فرمائی بقولہ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و احذروا۔ پس اللہ تعالیٰ کی طاعت تو اسکے ہیبت کی دیدار سے ہے اور رسول علیہ السلام کی طاعت اسکی حلاوت محبت سے ہے اور حذر اس طرح کہ قدم کے جو اوصاف ہین اُن کے ساتھ کسی حدث و معدوم کا لگاؤ نہ رکھے اور ارواح کو منازل اجلال مین محبوس کرے اور حاصل آنکہ معاملات مین مستقیم رہو اور ان معاملات پر نظر رکھنے اور ان کے عوض و ثواب پر نظر رکھنے سے بچو تاکہ اس نظر کی وجہ سے انعام دینے والے کے مشاہدہ سے محجوب ہو۔ قال المترجم بہت سے اکابر نے تصریح کردی ہی کہ عمل نیک کے ثواب وغیرہ کسی چیز پر جب تک نظر ہے تب تک عبادت مین خلوص نہ ہوگا لیکن معنی یہ ہین کہ اپنی طاعت کو دیکھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ادا کرنا بالکل محال ہے اور اگر ثواب کی نیت رکھے تو یہ جائز ہے کہ ثواب جنت یا نجات جہنم مقصود ہو لیکن اعلیٰ یہ ہی کہ رضائے حق عز و جل مراد ہو اور نیز حذر کرو اس امر سے کہ طاعت آلہی یا طاعت رسول مین کوئی ریا پوشیدہ ہے یعنی طاعت خدا و رسول مین ظاہری ریاکاری تو خود ہر شخص کو معلوم ہی اور ایک قسم کی پیچیدہ و خفیہ ریاکاری ہوتی ہی وہ بھی نہ آنے پائے اور طاعت رسول مین کسی قسم کا خفیہ شک بھی نہ رہے اور اس امر سے حذر کرو کہ طاعت بجالانے مین تمھارے نفوس کو کراہت ہو بلکہ عین محبت و اخلاص سے طاعت ادا کرو تاکہ انانیت کے دعوی سے خارج ہو کر سوزش عشق کے مرتبہ پر پہونچو کیونکہ جو شخص اخلاص و محبت سے اللہ تعالیٰ کی بندگی ادا کرتا ہے وہ ربوبیت کے وصف سے متصف ہو جاتا ہے لیکن یہ مقام خطرہ کا ہے چنانچہ اخبار مین آیا ہے کہ المخلصون علی خطر عظیم۔ جو اخلاص والے ہین وہ بڑے خطرہ مین پڑے رہتے ہین اور نیز یہ وجہ ہی کہ وہان قدم مین حدث کا فنا پایا جاتا ہے اور فنا ہونیوالا جو درحقیقت حادث ہی وہ اس گمان غلط مین پڑ جاتا ہے کہ مکر ازلی کا شیر سو رہا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون۔ اور واسطیؒ نے اس آیت مین کہا کہ حذر رکھنا بندے سے کسی حال مین زائل نہین ہوتا اگرچہ وہ صفات کے تحت مین مدرج ہو جائے آداب اسی مین ہے

کہ موافقات پر قائم رہے اور جہاں تک جب کبھی سر باطنی کو علم مزید حاصل ہو تو اسی قدر خوف آلٰہی بڑھتا جاوے قال المترجم عظمت و جلال آلٰہی غیر متناہی ہے
ولیکن پردہ پندار سے خواب غفلت ہے جیسے علم کی انتہا نہیں ہے پس جسقدر علم میں کمال ہوتا جاوے اُسیقدر اسکو اپنی لاعلمی کا یقین بڑھتا جائیگا اور یہی
علامت علم ہے ایسے ہی جسقدر علوم ظاہری سے ترقی بجانب علوم باطنی ہوتی جائے گی اُسیقدر عظمت کا انکشاف ہوگا اور خوف بڑھیگا چنانچہ اللہ تعالیٰ
نے بندگان کرام کی شان میں فرمایا وہم من خشیتہ ربہم مشفقون یعنی وہ لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے تھرتھراتے رہتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ انا اخشاکم اللہ یعنی
تم میں سب سے زیادہ خوف آلٰہی عزوجل مجھ پر طاری ہے کما فی الصحیح۔ فافہم۔ اور نیز حذر کرنے کے یہ معنی کہ اپنی فرمانبرداری کو تاخطہ کرنے سے حذر کرو کیونکہ ایسا کروگے
تو درجہ کمال سے گرجاؤگے۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے اُن پر نہیں گناہ جو کچھ پہلے کھا چکے جب آگے ڈرے اور ایمان لائے اور عمل

الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

نیک کئے پھر ڈرے اور یقین کیا پھر ڈرے اور نیکی کی اور اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو

شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب شراب حرام ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ یارسول اللہ اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا جنھوں
نے اُس کو حرام ہونے سے پہلے پیا ہے تب نازل ہوا قولہ لیس علی الذین آمنوا الآیۃ۔ رواہ ابوداؤد والطیالسی والترمذی قال حسن صحیح۔ اور بیہقی کی روایت
ابن عباسؓ میں ہے کہ منافقین نے یہ اعتراض کیا تھا اور ابوبکر البزار کی روایت جابرؓ میں ہے کہ یہود نے ایسا کہا تھا واسناد اسکی صحیح ہے لیکن
غریب ہے اور روایت احمد از ابن عباسؓ میں ہے کہ لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہمارے اُن ساتھیوں کا کیا حال ہوگا جو مر گئے حالانکہ اسکو پیتے تھے
اور بخاریؒ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جنگ اُحد کے روز صبح کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں نے شراب پی تھی حالانکہ بعد اسکے اُسی روز سب کے
سب شہید ہوئے اور یہ واقعہ قبل تحریم الخمر کے تھا۔ وقد رواہ ابوبکر البزار ایضاً مترجم کہتا ہے کہ توفیق ان روایات میں یہ ہے کہ یہودیوں نے اور یہودی منافقون
نے مومنوں پر یہ اعتراض کیا اور بعض مومنین نے رسول اللہ صلعم سے بھی دریافت کیا تب نازل ہوا۔ قولہ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا۔ کچھ بھی گناہ نہیں ان بندوں پر جو ایمان لائے و نیک کام کئے ایسی چیزوں میں جو اُنھوں نے کھائی ہوں **ف** پس اسمیں لیس حرف سلب
و بالکلیہ نفی کو مقدم کر کے تنبیہ کی کہ گناہ نہ ہونا پہلے ہی مستقر رکھو اور اسکے تحت میں جناح نکرہ داخل کیا جس سے عموماً بالکل ہر گناہ کی نفی ہوگئی یعنی اس کے
متعلق بالکل کوئی گناہ نہیں ہے اور طعم کا استعمال کھانے میں ہے اور پینے کی چیزوں میں بھی آتا ہے جیسے فرمایا۔ ومن لم یطعمہ فانہ منی۔ یعنی جو کوئی اس نہر کا پانی نہ پیئے گا
وہ میرے گروہ سے ہے پھر ظاہر یہ ہے کہ سبب البتہ سوال خمر کا تھا لیکن جواب عام ہے چنانچہ مفسر سیوطیؒ نے کہا۔ اے فیما اکلوا من الخمر والمیسر قبل التحریم یعنی حرام
ہونے سے پہلے جو کچھ اُنھوں نے شراب پی یا مال قمار کھایا اسکا اُن پر کچھ گناہ نہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کیونکہ گناہ و ثواب کا مدار عقل پر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے
حکم پر چلنے یا نہ چلنے سے ہے پس جسکو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اسکو کرے تو ثواب ہے خواہ بروقت داعی موجود ہونیکے باز رہنے سے ثواب ہے یا عزم مصمم پر
ثواب ہے جیسا کہ اصول فقہ میں اسکی بحث مذکور ہے اور جو حکم کو نہ مانے وہ کافر ہے اور جو اعتقاد رکھے لیکن حد سے تجاوز کر گیا بسبب نفس و شیطان کے
غلبہ کے وہ فاسق ہے پس جبتک اسکو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا تب تک جس نے اس کو کھایا یا پیا گناہ نہیں۔ اِذَا مَا اتَّقَوْا جبکہ اُنھوں نے تقویٰ کیا۔
ف ان چیزوں سے جو حرام کی گئیں اور بعض نے کہا کہ تقویٰ کیا شرک و کفر سے اور بعض نے کہا کہ تقویٰ کیا بایں طور کہ حکم آلٰہی کو قبول کیا اور سچ مانا۔ بالجملہ
ظرف کچھ تخصیص حکم کے لئے نہیں ہے تا اس سے استدلال کیا جائے کہ مباحات شرعی مانند مردار وغیرہ کے بوقت مخمصہ کے اسی شرط پر حلال ہے

جب طاعت مین ہو ورنہ نہین بلکہ یہ ظرف فقط بیان ایمان و تقوی ہے۔ وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور ایمان لائے و نیک کام کئے ف یعنی جو اعمال اللہ تعالی نے نیک فرمائے ہین اُن کو جس طرح ادا کرنے کا حکم دیا ہے اُن کو بجا لائے فرض کو اور واجب کو بطور وجوب کے ضرور بجا لائے اور مستحب و نفل کو بطور تطوع کے بجا لائے اور بعض نے کہا کہ شرک سے تقوی کیا اور ایمان لائے۔ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا پھر تقوی کیا اور ایمان لائے ف یعنی پھر ثابت رہے تقوی و ایمان پر ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا یعنی پھر تقوی رکھا اور نیک عمل کئے ف اور بعض نے کہا کہ پہلا تقوی تو بندہ اور اُسکے نفس کے درمیان ہے اور دوسرا تقوی اُسکے لوگون کے درمیان ہے اور تیسرا تقوی اسکے اور اللہ تعالی کے درمیان ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اول تقوی از حرام ہے اور دوم از شبہات ہے اور سوم از بعض مباحات ہے تاکہ طبیعت و قلب پر میل کچیل نہ آوے اور بعض نے کہا کہ اول تقوی تو اسلام مع تصدیق کیساتھ جہانتک ممکن ہوا اور دوم تقوی مع ایمان تصدیق کامل ہے جو اسلام کے اعمال صالحہ سے بسبب صفائی قلب کے ظاہر روشن ہو جاتی ہے اور تیسرا تقوی مرتبہ احسان کیساتھ ہے اور یہی مرتبہ کمال ہے لہذا فرمایا۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اور اللہ تعالی محسنین کو محبوب رکھتا ہے ف مفسرین نے کہا کہ مراد آنکہ نیک کام کرنیوالون کو یعنی شرع مین جو نیک کام جس طور پر مشروع ہین اُنکے بجا لانیوالون کو اللہ تعالی ثواب جمیل عطا فرماتا ہے اور محبت کے یہی معنی ہین اور حق یہ ہے کہ محبت کی حقیقت سے اللہ تعالی دانا تر ہے لیکن یہ یقین ہے کہ جنکو اللہ تعالی محبوب فرماتا ہے انکو ثواب جمیل ضرور ملتا ہے عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلعم نے مجھسے فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا کہ اے ابن مسعود تو انہین محسنین مین سے ہے۔ رواہ مسلم والنسائی والترمذی ف فی العرائس قولہ تعالی لیس علی الذین آمنوا الآیۃ جب تک اللہ تعالی کسی چیز پر جو بندون کیلئے محل امتحان ہے لطف سے تجلی فرماتا ہے تو وہ بندون کیواسطے مباح ہوتی ہے اور وہ اُسکے تناول سے اور استعمال مین لانے سے ماخوذ نہین ہوتے ہین جب تک اسمین یہ حالت نظر آتی رہی پھر جب اسپر سے نور تجلی لطف اُٹھا لیا گیا تو وہ اُن پر حرام ہو گئی اور سمجھدار کیلئے یہ لطیف اشارہ ہے اب مین اشارات کی طرف رجوع کرتا ہون جس سے سردست مجکو شغل ہے سو واضح ہو کہ عارف عاشق جبتک کہ اللہ عز و جل کی طرف چلا جاتا ہے اس صفت کیساتھ کہ وہ ماسوائے اللہ تعالی کے سب سے تجرید و ترک و تفرید کئے ہوئے ہے اور مراقبہ اجلال سے اسکی نظر فقط اللہ تعالی کی درگاہ پر ہے تب تک وہ اپنی حیات و زندگانی مین چاہے مباحات و رخصت کو استعمال کرے اور چاہے رفاہیت و عمدہ آسودگی سے بسر کرے بشرطیکہ علم الہی و شرع پاک کے موافق ہو اس کو یہ اوقات و رفاہیت و فراخی سے بسر کرنے کی کچھ مضرت نہین پہونچاتے ہین کیونکہ اصل نظر اسکی ان چیزون پر کچھ بھی نہین ہے۔ شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب اس نے حلال کھانا پینا تلاش کیا جس طرح شرع مین حکم ہے اور اسمین بھی کفایت سے زائد نہ لیا تو جسقدر اُس نے برداشت کیا وہ عین نور اور بالکل ثواب ہے قال المترجم ۔ آیت مین استیناس ہے کہ اعمال فروعیہ کی بنیاد تقوی پر ہے لہذا اگر ایک مجتہد عالم کے شرعی اجتہاد مین کوئی چیز مباح ہے تو وہ اسی پر عمل کرے اور دوسرے مجتہد کے شرعی اجتہاد مین یہی چیز مکروہ ہے تو وہ ہرگز مباح نہ کرے اور اسی تکلیف پر عمل کرنے سے ہر ایک کو ثواب ملے گا۔ فافہم۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ

اے ایمان والون البتہ تمکو آزماوے گا اللہ کچھ ایک شکار کے حکم سے جس پر پہونچین تمہارے ہاتھ اور نیزے کہ معلوم کرے اللہ کون اُس سے ڈرتا ہے

بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ

بن دیکھے۔ پھر جس نے زیادتی کی اسکے بعد تو اس کو دُکھ کی مار ہے۔ اے ایمان والون نہ مارو شکار جسوقت ہو تم احرام مین اور جو

قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ

کوئی تم مین اسکو مارے جان کر تو بدلا ہے اُس مارے کے برابر مواشی مین سے وہ ٹھہرا دین دو معتبر تمھارے کہ نیاز ہو پہونچا دے کعبہ تک یا

كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ

گناہ کا اُتار ہے کئی محتاج کا کھانا یا اُس کے برابر روزے کہ چکھے سزا اپنے کام کی اللہ نے معاف کیا جو ہو چکا اور جو کوئی

عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

پھر کریگا اُس سے بدلہ لیگا اللہ اور اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا

یاایہا الذین امنوا اسمین اختلاف ہے کہ خطاب کن لوگون کو ہے تو امام مالک رح سے مروی ہے کہ ایسے لوگون کو خطاب ہے جو احرام نہیں باندھے ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ احرام باندھے ہوئے لوگون کو خطاب ہے ولیکن اس تخصیص کیواسطے کوئی وجہ ظاہر نہیں بلکہ اظہر یہ ہے کہ مطلقاً مومنون کو خطاب فرمایا کہ اے ایمان والو لیبلونکم اللہ اسمین لام قسم ہے اے واللہ لیبلونکم اللہ - واللہ تمکو امتحان فرمادیگا اللہ تعالیٰ بشیء من الصید کچھ شکار سے ف اسمین بعض نے کہا کہ من بیانیہ ہے اے بشیء حقیر من الصید یعنی ایک حقیر چیز سے امتحان کریگا وہ صید ہے اور تنوین شیء کی تحقیر کیواسطے ہے اور صید مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی ایسی چیز جو شکار کی جاتی ہے اور بعض نے کہا کہ من تبعیضیہ ہے یعنی بعض صید ہے اور وہ خشکی کے جانور لائق شکار ہین نہ دریائی جانور اور یہی شیخ ابن جریر وغیرہ کا قول ہے اور ظاہر کلام مفسر رح اول جز پر دلالت کرتا ہے کیونکہ کہا اے بشیء یرسلہ لکم من الصید یعنی صید تم پر بھیجکر تم کو امتحان فرمادیگا - اگر کہا جائے کہ لیبلونکم اللہ بالصید کیون نہین فرمایا تو جواب آنکہ امتحان بالشیء خود نہایت توجہ کے لائق ہے پھر من الصید سے بیان نہایت مؤثر ہوگا جیسا کہ علم بلاغت مین ثابت ہوا اور دیگر آنکہ بشیء سے اظہار ہوا کہ یہ امتحان کچھ بڑے امتحانون مین سے نہین ہے - پھر واضح ہو کہ اہل عرب کو شکار کی بہت عادت تھی بلکہ بعض گروہون کا گذران اسی پر تھا پس انکو امتحان کیا اس طور پر کہ احرام کی حالت مین ان پر شکار کرنا حرام کرکے ایک جھنڈ شکاری جانورون کا اُن کے مکانون و خیمون مین ڈالدیا کہ وہ جانور خود بخود چلے آتے تھے لیکن الحمد للہ کہ مومنین صحابہ رض ثابت و مستقیم رہے اور یہ ویسا ہی امتحان تھا جو شہر ایلہ کے بنی اسرائیل پر زمانہ داود علیہ السلام مین مچھلیون سے شکار کے حق مین ڈالا تھا چنانچہ وہ قصہ مجملاً مذکور ہوا اور مفصل انشاء اللہ تعالیٰ آویگا - پھر اسی شیء کی جو صید ہے یہ صفت بیان کی کہ تنالہ ایدیکم اُن کو پاوین گے تمھارے ہاتھ ف یعنی اس صید مین سے چھوٹے بچہ و ضعیف کو تمھارے ہاتھ پاجاوین گے جا ہو ہاتھ سے پکڑ لو - ورماحکم اور تمھارے نیزے ف یعنی بڑے صید توانا کو تمھارے نیزے پاوینگے جسکو چاہو نیزہ سے مارلو - اور واضح رہے کہ نیزے کی خصوصیت مقصود نہیں بلکہ اکثر ہاتھون ہی سے شکار پکڑ لیتے یا عرب والے اکثر وحشی مندہ کو نیزے سے مارتے تھے اس معنی کر ہاتھ و نیزے کو ذکر فرمایا اور مقاتل رح سے مروی ہے کہ عمرہ حدیبیہ مین ہجرت کے چھٹے سال یہ آیت اُتری تھی اور حالت یہ ہوئی کہ وحشی چرند و پرند مومنون کے ڈیرون خیمون مین چھائے پڑتے تھے چنانچہ سابق زمانہ مین کبھی ایسی کیفیت نہین دیکھی گئی تھی پس اللہ تعالیٰ نے حالت احرام مین اُن کے شکار کرنے سے منع فرمایا اور حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ اُن کو امتحان کریگا صیود بھیجکر جو اُن کے ڈیرون مین چھاوین گے اس طرح کہ وہ لوگ اُن کو ہاتھون سے پکڑنے و نیزون سے مار لینے یعنی آسانی سے شکار کر لینے پر قادر ہونگے لیکن احرام مین انکو شکار کی ممانعت کی جاوے گی لیعلم اللہ من یخافہ بالغیب - تاکہ اللہ تعالیٰ جانے کہ کون اسکی غیبت کے باوجود ڈرتا ہے ف یعنی یہ امتحان اسواسطے ہوگا تاکہ اللہ تعالیٰ جو ظاہر و پوشیدہ سب جانتا ہے وہ بطور علم ظہور کے جان لیوے کہ کون بندہ اس سے خوف رکھتا ہے درحالیکہ وہ غائب ہے یعنی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو نہین دیکھا ہے پس خوف کرکے شکار مارنے سے اجتناب کرے اور مراد علم ظہور سے یہ ہے کہ مخلوق پر ظاہر ہو جاوے اور بیضاوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب ذکر کیا حالانکہ مراد یہ ہے کہ جو معلوم ہے وہ واقع و ظاہر ہو یا اس سے علم قدیم متعلق ہونا مراد ہے اور مترجم کہتا ہے کہ دوسری پارہ مین بحث مفصل گذر چکی ہے اب دوبارہ تطویل ہے پھر ایمان کا مدار اسی غیب پر ہے اسواسطے مرتے دم جبکہ ہر کافر و بے ایمان کے سامنے عذاب پر جو چیزین شکار کا انکار کرتا تھا کھل جاتی ہے تو اسوقت کا ایمان قبول نہین ہے تا فمن اعتدیٰ بعد ذلک پھر جس نے حد سے تجاوز کیا بعد اسکے ف یعنی شکار سے ممانعت کرنیکے بعد حکم سے تجاوز کیا اور شکار کیا تو فلہ عذاب الیم اسکو دکھ دینے والی مار ہوگی ف خواہ دنیا مین یا آخرت

ہین یا دونون جگہ جس طرح اﷲ تعالیٰ چاہے۔ پھر اسکے بعد علی العموم حالت احرام مین شکار مارنے سے منع فرمایا بقولہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اے ایمان والو تم شکار نہ مارو درحالیکہ تم حرم ہو۔ حرم جمع حرام بمعنی محرم ہے اسے حج یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہو یعنی حالت مین مت شکار مارو۔ اور صید ہر جانور جو وحشی ہو اگرچہ کھایا نہ جائے جیسے شیر ہے اور ایک جماعت علماء نے خاص اُسی کو صید کہا جو کھایا جائے۔ اول مختار حنفیہ ہے دوم مختار شافعیہ بدلیل حدیث جابرؓ کہ ایک نے جابرؓ سے پوچھا کہ کیا ضبع بھی صید ہے فرمایا کہ ہان۔ تو کہا مین اسکو کھاؤن۔ فرمایا کہ ہان۔ تو کہا آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرمایا کہ ہان (ابوداؤد والترمذی وغیرہ) پس عرب اُسی جانور کو صید کہتے ہو جو کھایا جاوے پھر صید عام ہے خشکی کے جانور ہون یا تری کے لیکن آگے کی آیت مین تصریح موجود ہے لہذا الصید سے مراد فقط خشکی کے شکار ہین اور خشکی والے صید عام ہے چنانچہ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ براہ معنی کے یہ لفظ عام شامل ہے ان جانوران شکار کو جو کھائے جاتے ہین اور جو نہین کھائے جاتے ہین اور جو ماکول و غیر ماکول سے پیدا ہوتے ہین لیکن شافعی رح کے نزدیک جو خشکی کے جانور نہین کھائے جاتے ہین انکو قتل کرنا احرام باندھے ہوئے آدمی کو روا ہے کیونکہ صید نہین ہین اور جمہور علماء نے کہا کہ نہین بلکہ ان کو قتل کرنا بھی حرام ہے اور اسمین سے کچھ بھی مستثنی نہین سوائے پانچ جانورون کے جو صحیحین کی حدیث ام المومنین عائشہؓ مین مذکور ہین کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ پانچ جانور فاسق ہین ان کو حل و حرم مین قتل کرنا روا ہے وہ غراب اور چیل اور بچھو اور چوہا اور کلب عقور ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت مین مصرح ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ پانچ جانور ہین جن کے قتل کرنے مین احرام باندھے ہوئے آدمی پر کچھ گناہ نہین اور وہ غراب و چیل بچھو و چوہا و کلب عقور ہے۔ رواہ البخاری ومسلم ایضاً۔ ایوب رحمہ اللہ نے کہا کہ مین نے نافع رحمہ اللہ سے کہا کہ پھر سانپ کا کیا حکم ہے تو فرمایا کہ اسکے قتل کئے جانے مین کچھ شک نہین ہے اور اسمین اختلاف نہین اور مترجم کہتا ہے کہ نسائی رح کی روایت حضرت عائشہؓ مین یون ہے کہ پانچ جانور ہین جنکو محرم قتل کرے سانپ چوہا چیل و غراب ابقع اور کلب عقور۔ اسی روایت سے بعض نے استدلال کیا کہ غراب یعنی کوے سے مراد وہ کوا ہے جو ابقع ہو یعنی اُس کے پیٹھ و پیٹ پر سپیدی ہوتی ہے اور کالا کوا و سپید کوا مراد نہین ہے ولیکن جمہور نے کہا کہ سب مراد ہین کیونکہ روایت صحیحین مین لفظ عام ہے اسمین غراب ابقع بھی داخل ہے پس اس سے تخصیص نہین ہوسکتی ہے۔ پھر کلب عقور کے معنی کٹہا کتا۔ اور مانند امام مالک و احمد کے بعض علماء نے کلب عقور مین بھیڑیا و سیاہ گوش و چیتا و شیر درندے شامل کئے ہین کیونکہ کلب عقور سے انکا ضرر زائد ہوتا ہے۔ اور زید بن اسلم و سفیان بن عیینہ نے کہا کہ کلب عقور کا لفظ ان سب درندون کو شامل ہے جو حملہ آور ہوتے ہین اور ان لوگون نے اس حدیث عتبہ سے استیناس کیا کہ آنحضرت صلعم نے عتبہ بن ابی لہب کے حق مین بددعا کی تھی کہ اے پروردگار اسپر اپنے کلاب مین سے ایک کلب کو مسلط کردے پھر اس کا انجام یہ ہوا کہ مقام زرقا مین اسکو بھیڑیئے نے پھاڑ ڈالا۔ اور ان لوگون نے کہا کہ اگر سوائے اُنکے لومڑی و سیاہی وغیرہ کو مارا تو اسکا فدیہ دینا پڑیگا پھر ان پانچون کے ساتھ ان کے سوا بھی لاحق کئے گئے ہین اور شافعی رحمہ اللہ غیر ماکول کا قتل روا رکھتے ہین تو اُنکے نزدیک چھوٹے و بڑے مین کچھ فرق نہین ہے اور فقط نہ کھایا جانا اُنکے نزدیک علت جامعہ ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رح نے کہا کہ محرم کو روا ہے کہ کلب عقور کو قتل کر ڈالے اور بھیڑیئے کو بھی قتل کرسکتا ہے کیونکہ وہ بھی کلب بری ہے اور اگر ان دونون کے سوائے کسی درندے کو قتل کیا تو اس کا فدیہ دیوے لیکن اگر کسی درندے نے اسپر حملہ کیا اور اُس نے قتل کر ڈالا تو اسپر کچھ فدیہ نہین ہے اور یہی قول اوزاعی و حسن بن صالح کا ہے۔ اور شیخ زفر رحمۃ اللہ نے کہا کہ کلب عقور کے سوائے باقی درندون کے قتل کی اجازت در صورت حملہ آور ہونے کے ہے ولیکن اسکا فدیہ دینا پڑیگا۔ پھر واضح ہو کہ اس ممانعت مین مرد و عورتین سب شامل ہین کیونکہ محرم دونون پر بولا جاتا ہے چنانچہ رجل حرام اور امرأۃ حرام۔ پس عورت پر بھی اسکی پابندی لازم ہے۔ اور احرام الرجل بمعنی زمین حرم مین داخل ہوا اور محرم وہ شخص جو احرام باندھے ہو اگرچہ زمین حل مین موجود ہو پھر جو لوگ کہ حرم مین ہین خواہ وہ وہین رہتے ہین یا وہان چلے جاوین وہ بھی اسی حکم مین داخل ہین اگرچہ احرام باندھے نہ ہون اور بعض نے کہا کہ آیت کریمہ ہی سے دونون مراد ہین حاصل آنکہ زمین حرم کا جانور تو مطلقاً شکار سے ممنوع ہے خواہ آدمی احرام باندھے ہو یا نہو اور زمین حل کا جانور حالت احرام مین شکار کرنا منع ہے اور جب احرام مین نہو تو شکار کرسکتا ہے پھر جسنے حالت احرام مین شکار کیا یا حرم کی سرزمین کا شکار مارا تو اسکی سزا یون بیان فرمائی۔ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا

مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ۔ اور جس نے تم میں سے صید کو عمداً قتل کیا تو واجب جزاء ہے مثل اسکے جو قتل کیا نعم سے ف نعم صرف اونٹ گائے بکری کے اقسام ہیں یعنی
نعم سے مثل مقتول کا تاوان ہے۔ رہا یہ کہ مثل صورت ہو یا مثل معنوی یعنی قیمت ہو تو اسمیں دونوں احتمال ہیں اسی وجہ سے فقہا میں اختلاف ہے واضح ہو کہ جزاء کو رفع
ہے اور مبتدا مقدر ہے اے فجزاء ہو مثل ما قتل اور ایک قرأۃ میں باضافت ہے اے فجزاء مثل ما قتل۔ پھر جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے متعمداً فرمایا جو تعمد کر کے قتل کرے
یعنی احرام کو جان بوجھکر یاد رکھتا ہوا اور قصد کر کے قتل کرے جیسے خطا کرنیوالا وہ کہ کسی اور چیز کا قصد رکھتا تھا لیکن شکار کے لگ گیا۔ اور بھولا ہوا وہ قصد کر کے
شکار کو مارے مگر احرام یاد نہ ہو۔ ایک روایت میں ابن عباسؓ و احمد بن حنبل نے اور داؤد ظاہری نے اس سے استدلال کیا کہ جزاء فقط اسی پر عائد ہوتی ہے جسنے
متعمداً قتل کیا ہو اور یہی قول سعید بن جبیر و طاوس و ابو ثور کا ہے۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے طاؤس سے بروایت ابن ابی حاتم یہ قول نقل کر کے کہا کہ یہ مذہب غریب ہے اور مجاہدؒ
نے کہا کہ متعمد سے مراد یہاں وہ شخص ہے جس نے احرام کو بھولکر عمداً شکار قتل کیا ہو اور اگر احرام یاد کر کے قتل کیا تو یہ بڑا گناہ ہے کفارہ سے پورا نہ ہوگا اور اسکا احرام باطل
ہو گیا یہ روایت ابن جریر بوجوہ عنہ۔ اور یہ بھی قول غریب ہے اور جمہور فقہا جنمیں سے آئمہ اربعہ بھی ہیں اس قید تعمد کو بطریق غالب احوال کے قرار دیا جیسے قولہ وربائبکم اللاتی
فی حجورکم میں ہے پس وہ عمداً قتل کرے یا خطا سے یا بھولکر ہر صورت اسپر جزاء واجب ہوگی اور یہی حضرت عمرؓ و ابن عباسؓ و حسن بصریؒ و نخعی و زہری سے مروی ہے اور شیخ
ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ زہریؒ نے فرمایا کہ قرآن مجید دلالت کرتا ہے کہ تعمد کرنیوالے پر جزاء ہے اور سنت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ بھولے ہوئے پر بھی جزاء ہے اور حاصل آنکہ
قرآن مجید میں تعمد کرنیوالے پر ضمانت کے باوجود گناہ بھی مذکور ہے اور سنت و احکام صحابہؓ سے خطا سے قتل کرنے والے پر بدون گناہ کے جزاء ضمان مذکور ہے قال
ابن کثیر اور نیز شکار کے قتل کرنے میں اسکو تلف کرنا ہوتا ہے اور تلف کر دینا ہر حال میں مضمون ہوتا ہے خواہ عمداً ہو یا خطاءً ہو لیکن فرق اسی قدر ہے کہ عمداً میں ملامت بھی
ہے اور خطاء میں ملامت نہیں ہے پھر رہا جزاء کا بیان تو مفسر سیوطیؒ نے کہا کہ یہ مثل ما قتل من النعم اے شبہہ فی الخلقۃ یعنی جو صید قتل کیا اسکے مثل جزاء ہے یعنی خلقت میں
اسکے مشابہ جانور جو نعم میں سے ہو وے اسکا بدلا ہے پس مماثلت اس تفسیر پر باعتبار خلقت صورت کے ہوگی۔ اور ابن جریرؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے حکایت کیا کہ
انھوں نے فجزاؤہ مثل ما قتل پڑھا ہے اور اسمیں دلیل ہے کہ جو محرم نے قتل کیا اسکے مثل جزاء ہے اور یہ مثل لیا جاوے انعام میں سے اور یہی امام مالکؒ و شافعیؒ و احمدؒ و
جمہور فقہا کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ قیمت واجب ہوگی یعنی مثل معنوی مراد ہے کیونکہ جو جانور صید کہ محرم قتل کرے اسکا مثلی بسبب تفاوت فاحش کے
پیدا نہیں ہے حتی کہ مثلاً ہرن مارا تو اسکا مثل ہرن نہیں ہو سکتا ہے بلکہ فرق ہوگا اور خصوصاً اس صورت میں کہ وہ انعام میں سے ہووے تو ہرن کے مثل اونٹ
یا گائے یا بکری سے کیونکر لیا جائے یا خرگوش مارا یا کبوتر مارا تو مثل کہاں سے آوے پس ظاہر ہوا کہ صورت میں مثل ہونا مراد نہیں ہے بلکہ معنوی مثل ہونا مراد
ہے اور وہ باعتبار قیمت کے ہے کیونکہ ہر چیز کی قیمت اسکی مماثل معنوی ہے پھر اس قیمت سے البتہ نعم میں سے کوئی جانور خرید کر قربانی کر دیا جاوے بشرطیکہ قیمت اسقدر
ہو ورنہ مثل معنوی ادا کرے لہذا ہر صورت میں اسکو اختیار ہے کہ چاہے یہی قیمت پہونچاوے یا اس قیمت کے عوض کوئی جانور از قسم انعام خرید کرے بشرطیکہ قیمت
اسقدر تک پہونچتی ہو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ صید مقتول یا تو ایسا ہوگا کہ انعام سے اسکا مثل کوئی چوپایہ پایا جاتا ہے یا نہیں پس جبکہ صورت میں اسکا مثل
پایا جاوے تو وہی مثل قرار دیا جائیگا اور صحابہؓ نے مثلی میں باعتبار صورت کے مثل کا حکم دیا ہے جیسے شتر مرغ قتل کرنے میں بدنہ کا حکم دیا اور نیل گاؤ مارنے
میں گاؤ کا حکم دیا اور ہرن قتل کرنے میں مینڈھے کا حکم دیا اور یہ باسانید صحیحہ ثابت ہوا ہے پس در صورت مثلی موجود ہونے کے قضاء صحابہ رضی اللہ عنہم کو لینا اولیٰ
ہے مترجم کہتا ہے کہ اصول حنفیہ سے بھی یہی موافق تھا کیونکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جہاں حدیث نہ ہو وہاں صحابہ کی تقلید لازم ہے لیکن ظاہر مذہب حنفیہ میں وہ ہے جو
مذکور ہوا پھر شیخؒ نے لکھا اور در صورتیکہ صورت میں مثل موجود نہ ہو تو ابن عباسؓ نے حکم دیا کہ اسکے دام لیکر مکہ میں پہنچائے جاویں۔ کما رواہ البیہقی عنہ۔
پھر اس مثل ہونے کو دو عادلوں کی رائے پر حوالہ فرمایا بقولہ یَحْکُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اسکے ساتھ تم میں سے دو صاحبان عدل حکم کرینگے ف یعنی صید مقتول کا مثل
وہ کہ جو حکم کریں دو مرد صاحبان عدل تم میں سے۔ مفسر سیوطیؒ نے کہا جن کو ایسی دانائی حاصل ہو کہ اسکی وجہ سے وہ تمیز کر لیں کہ اس صید مقتول کے مشابہ

چوپایون مین سے کون جانور ہے چنانچہ حکم دیا ابن عباس نے و عمرؓ نے نعامہ شکار کے عوض بدنہ کا یعنی کسی شخص نے نعامہ کو احرام مین قتل کر ڈالا تھا تو ابن عباس و عمر بن خطابؓ نے حکم دیا کہ اسکا فدیہ مشابہ ایک بدنہ ہے رواہ ابن ابی شیبہ اور نیل گائے اور جنگلی گدھے کے عوض مین ابن عباس و ابو عبیدہ بن الجراح نے پالو گائے کا حکم دیا اور ابن عمرؓ و عبدالرحمن بن عوف نے ہرن کے عوض بکری کا حکم دیا۔ رواہ مالکؒ اور ابن عباسؓ و عمر بن الخطاب وغیرہ نے کبوتر کے عوض بکری کا حکم دیا کیونکہ بغیر چوسے پانی پینے مین بکری مشابہ کبوتر کے ہے۔ قال المترجم یہ سب اسی قول جمہور کے موافق ہے کہ مراد مثل سے جسمانی مشابہت ہے اور بنا بر قول امام ابو حنیفہؒ کے معنی یہ ہون گے کہ دو عادل مرد اس مثل معنوی کا یعنی قیمت کا حکم کرین و لیکن جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ آثار صحیح ہو تو کوئی شک نہین کہ بقول شیخ ابن کثیرؒ کے اسکو لینا اولی ہوگا اگرچہ قول ابو حنیفہؒ آسان اور اس زمانہ کے موافق ہے بسبب آنکہ اہل عدل بصیر کمیاب ہوگئے لیکن عمل ممکن ہے واللہ تعالی اعلم۔ علاوہ برین درصورت عدم مثل کے قیمت اسکا مثل ضروری لیا گیا ہے جیسا کہ معلوم ہوا بالجملہ بقول شیخ ابن کثیرؒ کے درصورت مثل ہونیکے صورت کا مشابہ لینا اولی ہے اور روا ہے کہ قیمت لے لی جائے خواہ اسکے عوض کوئی جانور چوپایہ لائق قربانی کے خریدا جائے یا نہ خریدا جاوے پھر بیان فرمایا کہ یہ مثل لیکر کعبہ کو پہونچایا جاوے چنانچہ کہا۔ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ درحالیکہ ہدی ہو جو کعبہ کو پہونچے ف پس ہدیا مصدر بمعنی مفعول حال ہے جزاء سے اور بالغ الکعبۃ صفت ہدیا ہے۔ قال المفسر بالغ الکعبۃ کے معنی یہ کہ یہ مثل لیکر حرم مین پہونچایا جاوے اور وہان ذبح کیا جاوے اور وہین کے مسکینون کو صدقہ بانٹ دیا جائے اور یہ جائز نہین ہے کہ جس مقام پر اُس نے شکار قتل کیا ہے وہین ذبح کیا جاوے اور بالغ الکعبۃ کو نصب اسوجہ سے کہ ہدیا کی صفت ہے اور اگر یہ وہم ہو کہ ہدیا نکرہ ہے اور بالغ الکعبۃ مین بالغ کو معرف باللام کی طرف اضافت ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ اضافت لفظیہ ہے جس سے معرفہ نہین ہوتا پس نکرہ رہا تو صفت نکرہ ہو سکتا ہے۔ یہ سب اُس صورت مین ہے کہ صید مقتول کا مثل چوپایہ مین سے پایا جاوے اور اگر اسکا مثل نہ پایا جاوے جیسے مثلاً گرگٹ یا کوا مارا یا چڑیا مار ڈالی تو ایسی صورت مین اس کی قیمت واجب ہوگی۔ پھر واضح ہو کہ یہان دو مقام باقی رہے اول آنکہ سلف صحابہ وغیرہ رضی اللہ عنہم نے جو مثل کسی جانور کا قرار دیا ہے وہ ہم پر لازم ہے یا نہین اور دوم آنکہ جس شخص نے شکار کو قتل کیا وہ بھی دو حکم مین سے ایک ہو سکتا ہے یا نہین پس توضیح مقام اول آنکہ مثل ہونا تو ضرور معتبر ہے اور دو عادل فقط اسی مثل کے حکم کرنے کو ہین حتی کہ اگر دونون نے کسی غیر مماثل کا حکم دیا تو نافذ نہ ہوگا پھر ظاہر یہی ہے کہ ہر واقعہ کے وقت دو عادل حکم کرین اور اُنھون نے ویسے واقعہ مین سلف کا کوئی حکم لیا تو اس کی مطابقت لازمی نہین ہے اگرچہ بعض جہت سے اولی ہوگا کیونکہ مثل کے دریافت مین ایک نوع بصیرت ضرور ہے جیسے کہ مومن کی فراست کی بابت حدیث آئی ہے کہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے اور ہمین شک نہین کہ وہ لوگ اس نور بصیرت و تمیز مین اعلی و اقدم ہین لیکن ہر واقعہ پیش آنے پر دو عادل کا حکم جائز ہونے سے یہ کہا گیا کہ حکم سلف لازمی نہین ہے اور یہ اللہ تعالی کی طرف سے وسعت رحمت ہے اور امام مالک و ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ جب حادثہ پیش آوے ہر ہر حادثہ پر دو عادلون سے حکم لینا واجب ہے خواہ ویسے واقعہ مین صحابہؓ سے کوئی حکم پایا جاوے یا نہ پایا جاوے کما ذکرہ ابن کثیر۔ توضیح مقام دوم آنکہ علماء نے اختلاف کیا ہے پس امام مالکؒ وغیرہ نے فرمایا کہ جس نے صید کو قتل کیا وہ مثل کیواسطے خود ایک حکم نہین ہو سکتا ورنہ وہ خود اپنے نفس پر حکم کرنیوالا ہوگا اور ایک ہی واقعہ مین ایک شخص خود حاکم و محکوم نہین ہو سکتا ہے اور امام شافعیؒ و احمدؒ وغیرہ نے کہا کہ ہان ہو سکتا ہے اور اول اظہر ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر اللہ تعالی نے اس جرم کا دوسرا کفارہ فرمایا۔ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ یا کفارہ طعام مساکین ہے ف یعنی مثل دے یا اُسپر کفارہ واجب ہے یعنی جو جزاء اوپر مذکور ہوئی اُسکا غیر یہ کفارہ ہے چاہے اسکو دیدے اگرچہ اُسکو جزائے مذکور پر بھی دسترس ہو یعنی حرف او یہان ترتیب کیواسطے نہین ہے جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے اور یہی شافعیؒ کا ایک قول ہے و لیکن مفسر سیوطیؒ کے نزدیک مختار قول دوم شافعیؒ ہے کہ حرف او یہان تخییر کے واسطے ہے پس مجرم کو اختیار ہے چاہے جزائے مذکور یعنی مثل از چہار پایہ دیدے اور چاہے اسکو نہ دے بلکہ کفارہ دیدے جو کہ طعام مساکین ہے اور یہی قول امام مالک و امام ابو حنیفہ و ان کے دونون شاگردونکا اور مشہور قول امام احمدؒ کا ہے۔ پھر اسکی صورت مین اختلاف

پس ابراہیم نخعی و حماد بن ابی سلیمان و ابوحنیفہ رح و صاحبین و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک جس صید کو قتل کیا ہے اسکی قیمت اندازہ کر کے اتنے کا اناج خریدے اور
شافعی رح کے نزدیک اس کے مثل چوپایہ کی قیمت اگر موجود ہوتا اندازہ کر کے اُس کا اناج خریدے اور قیمت سے مساوات اسواسطے کہی کہ اس کے مثل جزاء
تو فرضی ہے موجود نہیں ہے تاکہ اسی کی قیمت کہی جاوے بلکہ اگر ہوتی تو جو کچھ اسکی قیمت ہوتی اسی کے مساوی سے اناج خریدے ہاں یہ البتہ بیان ہونا چاہیئے
کہ ہر مسکین کو کس قدر دیوے تو مفسر سیوطی رح نے بیان کر دیا کہ ہر مسکین کو ایک مُد دیوے اور یہ قول امام شافعی و امام مالک و فقہاء حجاز کے نزدیک ہے اور یہی ابن جریر رح نے
اختیار کیا ہے اور ابوحنیفہ رح و ان کے اصحاب نے کہا کہ ہر مسکین کو دو مُد دیوے اور یہی مجاہد رح کا قول ہے اور امام احمد نے کہا کہ گیہوں ہوں تو ایک مُد دیوے اور
دوسرا اناج ہو تو دو مُد دیوے کذا ذکرہ ابن کثیر اور مدارک میں امام ابوحنیفہ رح کا قول یہ نقل کیا کہ گیہوں سے نصف صاع اور دوسری چیز سے ایک صاع دیوے
پھر مفسر رح نے کہا کہ ایک قرأۃ میں کفارہ مضاف ہے طعام مساکین کی طرف اور یہ اضافت بیانیہ ہے پس معنی وہی ہیں جو قرأۃ اولیٰ کے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے تیسرا
اختیار دیا بقولہ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا یعنی یا اسپر یہ واجب ہے کہ برابر اس طعام کے روزے رکھے ف ہر مسکین کے عوض ایک روزہ رکھے اگرچہ اسکو
طعام دینے کی دسترس ہو پس حرف او واسطے تخییر کے ہے اور ترتیب کے لئے نہیں ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا پھر ہر مجتہد کے نزدیک جسقدر اناج ایک مسکین کو
دینا چاہیئے اسکی عوض ایک روزہ ہے۔ بالجملہ بنابر قول امام ابوحنیفہ رح کے گیہوں سے یا اور اناج سے جو قیمت صید کے عوض اندازہ کیا جائے اسمیں جسقدر مسکینوں
کا حساب ہوتا ہو بجائے ہر مسکین کے ایک روزہ رکھے اور اگر کسی قدر اناج زائد ہو جو ایک مسکین کا پورا نہ ہوتا ہو تو اسقدر صدقہ کر دے یا اسکے عوض روزہ
رکھے اور پوری تفصیل فقہ میں مذکور ہے پھر جزا مشروع ہونے کا سبب فرمایا لِيَذُوقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ تاکہ اپنے امر کا وبال چکھے ف یعنی یہ تکلیف مذکور جو اسپر
واجب ہوئی اسلئے کہ چکھے بھاری بدلا اپنے اس کام کا جو اس نے کیا ہے۔ اور ذوق اگرچہ چکھنے کی چیزوں کے واسطے ہے ولیکن یہاں مستعار ہے بمعنی مشقت اٹھانے
کے اور اسکے فعل کے ناپسند ہونے کی طرف تنبیہ ہے اور وبال کے معنی قاموس میں بوجھ و سختی و شدت کے مذکور ہیں اور طعام وبیل وہ کھانا جو ثقیل ہو پس نفس نے
جو اپنی خواہش کے واسطے صید کو قتل کیا تھا اس کے عوض مال کے نقصان سے یا روزہ کی تکلیف سے اسکو جزاء و اندوہ دیا گیا۔ پھر اسمیں اختلاف ہے کہ مساکین
کو کھانا کہاں دیوے تو امام شافعی رح نے کہا کہ حرم میں دیوے اور یہی حضرت عطاء رح کا قول ہے اور حضرت مجاہد نے کہا کہ جہاں شکار مارا ہے یا اس سے جو
گاؤں و آبادی زیادہ قریب ہو وہاں دیوے اور امام ابوحنیفہ رح نے کہا کہ چاہے حرم میں دیوے اور چاہے کہیں اور دیدے عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ جو گذر چکا
اللہ تعالیٰ نے عفو کیا ف عطاء رح سے روایت ہے کہ معنی یہ ہیں کہ جاہلیت میں جو ہو گذرا اسکو اللہ تعالیٰ نے عفو کیا اور صحیح یہ ہے کہ جو مفسر رح نے کہا کہ شکار مارنا
حرام ہونے سے پہلے جس نے صید کو قتل کیا ہو اس کو اللہ تعالیٰ نے عفو فرمایا۔ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ اور جو لوٹا اللہ تعالیٰ اُس سے انتقام لیگا ف
یعنی جو بعد حرام ہونے اور حکم شرعی پہنچنے کے قتل صید کی طرف عود کریگا اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لیگا۔ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ یعنی او تعالیٰ اپنے امور
میں غالب ہے اور جو نافرمانی کرے اس سے انتقام لینے والا ہے ف بعض نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ جو شخص بعد اس بیان تحریم کے پھر کسی شکار کو قتل کریگا۔ تو
اللہ تعالیٰ آخرت میں اُس سے انتقام لیگا یعنی اسکو عذاب دیگا اور فقط کفارہ سے معاف نہ ہوگا اور بعض نے کہا کہ مراد انتقام سے یہی ہے کہ وہ
اس کفارہ مذکورہ کے واسطے ماخوذ ہوگا۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ابن جریج نے فرمایا کہ میں نے حضرت عطاء رح سے کہا کہ آپ کو عود کی کوئی حد معلوم ہے تو
فرمایا کہ نہیں میں نے کہا کہ آپکے نزدیک امام المسلمین پر واجب ہے کہ اس کو سزا دیوے۔ فرمایا کہ نہیں یہ تو اُسنے فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ ایک گناہ کیا ہے ولیکن
اسکو فدیہ دینا پڑیگا۔ رواہ ابن جریر۔ اور بعض نے کہا کہ اس کو کفارہ میں ماخوذ کر کے انتقام لیگا۔ اور یہ قول سعید بن جبیر کا ہے۔ پھر جمہور سلف و خلف کا یہ قول
ہے کہ ہر بار جب محرم نے کسی صید کو قتل کیا تو اُسپر کفارہ واجب ہوگا خواہ پہلی بار ہو یا دوسری بار ہو یا مکرر کئی بار واقع ہو اور خواہ عمداً ہو یا خطاءً ہو۔
اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جس نے خطاء سے احرام میں شکار کو قتل کیا تو جتنی بار اس سے واقع ہو ہر بار دو عادل حکم کریں اور وہ جزاء

دلویے اور اگر اُس نے عمداً ایسا کیا تو ایکبار ایسا کیا جائے گا اور اگر دوبارہ عود کیا تو اُس سے کہا جائیگا کہ تجھ سے اللہ تعالیٰ انتقام لیگا اور یہی عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی اور یہی قول ابن جریج و مجاہد و سعید بن جبیر و حسن بصری و نخعی کا ہے جیسا کہ ابن جریر نے روایت کیا اور خود ابن جریر نے قول اول ہی کو اختیار کیا ہے اور ابوالمعلی نے حسن بصریؒ سے روایت کی کہ ایک شخص نے احرام مین عمداً شکار کیا تو اُس سے درگذر کی گئی پھر اُس نے دوبارہ ہی کیا تو آسمان سے ایک آگ اُتری اُس نے اُس شخص کو جلا دیا۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ واضح رہے کہ یہ تنبیہ عمدہ تھی ولیکن ہمیشہ ایسا واقع ہونا ضرور نہین اور یہ زیادہ سخت ہے کہ چھوڑ دیے جاوین آخرت کیلئے کہ وہ عذاب شدید ہے۔ اگر کہا جاوے کہ انتقام آلٰہی کے بعد دنیا مین اسپر جزا رکیون ہے تو جواب یہ کہ عمداً اُس کی بیباکی اور نافرمانی کی سزا مین یہ وعید ہے اور جو اس سے ایذا رسانی سرزد ہوئی اُسکے عوض مین جزا ر مذکور ہے پس وعید مذکورہ اُسپر جزا ر مذکور واجب ہونے سے مانع نہین ہے

پھر بسبب خشکی کے شکار کیواسطے مذکور ہوا رہا بیان شکار دریائی تو فرمایا

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

حلال ہوا تم کو دریا کا شکار اور اُسکا کھانا فائدے کو تمھارے اور مسافرون کے اور حرام ہوا تم پر شکار جنگل کا جب تک رہو احرام مین اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پاس

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ○ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ

جمع ہوگے اللہ نے کیا ہے کعبہ گھر بزرگی کا ٹھہراؤ لوگون کے واسطے اور مہینہ بزرگی کا اور قربانی لیجاتی اور گلے مین لٹکن

ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ○ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ

ایسا کر دیا اسواسطے کہ تم سمجھو کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین مین اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے جان رکھو کہ اللہ کی مار سخت ہے

الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ مَّا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے رسول پر ذمہ نہین مگر پہونچا دینا اور اللہ کو معلوم ہے جو ظاہر مین کروگے اور جو چھپا کر۔

أُحِلَّ لَكُمْ یہ خطاب عموماً سب لوگون کو ہے خواہ احرام مین ہون یا حلال ہون صَيْدُ الْبَحْرِ تمھارے لیے صید البحر حلال کیا گیا یعنی صید مصدر بمعنی مفعول ہے اور مراد اس سے یہ کہ دریائی شکار کو صید کر کے اس کو کھانا تم کو حلال کیا گیا ہے اور یہ مراد نہین کہ شکار کھیلنا حلال ہے کیونکہ ضرورت سے شکار مارنا تو مباح ہے اور مراد بحر سے یہان ہر وہ چیز ہے جسمین دریائی شکار پایا جاوے خواہ سمندر ہو یا دریا ہو یا نہر ہو یا تالاب ہو اور خواہ اُسکا پانی میٹھا ہو یا کھاری ہو اور ظاہر یہ کہ سمندر و دریا تو منصوص ہے اور نہر و تالاب کے دریائی شکار اس سے ملحق کیے گئے ہین صید البحر کی تعریف مفسر سیوطیؒ نے یہ بیان کی کہ جو سوائے بحر کے اور جگہ زندہ نہ رہے مانند مچھلی کے پس کیکڑا وغیرہ ایسے نہین ہین کیونکہ بحر و بر دونون جگہ جیتے رہتے ہین اور اولیٰ یہ ہے کہ دریائی وہ جانور قرار دیے جاوین جو پانی ہی مین زندہ رہتے ہین اور وہین انڈے بچے دیتے ہین اور حاصل آنکہ آبی جانور دو قسم کے ہوتے ہین ایک وہ کہ سوائے پانی کے اور جگہ زندہ نہین رہتے ہین اور دوم وہ کہ پانی مین بھی جیتے ہین اور خشکی مین بھی زندہ رہتے ہین پس مفسرؒ نے صید البحر انھین جانورون کو قرار دیا جو از قسم اول ہین وَطَعَامُهُ اور طعام البحر حلال کیا گیا طعام البحر وہ چیز ہے جسکو مرا ہوا کنارے پھینکدے۔ اور یہ تفسیر حضرت عمر و ابن عمر و ابن عباس و ابوہریرہ وغیرہ بہت سے صحابہ و تابعین سے مروی ہے۔ اور ابن عباس سے ایک روایت مین و سعید بن جبیر و سدی و سعید بن المسیب سے مروی ہوا کہ طعام البحر وہ جو نمک لگائی ہوئی خشک کی ہوئی ہو اور صید البحر جو تر و تازہ ہو اور بعض نے کہا کہ طعام البحر اسکا نمک و دیگر نباتات ہین اور زمخشری نے کشاف مین کہا کہ صید البحر وہ جانور ہین جو دریا سے شکار کیے جائین خواہ وہ کھائے جاوین یا نہ کھائے جاوین پس اُحل لکم صید البحر کے یہ معنی ہین کہ دریائی جانورون کو شکار کرنا تم کو حلال ہے اسپر فرمایا وطعامہ یعنی طعام البحر اور طعام وہ ہے جو اُس کے شکارون سے کھایا جاتا ہے پس حاصل یہ ہوا کہ سمندر سے جو کچھ

تم شکار کرو اس سے نفع حاصل کرنا تم کو حلال کیا گیا اور تمہارے واسطے اسمین سے کھانے کے جانوروں کو کھانا حلال ہوا ۔ اور وہ فقط مچھلی ہے انتہی کلامہ اور یہ تفسیر بنا بر قول ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہے کہ دریائی جانوروں مین سے فقط مچھلی حلال ہے اور جو مچھلی کہ مرداہ ہو کر اتراوے وہ بھی حلال نہین ہے اور شیخ ابن کثیر نے تفسیر مین کلام بسیط بیان کیا جسکی تلخیص یہ ہے کہ طعام البحر جسکو وہ مرا ہوا کنارے پھینکدے یہ مشہور روایت ابن عباس ہے اور یہی ابوبکر الصدیق و زید بن ثابت و عبداللہ بن عمرو ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم و عکرمہ و ابوسلمہ و نخعی و حسن بصری سے مروی ہے ۔ وعن الصدیق رض طعام البحر سب جو اسمین ہے ۔ رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم ۔ قال المترجم ہو منقطع ۔ اور ابن جریر نے یہی اختیار کیا کہ طعام البحر جو اسمین مر جاوے ۔ وعن ابی ہریرہ مرفوعاً و موقوفاً طعام البحر جسکو وہ مرا ہوا پھینکدے ۔ قولہ مَتَاعًا لَّکُمْ وَلِلسَّیَّارَۃِ ۔ یعنی یہ حلال کر دینا تمہارے واسطے و مسافروں کیواسطے تمتع ہے ف ۔ کہ تم حاضر ہونے کی حالت مین اس سے کھاؤ اور سفر مین مسافر لوگ اس سے زاد راہ لیوین ۔ سیارۃ جمع سیار یعنی سیر کرنیوالے یعنی چلنے والے مسافر لوگ ۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ جمہور علماء نے مردار مچھلی کے حلال ہونے پر اس آیت سے استدلال کیا اور نیز اس حدیث سے جو جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک لشکر بجانب ساحل روانہ کیا اور انپر ابوعبیدہ بن الجراح کو امیر کیا اور وہ تین سو آدمی تھے اور مین بھی انھین مین سے تھا پس ہم لوگ روانہ ہوئے پھر راہ مین ہمارے زاد راہ فنا ہو گئے یعنی زاد راہ نہ رہا پس ابوعبیدہ نے تمام لشکر کو زاد راہ جمع کرنے کا حکم دیا وہ دو مزودہ چھوہارے نکلا پھر ہر روز وہ ہم کو تھوڑا تھوڑا دیتے یہانتک کہ وہ بھی ہو چکا اور ہم کو ایک ایک چھوہارہ ہی ملا کرتا تھا اسپر بھی بالکل ختم ہو جانے پر ہمارے دل غمناک ہوئے پھر آخر ہم سمندر کنارے پہونچے تو ناگاہ ہم نے ایک بہت بڑی مچھلی جسکو عنبر کہتے ہین کنارے پڑی دیکھی پس اس سے تمام لشکر نے اٹھارہ روز تک کھایا پھر ابوعبیدہ رض نے حکم دیا کہ اسکی دو پسلیان کھڑی کی گئین پھر اونٹ پر کجاوہ باندھنے کا حکم دیا اور اُسکے نیچے سے روانہ کیا تو وہ گذر گیا اور اس سے نہ لگا رواہ مالک اور یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم مین کئی طرق سے جابر رض سے مروی ہے اور بعض روایت مین ہے کہ کنارے پر مانند بڑے بھاری تودہ ریگ کے تھا پھر قریب پہونچکر ہم نے دیکھا تو ایک جانور دریائی تھا جسکو عنبر کہتے ہین اور بعض روایت مین ہے کہ ابوعبیدہ رض نے مردار قرار دیا پھر بوجہ اضطرار کے اسکو کھانے کا حکم دیا ۔ اور بعض روایات مین ہے کہ اس سے زاد راہ لائے تھے اور جب مدینہ پہونچکر حضرت صلعم سے بیان کیا تو آپنے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رزق تھا اور اسمین سے کچھ تمہارے پاس موجود ہو تو ہم کو بھی کھلاؤ پس ہم نے کچھ گوشت بھیجا تو آپنے اسمین سے کھایا ۔ اور بعض روایات مین ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کیساتھ تھے ۔ پس بعض علماء نے یہ تاویل کی کہ دو مرتبہ ایسا واقعہ ہوا اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ پہلے یہ لوگ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے پھر آپنے ابوعبیدہ رض کو سردار کر کے ایک ٹکڑا علیحدہ کر کے روانہ کر دیا ۔ اور نیز اس حدیث سے استدلال کیا جو ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے سوال کیا کہ یارسول اللہ ہم سمندر مین سفر کرتے ہین اور تھوڑا پانی اپنے ساتھ لیتے ہین سو اگر اس سے وضو کرین تو پیاسے رہجاتے ہین بھلا سمندر کے پانی سے وضو کرین تو فرمایا کہ سمندر کا پانی طاہر ہے اور اس کا مردار حلال ہے رواہ الشافعی و احمد و اہل السنن و صححہ البخاری و الترمذی و ابن خزیمہ و ابن حبان و غیرہم اور اسی آیت سے مع دلالت احادیث بعض فقہاء نے دریائی کل جانوروں کے حلال ہونے پر استدلال کیا اور کچھ استثناء نہین کیا اور بعض نے کچھوے و نہنگ کو مستثنیٰ کیا اور امام ابوحنیفہ رح نے کہا کہ جو دریا مین مر جاوے وہ خشکی کے مرے ہوئے کے مانند نہ کھائی جائیگی بسبب عموم قولہ تعالیٰ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ اور جمہور فقہاء نے حدیث عنبر مذکور و حدیث ابوہریرہ مذکور وغیرہ سے حجت قائم کی اور شیخ سیوطی رح نے حدیث ابوہریرہ مذکور کو مشہور بلکہ متواترات مین سے شمار کیا ہے ۔ وَحُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا یعنی خشکی کے شکار کو حالت احرام مین شکار کرنا تمپر حرام کیا گیا جب تک کہ تم احرام مین ہو ف اور بری صیود وہ ہین جو خشکی مین جیتے ہین اور مفسر سیوطی رح رحمۃ اللہ نے یہ قید بھی لگائی کہ ایسے وحشی جانور ہون جنکا کھانا حلال ہے اور پہلے معلوم ہوا کہ یہ فقط شافعی رح کا مذہب ہے اور جمہور علماء کے نزدیک کھائے جاتے ہون یا نہ کھائے جاتے ہون سب کا شکار حالت احرام مین ممنوع ہے پھر کہا کہ سنت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اگر خشکی کے جانور صید کو کسی حلال نے

شکار کیا ہو تو محرم اسکو کھا سکتا ہے بشرطیکہ اسکے واسطے شکار نہ کیا گیا ہو جیسا کہ روایت ابوداؤد مین مصرح ہی اور یہی امام ابوحنیفہ رح و مالک رح و شافعی رح و احمد رح
کا مذہب ہی اور توضیح کلام یہ ہی کہ آیت کریمہ اصطیاد بحالت احرام کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہی پس اگر عمداً محرم نے شکار مارا تو گنہگار ہوگا اور تاوان
دے جیسا کہ مذکور ہوا اور اگر خطا سے ایسا کیا تو فقط تاوان دیدے اور محرم پر اسکا کھانا حرام ہے کیونکہ اسکے حق مین یہ شکار مثل مردار کے ہی اب رہا یہ کہ
دوسرے لوگون کے حق مین کیا حکم ہے تو امام مالک و ابوحنیفہ رح اور بنابر یکی از دو قول شافعی وہ ہر دوسرون کے حق مین بھی مردار ہے خواہ وہ محرم
ہون یا حلال ہون اور یہی قول عطاء و سالم و قاسم و ابویوسف و محمد بن الحسن وغیرہم کا ہی اور اگر محرم یا محل نے اسمین سے کچھ کھایا تو اسمین علماء کے
دو قول ہین ایک یہ کہ اسپر جزاء لازم آویگی اور عطاء رح سے مروی ہی کہ اگر ذبح کرکے کھایا ہو تو اسپر دو جزاء لازم ہونگی اور دوسرا قول یہ کہ کھانیوالے
پر جزاء نہ ہوگی اور یہ امام مالک نے صریح کہا ہے اور ابن عبدالبر رح نے کہا کہ جمہور علماء و فقہاء کا یہی قول ہی بقیاس آنکہ اگر کسی نے وطی کے بعد حد مارے جانے
سے پہلے اور دو ایک بار وطی کرلی تو اسپر ایک ہی حد لازم آتی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ جو کچھ اُس نے کھایا اسکی قیمت اسپر لازم آئیگی اور یہ قول احسن
و اصوب ہے اور اگر کسی حلال نے شکار کیا اور محرم کو ہدیہ بھیجا تو بعض علماء اس طرف گئے ہین کہ مطلقاً مباح ہے خواہ حلال نے اس کے واسطے شکار کیا ہو یا نہ کیا
ہو اور ابن عبدالبر رح نے یہی قول حضرت عمر بن الخطاب و ابوہریرہ و زبیر بن العوام و کعب احبار و مجاہد و عطاء فی روایۃ اور سعید بن جبیر سے حکایت کیا اور
یہی فقہاء کوفہ کا مذہب ہے لیکن مترجم نے ظاہر مذہب حنفیہ مین امام ابوحنیفہ رح سے اسکے خلاف پایا ہے۔ **قال** اور ابوہریرہ رض سے سوال کیا کہ جس صید کو محل نے
جیسے امام ابوحنیفہ رح بھی ہین ۱۲
شکار کیا اسکو محرم کھاوے تو فتویٰ دیا کہ ہان کھاوے پھر عمر بن الخطاب رض سے اپنا یہی فتویٰ دینا بیان کیا تو عمر رض نے فرمایا کہ اگر تو اسکے سوائے اور فتویٰ دیتا تو مین
تیرے سر کو دکھ پہونچاتا۔ رواہ ابن جریر من طریق سعید بن المسیب عنہ۔ **قال المترجم** الصحیح لسعید روایۃ عن عمر رض عند المحدثین **قال**۔ اور دوسرے فقہاء نے کہا
کہ محرم کو شکار کا گوشت کھانا مطلقاً حرام ہے بسبب عموم اس آیہ کریمہ کے اور ابن عباس و ابن عمر سے مروی ہے کہ دونون نے اسکو مکروہ جانا اور ابن عبدالبر رح
نے کہا کہ یہی قول طاؤس و جابر بن زید کا اور مذہب ثوری وغیرہ کا اور مروی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی۔ کما رواہ ابن جریر من طریق ابن المسیب عنہ و مالک و شافعی رح
و احمد و اسحٰق نے اور جمہور نے کہا کہ اگر محل نے شکار کرنے مین یہ قصد کیا کہ فلان محرم کیواسطے شکار کرتا ہے تو محرم کو کھانا روا نہین ہے بسبب حدیث صعب بن
جثامہ کے کہ حمار وحشی ہدیہ بھیجا اور آنحضرت صلعم مقام ابوا مین یا ودان مین تھے پس آپ نے رد کردیا پھر جب صعب بن جثامہ کے چہرہ سے ملال دیکھا تو فرمایا کہ ہم نے
اسی وجہ سے اسکو قبول نہین کیا کہ ہم محرم ہین اور یہ حدیث صحیحین مین موجود ہی پس ان فقہاء نے کہا کہ حضرت صلعم نے اسی گمان سے رد کیا کہ اُس نے ہمارے ہی
واسطے شکار کیا ہے اور اگر حلال نے شکار مین محرم کا قصد نہ کیا ہو تو محرم کو اس کا گوشت کھانا جائز ہے بسبب حدیث ابوقتادہ رض کے کہ حمار وحشی شکار کیا اور ساتھی احرام
مین تھے اُنھون نے نہ کھایا اور حضرت صلعم سے پوچھا تو آپنے فرمایا کہ بھلا تم مین سے کسی نے اُسکی طرف اشارہ یا اعانت کی تھی بولے کہ نہین تو فرمایا کہ پھر کھاؤ اور
خود بھی اسمین سے کھایا اور یہ حدیث بھی صحیحین مین ہی۔ **قال المترجم** یہی مذہب ابوحنیفہ رح ہے۔ **قال** اور حدیث مطلب بن عبداللہ بن حنطب از جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً آنکہ
خشکی کا شکار درحالیکہ تم محرم ہو تمھارے واسطے اس شرط سے حلال ہے کہ تم نے خود نہ شکار کیا ہو اور نہ تمھارے واسطے شکار کیا گیا ہو۔ رواہ احمد و ابوداؤد و النسائی
و الشافعی و الترمذی۔ یہ حدیث بھی اسپر دلالت کرتی ہے ولیکن ترمذی رح نے کہا کہ مطلب رح کا جابر سے سماع مجھے معلوم نہیں ہوا اور کبھی اس کی تقویت کی جاتی ہے۔
اثر عثمان رض ہے کہ وہ مقام عرج مین تھے اور شکار کا گوشت لایا گیا تو اصحاب سے فرمایا کہ تم کھاؤ اُنھون نے کہا کہ آپ کیون نہین کھاتے ہین تو فرمایا کہ میرا تمھارا
یکسان حال نہین ہی یہ میرے ہی واسطے شکار مارا گیا ہے۔ رواہ مالک۔ اس تفصیل پر احادیث صحاح مین توفیق ہوجاتی ہی مترجم کہتا ہے لیکن معلوم
ہوا کہ حلال نے جس محرم کے لئے شکار کیا اسپر مردار ہے اور باقیون پر حلال ہے۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مذہب تھا پھر اللہ تعالیٰ نے بندون کو
مخالفت احکام سے پرہیز کرنے پر تاکید فرمائی بقولہ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے جسکی یہ شان ہے کہ اُسی کی طرف

حشر کئے جاؤگے ف یعنی مآل کار بندون کا قطعاً موت ہی پس زندگی مین موافقت رکھین تاکہ ثواب و راحت پاوین اور مخالفت نہ کرین ورنہ عذاب و دکھ پاوینگے جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ کعبہ اس کا نام بوجہ اسکے کہ مربع ہے ماخوذ از تکعیب بمعنی مربع کردینا اور عرب کے اکثر گھر مدور ہوتے تھے اور یا بوجہ اونچے و ابھرے ہونے کے خواہ سطح مکہ سے یا ابتدائے حال مین سطح پانی سے اور اسی سے ٹخنہ کو کعب کہتے ہین اور ارجح قول یہ ہے کہ یہ نام اللہ تعالی نے قدیم سے مقرر فرمایا ہے پھر کعبہ کا عطف بیان یا بدل ہے قولہ اَلْبَيْتَ الْحَرَامَ یعنی ایسا بیت کہ حرام کردیا گیا اسمین قتل و خونریزی و جملہ فسق و فجور اور بندون کے واسطے اسکا احترام لازم کیا گیا اور زمخشری نے بتقدیر عطف بیان کے اسکو بطریق مدح قرار دیا نہ بطریق توضیح ۔ اور بیت در حقیقت وہ کہ چہار دیواری و چھت و دروازہ ہو اگرچہ اسمین سکونت نہ ہو یعنی اسمین کوئی رہتا نہ ہو اور بیت الحرام کعبہ کیواسطے بمنزلہ علم کے ہوگیا اور جعل یہان متعدی بدو مفعول ہے اور ارجح آنکہ بمعنی صیّر یعنی ایسا کردیا بقرینہ دعائے حضرت ابراہیم ع جو سورہ حج وغیرہ مین انشا اللہ تعالی آویگی لیکن صواب یہ ہے کہ دعائے ابراہیم موافق قضائے ازلی کے واقع ہوئی حتی کہ اللہ تعالی نے ازل ہی سے یہ مقرر فرمایا تھا ۔ بالجملہ یہان دو مفعول ہین ۔ اول کعبہ ہے اور دوسرا مفعول فرمایا قِيٰمًا لِّلنَّاسِ یعنی اللہ تعالی نے اس بیت الحرام کو بندون کیواسطے قیام کردیا ف اسے یقوم امر دینہم بالحج الیہ و دنیاہم بامن داخلہ و عدم التعرض لہ و جبی ثمرات کل شئ الیہ یعنی اس خانہ کرم کے سبب مردون کے دین و دنیا کے کام قائم و ٹھیک ہوتے ہین پس دین کے کام اس طرح کہ اسکا حج کرتے اور خلوص نیت و تقوی کے ساتھ ثواب عظیم و انوار جلی و خفی ایسے پاتے ہین کہ زبان سے انکا بیان نہین ہوسکتا اور سوائے حقوق العباد کے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہین اور دنیا کے کام اس طرح کہ بحکم قولہ تعالی وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا جو اسمین گھس گیا وہ جب تک اسمین ہے کوئی اس سے تعرض نہین کرسکتا وہ امن مین ہوگیا ۔ اور بقولہ یجبی الیہ ثمرات کل شئ ہر قسم کے پھل پیدا اور اس کی طرف لوگ لیجاتے ہین اور یہ عظیم قدرت الٰہی کا ظہور ہے کہ اس ریگستان مین بندے جو قدرت کے قبضہ مین مسخر ہین ضرور یہ نعمتین وہان لیجاتے اور بیچتے و تجارت کرتے اور کھاتے پیتے ہین اور کھجور و پانی بہ سون انکی غذا ہے اور کچھ مضرت نہین پہونچاتی ۔ حالانکہ طبیب و حکیم متفق ہین کہ اس سے جذام ہوجاتا ہے ۔ ولیکن ظہور قدرت الٰہی ہے کہ وہان کچھ ضرر نہین ہوتا ۔ ف فی قراۃ قیما بلا الف ۔ اور ابن عامر کی قراۃ مین قیامًا کی جگہ قِيَمًا بکسر اول و فتح دوم بدون الف کے بھی مصدر ہے قام کا اور اسکا عین کلمہ یعنی یائے تحتانیہ مین تعلیل نہین ہوئی ہے تاکہ یہ اعتراض ہو کہ مانند حول و عور کے تعلیل نہ ہونا چاہیے پس قیم در اصل قوم نتھا بلکہ یہ اصلی ہے اور اخفش نے کہا کہ اسمین تین لغات ہین ۔ قیام و قوام و قیم ۔ اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یہ ہے کہ صیّر اللّٰه الکعبۃ البیت الحرام حال کونہا قیامًا للناس یعنی اللہ تعالی نے کعبہ کو بیت الحرام کردیا درحالیکہ وہ لوگون کیلئے قیام ہے ۔ ھ ۔ لیکن قول راجح واظہر ہے اور وہی مفسرین نے اختیار کیا ۔ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ اہ ای وجعل الشہر الحرام قیامًا لہم بامنہم القتال فیہا یعنی اور اللہ تعالی نے شہر حرام کو بھی ان کے واسطے قیام کردیا کہ ان مہینون مین لڑائی و قتال سے مامون رہتے ہین اور الف لام جنس کا ہے اور مراد اشہر حرم یعنی ذی القعدہ و ذی الحجہ و محرم و رجب ہین ۔ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ اے وجعل اللّٰه الہدی و القلائد قیامًا لہم بامن صاحبہم من التعرض ۔ یعنی ہدی و قلائد کو بھی بندون کیلئے قیام کردیا بسبب اسکے کہ جو شخص ہدی و قلادہ والا ہو اس سے تعرض نہین کیا جاتا ہے اور تمام تفسیر قولہ تعالی وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ الآیہ کے تحت مین بیان ہوچکی ہے وہان رجوع کرو تو معلوم ہوگا کہ خود ہدی و قلادہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ اس سے تعرض نہین کرتے تھے ۔ ذٰلِكَ الجعل المذکور یعنی ذلک کا مشار الیہ وہ مضمون ہے جو اوپر مذکور ہوا ۔ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اسواسطے یہ سب کہ تم جان لو کہ اللہ تعالی جانتا ہے سب جو آسمانون مین ہے اور سب جو زمین مین ہے اور اللہ تعالی ہر چیز کو خوب جانتا ہے ف کیونکہ تمھارے نفع حاصل ہونے و مضرتین دور ہونے کیواسطے وقوع ہونے سے پہلے ایسا کردیا اس بات کی دلیل ہے کہ جو موجود ہے اور جو ہونے والا ہے سب کو اللہ تعالی جانتا ہے اور اسمین قوی دلیل ہے آنحضرت صلعم کے صدق نبوت پر کہ قوانین شرع اسلام اپنے تمام ارکان کیساتھ نہایت قوی و عدل و انصاف کے ساتھ قائم ہین اور زمانہ کی گردش سے ان مین کوئی تغیر نہین پس اگر اہل اسلام ان پر مستقیم رہتے

تو آن کے دین و دنیا دونون کیواسطے نہایت خوبی و بھلائی ہے لیکن لوگون نے اس قانون عدل کو برباد چھوڑ دیا تو لامحالہ قانون علم سے مقہور ہوئے کیونکہ
شیطان نے صراط مستقیم سے بیراہ کیا اور طریقہ جور مین لاکر خوار کیا نعوذ باللہ من ذلک فتدبر۔ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ جان رکھو
کہ اللہ تعالی شدید العقاب ہے ف یعنی کفر و شرک انکار و خلاف کرنے والون کے حق مین۔ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور جان رکھو کہ اللہ تعالی
غفور الرحیم ہے ف یعنی فرمانبرداری و طاعت و ایمان لانیوالون کے حق مین مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ اور رسول پر کچھ نہین مگر کھلا حکم ہونچا دینا
ف یعنی تم کو حکم الٰہی ہونچا دینا ہی رسول صلعم پر واجب ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ اور اللہ تعالی جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو ف جو اعمال تم
کھلے طلے کرتے ہو۔ وَمَا تَكْتُمُوْنَ اور تم جو اعمال کہ لوگون سے چھپے کرتے ہو ف پس تمھارے اعمال کی تم کو جزا دیگا اگر اچھے ہین تو ثواب اور اگر برے ہین تو
عذاب ملیگا۔ اسمین سخت تہدید ہے اور عمدہ وعدہ ہے مفسر رح نے لوگون سے چھپے ہونے کی قید سے اشارہ کیا کہ اللہ تعالی سے کوئی چیز پوشیدہ نہین
ہوسکتی ہے۔ واضح ہو کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی سے خوف کرنا چاہیئے اور لوگون سے چھپانے مین نجات نہین ہے لیکن اگر کسی شخص نے بدکاری کو اسطرح
کیا کہ لوگون پر بھی ظاہر کیا تو یہ دونا عذاب ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ اللہ تعالی بعض گنہگار مومن کو مخفی فرماویگا کہ تو نے یہ گناہ کیا تھا وہ اقرار کریگا پھر فرماوے گا
مین نے دنیا مین تجھ پر پوشیدہ کر دیا اور آج تجھے عفو کرتا ہون (الصحیح) اور حدیث مین ہے کہ بدکار فاحش بدتر شخص ہے (من الصحاح) ف عرائس
مین ہے کہ قولہ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس کعبہ معظمہ ظاہر مین ایک مکان پتھر وغیرہ سے بنا ہوا ہے لیکن اللہ تعالی نے اسکو اپنی آیات سے
روشن اور نور صفات کے پرتو سے منور فرمایا ہے پس وہ ان انوار کے ادراک کیلئے آئینہ ہے اسی واسطے جو لوگ حج کرتے ہین ہر ایک اپنی استعداد کے موافق
اسکے فیض سے پاکیزہ ہو کر مکمل ہوتا ہے چنانچہ اہل معرفت کو اس سے کشف عظمت و کبریائی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ارکان حج کے ہر موقف مین ان کو صفات
کے انوار کا چاند اور جلال قدم کا آفتاب نظر آتا ہے اور غیرون کی نظرین اس سے محروم ہین اسی واسطے وہ ممنوع ہین اور کعبہ کو بیت الحرام بنایا اور وہ
عالم کیواسطے جو بمنزلہ ایک شخص کے ہے قلب مقرر کیا اور عارفون کی نظر مین اس سے انوار جلال ظاہر ہوتے ہین جیسے موسیٰؑ کو کوہ طور سے اور عیسیٰؑ کو صیعصہ
سے ظاہر ہوئے ویسے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی امت کو کعبہ معظمہ سے ظاہر ہوئے اور یہی معنی ہین جو آیا ہے کہ جاء اللہ من سیناء و استعلن
بساعیر واشرق من جبال فاران۔ اللہ تعالی سیناء سے آیا اور ساعیر سے اعلان ہوا اور فاران سے چمکا۔ فاران جبال مکہ ہین اور یہ قول انجیل
وغیرہ کتب انبیاء مین ہے۔ اسی طرح قلب عارف بھی قبلۂ مشاہدہ ہے اور وہ ہر تصور و خیال و اعتبار سے ممنوع ہو کر محل نظر قدسی ہو جاتا ہے پس
اس کے آثار جلال عارفون کے چہرے سے ظاہر ہوتے ہین شبلی رح نے کہا کہ چشمہائے مردم کا امام کعبہ ہے اور قلوب اہل ایمان کا امام خالق کعبہ ہے۔
بعض مشائخ نے کہا کہ بیت الحرام بایں معنی کہ اسکے جوار مین مخالفت کرنا سخت حرام ہے قال المترجم کعبہ مین جس طرح نیکیون کا ثواب ایک لاکھ تک
زائد ہے یعنی اس کثرت سے ثواب مین ترقی ہے ویسے ہی مخالفت کرتے مین بھی ہان اسے کثرت سے عذاب نے اندیشہ ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وہان بھی حرام
ہے بندے پر کہ مخلوق پر نظر رکھے بلکہ اسکے خالق عز و جل پر نظر رکھے اور بعض نے قولہ قیاما للناس سے اشارہ لیا کہ جو کوئی بسبب ارتکاب معصیت کے کج
اور ٹیڑھا ہو گیا ہو جب وہ اگر کعبہ معظمہ سے لپٹ جاوے اور قلبی تعلق اس سے پیدا کرے تو ان انوار کی برکت سے قیام یعنی مستقیم ہو جاوے گا۔ اگر
کہا جاوے کہ ہزارون کرورون خانہ کعبہ سے محروم ہین اور ہزارون جا کر کورے آتے ہین تم صرف تھوڑے لوگ ہو جو اسلام کی خوبی و شرائع کی مرغوبی کا دعویٰ
کرتے ہو اسکی کیا وجہ ہے کہ تم ہی عالم ہو اور باقی لوگ جاہل ہین جواب یہ کہ اللہ تعالی نے ان جاہلون کا خود ہی رد کر دیا جو شیطانی بندے ہو کر اندھے ہوئے ہین

قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ع ۳

تو کہہ برابر نہین گندا اور پاک اگر تجھکو خوش لگے گندے کی بہتایت سو ڈرتے رہو اللہ سے اے عقلمندو! شاید تمھارا بھلا ہو۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي کہدے اے محمد صلعم کہ برابر نہیں۔ الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ خبیث اور طیب ف خواہ آدمی ہو یا مال ہو یا بات ہو یا اور کوئی چیز ہو چنانچہ آدمیوں میں مومن و کافر یکسان نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور مال حلال و حرام یکسان نہیں اور اچھی بات و بری بات برابر نہیں بالجملہ جس چیزیں خبیث ہیں اور جو چیز طیب ہے وہ دونوں مساوی نہیں ہیں بلکہ طیب ہی خوب ہے اور خبیث خراب ہے وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ اگرچہ تجھے خبیث کی کثرت سے عجب ہو ف یعنی اگرچہ نظر میں جو خبیث ہے وہ بسبب کثرت کے تجھکو بھلی نظر آوے یا تجھے اس امر سے تعجب ہو کہ خبیث ہی اسقدر کثرت ہے کہ اسکے مقابلہ میں خوب پاکیزہ بہت کم ہیں کیونکہ قلت و کثرت کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ خبث و پاکیزگی کا اعتبار ہے چنانچہ اصل موتی اگر کم ہیں تو کنکر اپنی کثرت کیوجہ سے اُن سے اچھے نہیں ہو سکتے ہیں اور اسمیں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر خلقت میں یہ بات جاری ہو چکی ہے کہ بھلے کم ہوں گے اور برے بہت ہونگے اور مفسر رحمہ اللہ نے خبیث کو حرام سے اور طیب کو حلال سے تفسیر فرمایا اور یہ تخصیص بنظر سیاق ہے ورنہ اعتبار عموم لفظ کا ہے اور یہی یہاں از راہ حکم کے معتبر ہے۔ پھر اعجبک میں خطاب ہر ایسے شخص کو ہے جو عبرت و نصیحت کی لیاقت رکھتا ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ علی العموم ہر شخص مخاطب کو خطاب ہے اگرچہ اس سے عبرت و نصیحت اسی شخص کو حاصل ہوگی جو عقل نورانی رکھتا ہے اسی واسطے فرمایا۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ پس اے اہل عقول تم تو تقویٰ الٰہی بکوشت یعنی جب یہ بات اہل عقل نے سمجھ لی تو اے عقلمندو خبیث کو چھوڑو اور طیب پر اکتفا کرو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ تاکہ تم فلاح پاؤ یا البتہ تم فلاح پاؤ گے اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو آگاہ فرمایا کہ خبیث و طیب اسکے نزدیک برابر نہیں یعنی قلیل حلال نافع بہ نسبت کثیر حرام کے بہتر ہے چنانچہ خبر میں آیا کہ ما قل وكفى خير مما كثر والهى یعنی قلیل جو کافی ہو وہ بہتر ہے اس سے جو بہت ہو اور لہو میں ڈالدے۔ اور بغوی رحمہ اللہ نے اپنے معجم میں اپنی اسناد کے ساتھ ابوامامہؓ سے روایت کی کہ ثعلبہ بن حاطبؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال دے تو فرمایا کہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے اس بہت سے اچھا ہے جس کی تجھے طاقت نہ ہو۔ بالجملہ طیب پر ترغیب اور خبیث پر تحذیر ہے اور اس آیت میں اہل عقل و ایمان کیلئے وسوسہ شیطان سے کافی تنبیہ ہے کہ دنیا میں اُن کے سامنے یہ منظر عجیب آویگا کہ اہل کفر و ضلالت میں جو دنیائے ملعونہ کو آراستہ کریں بہت دنیاوی عروج میں کثرت سے ہوں گے پس کبھی اپنے نور ایمان سے متزلزل نہ ہو کہ اگر اسلام حق ہوتا تو یہ دنیا سنوارنے والے بھولا کیوں نہ اچھے پس اس آیت سے تنبیہ حاصل کرے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیائے ملعونہ کو انہیں لوگوں کو دیگا جو ملعون ہیں لہذا جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے سب سلطنتیں فتح کیں تو صرف عدل و حق پھیلایا اور دنیاوی حصہ کچھ نہ لیا چنانچہ اُن کا زہد و تقویٰ تمام متواترات روایات میں ماثور ہے فاستقم واللہ تعالیٰ ہو الموفق۔ پھر واضح ہو کہ تقویٰ یہ نہیں ہے کہ ذرا ذرا سی باتیں کرید کرکے اپنے اوپر سختی کرے بلکہ نرمی کیساتھ حق تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے لہذا حق تعالیٰ نے اپنے عادل بندوں صحابہ رضی اللہ عنہم کو سوال پوچھ پوچھ مسائل سے منع فرمادیا۔ حدیث میں ہے کہ وہ شخص بدتر ہے کہ اسکے پوچھنے سے کوئی چیز حرام کردی گئی حالانکہ پہلے مباح تھی لہذا فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ

اے ایمان والوں مت پوچھو بہت چیزیں کہ اگر تم پر کھولے تو تم کو برے لگیں اور اگر پوچھوگے جس وقت قرآن اُترتا ہے تو

تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ

کھول دی جاویںگی اللہ نے اُن سے درگذر کی ہے اور اللہ بخشتا ہے تحمل والا۔ ویسی باتیں پوچھ چکے ہیں ایک لوگ تم سے پہلے پھر ہو رہے اُن سے منکر ہوئے۔

لوگوں نے آنحضرت صلعم سے کثرت سے سوال کرنے شروع کیے تو نازل ہوا قولہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ اے ایمان والو چیزوں کو مت پوچھو ف واضح ہو کہ سیبویہ و خلیل کے نزدیک لفظ اشیاء اسم جمع ہے پس لفظاً مفرد اور معناً جمع ہے اور فراء و اخفش و کسائی و ابوحاتم وغیرہ نے اسکو لفظ شے کی جمع قرار دیا لیکن نحو میں مفرد میں باہم اختلاف ہے۔ مراد معنی یہ ہے کہ جن چیزوں کی ضرورت نہیں ہے ان کو مت پوچھو إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ

یعنی اگر بیان کردی جائینگی تو تم کو ناخوشی دینگی ف بسبب اس مشقت کے جو ان چیزون مین ہے۔ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ اور اگر
تم ان چیزون کو جب قرآن نازل ہو رہا ہے پوچھوگے تو تمھارے واسطے ظاہر کردی جائینگی ف معنی یہ ہین کہ اگر آنحضرت صلعم کے زمانہ حیات مین
تم چیزون کو پوچھوگے تو اُن کے اظہار کے واسطے قرآن نازل ہوگا اور جب اظہار ہوگا تو تم کو رنج دیگا۔ لہذا تم ان سے نہ پوچھو۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا اللہ تعالی
نے اس سے عفو کیا ف عنہا کی ضمیر بجانب مسالت راجع ہے جو تسالوا سے مفہوم ہے اور معنی یہ کہ عفو کردیا اللہ تعالی نے مسالت کو پس دوبارہ ایسا نہ کرنا
اور بعض نے اشیاء کی طرف راجع کی لیکن یہ نوع اشیاء کی طرف راجع ہے جس سے ممانعت کی گئی ہے اور احتمال ہے کہ معنی یہ ہون کہ اشیاء سے خواہ دین کے
متعلق ہون یا دنیا کے متعلق ہون سوال مت کرو کیونکہ ظاہر کی جاوینگی تو تم کو گوارا نہ ہونگی خواہ بوجہ دنیاوی ایسے امر کے جو نفس پر ناگوار ہوتا ہے مثلاً
کوئی شخص اولاد زنا ہے تو اظہار قرآن سے ناگوار ہوگا اور خواہ بوجہ مشقت بجا آوری کے دین مین مثلاً ہر سال حج فرض ہو جائے جیسے ایک شخص نے
حج کو پوچھا تھا۔ اور علی ہذا عفا اللہ عنہا کے یہ معنی کہ جو سوال ہو چکا اسکو اللہ تعالی نے عفو کیا اور آئندہ ایسا نہ کرنا اور احتمال ہے کہ یہ معنی ہون کہ
اللہ تعالی نے ان اشیاء کو عفو و مباح رکھا ہے چنانچہ مقرر ہوا کہ اشیاء کے حق مین اصل یہ ہے کہ مباح ہین سوائے ان خاص اشیاء کے جن کی
نسبت کوئی دلیل شرعی کسی حکم پر دلالت کرتی ہو مثلاً انکی حرمت پر حدیث کل مسکر حرام سے دلیل قائم ہوئی پس سوال کرنے سے یہ ضرر بندون
کے حق مین پیدا ہوگا کہ ان مباح چیزون مین سے بعض واجب و بعض حرام وغیرہ سے مکلف ہو جاوینگے حالانکہ پہلے بسبب رحمت الٰہی کے عفو تھین
پس اگر صحابہ رضی اللہ عنہم اسکو اختیار کرلیجاتے تو بعد والے یعنی کہ اس زمانہ والے ایک مشقت شدید و فتنہ عظیم مین پڑجاتے پس سوال سے ممانعت بھی
اس امت مرحومہ کیلئے خاص رحمت ہے اور حاصل یہ کہ اللہ تعالی نے سوائے مکلف بہا چیزون کے باقی سے عفو کیا اور ترک فرمایا ہے پس سوال کرکے
انکو اپنے اوپر لازم مت کرلو کیونکہ آخر بجا نہ لاؤگے اور خراب ہوگے پس اللہ تعالی اپنی رحمت سے تم کو منع فرماتا ہے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ اور اللہ تعالی
غفور حلیم ہے ف بندون کے گناہ بخشنے والا ہے اور ان کی بے ادبی پر انکو حلم سے جلد مواخذہ فرمانے والا نہین ہے۔ قَدْ سَاَلَهَا یعنی ایسی ہی چیزون
سے سوال کیا تھا۔ قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ایک قوم نے جو تم سے پہلے ہو گذرے ہین ف یعنی اگلی امتون مین سے ایک قوم نے سوال کیا تھا ان چیزون
کے احکام کا اپنے انبیاء علیہم السلام سے پس ان کے احکام بیان کرکے جواب دیدیا گیا اور ان کا انجام خراب ہوا چنانچہ فرمایا۔ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا
كٰفِرِیْنَ پھر وے لوگ ان چیزون سے کافر ہوگئے ف بایں طور کہ ان پر عمل کرنا چھوڑدیا۔ واضح ہو کہ یہان ترک عمل پر کفر کا اطلاق کیا بایں معنی
کہ ان لوگون نے ان احکام کو کچھ نہین سمجھا اور ان کو مباح کرلیا کہ بے تردد اُن کے ساتھ اباحت کا معاملہ کرنے لگے پس کافر ہوگئے۔ یہان سے
معلوم ہوا کہ کفر کا اطلاق سوائے کفر بمعنی عدم ایمان کے بھی معصیت پر آتا ہے چنانچہ امام بخاری نے اس بارہ مین باب باندھا ہے۔ واضح ہو کہ شیخ
ابن کثیر نے متعلق سبب نزول چند احادیث جو مفید معنی آیت و افادات دیگر ہین بیان کین اور مترجم اسکی تلخیص لاتا ہے کہ عن انس بن مالک کہا کہ رسول اللہ
صلعم نے ایسا خطبہ ایک روز پڑھا کہ مین نے ویسا نہین سنا تھا اور اس خطبہ مین یہ بھی کہا کہ جو کچھ مین جانتا ہون اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور بہت رویا کرتے اور مین نے
دیکھا کہ اصحاب رسول اللہ صلعم منہ چھپائے روتے ہین حتی کہ رونے کی باریک آواز سنائی دیتی تھی۔ ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے تب یہ آیت
نازل ہوئی۔ یاایھا الذین آمنوا لاتسئلوا عن اشیاء الآیۃ۔ رواہ البخاری و مسلم و احمد و الترمذی و النسائی۔ وعن انس بن مالک ایضاً کہا کہ لوگون نے حضرت
صلعم سے سوال کرنے شروع کیے یہانتک کہ بہت مبالغہ کیا پس ایک روز آپ نکلکر منبر پر بیٹھے اور فرمایا آج جو کچھ تم پوچھوگے مین ضرور تم سے بیان
کرونگا پس صحابہ رضی اللہ عنہم ڈر گئے کہ شاید کوئی واقعہ پیش آنیوالا ہے پس مین دائین بائین جدھر نظر کرتا تھا ہر ایک کو دیکھتا تھا کہ اپنے کپڑے سے منہ ڈھکے
ہوئے رو رہا ہے پھر ایک شخص اپنے باپ کے سوائے دوسرے کی طرف نسبت کیا جاتا تھا پوچھنے لگا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہے

پھر عمر بن الخطابؓ نے کھڑے ہو کر یہ عرض کرنا شروع کیا کہ ہم راضی ہوئے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین ہے اور محمد صلعم ہمارے واسطے رسول ہیں ہم لوگ سب شر فتنہ سے پناہ مانگتے ہیں پس آنحضرت صلعم کا غصہ فرو ہوا اور فرمایا کہ خیر و شر میں آج کے دن سا میں نے نہیں دیکھا کہ جنت دوزخ کی تصویر میرے روبرو کر دی گئی کہ میں نے اس دیوار کے ادھر دیکھی - رواہ ابن جریر والبخاری ومسلم اور ایک روایت ابن ابی ہریرہؓ سے ہے کہ آنحضرتؐ کا چہرہ مبارک سرخ تھا جب منبر پر آئے - اور یہ بھی زیادہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بعد کلمات مذکورہ کے یہ بھی کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں کا زمانہ جاہلیت و شرک تھوڑے دن ہوئے دور ہوا ہے سو آپ ہم لوگوں کی بے ادبیاں عفو کریں اللہ تعالیٰ آپ کو عفو فرماوے پس آنحضرت صلعم کا غصہ فرو ہوا - رواہ ابن جریر باسناد جید اور مرسل روایات میں اکثر تابعین سے یہ قصہ مروی ہوا اور سدیؒ کی روایت قصہ میں یہ بھی ہے کہ عمرؓ نے کھڑے ہو کر آپ کے پاؤں چوم لئے اور وہی اعتذار کیا جو اوپر مذکور ہوا اور برابر یہی کہتے رہے یہاں تک کہ غصہ فرو ہوا - عن ابن عباسؓ ایک قوم سوال کیا کرتی رسول اللہ صلعم سے بدون کسی ضرورت و مراد کے بعض کہتا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے اور کوئی کہتا کہ میری اونٹنی گم ہو گئی وہ کہاں ہے تو ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے نازل کیا قولہ لاتسئلوا عن اشیاء الآیۃ - رواہ البخاری - عن علیؓ جب یہ آیت اتری وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الآیۃ - تو بعض لوگ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال یہ واجب ہوا آپ خاموش ہو رہے پھر یہی کہا پھر آپ خاموش رہے پھر انہوں نے یہی کہا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اور فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا اور اگر ہر سال واجب ہو جاتا تو تم سے ہرگز نہ ہو سکتا پھر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا - یا ایہا الذین امنوا لاتسئلوا عن اشیاء الآیۃ - رواہ احمد وابن ماجہ والترمذی وقال غریب - اور یہی معنی بروایت ابو ہریرہؓ و ابو امامہؓ بھی مروی ہیں اور ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ فرمایا - اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو واجب ہو جاتا اور اگر واجب ہوتا تو تم نہ کر سکتے اور اگر چھوڑ دیتے تو کافر ہو جاتے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا الحدیث - یہ دلیل ہے کہ حج چھوڑنے کی معصیت کو کفر فرمایا - تو یہ کفر مقابل ایمان نہیں بلکہ کفران نعمت ہے - اور ابو امامہ کی روایت میں مصرح ہے کہ پوچھنے والا ایک اعرابی تھا - اور نیز اس میں ہے کہ آپ نے بعد اس ملامت کرنے کے فرمایا کہ آگاہ ہو کہ تم سے پہلے امتوں کو ان ہی کے ایسے [illegible] لوگوں نے برباد کیا جو فتنہ و حرج میں ڈالتے ہوئے اور قسم ہے اللہ عز و جل کی کہ اگر میں تمہارے لئے تمام وہ چیزیں جو روئے زمین پر ہیں حلال کر دوں اور فقط ایک موزہ بھر جگہ اس میں سے حرام کر دوں تو تم اسی قدر میں فتنہ میں پڑو گے - رواہ ابن جریر باسناد ضعیف - اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ ظاہر آیت میں سوال ایسی چیزوں سے ممنوع ہے کہ بیان ہونے پر آدمی کو ناگوار ہوں - اور نیز کہا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مسلمانوں میں سے وہ بڑا مجرم ہے جس نے ایسی چیز سے سوال کیا جو حرام نہ تھی پھر اس کے پوچھنے سے حرام ہو گئی - لیکن اگر قرآن مجید میں مجمل نازل ہوا تو اس کے بیان کو پوچھنا جائز رہا کیونکہ ان کو اس کی ضرورت تھی - وقولہ عفا اللہ عنہا - یعنی جو اپنی کتاب مجید میں نہیں فرمایا وہ منجملہ ان چیزوں کے ہے جن کو عفو فرمایا ہے تو تم بھی اس سے سکوت کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے نہیں بیان کیا ہے اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ چھوڑ دو مجھ کو جب تک میں تم کو چھوڑے رکھوں کیونکہ تم سے اگلے لوگ اسی سبب ہلاک ہوئے کہ اپنے انبیاء علیہم السلام سے بہت سوال کرتے پھر مخالفت کرتے تھے - اور نیز حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرائض مقرر کئے ہیں ان کو ضائع مت کرو اور جو حدود باندھے ہیں ان سے تجاوز مت کرو اور کچھ چیزیں حرام کر دیں ان کی ہتک حرمت نہ کرو اور بہت چیزوں سے سکوت فرمایا وہ تم پر رحمت کرنے کے واسطے سکوت ہے کچھ بھول کی وجہ سے نہیں ہے تو تم ان چیزوں سے سوال مت کرو - اور حدیث ابن عباسؓ میں جو قصہ فرضیت حج میں ہے - یوں فرمایا کہ پھر تم لوگ مجھ سے سوال چھوڑ دو جب تک کہ میں تم کو چھوڑوں اور جب تم کو کسی امر کا حکم دوں تو اس کو بجا لاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اس سے باز رہو تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی پھر ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سوال کرنے اور پوچھنے سے منع کر دیا جیسے نصاریٰ نے مائدہ آسمان سے اترنے کی درخواست کی تھی پھر کافر ہو گئے پس اللہ تعالیٰ نے اسی سے اس امت کو منع فرمایا کہ اگر قرآن میں سختی سے کوئی حکم نازل ہوتا تو تم کو گوارا نہ ہوگا اور تم منتظر ہو قرآن مجید خود نازل ہوگا سو جس چیز سے تم سوال کرتے تھے

اس کا بیان خود قرآن ہین مل جائیگا رواہ ابن جریر من طریق العوفی عنہ **وقال المترجم** کلام مجید مین جملہ احکام سب چیزون کے موجود ہین لیکن اُنکو
نکالنے اور جاننے کے واسطے اجتہاد و کمال ایمان و توفیق الٰہی ضرور ہے پس اگر ہر چیز کا حکم کہ صریح الگ الگ ہوتا تو ایک ہی امر قطعی ہو جاتا اور اب اس
اُمت کو مانند اگلی اُمتون کے کتاب الٰہی مین اجتہاد کا حکم دیا اور یہ کمال رحمت ہی کہ علماء کے اجتہاد آسانی و سختی مین مختلف آتے ہین اور اسی قدر
پر اُن کو معذور رکھا اور ہر ایک کی اجتہاد کے مطابق عمل کرنے پر اس کو ثواب دیا پس یہ کمال رحمت ہی اسی واسطے کہا گیا کہ اختلاف علماء رحمت ہی
فنال وا فہم اور مجاہد کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ قولہ لاتسئلوا عن اشیاء - یہ اشیاء وہی بحیرہ و سائبہ و وصیلہ و حام ہین - تو نہین
دیکھا کہ آگے فرمایا - ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا کذا ولا کذا - اور عکرمہ نے کہا کہ وہ لوگ آیات معجزات کا سوال کیا کرتے تو اس سے منع کر دیئے گئے - رواہ
ابن جریر مراد عکرمہ کی یہ ہی کہ ان آیات سے سوال کرتے ہین جبکہ پورے کئے جاوین تو بعد اسکے اگر کفر و انکار ہو تو عذاب نازل ہوگا جیسے اگلی اُمتون پر
ہوا انتہا و لیکن مترجم کہتا ہی کہ اگرچہ یہ قول فی نفسہ عمدہ ہو لیکن آیت کریمہ سے موافقت تفسیری نہین رکھتا ہے چنانچہ ادنی تامل سے واضح
ہے پھر جاننا چاہیئے کہ سوال سے ممانعت جو اس آیت مین ہی ضرور ہے کہ ایسے سوالات کیساتھ مقید ہو جن کی حاجت نہین اور فقط تکلیف کے
موجب ہین جیسا کہ اوپر بیان ہوا اسواسطے کہ امور دین و دنیا مین سے جن کی حاجت و ضرورت ہی اُن کا سوال کرنا جائز فرمایا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ
نے کہا - فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون اور حدیث مین جب ایک زخمی آدمی کو اسکے ساتھیون نے تیمم جائز نہ بتلایا اور نہانے ہی پر مقصود رکھکر ہلاک کیا تو
آنحضرت صلعم نے اس واقعہ کے بیان پر فرمایا - قاتلہم اللہ الاسالوا فانما شفاء العی السوال یعنی ان کمبختون نے دریافت کیون نہین کیا فقط راستہ سے
کیون کہا کہ تیمم نہین ہو سکتا ہے کیونکہ نہ جاننے والے کی دوا یہ ہے کہ دریافت کرلے پس ظاہر ہوا کہ ضروری امور مین سوال جائز ہے - فافہم - اگر کہا
جاوے کہ جب یہ بات ہی تو تم لوگون نے کیون فقہ کی کتابون مین ایسی صورتین اُن کے احکام جمع کئے جو مذکور نہین ہین بلکہ بعض کبھی واقع نہین
ہوتی ہین جواب اسکا بہت تفصیل سے ہے لیکن مختصر یہ ہی کہ فقہ والون نے مدد اصل نکالنے کا طریقہ سمجھایا ہے کیونکہ حکم دینا تو بعد واقع ہونے کے
ہوا کرتا ہے چنانچہ امام دارمی نے مسند مین بہت آثار بلکہ اخبار روایت کئے جن سے قبل واقعہ کے حکم نکالنا مذموم ہے پس طریقہ اجتہاد جاننے سے
مجتہدون پر آسانی حاصل ہوگئی جو پچھلے زمانہ مین عالم ہوئے ہین لیکن اس زمانہ مین جہال اس کثرت سے پھیل گئے کہ اُنھون نے اس غرض کو برباد
کر کے یہان تک تعصب کیا کہ ہر فرقہ یہ چاہتا ہے کہ دین صرف اسی کے مذہب مین منحصر ہو جائے اور یہ بدتر مخلوق ہین جو دین اسلام مین مفسد اور اسرار
شریعت سے جاہل اور نفاق پھیلانے والی ہے نعوذ باللہ من الضلال **ف فی العرائس** - قولہ تعالیٰ یاایہا الذین آمنوا لاتسئلوا عن اشیاء الآیۃ
اس سے بطریق اشارت ثبوت ہوا کہ جب غیب کے دیدار و مکاشفہ سے وقوف نہ ہو اور اہل معرفت وکشف کے درجہ کو نہ پہونچا ہو تو اُس کے حقائق کو
مت دریافت کرے کیونکہ جب اہل اسرار کی باتون مین کوئی عارف اس کے دقائق کو بیان کریگا تو نادان لوگ اسکو ادراک نہین کرسکینگے پس اُن کی محرومی
اُن کو رنج دیگی اور بسا اوقات وہ بعض اسرار سے منکر ہون گے اور اللہ تعالیٰ عز وجل اغیار کو غیب سے مطلع نہین فرماتا ہے اور اسمین مریدون کو تنبیہ ہی
کہ ابتدائی حال مین مشائخ کے حالات وان کے قصص و حکایات دریافت کرنے مین نہ پڑین بعض مشائخ نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ صدیقین
و اولیاء کے مقامات و درجات مت دریافت کرو کیونکہ خالی بیان سے تم کو فائدہ نہین اور اگر اسمین سے کچھ انکار کروگے تو مضرت ہی کہ تباہ ہو جاؤگے
شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غیب کے حالات و مقامات کو زبانی دریافت کرنا تو پردہ حجاب ادب ہے اور اگر کوئی اسکا دعویٰ کریگا تو وہ سخت قاسی القلب
ہو گیا یعنی زبانی دریافت کیا تھا یا کتاب مین دیکھ لیا تھا پھر خود مدعی کاذب بن بیٹھا تو بدکار مکار ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو بھی کیا فائدہ ہوا بلکہ وہ ایک
حجاب مین پڑگیا کہ اسکا دھیان اسطرف لگ گیا بلکہ یہان تو خلوص طاعت و علم معرفت چاہیئے ہے مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین اگر ظاہر شریعت مین

دیکھو تو ہر شخص مدعی علم و مدعی مذہب ہے حالانکہ اعمال ظاہرہ مین خود فاجر ہے اور اگر اعمال قلبی مین دیکھو یعنی علاوہ ظاہری اعمال کے صدق و صفا و حسن نیت و اخلاص وغیرہ قلبی اعمال کو دیکھو تو کچھ نہین سوائے اسکے کہ ہر فاجر بدکار خلاف شرع جاہل نے عوام کو دھوکا دیا کہ یہ علم طریقت کچھ اور ہی چیز ہے اور وہ مدعی ولایت بن بیٹھا عوام کو دیکھو تو وہ آخرت کو موہوم جانتے ہین اور دنیا کو نقد خیال کر کے اس مدعی کاذب کے پاس دنیا لینے جاتے ہین اور آخرت کا وعظ کہنے والے لوگون کو علم حقیقت سے گمراہ سمجھکر شریعت کی باتین بنانیوالا سمجھتے ہین اور شریعت سے اس گمراہ نے پہلے ہی اُن کو بہکا دیا تھا اور یہ عوام نہین سمجھتے کہ خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو چلا وہ جہنم مین گیا پھر عجب ہے کہ اسکو ولی جانتے ہین اور خود عارف کامل بنکر اسکو پہچان جاتے ہین نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا۔ راہ مستقیم یہی ہے کہ ظاہر و باطن مین سنت پر ثابت قدم ہو اور اپنی رائے و قیاس کو کچھ بھی دخل نہ دے جیسے کافرون و مشرکون و بدعتیون و رافض و خوارج وغیرہ کا قاعدہ ہے کہ اپنی رائے سے حرام و حلال و عذاب و ثواب بناتے ہین اور حکم الٰہی و سنت رسالتپناہی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رائے لگاتے ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کافرون کی مذمت بلیغ فرمائی۔ بقولہ تعالےٰ

مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنۡ بَحِیۡرَۃٍ وَّلَا سَآئِبَۃٍ وَّلَا وَصِیۡلَۃٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰکِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ

نہین ٹھہرایا اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی اور لیکن کافر باندھتے

عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ ؕ وَاَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ۞ وَاِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰی مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی

اللہ پر جھوٹ اور اُن مین بہتون کو عقل نہین اور جب کہئے ان کو آؤ اس طرف جو اللہ نے نازل کیا اور رسول

الرَّسُوۡلِ قَالُوۡا حَسۡبُنَا مَا وَجَدۡنَا عَلَیۡہِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوۡ کَانَ اٰبَآؤُہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ

کی طرف کہین ہم کو کفایت ہے جس پر پایا ہے ہم نے اپنے باپ دادون کو بھلا اگرچہ اُن کے باپ نہ علم رکھتے ہون

شَیۡئًا وَّلَا یَہۡتَدُوۡنَ ۞

کچھ اور نہ راہ جانتے ہون۔

مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنۡ بَحِیۡرَۃٍ اے ماشرع اللہ نہین مشروع فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ پس جعل بمعنی شرع و وضع لیا جیسا کہ ابن عطیہ و زمخشری و عکبری نے کہا اور نیز عکبری رح نے بمعنی سمّی تجویز کیا یعنی نہین نام رکھا اللہ تعالیٰ نے کسی جوان کا بحیرہ۔ اعتراض کیا گیا کہ اہل لغت نے جعل کے یہ معنی نہین بیان کئے اور رد کیا گیا کہ جعل کسی شئی کا فعل ہے خواہ اسکے نفس ذات کا جو کہ خلق ہے یا اسکے خلق کا کسی صفت پر یا کسی صفت سے دوسری صفت پر خواہ بطرق تعدی ہو اور وہ شرع ہے اور خواہ غیر تعدی ہو پس یہان جعل تکوینی نہین بلکہ تشریعی ہے۔ شیخ ابوالسعود رح نے کہا کہ ماجعل یہان بمعنی ماشرع ہے اسی واسطے مفعول واحد یعنی بحیرہ کی طرف متعدی ہوا اور سائبہ وغیرہ عطف ہین بحیرہ پر اور من زائدہ ہے بغرض تاکید نفی کیونکہ جعل تکوینی جیسے کبھی دو مفعول کی طرف مانند قولہ جعل لکم الارض فراشاً۔ اور کبھی ایک مفعول کی طرف کما فی قولہ خلق السموات والارض متعدی ہوتا ہے ایسے ہی جعل تشریعی کبھی متعدی بدو مفعول مانند قولہ جعل اللّٰہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس کبھی متعدی بیک مفعول ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ مین ہے اور بعض نے جعل بمعنی صیّر تجویز کیا اے ماصیّر اللّٰہ من بحیرۃ مشروعۃ اور ابن عطیہ وغیرہ نے اسکو منکر ٹھہرایا کیونکہ تقدیر مفعول دوم بلاضرورت ہے علاوہ بریں مقادیہ ہوگا کہ اس سے بحیرہ ہونے کی نفی نہ نکلے گی غایت یہ کہ بحیرہ مشروع ہونے کی نفی ہے حالانکہ من بحیرہ مین من کی زیادت بغرض نفی مطلق بحیرہ ہے از جانب حق تعالیٰ پس صحیح وہی معنی ماشرع اللّٰہ من بحیرۃ ہین پھر بحیرہ بروزن نطیحہ مشتق از بحر ہے بمعنی کان پھاڑ دینا۔ اور واضح ہو کہ ان جانورون کے واسطے ان کے جسم مین علامات ہوتے تھے اور اُن کے ساتھ برتاؤ کے قواعد ہوتے تھے اور وجہ اُن کی بحیرہ وغیرہ کر دینے کی خاص خاص ہوتی تھین اور یہ سب کافرون نے اپنی طرف سے بنائی تھین اُن مین سے کوئی اللہ تعالیٰ نے نہین فرمائی بلکہ قولہ فلیبتکن آذان الانعام سے ثابت ہوا کہ شیطان نے اُن کو یہ باتین کرنے کی راہ بتائی تھی اور جب یہ معلوم ہوا تو آئندہ جو روایات آئی ہین اُن مین تطبیق دینا آسان ہے۔ وَلَا سَآئِبَۃٍ اے سیبۃ جو چھٹے پھرے جیسے سانڈ بیل۔ وَلَا وَصِیۡلَۃٍ اے وصل کی ہوئی اور وجہ اُسکے مابعد مین مذکور ہون گے۔

وَلَاحَامٍ کیونکہ اُسنے سواری سے اپنی پیٹھ کی حمایت کرلی کیونکہ اسپر سوار ہونا روا نہین رکھتے تھے بالجملہ معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ نہین کیا۔ اور نہ کوئی سائبہ اور نہ کوئی وصیلہ و نہ کوئی حامی جیسے کہ زمانۂ جاہلیت والے اُن کو بتایا کرتے تھے **قال المفسر** رحمہ بخاری رحمۃ اللہ نے سعید بن المسیب رح سے روایت کی کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہے جس کا دودھ فقط طواغیت یعنی بتون کیلئے کر دیتے اور آدمیون مین سے اسکو کوئی نہین دوہتا تھا **قال فی الکمالین** بحیرہ خواہ اونٹ ہو یا اونٹنی اور ابو عبید رح نے کہا کہ دودھ اسکا فقط عورتون سے ممنوع ہوتا تھا۔ فافہم۔ اور سائبہ جسکو اپنے بتون کے واسطے چھوڑ دیتے جہان چاہے جاتے اور وصیلہ وہ بچی اونٹنی جو پہلے بیدمین مادہ جنی پھر دوسرے بیدمین بھی مادہ جنی تو اسکو بتون کیواسطے اُنکے نام پر چھوڑ دیتے اس جہت سے وصیلہ ہوئی کہ اُسنے ایک مادہ بچہ کو دوسری مادہ بچہ سے ملا دیا اور دونون بیدون کے بیچ مین کوئی نر بچہ نہین جنی ہے اور حامی وہ نر اونٹ ہے جو چند محدود جفتیان کھا چکا پھر جب وہ اسقدر جفتیان پوری کرتا تو اسکو بتون کے نام پر چھوڑ دیتے اور بوجھ لادنے سے معاف کرتے پس اسپر کچھ لادا نہین جاتا تھا اور حامی اسکا نام رکھتے تھے۔ وَلٰكِنَّ یہ واو حالیہ ہے جیسا کہ زمخشری نے کہا اور بعض نے عاطفہ قرار دیا و لیکن اول اولیٰ ہے اور معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے تو کوئی بحیرہ و سائبہ و وصیلہ وحام نہین مشروع کیا مگر حال یہ ہے کہ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ جو کافر مشرک ہوئے ہین وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا افترا باندھتے ہین **ف** چنانچہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم دیا ہے وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ اور ان مین سے بہتیرے سمجھتے نہین **ف** کہ یہ افترا ہے کیونکہ اُنھون نے اس معاملہ مین اپنے باپ دادون کی تقلید کی تھی اور تقلید مین مقلد کو کوئی دلیل تو معلوم نہین ہوتی ہے صرف یہ نیک گمان ہوتا ہے کہ ضرور ہمارے بزرگ نے عقلمندی و دلیل ہی سے ایسا کیا ہوگا تو ضرور یہی ٹھیک ہے۔ واضح ہو کہ سعید بن المسیب رح سے بخاری رح نے جو روایت کی ویسی ہی مسلم رح و نسائی رح نے بھی روایت کی ہے اور یہ روایت بمنزلۂ روایت مرفوع کے ہے اور خود بخاری رح نے ابو الیمان رح کے قول سے روایت کیا کہ سعید بن المسیب نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلعم سے اسکے مانند سنا ہے اور روایت بخاری از سعید رحمہ اللہ جو مفسر سیوطی رح نے ذکر کی ہے اسمین سائبہ کے ذکر کے بعد یہ بھی ہے کہ سعید رح نے کہا کہ ابو ہریرہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ دوزخ مین اپنی آنتین چکی کی طرح کھینچتا پھرتا ہے اسی نے پہلے سائبہ کرنا نکالا تھا اور بخاری رح نے حضرت عائشہ رض سے اسکے مانند روایت کی۔ ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے اکثم بن الجون سے کہا کہ مین نے عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو دیکھا کہ اپنی آنتین دوزخ مین چکی کی طرح لگائے پھرتا ہے سو مین نے کوئی شخص اُسکے ساتھ زیادہ مشابہ تجھ سے نہین دیکھا پس اکثم نے کہا کہ یا رسول اللہ مین خوفناک ہون کہ اسکی مشابہت مجکو ضرر کرے تو آپنے فرمایا کہ نہین بلکہ تو مومن ہے اور وہ کافر ہے اسی نے پہلے پہل دین ابراہیم علیہ السلام بدلا اور بحیرہ کرنا نکالا اور سائبہ بنایا اور حامی نکالا ہے۔ رواہ ابن جریر بسندہ ثنا عن ہناد عن یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن محمد بن ابراہیم بن الحرث عن ابی صالح عن ابی ہریرہ۔ و قد رواہ عن ہناد عن عبیدہ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابی ہریرۃ مرفوعا بنحوہ او مثلہ و لیس ہذان الطریقان فی الکتب **قال المترجم** اور ایک حدیث مین اسکی نسبت آیا کہ یہی حجاز مین پہلے بت لایا ہے اور عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ پہلے جس شخص نے سائبہ کرنا نکالا اور بتون کو پوجا وہ خزاعہ کا باپ عمرو بن عامر ہے اور مین نے دیکھا کہ جہنم مین اپنی آنتین کھینچے پھرتا ہے رواہ احمد یعنی ایسے گھسیٹتا ہے کی طرح چکی کے مانند گھماتا ہے اور یہ اسکے حق مین شدت عذاب ہے۔ اور زید بن اسلم سے مرسل روایت مین اول مبدل دین ابراہیم علیہ السلام وہ عمرو بن لحی ہے اور بحیرہ نکالنے والا پہلا شخص ایک بنی مدلج مین سے ہے جسنے اپنی دو اونٹنیون کو بحیرہ کیا کہ کان کاٹے اور دودھ حرام کیا اور اس روایت مین یہ کلام آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نے اُسکو دیکھا کہ وہی دونون اونٹنیان اسکو منھون سے کاٹتی اور کھرون سے روندتی ہین **قال ابن کثیر رح** پس عمرو بن لحی ہی نبیس خزاعہ ہے جو جرہم قبیلہ کے بعد خانۂ کعبہ کے متولی ہوئے پس اس عمرو نے سب سے پہلے دین ابراہیم یعنی توحید و اسلام کو بگاڑا اور حجاز مین بت لایا اور لوگون کو اُن کی پرستش کرنے کو کہا اور یہ شرائع بحیرہ وغیرہ نکالین **قال المترجم** ادہر کی روایت مین بحیرہ کا حکم مذکور ہے اور نیز فقط اونٹ کے

قسم میں بحیرہ وغیرہ کا ذکر ہوا حالانکہ عرب کے بت پرست گائے بکری وغیرہ جانوروں سے بھی بحیرہ وسائبہ وغیرہ بناتے تھے اور نیز مختلف قبائل وگروہ میں جدا جدا طریقہ تھا اور احکام بھی مختلف تھے اور سورۂ انعام میں انشاء اللہ تعالیٰ کچھ ذکر آویگا ولیکن اہل تفسیر کے موافق مختصر ذکر یہاں بھی مترجم کو لکھنا اولیٰ معلوم ہوا۔ عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ اونٹنی جب پانچ بیہ جنتی تو پانچویں کو دیکھتے اگر وہ نر ہوتا تو ذبح کرتے اور اسکو فقط مرد کھاتے عورتیں نہیں اور اگر مادہ بچہ ہوتا تو کان کاٹ کر بحیرہ کرتے **قال المترجم** اس سے معلوم ہوا کہ بحیرہ یہ بچہ ہوتا تھا واللہ اعلم اور شافعی رح نے کہا ناقہ جب پانچ بیہ مادہ مادہ جنتی تو اونٹنی کو بحیرہ کر کے حرام کر دیتے تھے اور مجاہد رح نے سائبہ کو کہا کہ وہ بکری ہوتی اور وہی کیفیت بحیرہ کے مانند اسمیں بھی تھی مگر اتنا فرق کہ چھ بیہ تک تو اپنے حال پر رہتی پھر ساتویں بیہ پر اگر بکرا یا دو بکرے جنتی تو بچہ ذبح کر کے مرد کھاتے اور عورتوں پر حرام تھا اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ سائبہ اونٹنی تھی جب دس بیہ مادہ جنتی جنمیں نر کوئی نہ ہوتا تو چھوڑ دی جاتی کہ اسپر کوئی سوار نہ ہوتا اور نہ اسکے بال کاٹے جاتے اور نہ اسکا دودھ دوہا جاتا سوائے مہمان کے واسطے اور ابو روق نے کہا کہ کوئی بیمار ہوتا یا کسی کا عزیز کہیں جاتا تو وہ نذر میں اونٹنی چھوڑتا سو جو اس سے بچہ ہوتے وہ بھی اسی کے ساتھ رہتے تھے۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس رض وصیلہ وہ بکری کہ اسکے ساتویں بیہ کو دیکھتے اگر نر ہوتا تو مرد بانٹ کھاتے عورتوں پر حرام ہوتا اور اگر مادہ ہوتا یا نر و مادہ ایک ہی جھول میں ہوتے تو وصیلہ کر دیتے۔ عن سعید بن المسیب رح وصیلہ اونٹنی ہے کہ پہلے بیہ پر مادہ جنی پھر دوسری بار مادہ جنی تو وصیلہ اسکا نام رکھتے کہ اسنے دو مادہ کو ملا دیا پس کان کاٹ کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے **وکذا قال مالک** رح اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ وصیلہ وہ بکری کہ پانچ بیہ میں ہر بار دو بکریاں جنتی تو اسکو وصیلہ کہتے اور چھوڑتے پھر جو نر یا مادہ جنتی وہ مردوں کو حلال و عورتوں پر حرام جانتے تھے اور اگر مردہ بچہ جنتی تو اسمیں مرد و عورتیں شریک ہو جاتے تھے۔ رہا حام تو عوفی عن ابن عباس مروی ہے کہ دس دفعہ وہ مادہ پر چھوڑا گیا تو کہتے کہ حام ہوا اسکو چھوڑ دو کذا قال ابو روق و قتادہ۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ حام نر اونٹ جبکہ اسکے بیٹے کے بچہ ہوا تو کہتے کہ حمی ہذا ظہرہ۔ اسنے اپنی پیٹھ کی حمایت کر لی پس اسپر نہ سواری لیتے اور نہ کچھ لادتے۔ اور نہ اس کے بال کاٹتے اور جا ہے جسکی چراگاہ و حوض میں چلا جاتا کوئی اسکو منع نہیں کرتا۔ اور اسی طرح اور مختلف اقوال بحیرہ و سائبہ و وصیلہ و حام کے بیان میں وارد ہوئے ہیں اور منشاء انکا یہی ہے کہ عرب اپنے مختلف خیالات و طرح طرح کے گڑھے ہوئے شیطانی اعتقادات رکھتے تھے حتی کہ قبیلہ و گروہ آپس میں مختلف تھے لہذا تفاسیر مختلف مروی ہوئی ہیں اور مقصود اس سے یہ ہے کہ یہ سب طریقے خلاف حکم الٰہی ہیں اور ابن ابی حاتم نے من طریق ابی اسحاق السبیعی عن ابی الاحوص الجشمی عن ابیہ مالک بن نضلہ روایت کی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور برانے پھٹے دو کپڑے میرے بدن پر تھے تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ بھلا تیرے پاس مال ہے میں نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ کون مال ہے میں نے عرض کیا کہ اونٹ بکری گھوڑے غلام باندی سب قسم کا مال ہے تو فرمایا کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے تو اپنے اوپر اس سے زیادہ خرچ کر۔ پھر فرمایا کہ تیرے اونٹ پورے کان والے بچے جنتے ہیں میں نے کہا کہ ہاں۔ تو فرمایا کہ ہاں اونٹ تو یونہی جنتے ہیں پھر فرمایا کہ شاید تو استرہ لیکر انمیں سے بعض کے کان کاٹ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بحیرہ ہیں اور بعض کے کان پھاڑ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ حرام ہیں۔ میں نے کہا کہ جی ہاں۔ فرمایا کہ ایسا مت کیا کر۔ جو کچھ تجکو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ سب تیرے واسطے حلال ہے پھر یہ آیت پڑھی۔ ما جعل اللہ من بحیرۃ الآیۃ۔ اور واضح ہو کہ مشرکین عرب میں بعضے تو بتوں کے نام پر چھوڑتے اور بعضے اللہ تعالیٰ کے واسطے بھی چھوڑتے اور باہم احکام میں اختلاف رکھتے تھے مسئلہ جس شخص نے سانڈ چھوڑ دیا یعنے اپنے ملک سے بت وغیرہ کے نام پر نکالا حالانکہ وہ مالک ہونے کے قابل نہیں لہذا اختلاف ہے کہ وہ کسی کی ملک میں رہا یا غیر مملوک ہو گیا کیونکہ بت کے ملک میں دینا تو کچھ نہیں ہے اور اگر چہ چڑیماروں سے لیکر چڑیاں چھوڑے تو وہ ملک سے خارج نہیں ہوتی ہیں پس باب الکراہیۃ ترجمہ ہدایہ یعنی عین الہدایہ للمترجم دیکھو۔ اور جس نے کسی بت وغیرہ کے نام پر کوئی بکرا وغیرہ جانور ذبح کیا وہ مردار ہے اور کرنے والے پر خوف کفر ہے اور جس شخص نے کسی جانور کا گوشت یا دودھ اپنے اوپر حرام کر لیا تو حرام نہیں ہو جاتا ولیکن یہ قسم ہو جاتی ہے پس قسم کا کفارہ دیوے تب کھاوے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جب ان مشرکوں سے کہا جاتا ہے کہ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ آؤ اس چیز کی طرف جو

اللہ تعالیٰ نے اُتاری **ف** یعنی قرآن کی پابندی کرو۔ وَاِلَی الرَّسُوْلِ اور آؤ رسول کی طرف **ف** یعنی قرآن اور رسول کے حکم کو مانو کہ جو کچھ تم نے حرام سمجھ رکھا ہو وہ حلال ہے۔ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا کہتے ہیں کہ کافی ہے ہم کو وہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا **ف** یعنی جس راہ و طریقے پر ہمارے باپ دادے گذرے وہ ہمکو کافی ہے یعنی اپنے باپ دادوں کی تقلید پر اڑے ہوئے تھے اور اسی کو عمدہ و کافی سمجھتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ اے احسبہم ذلک لوکان آباؤہم۔ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا وَّلَا یَهْتَدُوْنَ کیا کافی ہو گی اُن کو یہ تقلید اپنے باپ دادوں کی اگرچہ بات یہ کہ اُن کے باپ دادے کچھ نہیں جانتے اور نہ راہ پاتے تھے حق بات کی طرف **ف** اور یہ استفہام انکاری ہے۔ اور بعض نے کہا ہمزہ استفہام انکاری تعجب لانے کو واؤ حالیہ پر داخل ہے اور معنی یہ کہ تقلید جہالت کافی جانتے ہیں گو اُن کے باپ دادے نہ کچھ جانتے اور نہ ہدایت پاتے تھے اور حاصل آنکہ دین میں اقتدار تو اسی عالم کی صحیح ہے جو ایسا ہدایت یافتہ ہو کہ اپنے اقوال کا ذکر درمیان میں نہ لاوے بلکہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلعم و دلیل شرعی سے جو حکم نکلتا ہو وہ بیان کر دے چاہے اسکے نفس کی یا کسی اور کی رائے و عقل اسکے مطابق ہو یا نہ ہو۔ اور توضیح یہ ہے کہ آدمی پر اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کی پیروی فرض اور یہی عین ایمان ہے پس اگر حکم خدا و رسول کو خود جان سکتا اور سمجھ سکتا ہے تو وہ کسی کی پیروی نکرے جیسے علمائے مجتہدین پر دوسرے کی تقلید کرنا حرام ہے اور اگر آدمی خود نہیں سمجھ سکتا اور اُس کو کسی مسئلہ میں حاجت ہوئی تو کسی عالم سے دریافت کرے مگر اسی عالم پر اعتماد کرے جو ہدایت یافتہ ہو اور اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کا حکم صریح یا قیاس شرعی سے حکم نکالکر بیان کر دے پس یہ شخص اس حکم کو جو بدلیل شرعی ہے لیکر اسپر عمل کرے اور اگر وہ عالم اپنا قول یا اپنی رائے یا بدون دلیل شرعی کے اپنا قیاس بیان کرے تو اسکو نہ مانے ورنہ وہی مذمت اُسپر عائد ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے حق میں فرمائی بقولہ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ کیونکہ حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وہ لوگ تو اپنے علماء و درویشوں کو رب نہیں بتاتے تھے تو فرمایا کہ اُن کی ہر بات کو مان لیتے تھے عرض کیا گیا کہ ہاں یہ تو تھا۔ تو فرمایا کہ یہی ہے رواہ الترمذی وصححہ پھر واضح رہے کہ احادیث و آثار میں یہ بیان ہوا ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو خلاف حکم خدا و رسول کے باتیں بناوینگے اور اُن کو اللہ تعالیٰ و رسول صلعم کا حکم ظاہر کرینگے لہذا اکثر علماء و فقہاء نے یہ مصلحت دیکھی کہ جو مذاہب رائج و مدون ہیں اُن کی کتابیں شائع ہوئی ہیں انھیں کو لوگ لیویں تاکہ اس فتنہ سے محفوظ رہیں اور اس زمانہ میں فقہ و حدیث کی کتابیں ترجمہ ہو گئی ہیں لہذا ہر دیندار پر آسان ہے کہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے وقوف حاصل کرے اور فقہ کے مسائل و اجتہادات فقہاء سے واقف ہو اور شر و فتنہ سے اپنے دین کو محفوظ رکھے واللہ الموفق۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ

اے ایمان والو تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو بہکا جب تم ہوتے راہ پر۔ اللہ پاس پھر جانا ہے

جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

تم سب کو پھر وہ جتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ اے ایمان والو لازم پکڑو اپنے نفسوں کو **ف** مراد آنکہ حفاظت رکھو اپنے نفوس کی اور اپنے نفوس کی درستی اور اصلاح پر قائم رہو۔ محاورہ میں بولتے ہیں۔ علیک زیداً اے لازم پکڑ زید کو پس انفسکم کا نصب بطریق اغرا ہے اور نحویوں نے علیکم اور اسکے مانند کی ضمیر متصل میں اختلاف کیا کیونکہ ظاہر ابعد حرف جر ہے مثل علیکم۔ اور الیک عنی مجھ سے دور رہ اور مکانک۔ اپنی جگہ ٹھہر اور ظاہر امضاف الیہ ہے پس صحیح قول یہ ہے کہ وہ موضع جر میں ہے جیسے کہ اغرا کی طرف منتقل کرنے سے پہلے وہ موضع جر میں تھی اور یہ سیبویہ کا قول ہے۔ اور حاصل معنی یہ کہ اے

مومنو تم اپنے نفوس کی اصلاح و درستی کرنے پر قائم رہو۔ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ نہین ضرر دیگا تم کو وہ شخص جو گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر ہو

ف۔ اور بعض نے مضاف مقدر کیا یعنی نہین ضرر دیگا تم کو گمراہ ہونا کسی شخص کا جو گمراہ ہو جبکہ تم ہدایت پر ہو۔ پس بدون تقدیر مضاف کے ظاہر معنی یہ ہین کہ اہل ایمان کو آمادہ کیا وہ اپنے نفوس کو ایمان و ہدایت پر رکھین و ثابت و قائم رہین اور کسی گمراہ سے نہ ڈرین کہ کسی گمراہ سے اُن کو کچھ ضرر نہ ہوگا جبکہ وہ مضبوطی کے ساتھ ہدایت پر قائم رہین۔ اور تفسیر مین اسکے اختلاف ہے چنانچہ مفسرؒ نے کہا کہ بعض کے نزدیک مراد یہ کہ نہین ضرر دیگا تمکو وہ شخص جو اہل کتاب مین سے گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر مضبوط رہو۔ اور بعض کے نزدیک غیر اہل کتاب مراد ہین بدلیل حدیث ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کے کہ مین نے حضرت صلعم سے اس آیت کو دریافت کیا تو آپنے فرمایا کہ آپس مین ایک دوسرے کو معروف شرعی باتون کا حکم کرو اور مانو اور آپس مین ایک دوسرے کو ممنوع باتون سے منع کرو یہان تک کہ جب تو یہ نوبت دیکھے کہ بخل کی اطاعت کی جاتی ہے اور خواہش نفس کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا اختیار کی جاتی ہے اور ہر شخص رائے لگانے والا اپنی رائے کو اچھا سمجھتا ہے تو ایسے وقت تو فقط اپنے نفس کو لازم پکڑ۔ رواہ الحاکم وغیرہ۔ **قال المترجم** یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ ایمان والا اپنے نفس کی اصلاح کو لازم پکڑے اور کوئی گمراہ ہو کچھ پرواہ نہ کرے اور کسی کو نیک بات کرنے کیواسطے یا بد بات نہ کرنے کیواسطے نصیحت نہ کرے تو شاید اسی وہم دور کرنے کو ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے معنی دریافت کئے۔ بالجملہ آنحضرت صلعم نے بھی جواب دیا کہ معروف باتون کا حکم کرنا اور بد باتون سے منع کرنا ضروری ہے لیکن اسکے واسطے ایک میعاد لگادی کہ جب لوگ بخل کی تابعداری کرین اور خواہش نفس کی پیروی کرین اور دنیا کو دین پر اختیار کرین اور ہر شخص اپنی رائے پر نازان ہو تو اسوقت اپنے نفس کی اصلاح پر رہے اور روا ہے کہ لوگون کو نصیحت نہ کرے ورنہ امر بمعروف و نہی از منکر نہایت ضروری و واجب و فرض ہے اگر اسکو چھوڑیگا تو خود ہدایت پر کیونکر ہو سکتا ہے اور وجوب نصیحت پر آیات و احادیث دلالت کرتی ہین پس ضرور ہے کہ اس آیت کا محل یہ ہے کہ جب امر بمعروف پر قدرت نہ ہو یا کسی حال مین اسکا اثر نہ خیال کرے یا اُس سے اپنے اوپر دینی و دنیاوی ایسے ضرر پہونچنے کا گمان غالب ہو کہ جسکے ہوتے ہوئے امر بمعروف و نہی از منکر چھوڑنے کی گنجایش ہو تب البتہ ترک کر سکتا ہے جیسا کہ حدیث ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے مستفاد ہے اور اس حدیث کو ابو الشیخ و ابن مردویہ و بیہقی و ابن جریر و ابن ابی حاتم و بغوی و طبرانی و ابن ماجہ و حاکم و ترمذی نے روایت کیا اور حاکم اور ترمذی نے اسکو صحیح کہا اور بعض طرق اس حدیث مین اسطرح زیادت ہے کہ تو ایسے وقت فقط اپنے نفس کو لازم پکڑ اور عوام کے امر کو اپنے سے چھوڑ اور البتہ تمہارے پیچھے ایسے دن آنیوالے ہین کہ انمین صبر کرنا ایسا مشکل ہوگا جیسے چنگاری کو پکڑ لیا ایسے دنون مین راہ راست پر عمل کرنے والے کو پچاس آدمیون کا ثواب ملیگا تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ہم مین کے پچاس مردون کا سا ثواب یا اُن مین کے پچاس کا سا ثواب تو فرمایا کہ نہین بلکہ تم مین کے پچاس آدمیون کا سا ثواب ملیگا۔ **قال المترجم** اب وہ زمانہ ہے کہ جو علامات حدیث شریف مین مذکور ہین وہ پورے ہونے کے قریب ہین لیکن از راہ بلاغت یہ نکلتا ہے کہ ابھی بالکل پورے نہین ہوئے ہین اگرچہ ایسا ہے کہ ٹھوڑی تک پانی آگیا پس اے اہل اسلام لوگون کو سمجھاؤ اور باز نہ رہو واللہ الموفق والمعین۔ ابو عامر الاشعری رضی سے روایت ہے کہ ایک اندھا چند روز حضرت صلعم کے پاس نہ آیا پھر آیا تو آپنے پوچھا اُسنے کہا مین نے یہ آیت پڑھی۔ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم الآیۃ۔ تو نبی صلعم نے فرمایا کہ تم کہان پہونچے اسکے تو یہ معنی ہین کہ کافرون مین سے جو گمراہ ہوا وہ تم کو مضر نہین جب کہ تم راہ پر ہو۔ رواہ احمد و ابن ابی حاتم و الطبرانی و ابن مردویہ اس روایت سے واضح ہے کہ امر بمعروف اسوقت تک اس سے موقوف نہ تھا اور نہ اسمین اس بات پر دلالت تھی اور یہ مؤید قول اول ہے جو مفسر سیوطیؒ نے بیان کیا اور قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر کہا کہ اے لوگو تم یہ آیت یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم الآیۃ پڑھتے ہو اور تم اسکو اسکے ٹھکانے سے دوسرے ٹھکانے رکھتے ہو یعنی دوسرے معنی سمجھتے ہو کہ امر بمعروف و نہی از منکر ضرور نہین ہے حالانکہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ لوگون نے جب ایسے کام کرتے دیکھا جو شرع مین منع ہین اور اسکو نہ مٹایا یعنی بیجا سمجھا یا نہ منع کیا تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ

ان سب کو عذاب مین مبتلا کرے اور ایک روایت مین کہا کہ واللہ یا تو تم امر بمعروف ونہی از منکر کرو اور یا تم سب کو علی العموم اللہ تعالیٰ کا عذاب پہونچے گا - رواہ الدارقطنی وابن حبان احمد وابن جریر وابن ابی حاتم وابن المنذر وابن ماجہ والنسائی وابوداؤد وصححہ الترمذی اور مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ کی تاویل ایک معجزہ ہے کہ وہ ہر زمانہ کو شامل ہے چنانچہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین اس آیت کریمہ کے یہی معنی تھے کہ مسلمان اپنے دین پر مضبوط رہین اور کافر جو گمراہ ہوئے انسے انکو کچھ ضرر نہین اور مومنین آپس مین اپنے نفسون کو یعنی باہم مومنون کو ایک دوسرے کو ہدایت وراہ راست وعمل صالح پر رکھین - پھر ایک زمانہ اخیر آنیوالا ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے خاص نفس کو دین پر ثابت رکھے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین انفسکم جمع کا حکم بمنزلہ نفس واحد کے تھا اسی واسطے ثابت ہوا کہ مومنون نفس واحدہ کے ہین تو آپس مین ایک دوسرے کو سمجھانا وراہ پر رکھنا بمنزلہ اپنے نفس کی اصلاح کے تھا کیونکہ انمین حقد وحسد وکینہ تھا اور یہ بات ان کی باہمی جھگڑون کے خیال سے لغو ہے سمجھو بات وہی ہے جو ہمین نے بیان کی اور تاوقتیکہ ایمان کو استقامت نہ ہوا اور دل منور نہ ہوا اسکی بحث مت کرو اور یہ اشارہ جان لو کہ چراغ کے پتنگے ایک دوسرے پر گرتے مرتے ہین حالانکہ باہم انمین دلی حقد وحسد نہین ہے فلیتفکروا یا اولی الالباب واللہ الملہم للصواب پس جب معلوم ہوا کہ بات یون ہے تو تفسیر آیت مین اس زمانہ کے گمراہون کی گمراہی سے عام مضرت اور مسلمانون کی ہدایت واپنون کو لازم پکڑنا بالکل صحیح ہے اور یہ بات کہ اسکی تاویل آئندہ زمانہ مین آویگی یہ بھی صحیح ہے - ابن مسعودؓ سے ایک نے یہی آیت پوچھی تھی آپنے فرمایا کہ اس آیت کا یہ زمانہ نہین یہ تو اس زمانہ مین مقبول ہے لیکن قریب مین ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ تم (یعنی جو اسوقت مومن ہوگا وہ) امر معروف کا حکم کروگے تو تمھارے ساتھ ایسا ایسا برتاؤ کیا جائیگا یا یون کہا کہ تم سے یہ نصیحت قبول نہ ہوگی تو ایسے وقت مین تم کو لازم ہوگا کہ اپنے نفس کو درست کئے رہو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ مضمون آیا ہے کہ یہ آیت ایسے لوگون کے واسطے ہے جو ہمارے بعد آوینگے اگر کہین گے تو ان کی بات قبول نہ ہوگی اور ابن مردویہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صلعم کے سامنے اس آیت کا ذکر ہوا تو آپنے فرمایا کہ تاویل کا اس آیت کا جو وقت ہے ابھی نہین آیا اور عیسیٰ بن مریم جب تک نہین اترینگے تب تک نہ آویگا - اور ابی بن کعبؓ نے بھی کہا کہ قیامت کے قریب آخر زمانہ مین اسکی تاویل کا وقت ہوگا - ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد بیٹھے تھے اور دو آدمیون مین ایسی کچھ رنجش تھی جیسے لوگون مین ہوا کرتی ہے سو ایک دوسرے کی طرف اٹھے پس حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے شاگردون مین سے ایک نے کہا کہ بھلا مین اٹھکر ان کو امر معروف ونہی از منکر کی فہمایش نکرون تو دوسرے شاگرد نے کہا کہ تو اپنے نفس کی اصلاح کو لازم پکڑ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مین فرماتا ہے علیکم انفسکم الآیۃ - سو ابن مسعودؓ نے سنکر فرمایا کہ ٹھہرا یہ شخص اس آیت کی تاویل ابھی نہین آئی ہے اور قرآن اترا جب اترا ولیکن اسمین چند آیات ایسے ہین کہ ان کی تاویل تو اترنے سے پہلے ہو چکی اور کچھ آیتین ایسی ہین کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ مین ان کی تاویل واقع ہو چکی اور کچھ آیتین ایسی ہین کہ آنحضرت صلعم کے کچھ ہی دن بعد ان کی تاویل واقع ہوئی اور کچھ آیتین ایسی ہین کہ انکی تاویل قیامت کے روز واقع ہوگی سو جبتک تمھارے دل ایک ہین اور خواہشین ایک ہین تو آپس مین ایکدوسر کو نیکی کا حکم کرو اور بدی سے منع کرو پھر جب تمھارے دل اور تمھاری خواہشین مختلف ہو جائین تو فقط اپنے نفس کو حکم کرو اور اسوقت مین ہم مسلمانون پر اسکی تاویل آویگی رواہ ابن جریر - ابن عمرؓ نے کہا کہ یہ آیت میرے اور میرے اصحاب کیلئے نہین ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے ہم لوگون کو فرمایا کہ خبردار تم مین جو حاضر ہین وہ غائبون کو میرا حکم پہونچا دین سو ہم لوگ تو حاضر تھے اور تم لوگ غائب تھے ولیکن یہ آیت ایسی اقوام کے حق مین ہے جو ہم سب کے بعد آوینگی - رواہ ابن جریر اور قتادہ رح نے ابومازن رح سے روایت کی کہ مین زمانہ عثمانؓ مین مدینہ مین آیا تو مین نے مومنون کی ایک جماعت کو بیٹھا دیکھا ان مین سے ایک نے یہی آیت پڑھی تو ان مین سے بہت نے فرمایا کہ آج تک تو اس کی تاویل کا وقت نہین آیا ہے - رواہ ابن جریر اور جبیر بن نفیر سے روایت ہے کہ مین صحابہ رسول اللہ صلعم کے حلقہ مین بیٹھا اور مین سب سے چھوٹا تھا اور انھون نے امر بمعروف ونہی از منکر کا ذکر کیا تو مین بولا کہ کیا اللہ تعالےٰ نے قرآن مین نہین فرمایا کہ علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل الآیۃ - تو سب کے سب ایک زبان مجھ پر جھک پڑے اور بولے کہ تو نے قرآن مین سے ایک آیت جدا کر لی سمجھو اس کی مراد نہین معلوم اور نہ اسکی تاویل جانتا ہے - مجھے یہ تمنا ہوئی کہ کاش مین نہ بولا ہوتا پھر وہ لوگ باتین کرتے رہے جب اٹھنے لگے تو مجھ سے فرمایا کہ تو ابھی کمسن لڑکا ہے

اور تو نے ایک آیت نکالی تجھے اسکی تاویل نہین معلوم اور نہین جانتا کہ وہ کیا ہے اور شاید تجھے اس کی تاویل کا زمانہ ملجائے جب تو دیکھے کہ خواہش مال و اسکی چاہ مین بخل کی تابعداری کی جاتی ہے اور خواہش نفس کی پیروی ہوتی ہے اور ہر رائے والا اپنی رائے پر نازان ہے اور دنیا کی دوستی اختیار کی گئی ہے تب تجھ پر لازم ہوگا کہ اپنے نفس کو لازم پکڑ سو جو کوئی گمراہ ہوگا وہ تجھے ضرر نہین کریگا۔ رواہ ابن جریر۔ اور حسن بصریؒ نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ الحمد اللہ کوئی مومن گذشتہ زمانہ مین اور کوئی مومن آیندہ زمانہ مین ایسا نہین کہ ضرور اسکے پہلو مین ایک منافق نہ ہو جو اسکے اعمال کو برا جانے۔ سعید بن المسیب نے کہا کہ جب تو نے معروف شرعی کا حکم کر دیا اور منکر سے منع کر دیا تو پھر جو کوئی گمراہ ہو جائے تجکو کچھ مضر نہین ہے اور ایسا ہی قول حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی سلف کے بہت بزرگون سے مروی ہے۔ رواہ ابن جریر۔ قال المترجم قول سعید بن المسیب وغیرہ رحمہم اللہ سے آیت کی تیسری تاویل یہ نکلی کہ قولہ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم یعنی مومنو تم اپنے نفس کو لازم پکڑو کہ فرائض و واجبات ادا کرو اور ازانجملہ یہ ہے کہ دوسرون کو امر معروف اور نہی از منکر کرو۔ پھر لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم جو کوئی گمراہ ہو جاوے وہ تم کو کچھ مضر نہ ہوگا جبکہ تم نے ہدایت کی بات اختیار کی یعنی امر بمعروف و نہی از منکر جو تم پر واجب تھا ادا کر دیا پس فسق و فجور والون کے عذاب مین تم گرفتار نہ ہوگے۔ شیخ ابن جریر رحمۃ اللہ نے بعد بیان اقوال کے کہا کہ ان اقوال مین سے اولی و اصح قول ہمارے نزدیک وہ ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا کہ اے مومنو طاعات آلہی کو بجالاؤ اور جو تم پر امر معروف و نہی از منکر اور ظالم و فاسق کا ہاتھ روکنا واجب لازم ہے اسکو ادا کرو تو پھر کوئی گمراہ ہوا کرے تم کو کچھ مضر نہین ہے۔ ابن المبارکؒ نے کہا کہ قولہ علیکم انفسکم یعنی انفس المسلمین یعنی تم مسلمانون کے نفس کی اصلاح لازم پکڑو کہ آپسمین ایک دوسرے کو نصیحت کرو پس اس آیت مین امر بمعروف و نہی از منکر کی نہایت تاکید ہے۔ قال المترجم یہ معنی اس آیت مین بہت جید و قوی ہین اور ظاہر آیت سے بہت مربوط ہین اور مترجم ضعیف نے بتوفیق آلہی عزوجل ایک بیان تحقیقی کی طرف اشارہ کیا اس سے ظاہر ہوگیا کہ جو اقوال علماء سلف و بزرگان دین سے اسکی تفسیر مین مروی ہین سب بجائے خود صحیح ہین درحقیقت کچھ اختلاف نہین ہے فلیتامل۔ الی اللہ مرجعکم جمیعا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم سب کا مرجع ہے ف یعنی آخرت مین ہر مطیع و ہر عاصی کا اور ہر راہ پائے ہوئے و ہر گمراہ کا رجوع اسی کی طرف ہے اور یہ ایک جھگڑے مین فیصلہ ہے۔ فینبئکم بما کنتم تعملون پس تم کو تمہارے اعمال سے آگاہ کریگا ف حتی کہ ایسے اعمال خیر و شر سے جن سے کرنیوالے خود آگاہ نہین تھا اور محصول آیت کا یہ کہ ہر مطیع کو اسکا ثواب اور ہر عاصی گمراہ کو اسکا عذاب دیگا پس اسمین ہر دو فریق کو وعدہ و وعید ہے اور تنبیہ ہے کہ کوئی کسی غیر کے اعمال سے ضرر نہ پائے گا۔ اور حدیث مین یہ مضمون آیا ہے کہ زبان کی حفاظت چاہیئے بسا اوقات بندہ ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسی ناپسند ہوتی ہے کہ قیامت تک اس کی گردن پر وبال لکھا جاتا ہے حالانکہ اسکو خود شعور نہین ہوتا اور بسا اوقات ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ تا قیامت اُسکے واسطے ثواب لکھا جاتا ہے حالانکہ بندہ نہین جانتا ہے پس جو حالت زبان کی ہے اسی پر نفس کو قیاس کرو کہ اسکی حفاظت کہانتک واجب و لازم ہے ف قال فی العرائس قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم الآیۃ۔ ظاہر معنی آیت سے لینا اہل تصوف کا مذہب ہے اور وہی معنی صحیح ہین اور تکلف و تاویل کرنا با این گمان کہ نہین بنتے ہین یہ فقط النفس و وہم کا قصور و فتور ہے پس اس آیت کریمہ مین ظاہری معنی سے یہ نہین لازم آتا کہ بھلی باتون کا حکم نہ کرو اور بری باتون سے منع نہ کرو بلکہ یہ تو ضرور کرو۔ لیکن آیت کریمہ مین ایک لطیفہ ہے کہ قولہ علیکم انفسکم یعنی تم پر واجب ہے کہ اپنے نفس امارہ کی چھپی باتون کو دیکھتے و پہچانتے رہو۔ اور اسکو غفلت مین مت چھوڑو کیونکہ اگر غافل چھوڑا تو وہ ربوبیت کا دعوی کریگا جیسے فرعون نے انا ربکم الاعلی سے دعوی کیا تھا اور جب تم نفس کے مکر و فریب کو جانوگے تو قہر ازلی کا بھید تم پر کھل جائے گا اسی واسطے معروف ہوا کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اور جس نے او تعالیٰ عزوجل اپنے رب کو پہچانا تو اپنے رب کی بندگی مین مستقیم ہوا اور اسکی نظر رحمت مین آگیا پھر اسکو کسی کافر و مکار کا مکر و فریب ٹیڑھی راہ نہین لیجا سکتا ہے کیونکہ وہ حفظ الٰہی مین محفوظ ہو گیا بلکہ جو کوئی اسکے ساتھ ضرر کرتا ہے تو ضرر اسکے حق مین نفع ہو جاتا ہے اور فساد اُس کے حق مین اصلاح ہو جاتا ہے سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نفس کے اندر سر پوشیدہ ہے وہ کسی مخلوق کیواسطے آج تک ابھرا نہین فقط فرعون کی آنکھون مین ابھرا

تھا تو وہ کہنے لگا کہ انا ربکم الاعلیٰ۔ اور اس بھید پر سات آسمانی اور سات زمینی پردے پڑے ہین اور بندہ جب اپنے نفس کو ایک ایک پردہ زمین مین دفن کرتا جاتا ہے تو اسکا قلب ایک ایک آسمان کے پردہ پر چڑھتا جاتا ہے یہان تک کہ جب وہ نفس کو تحت الثریٰ مین دفن کرتا ہے تو اسکا قلب بر عرش پہونچ جاتا ہے۔ محمد بن علی بن الحسین نے فرمایا کہ اپنے نفس کی حفاظت کر اگر تو نے لوگون سے اُسکے شر کو دور کیا تو بڑا حصہ تو نے ادا کر دیا۔ حسین بن منصور کا خادم اس رات اُنکے پاس گیا جسکے صبح کو اپنے قتل ہو جانے کا وعدہ کیا تھا یعنی خبر دی تھی پس اُس نے کہا کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے۔ تو کہا کہ اپنے نفس کی نگہبانی کر اگر تو اسکو بندگی مین مشغول نہ کریگا تو وہ تجھے مشغول کر دیگا۔ شیخ ابو عثمان سے یہی آیت کریمہ پوچھی گئی تو کہا کہ اپنے نفس کی حفاظت لازم کر لے۔ اگر تو اس کی برائیون کی اصلاح کرنے مین اور اُس کے عیبون کے دور کرنے مین مشغول ہوگا تو مخلوق پر نظر کرنے اور ان مین گرنے سے تیری حفاظت رہیگی۔ ورنہ وہ تجھکو بلا مین ڈالکر ہلاک کر دیگا۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ لطیفہ جو اس آیت کے اشارہ مین شیخ رحمہ اللہ نے مع تحقیق سِتری بیان کیا ہے سونے کے پانی سے لکھ لینے کے لائق ہے فلیتفکر۔ اور جب نفس سے ادائے امانت و استقامت ہے اور بخل خود رائی نہین تو زمین عدل سے معمور ہے لہذا فرمایا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ

اے ایمان والون گواہ تمہارے اندر جب پہونچے کسی کو تم مین موت جب لگے وصیت کرنے دو شخص

ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ

معتبر چاہین تم مین سے یا دو اور ہون تمہارے سوائے اگر تم نے سفر کیا ہو ملک مین پھر پہونچے تم پر مصیبت موت کی۔

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ

دونون کو کھڑا کرو بعد نماز کے وہ قسم کھاوین اللہ کی اگر تم کو شبہہ پڑے کہین ہم نہین بیچتے قسم مال پر اگر چہ کسی کو ہم سے

ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ۝ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى

قرابت ہو۔ اور ہم نہین چھپاتے اللہ کی گواہی نہین تو ہم گنہگار ہین۔ پھر اگر خبر ہوجاوے کہ وہ

اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ

دونون حق دبا گئے گناہ سے تو دو اور کھڑے ہون اُن کی جگہ کہ جن کا حق دبا ہے اُن مین جو بہت

الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ اِنَّاۤ اِذًا

نزدیک ہین پھر قسم کھاوین اللہ کی کہ ہماری گواہی تحقیق ہے اُن کی گواہی سے اور ہم نے زیادہ نہین کیا نہین تو ہم

لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ

بے انصاف ہین اس مین لگتا ہے کہ شہادت ادا کرین راہ پر یا ڈرین کہ اُلٹی پڑیگی قسم ہماری

تُرَدَّ اَيْمَانٌ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ ع ١٤

اُن کی قسم کے بعد اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سن رکھو اور اللہ راہ نہین دیتا بے حکم لوگون کو

واضح ہو کہ ابو جعفر النحاس رح نے کہا کہ یہ تین آیتین علمائے معانی کے نزدیک از راہ اعراب و معنی و تفسیر و حکم کے بہت مشکل ہین۔ کذا ذکرہ القرطبی۔ اور مکی نے کہا کہ اس مین جو علوم ہین وہ چار جزو سے زیادہ مین بیان ہونے کے لائق ہین اور تفتازانی نے حاشیہ کشاف مین کہا کہ علمائے معانی متفق ہین کہ بندون پر قرآن کی آیات مین سے یہ آیتین از راہ اعراب و نظم کلام کی توضیح کرنے مین بہت مشکل ہین اور سخاوی رح نے کہا کہ مین نے کسی کو نہین دیکھا جس نے اول سے آخر تک اس کلام کی تلخیص کی ہو اور مین ج

نے یہاں بہت زور دیا جیساکہ بعض اہل عصر کی نقل پریشان سے ظاہر ہے بالجملہ یہ کلام باری تعالیٰ متین و دقیق ہے چنانچہ ایک ہی آیت کی متانت مین بانی علم والے
بندے وقت مین آگئے لیکن اللہ عزوجل کے واسطے حمد وثنا ہو کہ اُسنے کلام پاک ایسا بلیغ وفصیح ہونے کے باوجود ایسا واضح فرمایا کہ بندے مطیع اس کو سمجھتے اور حکم
لیکر پابندی کرتے ہین اور جسقدر اطاعت وفرمانبرداری سے اُن کے قلوب منور ہوتے ہین اُسیقدر اسرار واشارات وحکمت وحقائق ودقائق سے ان کو کشف انوار حاصل
ہوتے ہین والحمد للہ رب العالمین تفسیر ان آیات کی حاصل کرنا چاہیے پس فرمایا۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یہ کلام مستانف متعلق بامور دنیا مربوط بامور آخرت ہو اسلئے
کہ کوئی امر دنیاوی نہین جو مومن کے حق مین ثواب کا مورث نہ ہوے اور اہل ایمان کو خطاب کرنا خود اسکو مشعر ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا فرمایا۔ شَهَادَةُ
بَیْنِکُمْ چاہیے کہ گواہ ہوجاوین تمھارے درمیان مین پس یہ خبر بمعنی امر ہے اور شہادۃ کی اضافت بجانب بین بطریق اتساع ہو کیونکہ ظرف ہو بمانند قولہ ہذا
فراق بینی وبینک۔ اور بعض نے کہا کہ اصل مین شہادۃ مابینکم۔ تھا بمانند ہذا فراق ما بینی۔ کے۔ اور شہادت کے معنی مین اختلاف ہو بعض نے کہا کہ یہان بمعنی وصیت ہے
اور بعض نے کہا کہ شہادت بمعنی حضور ہے یعنی حاضر ہونا بغرض وصیت قبول کرنے کے۔ اور ابن جریرؒ نے کہا کہ بمعنی قسم ہے اسے یمین مابینکم ان یحلف اثنان اور اسی کو قفال ؒ
نے اختیار کیا اور ابن عطیہؒ نے اسکو ضعیف کیا اور خود یہ اختیار کیا کہ شہادت شرعی مراد ہے بمعنی خبر او اگر نا کسی کے حق کی یا کسی حق واجبی کی دوسرے شخص کیلیے یا کسی دوسرے
شخص کے اوپر جیساکہ فقہ مین مشرح مذکور ہے اور وجہ اس اختلاف کی اور منشا راس تاویل کا آیندہ واضح ہوگا۔ پہلے نظم کلام کو ذہن نشین کرنا چاہیے کہ شَهَادَةُ بَیْنِکُمْ اِذَا حَضَرَ
اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ یعنی شہادت تمھارے درمیان مین جبکہ تم مین سے کسی کی موت حاضر ہو دو شخص ہین۔ اگر کہا جاوے کہ شہادۃ مبتدا اور یہ
اثنان خبر ہے اور یہ بنتا نہین تو جواب آنکہ شہادۃ بصورت خبر او بمعنی امر ہے یعنی گواہ ہووین دو شخص کما قال الشیخ المفسر۔ اور بعض نے کہا کہ ذوا الشہادۃ اثنان یعنی
گواہ ہوجانیوالے دو ہین یا شہادۃ بینکم شہادۃ اثنین یعنی گواہی تمھارے درمیان دو مردون کی گواہی ہے اور حین بدل اذا سے ہے یا حضر کا ظرف ہو۔ اور بدل کی
تقویت کی گئی بنا بر ینکہ اسمین تنبیہ ہو کہ وصیت ایک امر مہم ہے اسمین سستی وغفلت نہ چاہیے۔ اگر کہا جاوے کہ حضور موت کے وقت وصیت کا کچھ اعتبار نہین بلکہ متعذر
ہے تو جواب یہ کہ حضور موت سے مراد یہ کہ موت کے اسباب وعلامات ظاہر ہون اگرچہ پیچھے وہ نہ مرے لیکن ان علامات سے غالب گمان پر وصیت پوری کردے۔
حاصل آنکہ جب کسی کی موت کے علامات ظاہر ہون تو گواہ کردے وصیت کے وقت دو مردون کو پھر دونون کو بیان کیا۔ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ یعنی دونون تم مین
سے دو عادل ہون پس تین احتمال ہین کہ منکم یعنی من المؤمنین اے مومنون مین سے ہون۔ دوم آنکہ منکم اے من قبیلۃ الموصی وصیت کرنے والے کے قبیلہ
سے ہون۔ سوم آنکہ منکم اے من اقاربکم وصیت کرنیوالے کے اقارب مین سے ہون کیونکہ وہ میت کے حال سے زیادہ واقف اور اپنی پرہیزگاری سے اُسکے
ہمدرد خیرخواہ واصلاح کرنیوالے ہون گے اور ظاہر آنکہ میت وصیت کنندہ اتنا خود جانتا ہے کہ پہلے وہ اقارب پرہیزگار کو وصی کریگا ورنہ اپنی قوم والون مین سے
ورنہ اپنی ملت اسلام والون مین سے وصی کریگا کیونکہ مسلمان دیندار عادل لامحالہ اصلاح وعدل واجب جانے گا۔ ہان بعض اوقات اتفاق سے یہ پیش آتا ہے
کہ انمین سے کوئی ممکن نہین ہوتا مثلاً تجارت کفرستان مین گیا اور اہل کفر ہی وہان ملین گے یا ساتھی کافر ہون لہٰذا اسواسطے آگے فرمایا۔ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ
غَیْرِکُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ
اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِیْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ۝
شیخ ابن کثیرؒ نے بروایت وحکایت ابن ابی حاتم کے حضرت ابن عباسؓ ایک جماعت کبار تابعین سے اثنان ذوا عدل منکم کی تفسیر یہ بیان کی کہ دو مرد عادل
مسلمین سے ہون اور کہا کہ یہی جمہور کا قول ہو اور علی ہذا قولہ او آخران کے یہ معنی ہوے کہ یا شاہد ہون دو مرد تمھارے غیر سے یعنی تمھاری ملت اسلام کے سوا
غیر ملت سے دو مرد گواہ کرلو اگر یہ اتفاق پیش آوے کہ تم نے سفر کیا ہو زمین کے کسی ملک مین اور وہان تم کو موت کی مصیبت پیش آئی۔ قال فی الکمالین
ظاہر یہ ہو کہ شرط مذکو یعنی قولہ ان ضربتم فی الارض لخ فقط آخران من غیرکم کے ساتھ قید ہو اور معنی یہ ہین کہ حضور موت کے وقت چاہیے کہ تم مین سے دو مرد عادل

گواہ ہون اگر تم مین سے ملنا متعذر ہو جیسے سفر کی حالت مین اتفاق سے مصیبت موت پیش آئی تو دو مرد تمھارے غیر ملت ہون اور بعض نے کہا کہ یہ شرط اصل شہادت مین ہے یعنی آنکہ یون شاہد کر لینا اس شرط پر کہ تم نے سفر کیا اور وہان مصیبت موت پیش آئی ۔ **قال المترجم** مفسر رح کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اول ہی مختار ہے کیونکہ کلام مابعد کو آخران کی صفت قرار دیا اور شرطیہ جملہ بیچ مین معترضہ ہے بغرض بیان اس بات کے کہ آخران من الغیر جبھی روا ہین کہ حالت سفر وغیرہ سے اتفاق موت آنے مین ذوا عدل منکم پائے نہ جاوین ۔ تو غیر ملت سے دو مرد شاہد کر لو اور چونکہ اُن کی عدالت بسبب کفر و شرک کے معتبر نہین ہے لہذا اگر شک ہے تو اُن سے قسم لے لی جاوے ۔ **قال ابن کثیر** رح اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ او آخران من غیرکم کہا کہ غیر مسلمین مین سے یعنی اہل کتاب یہود و نصاریٰ مین سے ۔ پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ ایک جماعت کثیر تابعین سے مانند عبیدہ سلمانی و شریح و سعید بن المسیب و یحییٰ بن یعمر و محمد بن سیرین و عکرمہ و مجاہد و سعید بن جبیر و شعبی و ابراہیم نخعی و قتادہ و ابو مجلز و سدی و مقاتل و عبدالرحمن بن زید وغیرہم سے اسکے مانند مروی ہے اور ابن جریر نے عکرمہ و عبیدہ وچند علما دیگر سے ذوا عدل منکم کی تفسیر مین نقل کیا کہ مراد آنکہ دو عادل تمھارے قبیلہ سے ہون یعنی وصیت کرنیوالے کے قوم و قبیلہ سے ہون اور ابن کثیر نے کہا کہ بنا بر اس قول کے قولہ او آخران من غیرکم سے یہ مراد ہوگی کہ یا دو مرد موصی کے قبیلہ کے سوائے دوسرے کسی قبیلے سے ہون **قال المترجم** قول اول پر تو ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان پر کافرون کی مطلقاً شہادت یا کافرون مین سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی شہادت فی الجملہ روا ہے اگرچہ خاص ایسے واقعہ مین ہو ۔ اور دوسرے قول کے موافق کافران اہل کتاب کی شہادت مسلمان کے حق مین روا ہونا ثابت نہین ہوتی خصوص جبکہ اور حدیث صحیح و آیت دیگر اس عدم جواز کے تنصیص کرتی ہے کیونکہ موصی کے غیر قبیلہ سے ہونا ضرور نہین کہ کافرون سے ہون بلکہ دوسرے قبائل اسلام سے ہون گے بدلیل حدیث و آیت دیگر کے فافہم ۔ اور برتقدیریکہ قول جمہور کے موافق منکم کی تفسیر من المسلمین ہو اور من غیرکم کی تفسیر من غیر المسلمین ہو تب بھی یہ لازم ہوتا کہ فی الجملہ ایسی صورت مین کافر کی شہادت مومن پر روا ہے یہ بھی لازم آویگا کہ شہادۃ بینکم سے شرعی گواہی مراد ہو اور اگر اسکو وصی کر دینا مراد ہے تو معنی یہ ہون گے کہ کافرون مین سے دو مرد وصی کر لو پس محذور وارد نہ ہوگا مگر آنکہ معنی وصیت مین تامل ہے ۔ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ قولہ و آخران من غیرکم اے من غیر قبیلۃ الوصی سکو ابن ابی حاتم نے حسن بصری و زہری رحمہما اللہ سے بھی روایت کیا ۔ اور فرمایا کہ قولہ تعالیٰ ان انتم ضربتم فی الارض ۔ اے اگر تم نے سفر کیا ہو ملک مین فاصابتکم مصیبۃ الموت پھر وہان تم کو مصیبت موت کی آ پہونچی ہو پس مومنون کے نہ ملنے کے وقت ذمیون و کافرون کا گواہ کر لینا انھین دونون شرطون سے جائز قرار پایا ۔ ایک یہ کہ ایسے سفر مین ہو اور دوم آنکہ یہ وصیت مین ہو اور شریح قاضی رحمۃ اللہ نے اسکی تصریح کر دی چنانچہ اعمش رح نے ابراہیم نخعی سے انھون نے شریح سے روایت کی کہ فرمایا یہود و نصاریٰ کی گواہی نہین جائز ہے مگر سفر مین اور سفر مین بھی نہین جائز ہے مگر فقط وصیت مین رواہ ابن جریر ثم رواہ عن ابی کریب عن ابی بکر بن عیاش عن ابی اسحاق السبیعی عن شریح رحمہ اللہ بمثلہ اور یہی قول امام احمد بن حنبل سے بھی مروی ہے ۔ **قال ابن کثیر** رح امام احمد رح اس مسئلہ مین منفرد ہین اور باقی تینون امام یعنی امام ابوحنیفہ رح و مالک و شافعی رحمہم اللہ نے خلاف کیا اور کہا کہ ذمیون کی گواہی مسلمانون پر نہین جائز ہے ہان امام ابوحنیفہ رح نے یہ جائز رکھا ہے کہ ذمی لوگ آپس مین ایک دوسرے پر گواہی دین تو ذمی کی گواہی دوسرے ذمی پر قبول ہوگی اگرچہ اُن کی ملت مختلف ہو مثلاً کوئی یہودی ہو کوئی نصرانی ہو ۔ **قال المترجم** اگر کہا جاوے کہ ان ائمہ فقہاء کے نزدیک آیت کریمہ کے کیا معنی ہین تو جواب اس مین وجوہ ہین ۔ الاوّل معنی آنکہ دو عادل گواہ اپنے قبیلہ سے لیوے یا دو گواہ غیر قبیلہ سے لیوے مگر مسلمان ہون زہری رح نے کہا کہ سنت مین یہ بات مقرر ہو چکی کہ کافر کی گواہی مسلمان پر نہین روا ہے نہ حضر مین اور نہ سفر مین اور یہ آیت تو مسلمان کی گواہی مین ہے لیکن ایک اور اشکال وارد ہوتا ہے کہ گواہ پر قسم نہین عائد ہوتی ہے اور یہان قسم مذکور ہے ۔ اور یہ اشکال جواب کی وجہ دوم سے منحل ہو سکتا ہے اور وجہ دوم آنکہ شہادت سے مراد وصیت ہے **قال ابن کثیر** رح شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ اسمین علماء کے دو قول ہین ۔ محمد بن اسحاق نے روایت کی کہ ابن مسعود رض نے فرمایا کہ اس آیت مین ایسے مرد کا حکم بیان ہے کہ اپنے مال لیکر سفر کیا اور وہان

اسکو موت آئی پس اگر وہ دو مرد مسلمان پاوے تو اُن کو اپنا ترکہ دیوے اور اُن پر دو عادل مسلمان گواہ کرے۔ رواہ ابن ابی حاتم بسند منقطع قال المترجم
اور یہ بیان اُس آیت کے ظاہر سے خلاف ہے اور شاید بطریق اجتہاد کے نسخ و تخصیص و توفیق کے مفاد بعد آیت کریمہ یہ بیان فرمایا یا فقط اثنان ذوا عدل منکم
کی تفسیر ہے۔ فافہم اور کہا کہ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دونوں گواہ ہونگے اور یہی ظاہر سیاق آیت ہے غایت آنکہ اگر دو ہی ہوں تو وہ وصی و شاہد دونوں
وصف سے موصوف ہوں گے جیسا کہ قصہ تمیم الداری و عدی بن بدار سے ظاہر ہے جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا اور شیخ ابن جریرؒ
نے اشکال پیش کیا کہ ہم کو کوئی ایسا حکم نہیں معلوم ہوتا کہ جسمیں گواہ پر قسم عائد ہو اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ آیت تو خود مستقل ہے کسی دوسرے احکام
پر اسکے حکم کا قیاس نہیں پس نہ معلوم ہونا اسکے حکم کا مانع نہیں ہوسکتا علاوہ بریں یہ حکم خاص تھا ہی خاص در محل خاص ہے اور اسمیں وہ امور پیدا ہوئے
جو اور صورتوں میں نہیں ہیں پس جب اُس کے گواہ میں شک ہوا تو بمقتضائے مدلول آیت کریمہ اس سے قسم لیجاویگی۔ وجہ سوم آنکہ آیت کریمہ منسوخ
ہے جیسا کہ عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی اور حماد بن ابی سلیمان نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ یہ آیت منسوخ ہے اور یہ رد کر دیا گیا کہ دعویٰ
نسخ بدون دلیل ہے اور ابن جریرؒ نے کہا جمہور کے نزدیک محکم ہے منسوخ نہیں ہے اور سبب نزول بھی موید جواز شہادت کافر بر مسلم فی الجملہ یعنی ایسے واقعہ وصیت
سفر میں ہے جیسا کہ آتا ہے۔ اور معنی قولہ تحبسونہما من بعد الصلوٰۃ یعنی سفر میں۔ اگر کفرستان میں یا ایسے مقام پر موت آوے کہ تمکو مسلمان عادل نہ ملیں اور تم نے
مسلمانوں کے سوائے کسی دوسری ملت کے گواہ کر لئے اور ترکہ دیدیا اور موصی مر گیا اور یہ دونوں ترکہ لیکر موصی کے وطن میں آئے تو اگر ترکہ پورا بدون شک
شبہ کے وارثوں نے پایا تو خیر ورنہ ان دونوں کو روک لو بعد نماز کے وقت میں یعنی بعد نماز کے وقت میں کھڑا کرو اور نماز سے مراد نماز عصر ہے جیسا کہ ابن
عباسؓ و جماعت کثیر علماء تابعین سے مروی ہے اور آیت میں اسواسطے معین نہیں کیا کہ خود ان لوگوں کے نزدیک متعین تھا اور یہ وقت ایسا ہے کہ جو میں
جھوٹی قسم کھاوے وہ مورد غضب الٰہی ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ اس وقت سب دین والے اس وقت کو معظم جانتے تھے اور اسوقت جھوٹی قسم سے خوف
و اجتناب کرتے تھے اور زہریؒ نے کہا کہ مسلمانوں کی نماز کے بعد یعنی کوئی نماز ہو اور یہی قرطبی نے ذکر کیا ہے اور سدیؒ نے ابن عباسؓ سے
روایت کی کہ ان دونوں گواہوں کے دین میں جو نماز ہو اسکے بعد اور یہ بھی ایک جماعت کا قول ہے اور مقصود یہ ہے کہ دونوں کو ایسے وقت میں کھڑا کیا
جاوے جسوقت لوگ مجتمع ہوں کہ اُن کے حضور میں قسم کھاویں تاکہ فضیحت سے خوف کریں اور قولہ فیقسمان باللہ ان ارتبتم لا نشتری بہ ثمنا ولو کان ذا قربیٰ
یعنی ارتبتم فیہما فیقومان بعد الصلوٰۃ ویقسمان۔ حاصل آنکہ در صورتیکہ موصی میت کے وارثوں کو ترکہ وغیرہ میں شک ہو تو بعد نماز کے دونوں گواہ انکو کھڑا کریں تاکہ
دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاویں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے اور اُس کے عوض میں یعنی اُس کے عہد و عوض ثمن قلیل دنیاوی فانی نہ بدلیں گے اگرچہ وہ
شخص جسکے واسطے قسم کھاتے ہیں یا جسکے واسطے گواہی دیتے ہیں ہماری قرابت والا ہو اور ہم اللہ تعالیٰ کی گواہی جسکے ٹھیک قائم رکھنے کا اسنے حکم کیا
ہے نہیں چھپاوینگے اور اگر ہم اسکو چھپاویں تو گنہگاروں میں سے ہوں گے۔ واضح ہو کہ قولہ لا نکتم شہادۃ اللہ کے اشارہ سے ابن عباسؓ وغیرہم نے
کہا ہے کہ آخران من غیرکم۔ سے اہل کتاب مراد ہیں اور سبب نزول میں بھی دونوں نصرانی تھے۔ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓی اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا یعنی پھر اگر دونوں
گواہوں سے قسم کھانے کے بعد اطلاع ہوئی اس بات پر کہ دونوں مستحق ہوئے ہیں کسی گناہ کے۔ یعنی دونوں نے کوئی ایسا فعل کیا ہے جو
گناہ کا موجب ہے مانند خیانت کے یا گواہی میں جھوٹ بولنے کے بایں طور کہ مثلاً دونوں کے پاس یا ایک کے پاس کوئی ایسی چیز پائی گئی جس سے دونوں
پر خیانت کا اتہام ہوا اور دونوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے اسکو میت سے خریدا ہے یا میت نے ہمارے دینے کو اس کی وصیت کر دی تھی۔ فَاٰخَرٰنِ
یَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا تو دوسرے دو شخص قائم ہوں ان دونوں کے مقام میں یعنی اس بات میں قائم مقام ہوں کہ قسم اُن کی طرف متوجہ ہو یعنی قسم کھاویں
دوسرے دونوں۔ پھر یہ دوسرے دونوں کون ہیں تو بیان فرمایا مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ الوصیۃ وہم الورثۃ یعنی وہ دوسرے دونوں ان لوگوں میں

مین سے ہون جن پر استحقاق ہوا ہے یعنی وصیت کا ان پر استحقاق ہوا اور وہ موصی میت کے وارث لوگ ہین پھر وارثون مین سے بھی کیسے دونون وارث
ہون تو بیان فرمایا ۔ اَلْاَوْلَیٰنِ ۔ اے کل واحد اولی بالمیت اے الاقرب الیہ یعنی یہ دونون ایسے وارث ہون کہ ان مین سے ہر ایک میت موصی کیساتھ
ناتے مین اولی ہو یعنی بہت قریب ہو بہ نسبت باقی وارثون کے ۔ وفی قرأۃ الاولین جمع اول صفۃ او بدل من الذین اور ایک قرأۃ مین جو غیر مشہور ہے
بجائے اولیان کے اولین آیا اور وہ جمع اول ہے پس یہ الذین سے بدل ہے یا صفت ہے ۔ حاصل آنکہ اگر میت کے گواہون پر خیانت وغیرہ کا اتہام ہو تو
میت موصی کے وارثون مین سے دو آدمی جو زیادہ قریب ہون وہ بجائے گواہون کے اس بات مین قائم مقام ہون کہ اُن سے قسم لی جاوے ۔
فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰہِ ۔ پس وہ دونون قسم کھائین اللہ تعالی کی ف کہ میت کے دونون گواہون نے خیانت کی اور کہین لَشَهَادَتُنَا
اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا ۔ کہ ہماری گواہی احق ہے بہ نسبت ان دونون کی قسم کے ف یعنی ہماری قسم بہ نسبت اُن دونون کے سچی ہے ۔ وَمَا
اعْتَدَيْنَا ۔ اور ہم نے اعتدا نہین کیا ۔ ف یعنی قسم کھانے مین سچائی اور حق بات سے تجاوز نہین کیا اور اگر ایسا کیا ہو تو اِنَّا اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ
روی البخاری ان رجلا من بنی سہم خرج مع تمیم الداری وعدی بن بداء وہما نصرانیان فمات السہمی بارض لیس فیہا مسلم فلما قدما بترکتہ فقدوا جاما من فضۃ
مخوصا بالذہب فرفعا الی النبی صلعم فنزلت فاحلفہما ثم وجد الجام بمکۃ فقال ابتعناہ من تمیم وعدی فنزلت الآیۃ الثانیۃ فقام رجلان من اولیاء السہمی فحلفا
وفی روایۃ الترمذی فقام عمرو بن العاص ورجل آخر منہم فحلفا وکانا اقرب الیہ ۔ وفی روایۃ فمرض فاوصی الیہما وامرہما ان یبلغا ما ترک اہلہ فلما مات اخذا الجام
ودفعا الی اہلہ ما بقی ۔ مفسرؒ نے اس آیت کریمہ کے معنی خلاصہ کرکے بیان کر دیئے ہین اگرچہ آیت کریمہ مین دلالات دیگر ہین بالجملہ جو مفسرؒ نے معنی بیان کئے
وہ تو صحیح کے ساتھ یون ہین کہ اس کلام پاک کے یہ معنی ہین کہ جس مسلمان پر موت کے اسباب ظاہر ہون تو چاہیئے کہ گواہ کرے اپنی وصیت پر دو مرد یا یہ
معنی ہین کہ وصی کرے دو مرد کو اور یہ دو مرد اسکے دین والے یعنی مسلمان ہون یا اگر سفر کے مانند کسی وجہ و اتفاق سے مسلمان نہ ملین تو غیر ملت سے ہون
تاکہ درستی کے ساتھ اس میت کی وصیت و ترکہ بحفاظت اُس کے وارثون کو پہونچا دین پھر اگر وارثون کو ان دونون کی طرف شک پیدا ہو اور وارث دعوی
کرین کہ ان دونون نے کوئی چیز ترکہ مین سے لیکر خیانت کی یا کسی شخص کو دیدی اس زعم کے ساتھ کہ میت نے اس شخص کو یہ چیز دینے کی وصیت کی تھی تو
چاہیئے کہ ان دونون سے قسم لی جاوے اور قسم مین وقت کی تغلیظ کی جاوے یعنی بعد نماز عصر کے قسم لی جاوے اور عبارت قسم مین تغلیظ کی جاوے جیسا کہ فیقسمان
باللہ لا نشتری بہ ثمنا ولو کان ذا قربی ولا نکتم شہادۃ اللہ انا اذا لمن الآثمین ۔ مذکور ہے پھر اگر یہ دونون اس طرح قسم کھا گئے اور بعد اس کے کوئی ایسی علامت پر اطلاع ہوئی جس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونون نے جھوٹ قسم کھائی ہو مثلاً جو چیز گم ہوئی ہے وہ ان دونون مین کسی کے پاس نکلی اور ان دونون نے دعوی کیا کہ میت نے ہم کو
ہبہ کر دی یا ہم نے اس سے خرید لی ہے اور وارثون نے اس سے انکار کیا حتی کہ منکر پر گواہ لانا یا قسم کھانا واجب ہوا اور گواہ نہین پس قسم کھلائی گئی
تو میت کے وارثون مین سے جو سب سے قریب ناتے دار ہون وہ اُن دونون کے جھوٹے ہونے اور اپنے دعوے کے سچے ہونے پر قسم کھاوین قال
المترجم ۔ وارث اپنے دعوے کی سچائی پر قسم کھاوینگے اور اس مین دلیل ہے کہ قسم مین تغلیظ کرنا روا ہے مثلاً جو وقت تعظیم کے ہین مانند عصر وغیرہ کے
اسوقت سے قسم کو بھاری کرے یا مثلاً مدینہ مین رکن و مقام کے درمیان کھڑا کرکے قسم لے یا مدینہ مین مسجد نبوی مین یا بیت المقدس کی مسجد مین یا دوسرے
شہرون کی بڑی مسجد یا جامع مسجد مین قسم لے ولیکن فقہائے حنفیہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالی کی صفات مانند اللہ وحدہ لا شریک حی قیوم خالق رازق علیم و
شاہد حاضر ناظر ایسے صفات سے تغلیظ کرے اور جو باتین ممنوع ہین اُن سے تغلیظ نہ کرے مانند آنکہ نصرانی سے صلیب کی قسم یا یہودی سے اسیطرح
کی بے بنیاد بات پر جو فسق ہے تغلیظ نہ کرے ۔ پھر آگے مفسرؒ نے اس اشکال کا کہ گواہ پر قسم نہین ہوتی ہے یون جواب دیا کہ ۔ آیت مین موت کے وقت
ہو جانے پر دو مردون کو مقرر کرنے سے اگر مراد یہ کہ دو وصی مقرر کرے تو جیسا کہ آیت نازل ہونے کے وقت حکم ہوا تھا ویسا ہی اب بھی برابر باقی ہے

اور اگر مراد یہ کہ دو گواہ مقرر کرے تو دوسری آیت واحادیث سے ثابت ہوا کہ حکم منسوخ ہے کیونکہ سنت مستقر ہو چکی کہ گواہ پر قسم نہیں ہے پس معلوم ہو گیا کہ
بعد کو اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا اور یہی امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے لیکن فتاوی حنفیہ میں مذکور ہے کہ اگر گواہ کی عدالت و
پرہیزگاری بتانے والا کوئی نہ ملا اور دوسرے فریق مخاصم (مدعی کے یا مدعا علیہ کے ۱۲) نے گواہ میں طعن کیا کہ یہ عادل نہیں جھوٹا ہے تو احتیاطاً اُس سے قسم لی جاوے اور بعض مفسرین نے
کہا کہ جیسے گواہوں سے قسم لینا منسوخ ہے ایسے ہی سوائے مسلمانوں کے غیر ملت والوں کی گواہی بھی مسلمان پر جائز ہونا منسوخ ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بقولہ
واشھدوا ذوا عدل منکم میں مسلمانوں پر مسلمان گواہ ہونا فرمایا ہے اور حدیث میں صحیح ہوا کہ کافر کی گواہی مسلمان پر روا نہیں ہے اور امام احمدؒ نے برخلاف
تینوں اماموں کے خاص ایسے واقعہ میں کافر کی گواہی مسلمان پر جائز سمجھی ہے اور من بعد الصلوۃ یعنی بعد نماز عصر کے قسم لئے جانے کی خصوصیت فقط اسیواسطے
کہ وہ وقت بڑی برکت وجماعت کا باہر قوم وملت کے نزدیک لائق تعظیم وقت ہے تو قسم بھاری ہوگی کہ جھوٹی قسم نہ کھائے گا اور آیت میں وارثوں میں سے
سب سے قریب اُنہوں میں سے فقط دو وارث کی خصوصیت قسم کھانے میں مقصود نہیں بلکہ جتنے وارث کہ زیادہ قریب ہوں سب برابر ہیں اور آیت میں دو ہی
کا ذکر فقط اس خاص واقعہ کی وجہ سے ہے جس کے سبب سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے چنانچہ مفسرین علماء سلف وخلف کے نزدیک بالاتفاق اس آیت کا سبب نزول
یہ قصہ ہوا جو ابو الشیخ وابن مردویہ وابن جریر وابن المنذر وطبرانی ونحاس وترمذی وبخاری نے تاریخ میں ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ بنی سہم میں سے ایک
شخص سفر کو نکلا تمیم الداری وعدی بن بداء کے ساتھ اور یہ دونوں اسوقت نصرانی تھے پھر سہمی ایسے شہر میں (یعنی ملک شام میں ۱۲) مر گیا جہاں کوئی مسلمان نہ تھا پھر جب دونوں ساتھی
نصرانی اسکا ترکہ یعنی چھوڑا ہوا مال لیکر آئے تو سہمی کے وارثوں نے ایک جام گم پایا جو چاندی کا تھا اور اسپر سونے کی تحریریں تھیں (اور یہ اسکی تجارت کا عمدہ مال
تھا جو وہ بادشاہ روم کے لئے لے گیا تھا) پس اُس کے وارث ان دونوں کو نبی صلعم کے پاس نالش کرنے کو حاضر لائے تب یہ آیت اُتری (بعض روایت میں ہے
کہ قولہ انا اذا لمن الآثمین تک اُتری تھی) پس آنحضرت صلعم نے دونوں سے قسم لی اور دونوں قسم کھا گئے پھر وہ جام مکہ معظمہ میں پایا گیا اور جس کے پاس نکلا اُسنے
کہا کہ ہم نے تمیم وعدی سے خریدا ہے پس دوسری آیت نازل ہوئی (یعنی فان عثر علی انھما استحقا اثما الآیۃ) پس سہمی کے وارثوں میں سے دو مرد کھڑے
ہوئے اور اُنھوں نے قسم کھائی۔ اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ عمرو بن العاص بن وائل السہمی (مشہور صحابی ۱۲) اور ایک دوسرا مرد سہمی دونوں نے قسم کھائی اور یہ دو ہی اس
مرد میت کے اقرب الوارث تھے۔ اور دوسری روایت ترمذی میں مصرح ہے کہ مرد سہمی نے اس سفر میں مرض میں ہو کر تمیم وعدی کو اپنا وصی مقرر کیا
تھا اور کہا تھا کہ جو مال میں چھوڑ کر مروں وہ میرے وارثوں کو پہونچا دینا پھر جب وہ مر گیا تو دونوں نے جام مذکور نکال لیا اور باقی مال وارثوں کو دیدیا تھا
قال المترجم ابن عباس نے تمیم الداری رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ لوگ سب اس آیت سے بری ہیں سوائے میرے اور عدی بن بداء کے اور ہم دونوں
نصرانی تھے اور ملک شام کو تجارت کے واسطے آتے جاتے تھے اور ہم شام میں تھے کہ ناگاہ بنو سہم کا آزاد کیا ہوا غلام جس کا نام بدیل بن ابی مریم تھا مال تجارت
لئے ہوئے شام میں وارد ہوا اور اسکے پاس ایک چاندی کا جام تھا جو بادشاہ شام کے پاس لئے جاتا تھا اور یہی اس کی تجارت میں بڑی چیز تھی وہ بیمار ہوا اور ان
دونوں کو اپنا وصی مقرر کیا کہ میرا ترکہ میرے لوگوں کو پہونچا دینا تمیم نے کہا کہ جب وہ مر گیا تو ہم نے وہ جام لیکر ہزار روپیہ کو بیچا اور آدھا آدھا بانٹ لیا پھر جب
ہم لوگوں پاس لوٹ کر آئے تو اسکا مال جو ہمارے ساتھ تھا دیدیا ان کو وہ جام نہ ملا تو ہم سے پوچھنے لگے ہم نے کہا کہ ہم کو اسنے یہی دیا تھا اور کچھ نہیں دیا تمیم نے
بیان کیا کہ آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے کے بعد جب میں مسلمان ہوا تو مجھکو خوف پیدا ہوا کہ میں نے وہ بڑا گناہ کیا ہے پس میں اسکے لوگوں پاس آیا اور میں نے
سب حال بیان کیا اور پانچ سو روپیہ اُن کو دیدیئے اور آگاہ کر دیا کہ اسی قدر میرے دوسرے ساتھی پاس ہیں تو یہ لوگ اس پر چڑھ دوڑے پس آنحضرت صلعم
نے اُن کو حکم دیا کہ قسم دلا دیں الحدیث۔ رواہ ابن ابی حاتم والترمذی وابن جریر اور یہ روایت بسبب ابو النضر محمد بن السائب کلبی کے جس سے تفسیر
میں ذکر آتا ہے صحیح نہیں ہو لیکن یہ قصہ ابن عباسؓ سے بنابر روایت مذکورہ تفسیر کے بروایت محمد بن ابی القاسم کے مختصر طور پر اہل سنن نے روایت کیا

اور محمد بن القاسم کو کہا گیا کہ صالح الحدیث ہے اور اس قصہ کو مرسل طور پر بہت سے علماء ثقات تابعین نے بیان کیا ہے اور اسمین بیان ہے کہ قسم لینا بعد نماز عصر کے واقع ہوا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ تابعین رحمہم اللہ سے بہ کثرت روایت بطریق ارسال کے اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قصہ ان میں مشہور تھا اور اس کی صحت کی شاہد وہ روایت ہے جو ابو موسیٰ اشعری کے زمانہ میں کوفہ میں واقع ہوا اس کو ابن جریر نے روایت کیا اور اسمین مذکور ہے کہ ابو موسیٰؓ نے کہا کہ یہ نادر واقعہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہونے کے بعد پھر نہیں ہوا تھا اور اس واقعہ کے بھی دونوں وصی نصرانی تھے اُن سے بعد نماز عصر کے حضرت ابو موسیٰؓ نے اللہ تعالیٰ کی قسم لی کہ تم نے خیانت نہین کی ہے اور نہ کچھ جھوٹ بنایا اور نہ کچھ بدلا اور نہ کچھ چھپایا اور نہ کچھ بگاڑا ہے اور یہ اس مرد مسلمان کی وصیت اور یہی اُسکا ترکہ ہے اور ابن جریر نے اسکو دو طریق سے ابو موسیٰؓ سے روایت کیا اور دونوں اسناد صحیح ہیں۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ تمیم بن اوس الداری کا مسلمان ہونا ہجرت کے نوین سال مذکور ہے پس جو شخص اس آیت کے حکم کو منسوخ ٹھہراتا ہے حالانکہ اتنا متاخر ہے وہ کسی دلیل فاصل کو لاوے۔ قال المترجم تمیم داری کا مسلمان ہونا مع قصہ جساسہ کے کتاب الاشراط صحیح مسلم میں مروی ہے ولیکن اُنکے اسلام متاخر ہونے سے حکم کا امتداد اسوقت تک ضرور نہین کیونکہ وہ اُن کی جہالت کے حال کا واقعہ ہے مگر آنکہ فیصلہ ابو موسیٰؓ البتہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حکم منسوخ نہین ہے فتدبر۔ اور ابن جریر کی روایت قضاء ابو موسیٰؓ مین ابن عباسؓ سے ہے کہ ابو موسیٰؓ نے چاہا کہ عصر کے بعد دونوں نصرانیوں سے قسم لیوین تو مین نے کہا کہ یہ دونوں آدمی نماز عصر کے بعد کی کچھ پروا نہین کرتے مین آپ ان دونوں سے ان کے دین کے موافق اُن کی نماز کے بعد قسم لیجئے۔ قال المترجم شاید ابو موسیٰؓ نے اسکو نہین انا بلکہ احتیاطاً جسوقت مین حضرت صلعم کے زمانہ مین قسم لی گئی تھی وہی وقت برقرار رکھا لیکن کلام ابن عباسؓ سے نکلا کہ عصر کی خصوصیت نہین بلکہ تغلیظ مقصود ہے عن ابراہیم النخعی و سعید بن جبیر ان دونوں نے کہا کہ جب سفر مین کسی کی وفات کا وقت آجاوے تو وہ مسلمانوں مین سے دو آدمی گواہ کرے اور اگر نہ پاوے۔ تو اہل کتاب مین سے دو مرد گواہ کرے پھر جب وہ دونوں ترکہ لاوین پس اگر وارث لوگ اُن کی تصدیق کرین تو دونوں کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں کو متہم سمجھین تو نماز عصر کے بعد دونوں سے قسم لی جاوے کہ واللہ باللہ ہم نے نہین چھپایا اور نہ جھوٹ باندھا اور نہ خیانت کی اور نہ کچھ بدلا۔ رواہ ابن جریرؒ۔ علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس فی تفسیر ہذہ الآیۃ۔ اگر وارثوں نے دونوں کی گواہی مین شک کیا تو دونوں سے بعد نماز عصر کے قسم لی جاوے کہ واللہ باللہ ہم نے اپنی گواہی کے بدلے ثمن قلیل نہین خریدا پھر اگر میت کے اولیاء اس امر پر مطلع ہوں کہ دونوں کافروں نے اپنی گواہی مین جھوٹ بولا تو اولیاء مین سے دو مرد کھڑے ہوں اور قسم کھاوین کہ دونوں کافروں کی گواہی باطل ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہین کیا پس کافروں کی شہادت رد کردیجائیگی اور اولیاء کی شہادت جائز رکھی جائیگی۔ وہکذا روی العوفی ایضاً عنہ کما رواہما ابن جریر۔ اور اسی طرح بمقتضائے آیت کریمہ ہذا اس حکم کو بہت سے ائمہ تابعین و سلف رضی اللہ عنہم نے یون ہی تقریر کیا ہے اور یہی امام احمدؒ کا مذہب ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ۔ یہ حکم ایسا ہے کہ بہت قریب لگتی ہے یہ بات کہ ادا کرین شہادت کو اوپر اسکے طریقہ کے ف یعنی یہ جو حکم دیا گیا کہ بصورت خیانت کے وارثوں سے قسم لیکر ان کی قسم پر اعتبار کیا جائے تو یہ حکم ایسا ہے کہ اسکی وجہ سے نہایت قریب لگتی ہے یہ بات کہ میت کے گواہ لوگ (بنابر ایک تفسیر کے) یا میت کے دونوں وصی (بنابر دوسری تفسیر کے) شہادت یا وصیت کو اسی وجہ پر ادا کرین جس وجہ پر وہ گواہ ہوئے ہین یعنی ٹھیک ٹھیک بات بیان کردین اسمین کچھ تحریف و کچھ خیانت نہ کرین۔ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ یا خوف کرین کہ پھیر دی جائے گی قسم بعد اُن کے قسم کھانے کے ف یعنی ان کے قسم کھانے کے بعد وارثوں کی طرف۔ حاصل آنکہ یہ لگتی بات ہے کہ یا تو ٹھیک ٹھیک شہادت دین یا اُن کی قسم کے بعد وارثوں کو قسم کا حق مل جائے گا اور یہ محاورہ ایسا ہے جیسے بندہ کہتا ہے کہ

ف لوگ نماز عصر کے بعد وظیفہ اور نیک کاموں مین مشغول رہتے ہین اسکی وجہ یہین سے نکلتی ہے کہ بعد عصر کے مبتلا معصیت ہونا زیادہ گناہ ہے بالجملہ یہ بات بدون نص کے صریح بیان نہ کرنی چاہیئے لیکن مضائقہ نہین کہ لوگوں کو بعد عصر کے وظیفہ عمدہ ہین مانند درود شریف وغیرہ کے مشغول کیا جاوے جس کی فضیلت منصوص ہے ۱۲ م

یا تو سچ بولنا اختیار کریا فضیحت ہو۔ اور مفسر رح نے لکھا ۔ او اقرب الی ان یخافوا ان ترد ایمان بعد ایمانهم علی الورثۃ المدعین فیحلفون علی خیانتهم وکذبهم فیفتضحون ویغرمون فلا یکذبوا یعنی یا زیادہ قریب ہے اس بات کی طرف کہ وہ خوف کریں کہ اُن کے قسم کھانے کے بعد پھیر دیجائے گی قسم وارثوں کی طرف جو اُن کی خیانت کے مدعی ہیں پس وہ ان کی خیانت کرنے پر قسم کھائیں گے تو یہ ناحق فضیحت ہونگے اور مال بھی پھیر دینا پڑیگا لہٰذا جھوٹ نہ بولیں گے۔ قال فی المدارک اگر کہا جاوے کہ یہاں حرف او کے کیا معنی ہیں تو میں کہونگا کہ یہ معنی ہیں کہ یہ حکم مذکور اقرب ہے اس بات کی طرف کہ گواہی کو سچائی کے ساتھ ادا کریں خواہ بخوف وحق الٰہی عزوجل یا بخوف آنکہ فضیحت ہو کر شرمندہ ہونگے۔ اس حکم سے بعض نے حجت پکڑی کہ مدعی کی طرف قسم پھیرنا روا ہے اور جواب دیا گیا کہ نہیں بلکہ جو شخص منکر ہو اسی پر قسم عائد ہوتی ہے چنانچہ وارثوں نے اس قصہ میں دونوں نصرانیوں پر دعویٰ کیا تھا کہ ان دونوں نے خیانت کی اور ان دونوں نے انکار کیا اور منکر ہو کر قسم کھائی اور چھوٹ گئے پھر جب وہ جام نکلا اور اُن کا جھوٹ قسم کھانا کھلا تو دونوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے میت سے خریدا ہے اور وارثوں نے انکار کیا تو قاعدہ کے موافق وارثوں پر قسم عائد ہوئی کیونکہ وہ خرید واقع ہونے سے منکر تھے۔ قال المترجم مفسر رحمہ اللہ نے بھی بیان معنی میں لقولہ فان اطلع علی امارۃ تکذیبهما فادعیا دافعا لہ، سے وصی کے مدعی اور وارثوں کے منکر ہونے پر اشارہ کیا تاکہ وارثوں کی طرف قسم عائد ہونے کی توجیہ ہو اور سبب نزول اسکا شاہد صریح موجود ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اور ڈرو اللہ سے ف یعنی ہر ایسی بات جو اسکی مرضی کے خلاف ہے از انجملہ یہ کہ خیانت کرنا و جھوٹ بولنا سو سبکو بھی چھوڑو۔ وَاسْمَعُوا۔ اور سنو۔ ف یعنی جو کچھ کہ تم کو حکم دیا جاتا ہے اور کانوں سے بہرے نہیں ہو لیکن دل سے قبول کرنے کا سننا سنو اور یاد رکھو کہ جو اپنے خالق معبود و پروردگار سے مخالفت کرے وہ ٹھٹکا پھریگا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ۔ اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتا راہ خیر کی طرف اُس قوم کو جو فاسق ہیں ف یعنی اُسکی فرمانبرداری سے باہر ہیں پس قولہ الی سبیل الخیر متعلق لایهدی ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝

جس دن اللہ جمع کریگا رسول پھر کہے گا تم کو کیا جواب دیا بولیں گے ہم کو خبر نہیں تو ہی ہے چھپی بات جاننا

يَوْمَ يَجْمَعُ۔ زجاج نے کہا کہ جس دن اللہ تعالیٰ جمع کریگا رسولوں کو ف وہ دن قیامت ہے اور یہ یا تو متعلق ہے اتقوا کے یعنی ڈرو اللہ تعالیٰ سے اس دن کہ جس دن رسول اور تمام خلائق محشر میں جمع ہوں اور یا علیحدہ جملہ ہے اور اذکروا یا اسکے مانند پوشیدہ ہے۔ یعنی بیان کردے اور نصیحت کردے کہ یاد کریں وہ دن کہ جس میں اللہ تعالیٰ جمع کریگا رسولوں کو اور وہ روز قیامت ہے۔ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ پھر فرمادیگا اللہ تعالیٰ تم کو کیا جواب دیا گیا ف یعنی اللہ تعالیٰ قوم کی سرزنش و ملامت کے واسطے رسولوں سے ارشاد فرمادیگا کہ وہ کیا جواب ہے جو تم کو دیا گیا جبکہ تم نے قوم کو توحید کی طرف بلایا۔ حاصل آنکہ وہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اسکو خوب معلوم ہے جو کچھ قوم نے جواب دیا ولیکن یہ دریافت کرنا فقط قوم کو ملامت و فضیحت کرنے کے واسطے ہے جیسے فرمایا۔ واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت یعنی زمانہ جہالت کے عرب جو لڑکی کو زندہ درگور کردیتے اور توپ دیتے تھے تو فرمایا کہ اس موؤدہ لڑکی سے پوچھا جائیگا کہ تو بیچاری کس گناہ پر ماری گئی اور مقصود اس کے قاتل زندہ درگور کرنے والے کی سرزنش ہے کہ اسپر حجت قائم ہوجائے اور ما استفہامیہ ہے اور ذا بمعنی الذی ہے اور بعض نے کہا کہ ذا زائدہ اور ما منصوب با جبتم ہے۔ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا۔ بولے ہم کو اسکا علم نہیں ہے ف یعنی بولیں گے کہ پروردگار ہمارا اچھا علم نہیں اور ماضی بجائے مضارع کے اشارہ ہے کہ یہ امر یقینی ہے اور پہلے یجمع و یقول فرمایا کہ اہل ایمان دنیا میں اس کی تاویل کے منتظر نہ ہوں۔ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ بیشک تو ہی ہے چھپی بات جاننا ف پس تو خوب جانتا ہے کہ جو کچھ اُنھوں نے ہم کو جواب دیا اور اپنے دلوں میں

چھپا یا جس کو ہم نہیں جانتے ہیں غیوب جمع غیب کی مصدر اور حاصل مصدر دونوں معنی میں آتا ہے در اصل مصدر ہے اور مراد وہ چیز جو غائب ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ بھی غائب نہیں تو جواب یہ کہ یہ تو اسی آیت سے ثابت ہے کہ جو خوب جاننے والا ہے اس سے پوشیدہ کہاں لیکن مراد یہ کہ جو بندوں کے علم سے پوشیدہ و غائب ہو وہ تجھی کو معلوم ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جنت و دوزخ کا عیانی علم کسی کو نہ ہو بلکہ فرشتہ اور حضرت صلعم اسکو جانتے تھے بلکہ مراد یہ ہو کہ جو کسی بندہ کی شان سے نہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور کسی بندہ پر یہ صادق نہیں ہو کہ وہ عالم علی الاطلاق ہو حتیٰ کہ کوئی بندہ ہو اس سے جاہل ہے کہ قیامت کب ہوگی اور وہ کہاں مرے گا کوئی قطعی و یقینی طور پر نہیں جانتا ہے اگر کہا جاوے کہ رسل علیہم السلام کو جو جواب دیا گیا تھا اس کو وہ جانتے تھے پھر انھوں نے یہ کیونکر کہا کہ لا علم لنا۔ تو جواب یہ ہو کہ قولہ ماذا اجبتم میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ظاہر تم کو کیا جواب دیا گیا اور دوم یہ کہ تمھاری دعوت توحید کو قوم نے کس قبولیت سے قبول کیا یعنی صدق و اخلاص سے قبول کیا یا نفاق سے قبول کیا۔ پس دوسری صورت میں اُن کا جواب ظاہر ہے کہ در واقع اُن کو اس کا کلیہ علم نہ تھا کہ نفاق سے یا اخلاص سے ہو الا اسی قدر کہ اللہ تعالیٰ کے معلوم کرانے سے ان کو معلوم تھا اسی واسطے کہا گیا کہ معنی یہ ہیں کہ ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ میں گویا معدوم ہے کیونکہ ظاہر و باطن تصدیق و ایمان کا علم تو تجھی کو ہے اور قولہ لا علم لنا۔ میں بھی کہا گیا کہ مراد نفی العلم مطلقاً نہیں ہو بلکہ ادب کے ساتھ تمام علم حضرت باری تعالیٰ کو تفویض کیا کہ تو ہی علام الغیوب ہو ہمارا علم کچھ علم نہیں۔ امام رازی نے کبیر میں کہا کہ رسولوں کو یہ تو معلوم تھا کہ یہ سوال بطور اس قوم بدبخت کی توبیخ کے ہو کہ آخر یہ لوگ ابھی عقاب میں پڑینگے اور اُن کو معلوم تھا کہ ایسا عالم و دانا ہے کہ اس کو کسی وجہ پر جہل نہیں اور علیم ہو کہ وہاں سفہ کا نام نہیں اور عادل ہو کہ وہاں ظلم کو دخل نہیں تو انھوں نے جان لیا کہ ہمارے قول سے نہ کچھ کسی کو بھلائی حاصل اور نہ کچھ برائی دور ہوگی کیونکہ وقت عدل و پاداش ہی تو انھوں نے ادب اسی میں دیکھا کہ سکوت کریں اور تمام علم حضرت باری تعالیٰ کی طرف سپرد کریں اور اسی کے عدل پر چھوڑیں پس کہا کہ لا علم لنا۔ اور بعض نے کہا اے ہم کو علم نہیں جو انھوں نے ہمارے پیچھے برتاؤ کیا اور یہ ضعیف ہو اور اسی طرح جو بعض نے کہا کہ ہمارا علم اُن کی بابت ایسا نہیں جیسا تیرا علم ہے اور مفسرین نے جواب دیا کہ۔ ذہب عنہم العلم لشدۃ ہول یوم القیامۃ وفزعہم ثم یشہدون علی اممہم لما یسکنون۔ یعنی محققین علما نے احادیث و آیات سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز اوقات و مقامات ہوں گے پس یہ حال اُس وقت ہوگا کہ روز قیامت کے ہول و دہشت سے اور نہایت فزع و گھبراہٹ سے بالکل دل بھولے ہوئے ہوں گے پس اُن سے یہ علم جاتا رہیگا کہ اُن کو قوم نے کیا جواب دیا اور کیونکر قبول کیا تھا پھر بعد کو جب سکون پاوینگے تو اپنی قوم پر گواہی دینگے کہ انھوں نے ایسا اور ایسا کیا اور یہی جواب صحیح و یہی سلف سے مروی ہے۔ ذکر الشیخ ابن کثیر حضرت مجاہد و حسن بصری و سدی نے کہا کہ رسولوں سے یہ قول بسبب ہول روز قیامت کے ہوگا عبدالرزاق نے مجاہد سے روایت کی کہ جب تبارک و تعالیٰ جل جلالہ فرماویگا کہ ماذا اجبتم تو فزع و گھبراہٹ سے عرض کرینگے کہ لا علم لنا۔ اے پروردگار ہم کو تو معلوم نہیں۔ رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ قال اسباط عن السدی فی قولہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا۔ وہ لوگ ایسے مقام میں ہوں گے کہ وہاں عقلوں کو ذہول ہوگا تو جب پوچھے جاوینگے تو کہیں گے کہ لا علم لنا پھر دوسرے مقام میں اُتارے جاوینگے تب اپنی قوم پر گواہی دینگے۔ رواہ ابن جریر۔ عن ابن جریج فی قولہ ماذا اجبتم۔ اے تمھارے بعد انھوں نے کیا کام کیے اور تمھارے بعد کیا نئی بدعتیں نکالیں تو رسول جواب دینگے کہ لا علم لنا انک انت علام الغیوب۔ ایسا ہی ابن جریر نے من طریق الحجاج عن ابن جریج روایت کیا۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس رضی فی الآیۃ رسل علیہم السلام حضرت حق عزوجل سے عرض کرینگے کہ ہمارا علم کیا ہو کچھ نہیں تو ہی خوب جانتا ہے کہ ہم کو کیا جواب ملا۔ رواہ ابن جریر۔ قال ابن کثیر ان تین اقوال میں سے شیخ ابن جریر نے اسی تیسرے

قول کو اختیار کیا اور اس مین شک نہین کہ یہ اچھا قول ہو اور یہ بطریق ادب کے ہو کہ او تعالی کے علم محیط کے سامنے جو در حقیقت علم ہو ہمارا کچھ علم نہین یعنی ہم کو اگرچہ جواب دیا گیا اور جس نے قبولیت سے جواب دیا ہم نے اسکو پہچانا لیکن کچھ ہم کو ظاہری شناخت ہوئی باطنی بعض کی شناخت نہین ہوئی اور اے ہمارے مالک مولا عزوجل تو ہر چیز پر ہر طرح خوب مطلع دانا و بصیر ہے تو ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ مین گویا کچھ نہین ہو۔ قال المترجم کوئی شک نہین کہ اہل تحقیق کے نزدیک جو صفات ایسے ہین کہ لفظ مین بندون پر بھی اطلاق ہوتے ہین جیسے علم و بصارت و ارادہ و قدرت وغیرہ یہ سب ایک معنی مناط تکلیف ہین جسکو اہل الحق یون تعبیر کرتے ہین کہ نہ بندہ محض مجبور بانند پتھر وغیرہ کے ہے اور نہ مختار ہے بلکہ امر بین بین یعنی بیچ بیچ مین ہے اور چونکہ تاویل حقیقت ایک حالت ہو کہ بیان سے اعلی اور حیوانی عقل سے باہر ہے لہذا اس عبارت مین تعبیر کرتے ہین اور حقیقت ان صفات کی مخصوص بجناب باری تعالی جل جلالہ ہے پس صفات اسی کی جناب مین اس کی شان پر حقیقت مین صادق ہین اور مرد مومن متقی جو بدعتی نہ ہو اگر اپنے ظاہر و باطن کو شرع کے موافق اصلاح پر رکھے اسکو حضرت حق عزوجل اس ہدایت سے سرفراز فرماتا ہے اور وہ آئینہ کے مانند جانتا ہے کہ مخلوق کی کسی صفت کو جو عقل حیوانی ثابت کرتی ہے اسی نام کی صفت باری تعالی سے کوئی نسبت ہی نہین ہے پس لاعلم لنا ہر طرح سچ ہے اسمین دروغ کو دخل ہی نہین ہے پس یہ اعتراض کرنا کہ لا علم لنا دروغ ہوا جاتا ہے محض جہالت کا اعتراض ہو لیکن چونکہ عوام کی عقل حیوانی اسمین ادراک سے عاجز ہے لہذا جواب اسلم وہ ہی جو مجاہد و سدی و حسن وغیرہ سے بربنائے اختلاف مقامات مذکور ہوا کہ اول حالت مین بسبب ہول و فزع کے ایسا کہین گے اور اسپر اعتراض کیا گیا کہ رسل علیہم السلام فزع سے نجات پائے ہوئے ہین۔ کما قال تعالی۔ لایحزنہم الفزع الاکبر الآیۃ۔ اور جواب دیا گیا کہ فزع اکبر کی نفی سے مطلق فزع کی نفی نہین ہاور نیز حزن بمعنی غم ہے کسی چیز کے فوت ہونے پر اور انبیا علیہم السلام ہمہ تن مطیع رہے ہین اُن کو رضا حق سے محرومی نہ ہوگی اور نیز عدم حزن بفزع اکبر۔ دوسرے مقام پر ہوگا اور کثرت سے احادیث صحاح اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ رسل علیہم السلام اُسدن بہت دہشت مین ہون گے ہر ایک اپنے نفس و اپنی ذات کی سلامتی کا متمنی ہوگا بسبب ظہور غضب و جلال آلہی عزوجل کے سوائے ایک سالت مآب محمد مصطفے صلعم کے کہ آپ کو اُمت عاصی کا خیال ہوگا اور یہ آپکے خصوصیات مین سے ہو فلیتفکر ثم اشکروالحمد للہ رب العالمین ف۔ قال فی العرائس قولہ تعالی یوم یجمع اللہ الرسل فیقول الآیۃ۔ صفات و سبحات ذات تعالی و تقدس کے ظہور کیلئے بندون کی ارواح کو مواقع و اوقات ہین سو حالت حیات مین جبتک دائرہ دہر و حدوث مین گرفتاری ہو ظہور بطریق کشف و عرفان کے ہو پھر شیخ نے کہا کہ اور جب کشف کلی اور ظہور تمام منظور ہوگا جیسا کہ خطاب ازلی سے مفہوم ہو یعنی قیامت مین کہ دن وہ زمانہ وہان آخر ہو تو سب خالص بندے مرسلین و نبیین و ملائکہ جمع کئے جائین گے اور یہی بڑی حضوری کا دن ہو تو عارفین وہان جمال حق و قرب و وصال سے متمتع ہون گے۔ اور قیامت ایک نہایت عجیب و غریب شہر ہے کہ یہان کے مردے وہان زندہ ہین تو وہ ہمیشہ وہان میدان سرور مین نور کے گھوڑون پر سوار درگاہ اُنس مین خوشحال جاوینگے اور وہان مقامات بہت ہین پس ایک مقام پر تو اُن کو بقا ہوگی جبکہ حضرت جل جلالہ ان نابود بندون کیلیے ببسط عنایت سے مشاہدہ کی نعمت مرحمت فرمادیگا۔ اور ایک مقام مین اُن کو فنا ہوگی اور یہ سطوات عظمت کے ہجوم و تراکم سے جبکہ کبریا و عظمت کا ظہور ہوگا اور اسی مقام پر حدوث تا جو کچھ اسمین ہے سب کچھ عزت و قدم مین مضمحل ہو جاوینگے پس کبھی تو جلال سے فنا اور کبھی جمال سے بقا ہونگے اور کبھی لطف سے اور کبھی قہر سے مخاطب ہون گے اور ایسے ہی خطاب ہے ہو۔ قولہ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ اور ایسے ہی قولہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم۔ اُن کے خطاب سے اُن کو عارف باکردیا کہ ربوبیت مین عبودیت عاجز ہو اور قدم مین حدوث فنا ہے اور یہ اُن کو خطاب دنیاوی سے معلوم ہو چکا تھا اب بالعیان بعد خبر کے مشاہدہ کرادیا اور یہ ظہر صادق وہ ہو کہ خبر یا مین مطابق معاینہ ہو اور یہ نہین کہ عرفان کے لئے اور کافرون کے خذلان کیلئے

ہے ورنہ او تعالیٰ شانہ کو علم محیط قدیم ازلی ابدی ہے ہرگز وہان جہل کا نام نہین بلکہ جہل کی نفی کرنا شرم ہے کیونکہ نفی وہان کرنی چاہیے جہان اس چیز کا وہم تو ہو سکے اور یہان علم وجہل اسکی مخلوق ہین یعنی آنکہ ظہور انکا معانی ہین اسکی تکوین ہے علاوہ ازین عدم مخلوق ہونا یا نہ ہونا اور انکا اعدام داخل قدرت ہین یا نہین مترجم کے نزدیک جاہلون کے خیالات ہین اور شیطان نے ایک مضحکہ بنایا ہے اس طرف توجہ کرنیوالے اہل ایمان و اہل عرفان کے نزدیک بیابان جہالت کے سرگردان ہین تو کبھی اس مضحکہ مین گرفتار نہ ہوں اور کتاب آلہی وسنت رسول اللہ صلعم سے معرفت حاصل کرتا کہ روشن راہ پر چلاوے والسلام۔ واضح ہو کہ رسل علیہم السلام نے جو جواب دیا کہ لا علم لنا اسکے یہ معنی ہین کہ ہم کو اسکا علم نہین جو تیری ہم سے مراد اور ہماری قوم سے جن پر ہم بھیجے گئے تھے مراد ہے اور ہم کو اسکا علم نہین تو تو نے ازل مین ہم سب پر جاری کیا اور ہم کو اسکا علم نہین جو ہمارے نفوس مین ہے پھر جو تیری مراد ہے اسکا علم تو بڑی بات ہے اور ہم کو علم نہین مگر ایک مخلوق علم حادث جو تیرے علم پاک و تعلیم پاک سے ملا اور وہ درحقیقت تیرا ہی علم ہے اسی واسطے فرمایا کہ انک انت علام الغیوب اور نیز اس سے بھی شرمائے کہ ہم اس امر کو اظہار کرین کہ لا علم لنا۔ اسی واسطے عرض کیا کہ حکم کی بجا آوری تھی ورنہ ہم یقین جانتے ہین کہ انک انت علام الغیوب۔ اور اسی واسطے اس کلام کو حرف ان و ضمیر فصل اور صیغہ مبالغہ و باوجود عیب مصدر ہونے کے اسکی جمع اور جملہ اسمیہ وغیرہ تاکیدات سے مؤکد کیا حالانکہ وہان منکر کوئی نہین ہے فافہم۔ **قال الشیخ**۔ اور ہرگاہ کہ کشف عظمت مین مبہوت و متحیر و حیران و از خود رفتہ ہو گئے تو ارواح و پاکیزہ و خرم ہوئین لیکن اشباح و صورتین مضمحل و از خود رفتہ ہو گئین اسو اسطے ان کو یہ طاقت نہ رہی کہ جو ان کے دلون مین ہے وہ ادا کر سکین بسبب رعب و دبدبہ خطاب حضرت رب العزت جل جلالہ کے۔ اور نیز وہ شرمائے کہ قوم ناہنجار نے جو اُن کو جواب دیئے تھے وہ حضرت او تعالیٰ کی عظمت و جلال کے حضور مین اظہار کرین یعنی یہ کہ دنیا مین شیطان کے پیرو ایسے بیہودہ جواب دیتے ہین کہ اُن کی باتون سے پروردگار جل جلالہ کی معرفت فی الجملہ حاصل رکھنے والون کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور جب قیامت مین ان ناپاکون کی آنکھین کھلین گی تو معلوم ہو گا کہ کس درجہ بیحیائی کر چکے ہین پھر بندگان خاص سے وہ ناپاک جواب ادا نہ ہو سکے تو انھون نے علم آلہی پر تفویض کیا اور مترجم پہلے بیان کر چکا ہے کہ لا علم لنا سے حقیقی علم کی نفی ہر حال مین صادق ہے مگر تو نے ایسے شخص کے سامنے جو اُس کو نہ جانے روانہ ہو گا۔ فافہم۔ **قال الشیخ** اور نیز لا علم لنا یعنی جو کچھ تو نے ان کے اسرار مین مخفی کیا وہ ہم کو نہین معلوم کیونکہ غیب تو ہی جانتا ہے اسی واسطے کہا کہ انک انت علام الغیوب۔ واسطی رح نے کہا کہ اظہار کیا اسکو جو ان کی طرف سے ان بندون سب کی طرف تھا تو خاص بندے ہوئے کہ ہم کیونکر کہین کہ امت نے ایسا کیا یا ہم نے یون کیا تو وہان حقیقت کے حال مین زبانین بند ہو گئین۔ اور کہا کہ رسولون کو خطاب فرمایا نہ قوم کو کیونکہ او تعالیٰ دانا تر ہے کہ یہ مخلوق خطاب کے بوجھ اُٹھانے والی ہین اور انبیا کی شناخت مین بڑی بات یہ ہے کہ خطاب کو مشاہدہ مین برداشت کرتے ہین اور یہ نہایت سخت منزلت ہے اسی واسطے جواب ظاہر نہ کیا اور نہ بول سکے مگر یہی عاجزی کی زبان سے کہا کہ لا علم لنا۔ ہم کو علم ایسی حالت مین کہان کہ تو نے جبروت کو کشف فرمایا ہے جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ ان کے ساتھ رفق و نرمی تھی کہ سمجھے نہین اور اگر سمجھتے و جانتے تو جواب خطاب وارد ہونے کی وجہ سے بسبب ہیبت کے مر جاتے۔ ابن عطا رح نے کہا کہ ہم کو تیرے سوال کی سمجھ نہین تو ہم سے کوئی جواب نہین ہے بعض نے کہا کہ جب ان پر ظہور حق تجلی علم و سبقت ہوا تو وہ اپنے علوم بھول گئے اور لا علم لنا ادب کی پابندی ہے اور یہ نہین تھا کہ جو کچھ انکو جواب ملا اس سے نادان تھے محمد بن الفضل رح نے کہا کہ جو جواب اس سوال کے لائق ہو اُسکا ہم کو کچھ علم نہین ہے۔ فافہم۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ

وقف لازم

جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے۔ یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب مدد کی مین نے تجھکو روح پاک سے تو کلام کرتا لوگون سے گود مین اور بڑی عمر مین اور جب سکھائی مین نے تجھکو کتاب اور پکی باتین اور توریت

وَالْاِنْجِيْلَ ج وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ

اور انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر دم پھونکتا اُس مین تو ہو جاتا

طَيْرًام بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ج وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ج

جانور میرے حکم سے اور چنگا کرتا ماں کے پیٹ اندھا اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کھڑے کرتا مردے میرے حکم سے

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور جب روکا مین نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو لایا اُن پاس نشانیان تو کہنے لگے جو کافر تھے

مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا

اُن مین اور کچھ نہین یہ جادو ہے صریح اور جب مین نے دل مین ڈالا حواریون کے کہ یقین لاؤ مجھ پر

بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ج قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ○

اور میرے رسول پر بولے ہم یقین لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہین

واضح ہو کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولون سے ان لوگون کے جواب کی نسبت جو اُنھون نے رسولون کو دیا سوال کرنے سے ان لوگون کو توبیخ کیا بعد ازان اس آیات معجزات کو جو اپنے رسولون کو عطا فرمائے بیان کر کے توبیخ فرمائی کہ باوجود معائنہ ان آیات و معجزات باہرہ کے پھر بھی ان لوگون مین سے بعض نے ان کو جھٹلایا اور ساحر کہا اور بعض نے اسقدر غلو کیا کہ ان کو معبود اور الٰہ تصور کیا چنانچہ بیان فرمایا۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ جب کہیگا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے ف اذ ظرف متعلق بمقدر مانند اذکر ہے اور یہ یاد دہانی و نصیحت ہے کہ ایسا ہونیوالا ہے پس اسوقت سے نیکبخت لوگ اپنی پیش بینی کرین اسی واسطے قال ماضی فرمایا حالانکہ قیامت مین واقع ہوگا یعنی آنکہ قطعی الوقوع بمانند ماضی کے ہے۔ اور تخصیص عیسیٰ علیہ السلام کی ظاہر ہے کہ دو بڑے گروہ یہود و نصاریٰ مختلف ہین کہ یہود تو ایسی سخت بدی کرنے لگے کہ اونکو جھوٹا مانا اور رسول نہ جانا اور نصاریٰ ایسا غلو کرنے لگے کہ انکو الٰہ یا خدا کا بیٹا کہنے لگے جس سے اہل ایمان کے دین کھڑے ہوتے ہین اور یہ بیان انعامات عیسیٰ و اُن کی والدہ کے اصلی حالات مقدمہ تمہید ہے آئندہ کلام کی اور وہ قولہ انت قلت للناس اتخذونی و امی الٰہین من دون اللہ۔ جیسا کہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ پس پہلے ان آیات مین جو عیسیٰ علیہ السلام و اُن کی والدہ پر انعامات وغیرہ اور اُن کی دعا سے پیروی کرنے والون پر فضل ہوا اور نافرمانون پر عقاب ہوا ہے سن کر نصیحت لینا چاہیے چنانچہ فرمایا کہ قیامت مین اللہ تعالیٰ اپنے بندہ و رسول عیسیٰ علیہ السلام کو غرق منت و احسان فرماویگا اور ان کے بارہ مین افراط و تفریط کرنے والون کو ملامت و سرزنش کرنے کو یون خطاب کریگا کہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے۔ اُذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ یاد کر میری نعمت کو جو تجھ پر ہوئی اور تیری والدہ پر ہوئی ف یاد کرنے سے یہ مراد کہ اس کی شکر گزاری کر۔ اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام ہر حال مین یاد رکھتے اور شکر ادا کرتے تھے مگر مقصود اس سے اس امر کا اظہار ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ بندہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا پس قوم ناہنجار قوم جو اس کو نہ مانتی تھی خوار ہوا اور نیز وہ قوم جو اس کو الٰہ و معبود و بیٹا سمجھتی تھی اپنی غلطی پر افسوس کرے کہ وہ ایک بندہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے رسولون کے مانند معجزات وغیرہ سے انعام کیا تھا چنانچہ اُس کو رسول کیا اور اُس کی ماں کو پاک بندی عبادت کرنیوالی و اس زمانہ کی تمام عورتون سے برگزیدہ دیندار بنادی پھر خاص خاص انعام کو یاد دلایا۔ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قف جبکہ مین نے تجھکو قوت دی اپنے خاص فرشتہ جبرئیل سے ف اور قدس بمعنی پاکیزگی ہے اور مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ان کے ساتھ رہتے جہان جاتے وہان ساتھ جاتے اور جو معاملات واقع ہوتے ان مین مدد کرتے اور علوم و معارف ان کو بطریق الہام کے سکھلاتے اسی واسطے عجیب خلاف عادت

باتین حضرت عیسی علیہ السلام سے سرزد ہوتی تھین اور بعض نے کہا کہ روح القدس وہ کلام تھا جس سے مردے کو زندہ کرتے تھے اور یہ ضعیف ہے بلکہ وہی اعانت جبریل
علیہ السلام مراد ہے اسی واسطے تائید کا بیان فرمایا بدون عطف کے تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا تو کلام کرتا لوگون سے گود مین اور بڑی عمر مین ف
یہ جملہ اعراب مین ایدتک کے کاف خطاب مفعول سے حال واقع ہے اور مہد مین یعنی حالت طفولیت مین وکہل مین یعنی زمانہ سن کہولت مین۔ حاصل آنکہ
مین نے روح القدس سے تیری تقویت کی درحالیکہ تو باتین کرتا تھا لوگون سے بچپن وجوانی مین چنانچہ جب مریم کو لوگون نے بہتان لگایا تو مہد یعنی
گہوارہ مین سے چند روز کے بچہ تھے بولے کہ انی عبد اللہ آتانی الکتاب الآیۃ۔ یعنی مین اللہ تعالی کا بندہ ہون مجھے اس نے کتاب دیکر اپنا رسول کیا ہے
حالانکہ اسوقت تک انجیل اتری بھی نہ تھی اور اسی حال مین اپنی مان کا پاک ہونا ظاہر کیا۔ اگر کہا جاوے کہ مہد مین یون کمال عقل کی باتین کرنا تو احسان ومعجزہ ہے
اور حالت کہل مین تو سب ہی باتین کرتے ہین ان کی تخصیص کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ معنی کلام کے یہ ہین کہ تجھ پر دونون حالتین یکسان تھین کچھ فرق نہ تھا۔
بخلاف اور لوگون کے اور نیز اظہار ہے کہ وہ بندہ تھا مخلوق کہ اسکے بچپن وشباب وجوانی کی حالتین سن کی بدلتی تھین جیسے آدمیون پر گذرتی ہین علاوہ برین
کہل مین لوگون سے کلام کرنا بھی ایک نشان قدرت ہوگیا۔ کما قال المفسر یفید نزولہ قبل الساعۃ لانہ رفع قبل الکہولۃ کما سبق فی آل عمران کیونکہ وہ سن
کہولت سے پہلے آسمان کو اٹھائے گئے ہین اور قیامت سے کچھ پہلے اتارے جاوینگے تو اسقدر زمانہ دراز کے باوجود اس عالم مین ان کو کچھ تغیر نہ ہوگا
بلکہ اترین گے تو وہی سن قریب کہولت کے ہوگا اور سات برس دنیا مین جہاد وغیرہ سے دین محمدی صلعم کی تائید کرینگے پھر مر جاوین گے اور مسلمان انکے
جنازے پر نماز پڑھکر دفن کرینگے۔ یہان سے نکلا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اقتضاء النص سے ثابت ہے اور جاننا چاہیئے کہ مشرکون و
کافرون سے بڑا تعجب ہے کہ اہل اسلام کی کتب احادیث مین جو آثار واخبار مروی ہین وہ مفصل یک ایک موجود وظاہر ہوتے جاتے ہین اور دین اسلام نہایت
عمدہ اخلاق وپاکیزہ قانون پر مبنی ہے حتی کہ اسی سے نصاری نے اپنا قانون بنایا پھر بھی یہ لوگ اہ دیکھتے اور نہین مانتے ہین اور کہتے ہین کہ مسلمانون کی
حالت اچھی نہین اور یہ اور بھی عجیب ہے کیونکہ گفتگو دین اسلام کی خوبی مین ہے اور مسلمان لوگ اگر اپنے دین پر نہین چلتے تو یہ ان کا قصور ہے
اور اسی سے ان کی حالت خراب ہے۔ تم دین اسلام پر چلو اور مسلمانون کی چال کو مت دیکھو واللہ الہادی وہو المضل ونعوذ باللہ من الضلال۔
بالجملہ اللہ تعالی نے اپنے رسول عیسی علیہ السلام پر یہ احسان رکھا کہ اسکو روح القدس سے تائید دی کہ طفولیت وکہولت مین ان کی یکسان باتین
ہین اور ابن عباس رض سے مروی ہے کہ عیسی علیہ السلام تیس برس کے سن مین رسول ہوئے پھر دو برس چھ مہینہ رسالت پر رہے پھر اللہ تعالی نے
اٹھا لیا پھر سن کہولت مین زمین پر اتارے جاوین گے اور آل عمران مین یہ بحث گذری کہ مواہب اس کی شرح وغیرہ مین باستدلال بیان ہوا
کہ چالیس برس کے سن سے پہلے کوئی نبی نہین ہوا اور حاکم کی روایت مین ایک سو بیس برس کے سن مین اٹھایا جانا مذکور ہوا ہے لیکن شیخ ابن
کثیر رح نے اسکو ابن عساکر کی روایت غریب قرار دیا اور تینتیس برس کے سن مین اٹھایا جانا مسلم رکھا ہے کما مر سابقا۔ اور بربنائے روایت حاکم وقول
شرح مواہب وغیرہ کے سن کہولت مین انکا کلام واقع ہوگیا اور یہی ظاہر آیت ہے الا آنکہ کہا جائے کہ قیامت مین اتنان کے وقت ایسا وقوع ہوجائیگا
کہ طفولیت وکہولت مین انکا باتین کرنا متحقق ہوگا اور صحیح ہوا کہ حضرت عیسی ع نے طفولیت ومہد مین صرف ایک مرتبہ کلام کیا تھا اور وہ قولہ تعالی حکایۃ عنہ انی عبد اللہ
آتانی الکتاب وجعلنی نبیا الآیۃ مین مذکور ہے اور مؤلف **فتح البیان** نے جو اس مقام پر لکھا کہ یہ مخصوص بزرگی فقط حضرت عیسی علیہ السلام کو حاصل ہوئی ان سے
پہلے کسی اور کو حاصل نہین ہوئی تھی تو یہ مؤلف مذکور کا سہو ہے اور صحیح ہوا کہ چند بچے ایسے ہوئے ہین جنہون نے مہد مین کلام کیا اور مفسر جلال الدین
سیوطی رح وغیرہ نے ان کو بالاستیعاب نظم کیا ہے از انجملہ جس طفل نے حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت پر گواہی دی تھی وہ بھی شیر خوار تھا اور وہ
زمانہ حضرت عیسی علیہ السلام سے بہت پہلے ہوا ہے۔ فافہم۔ اور ابو موسی اشعری رض سے مرفوع روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو انبیاء علیہم السلام

وأن کی اُمتین بلائی جاوینگی پھر عیسیٰ علیہ السلام بلائے جاوینگے اُن کو مقرب فرماکر اوتعالیٰ اُن کو اپنی نعمتین یاد دلاویگا پس فرماویگا یا عیسیٰ بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک الآیۃ پھر فرماویگا اانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ پس عیسیٰ علیہ السلام انکار کرینگے کہ اے پروردگار مین نے نہین کہا اور اگر مین نے کہا ہوتا تو ضرور تجھے معلوم ہوتا پس نصاریٰ بلائے جاوینگے اور اُن سے پوچھا جاویگا تو وہ کہین گے کہ ہان اس نے ہم کو یہی حکم دیا تھا تا آخر حدیث اور انجام اسمین یہ مذکور ہے کہ حجت قائم ہوکر نصاریٰ کو صلیب آگے کردی جائے گی کہ اسکے پیچھے پیچھے دوزخ کو جاوین گے۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابن عساکر وفیہ ضعف پھر اللہ تعالیٰ نے اور نعمت یاد دلائی بقولہ۔ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ اور جب سکھائی مین نے تجکو کتاب اور پکی باتین ف۔ بعض نے کہا کہ کتاب سے جنس مراد ہے عموماً اور ابن کثیر وغیرہ نے اختیار کیا کہ کتاب سے لکھنا مراد ہے اور حکمت سے فہم اور کلام محکم بقرینہ قولہ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ۔ اور توراۃ اور انجیل ف۔ اور توریت سے مراد وہ کتاب آلٰہی جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ حدیث مین بعض مقام پر توریت کا اطلاق اس سے اعم معنی پر ہوا ہے اور بنابر قول اول کے یعنی کتاب سے جنس کتب مراد ہے تو پھر عطف بطریق تخصیص بعد تعمیم ہوگا بسبب اسکے کہ حضرت عیسیٰؑ کو ان دونون کتابون سے مزید خصوصیت تھی کیونکہ یہود جو آپ سے جھگڑے کرتے تھے تو آپ توریت سے ان کو قائل کرتے اور اپنی رسالت کو اس سے ثابت کرتے تھے جیسا کہ انجیل مین جو ملحقات حوارین مین انمین یہ بات مصرح ہے۔ پھر اور نعمت یاد دلائی بقولہ۔ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ۔ اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے ف۔ یعنی مٹی سے پرند کی ہیات کے مانند تصویر بناتا تھا پس خلق یہان تصویر بنانے کے معنی مین ہے اور پیدا کردینے کے معنی مین نہین ہوسکتا بقرینہ مابعد کے۔ اور تصویر بنانا اگرچہ حرام ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یا تو یہ مشروع نہ تھا اور یا خاص اجازت تھی جیسا کہ قولہ باذنی دلالت کرتا ہے اور یہ ظاہر نظم ہے اور بعض نے کہا کہ اذن سے مراد آسان کردینا اور کھیئۃ الطیر مین کاف اسمیہ بمعنی مثل ہے اور وہ مفعول تخلق ہے اور مروی ہوا کہ فقط چمگادڑ بنایا تھا اور آل عمران مین تمام تفسیر گذر چکی ہے۔ معنی آنکہ اور یاد کر جبکہ تو ہماری اجازت سے پرند کی صورت کے مثل کو مٹی سے بناتا تھا فَتَنْفُخُ فِيْهَا پھر تو دم مارتا اس ہیات مین ف۔ یعنی ساختہ تصویر مین پھونکتا تھا۔ فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ۔ پس ہوجاتا جانور میرے حکم سے ف۔ یعنی یہ تصویر تیرے پھونکنے کے بعد پرند ہوجاتی تھی میرے ارادہ وتاثیر قدرت سے۔ پس باذنی سے تصریح کردی کہ اوتعالیٰ نے عیسیٰ کے اوپر یہ کرامت فرمائی تھی کہ یہ قدرت وارادت کی تاثیر ان کے نفخ پر ہوجاتی تھی اور یہی حال جملہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ہے اور یہی جملہ اولیاء رحمہم اللہ کی کرامات کا ہے کہ اُن کو یہ اختیار نہین کہ جو چاہین وہ کرین بلکہ جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ محل ظہور کرامت وہ ہوتے ہین اور عوام اس کرامت کے لائق نہین ہین پس عوام جاہل اور بہتیرے پڑھے لکھے جو خواہ مخواہ یہ سمجھتے ہین کہ فلان ولی چاہین تو ایسا ہوجاوے حتی کہ یون سمجھتے ہین کہ اگر نذر نیاز نہ کروگے تو وہ ایسا ضرر پہونچاوین گے یہ سب اُن کی جہالت وگمراہی ہے۔ شاہ ابو الحسنؒ نے خوب لکھا ہے۔ ولی کو گو کہ قرب کردگار ؎ پر نہیں تقدیر مین کچھ اختیار ؎ جو مؤثر اس کو تو سمجھے کوئی ؎ یہ غباوت ذہن کی ہے اور کجی ؎ اور مولوی روم علیہ الرحمۃ نے جو لکھا ہے۔ اولیا را ہست قدرت از اِلٰہ ؎ تیر جستہ باز گرداند زراہ ؎ اسکو جاہل اپنی کج فہمی سے سند لاتے اور نہین سمجھتے کہ اس کے تو صاف یہی معنی ہین کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو قدرت کی یہ تاثیر مل جاتی ہے کہ اگر کمان سے تیر نکل گیا ہو تو بیچ مین سے پھر آوے اور پھیر لانا اسوجہ سے کہا کہ جس شخص کے وسطہ سے ظہور تاثیر قدرت ہوتا ہے ظاہر مین وہی کرنے والا معلوم ہوتا ہے چنانچہ یہی کہتے ہین کہ حضرت عیسیٰؑ نے مردے کو زندہ کیا حالانکہ خوب جانتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت سے جو حضرت عیسیٰؑ کے وسطہ سے ظاہر ہوئی وہ مردہ زندہ ہوگیا پس اہل اسلام و توحید کو اللہ تعالیٰ عزوجل کی جناب مین شرکت کرنا چاہیئے اور انبیاء و اولیاء کی بزرگی و بڑائی اور پاک مقبول بندے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہونے کا قائل ہونا چاہیئے۔ زیادہ بیان

گنجایش نہین تفسیر کی طرف رجوع کرون۔ پھر اور کرامت یاد دلائی بقولہ۔ وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي عطف ہے تخلق پر یعنی اور یاد کر کہ تو میرے ارادہ وتاثیر قدرت کے ظہور سے اندھے مادرزاد کو اور کوڑھی کو چنگا کرتا تھا پس جالینوس وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے طبیب مشہور جو اس زمانہ مین موجود تھے اپنی جہالت سے حیران تھے اور سب نے عاجزی کا اقرار کیا۔ وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي اے واذکر اذ تخرج الموتی من قبورہم احیاء باذن اللہ یعنی اور یاد کر بڑی کرامت یہ کہ تو میرے ارادہ وتاثیر قدرت کے ظہور سے مردون کو ان کی قبرون سے نکالتا تھا یعنی زندہ نکلتے تھے چنانچہ سام بن نوح و دو مرد و ایک عورت و ایک لڑکی زندہ کیا تھا اور قصہ مفصل گذر چکا اور آگاہ رہو کہ چارون جگہ لفظ باذنی کو مکرر فرما کر تنبیہ کی کہ یہ سب جو عیسیٰ علیہ السلام سے صادر ہونا معلوم ہوتا تھا اسمین حضرت عیسیٰ کی قدرت واختیار کو دخل نہ تھا بلکہ محض اللہ عزوجل کی تاثیر قدرت کا ظہور تھا لیکن حضرت عیسیٰ مکرم و خاص بندے تھے کہ اس ظہور قدرت کیواسطے وہ محل قرار پائے تھے۔ اور آگاہ رہنا چاہیئے کہ ظہور تاثیر قدرت کے واسطے مشیت وارادہ الٰہی ضرور ہے اسی واسطے مفسر رح نے باذنی کی بارادتی سے تفسیر کی پس جہان مشیت نہین متعلق ہے وہان ظہور نہ ہوگا حتی کہ سوائے مذکورین کے اگر عیسیٰ ع کسی اور کو چاہتے تو وہ کبھی زندہ نہ ہوتا لیکن مقام اس سے بھی بالاتر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ خاص بندے از خود فانی ہوتے ہین اور بقاء حق سے باقی ہوتے ہین پس ان کی مشیت وارادت وہی ہوتی ہے جو تقدیر او تعالیٰ کی ہے اور یہ اس تقدیر کے موافق خواہ مخواہ خود بخود کام کرینگے اور واضح ہو کہ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ابن ابی حاتم نے کہا حدثنا ابی حدثنا مالک بن اسمعیل حدثنا محمد بن طلحۃ یعنی ابن مصرف عن ابی بشر عن ابی الہذیل۔ کہا ابو الہذیل نے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام جب موافق ارادۂ قدرت کے کسی مردے کو زندہ کرنا چاہتے تو دو رکعت نماز پڑھتے اور پہلی رکعت مین تبارک الذی بیدہ الملک پڑھتے اور دوسری رکعت مین الم تنزیل السجدہ پڑھتے پھر جب اس سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی مدح وثنا بیان کرتے پھر سات نامون سے دعا کرتے یا قدیم یا خفی یا دائم یا فرد یا وتر یا احد یا صمد اور جب آپکو کوئی سخت بات پیش آتی تو اور سات نام سے دعا کیا کرتے تھے یا حی یا قیوم یا اللہ یا رحمٰن یا ذا الجلال والاکرام یا نور السموات والارض وما بینہما ورب العرش العظیم یا رب ابن کثیر رح نے کہا کہ ہذا اثر عظیم جدا یعنی یہ روایت جو تابعی سے مروی ہوئی ہے ضرور عظیم ہے ایسا ہی نسخہ موجود مین ہے اور شاید یہ اثر غریب جدا ہوا اگرچہ اسناد جید ہے اور اسمین شک نہین کہ با وجود ثبوت ایک امر عظیم کے تاویل ضرور ہوگی اور شاید تبارک الذی والم تنزیل السجدہ کو اللہ تعالیٰ نے بطور وحی خاص کے قرآن مجید سے یا لوح محفوظ سے تعلیم فرمایا ہو واللہ اعلم بالصواب۔ پھر اور انعام یاد دلایا بقولہ۔ وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنكَ۔ اور جب روکا مین نے بنی اسرائیل کو تجھ سے ف یعنی جس وقت انھون نے تیرے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ إِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ۔ جب تو لایا ان پاس نشانیان ف یعنی جبکہ تو ان کے پاس رسالت الٰہی پہونچانے کو معجزات کیساتھ گیا تھا۔ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ۔ ان مین سے انکار کرنے والے کہنے لگے تھے۔ ف یعنی کفار لوگ کہ۔ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ۔ نہین یہ جو تو لایا مگر کھلا ہوا جادو ف یعنی اس طرح منکر ہو کر تیرے قتل پر آمادہ ہوئے تھے تو مین نے باز رکھا۔ اور ایک قرأۃ مین بجائے سحر کے ساحر ہے پس معنی یہ ہین کہ نہین یہ شخص مگر ایک کھلا جادوگر۔ اور بنی اسرائیل کو باز رکھنا عیسیٰ علیہ السلام سے یون ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو آسمان پر اٹھا لیا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب بنی اسرائیل ایمان لاتے اور یہ قصد ہی نہ کرتے اور اگر چاہتا تو سب ہلاک ہو جاتے ولیکن حکمت کاملہ اسی مین تھی جو واقع ہوا علاوہ ازین او تعالیٰ قادر مختار ہے جس طرح جو کچھ چاہے وہ کرے پھر اور انعام یاد دلایا بقولہ۔ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي۔ اور یاد کر جبکہ مین نے وحی کی حوارین کی طرف یہ کہ ایمان لاؤ مجھ پر ف یعنی اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ پر اس صفت توحید کے ساتھ جو عیسیٰ علیہ السلام تعلیم کرے۔ وَبِرَسُولِي۔ اور میرے رسول پر ف یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر اور عیسیٰ ع پر ایمان لانا متضمن جملہ انبیاء وکتب و انجیل پر ایمان کو ہے اگر کہا جاوے کہ وحی مخصوص با نبیاء علیہم السلام ہے حوارین کو نبوت نہ تھی تو جواب دیا گیا دو وجہ سے اول آنکہ وحی کلام عرب مین بمعنی امر ہے اے حکم دیا مین نے حوارین کو بزبان عیسیٰ علیہ السلام۔ اور یہی مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا اور قولہ ان آمنوا بی و برسولی یعنی اوحیت بان آمنوا بی الخ اسکا مؤید ہے۔ وجہ دوم آنکہ وحی سے مراد وحی الہامی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ الآیۃ

میں ہے کہ بلاخلاف یہاں وحی الہامی مراد ہے اور جیسے فرمایا واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر الآیۃ میں وحی الہامی ہے ایسا ہی بعض سلف نے اس آیت میں قولہ اذ اوحیت الی الحواریین کے وحی کو کہا کہ ان کو الہام ہوا پس انھوں نے اسکی پابندی کی قال الحسن البصری رح اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا الہام فرمایا۔ **قال السدی رح** اُن کے دلوں میں یہ بات ڈالدی۔ قالوا اٰمنّا بولے ہم یقین لائے ف یعنی اللہ تعالیٰ و اسکے رسول عیسیٰؑ پر پورا ایمان لائے واشھد بانّنا مسلمون اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہیں ف پہلے ایمان ذکر کیا پھر اسلام ذکر کیا تو اسلام بمعنی اخلاص و توحید و مرادف ایمان ہے اور نیز اظہار ہو کہ دل سے بھی ہم ایمان لائے اور ظاہر میں بھی انقیاد و اطاعت کی ف۔ **قال فی العرائس** قولہ تعالیٰ اذ قال اللہ یٰعیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک الآیۃ یعنی خالص سعادت و محبت والوں سے بیان کردے جو میں نے تجھ پر کشف جمال و اظہار علوم غیب و تجلی کا انعام کیا اور تیری ماں پر کلمہ خاص القا کیا جبکہ اس سے انوار کا ظہور ہوا اور نور الوہیت سے ملتبس تیرا وجود ہوا اور یہ بروقت تائید روح القدس تھا چنانچہ فرمایا۔ اذ ایدتک بروح القدس۔ یعنی بروح معرفت جو روشن صبح ازل تھی اور یہ وہ نفخ اول ہے جو اللہ تعالیٰ نے روح متجلی بجلال و جمال سے آدم علیہ السلام میں پھونکی تھی کیا تو نہیں دیکھتا کہ فرمایا۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم الآیۃ۔ صورت عیسیٰ پر انکشاف قدس فرمایا کہ اس سے زندہ ہو گئے اور لاہوتیت اور ناسوتیت کے امتزاج کی تہمت سے بسبب روح القدس کے مقدس ہو گئے پس تمام وجود عیسیٰ علیہ السلام قدسی پیدا ہوا۔ تو یہ نہیں دیکھتا کہ کیونکر باذن اللہ تعالیٰ مردے کو زندہ کرتا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی تائید و نور روح قدس کے جلال سے مردہ زندہ کرتا تھا اور نیز معنی قولہ اذ ایدتک بروح القدس آنکہ میں نے تجھکو بندہ جبرئیل علیہ السلام سے تائید دی تا کہ تجھکو مقام عبودیت و بشریت پہنچا دے اور بشریت کے گہوارہ میں تیرے ساتھ ہے کیونکہ تیرا جسد نور ربوبیت سے ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو تجھکو مقام ہستی میں سکون نہ ہو سکتا بلکہ تو فانی و نابود ہو جاتا بعض مشائخ نے انبیاء علیہم السلام کے حال میں لکھا کہ ان میں سے بعض پر القائے روح النبوۃ تھا اور بعض پر القاء روح الصدیقیت اور بعض پر روح المشاہدہ۔ اور بعض پر روح الصلاح والحرمۃ اس طرح مختلف تجلیات سے القا ہوا اور اُن کے اسرار میں وہ باتیں پوشیدہ ہیں کہ انکا بیان و تعبیر نہیں ہو سکتی ہے وہ ایسا علم ربانی ہے کہ اسکا وصف غائب اور حظ باقی ہے۔ واسطی رحمۃ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت کی روائی نہیں مگر جبھی کہ روح کو صحبت قدم میسر آئی ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد و کھلا پس جس کو قدم میں صحبت روح سے فیض ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معیت سے سرفراز ہوتا ہے اور قولہ تعالیٰ اذ ایدتک بروح القدس میں واسطی رح نے کہا کہ اس مقام پر روح کے ذکر سے ایک اشارہ لطیف یہ ہو کہ روح محض مستتر اور پوشیدہ ہے اسی طرح قرب الٰہی محض پوشیدہ ہے وہ وہم و گمان و بیان سے باہر ہے۔ بعض مشائخ نے قدس سے اشارہ لیا کہ روح عیسیٰ پاکیزہ جوہر تھا کہ اسکو اشارہ کیا کہ وہ تیرے ہیکل جسمی میں سے کسی چیز سے ممتزج و مرکب میل نہیں پائے گی بلکہ میں نے اسکو تیرے جسم سے اور تیری طبع سے اسکو مقدس و مطہر کر دیا ہے تا کہ تو میرے سوائے کسی غیر کو نہ دیکھے اور نہ مشاہدہ کرے اور میں نے تجھکو اس جسم میں بطور عاریت کے بسایا ہے جیسے ابتدائے حال میں آدم کو جنت میں مستعار رکھا تھا اور فائدہ اس کا یہ ہو کہ تیرا جسم بھی اس روح کی مجاورت سے ہستی دنیاوی کے میل کچیل سے طاہر و پاک ہو جاوے چنانچہ انجام یہ ہوا کہ دونوں پاکیزہ ہو گئے اور دونوں کو محل قدس کی طرف اُٹھا لیا اور تمام نعمت الٰہی اپنے بندہ رسول عیسیٰ علیہ السلام پر یہ تھی کہ مہد میں اُس کے جسم کو بمانند اسکی روح کے پاکیزہ کر دیا اور یہ محض قوت الٰہیہ و ظہور قدرت ہے اور اسی سے مہد میں عیسیٰ علیہ السلام نے او تعالیٰ کی تنزیہ وصف و قدس و جلال و ربوبیت و کمال کا اقرار کیا اور عبودیت کو اسمیں فانی کیا اور یہ قدرت کا ظہور اسمیں تا زمانہ کہولت رہا حتی کہ بندگان الٰہی کو او تعالیٰ کی تنزیہ صفات و قدس جلال و حسن جمال سے عارف کر کے مالا مال کیا اور یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا بقولہ تکلم الناس فی المھد و کھلا۔ اور اسمیں او زیادہ فرمایا بقولہ واذ علمتک الکتاب۔ یہ خاص تجلی بقدرت الید تھی کہ بغیر سیکھے سکھائے عیسیٰ نے لکھنا جان لیا **قال المترجم** قدرۃ الید سے شیخ کی مراد یہ ہو کہ او تعالیٰ نے جو فرمایا۔ بل یداہ مبسوطتان الآیۃ۔ تو اکابر اولیاء اللہ اور مشائخ صوفیہ و اکابر محدثین

سلف کے نزدیک ید کے معنی یہ ہاتھ نہیں بلکہ یہ ایک صفت ہے اوتعالیٰ کی صفات سے اور اسکی حقیقت سے کوئی بندہ آگاہ نہیں ہے اور یہ بحث اوپر تحت آیۂ کریمہ مقصود وہ بیان ہو چکی ہے یہاں شیخ نے یہی کہا کہ اوتعالیٰ نے جو عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہ انعام یاد دلایا کہ اذ علمتک الکتاب۔ یعنی یاد کر کہ میں نے تجھکو لکھنا سکھلایا۔ تو لکھنا اُن کو تعلیم الٰہی سے اس طرح آیا کہ ایک صفت کی اُسپر تجلی فرمائی اور وہ صفۃ الید ہے پس لکھنا آ گیا۔ پھر اور زیادہ فرمایا بقولہ والحکمۃ۔ اور مراد اس سے معارف محبت ہیں اور طریق کشف ملکوت اور بطون افعال مع اُن کی ماہیات کے۔ پھر اور زیادہ فرمایا بقولہ والتوراۃ پس عیسیٰ علیہ السلام کو وہ بھی سکھلایا جو موسیٰ کو سکھلایا تھا بایں طور کہ نور توریت سے اسپر تجلی فرمائی تا کہ اسکو معرفت کے شرائع اور ربوبیت کے آداب احکام معلوم ہوں پھر زیادہ کیا بقولہ۔ والانجیل۔ اسمیں ظہور صفات ابدیہ سے اوصاف قدم کو پہنچوایا اور وصف پہ وصف بڑھایا کہ صفت قائمہ و قدرت آلٰہیہ کا ظہور اسکے مظہر سے قرار دیا کہ جو روح قدس اسمیں تھی اسکے نفخ سے پرند کے خاکہ کو زندہ کر دیا اور یہ اُس بات کی علامت ہے کہ قدرت خلق جو اوصاف ربوبیت میں سے ہے اسکا ظہور اس بندۂ خاص پر کرامت کیا اسی وجہ سے اندھے مادرزاد اور کوڑھی چنگے ہو جاتے اور مردے زندہ ہو جاتے اور جو امور عوام بندوں کی نظر سے غائب و پوشیدہ تھے وہ ظاہر ہوتے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام لوگوں سے کہتے وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم چنانچہ دوسرے مقام پر یہ آیت مذکور ہے شیخ ابو علی رودباری رح نے کہا کہ جب بندہ عبودیت کی جائے نماز پر ٹھیک قائم و مستقیم رہتا ہے تو اس سے نور تجلی اوصاف ربوبیت سے بقدر اسکی لیاقت و استعداد کے ظاہر ہوتے ہیں ولیکن یہ سب اسکی قضا و قدر کے موافق ہے تعالیٰ اللہ عزوجل۔ پھر اور نعمت یاد دلائی بقولہ واذ اوحیت الی الحواریین ان آمنوا بی و برسولی۔ وحی الٰہی جو رسولوں علیہم السلام کی طرف ہوتی ہے وہ خاص ہوتی ہے اور عام اور خاص وحی جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے وہ بلا واسطہ ہوتی ہے و عام بواسطہ جبرئیل علیہ السلام ہوتی ہے اور وحی خاص کے چند مراتب ہیں۔ وحی بالفعل یعنی فعل سے وحی خاص اور وحی بالصفۃ۔ اور وحی بالذات پھر جو وحی کہ بذات تعالیٰ و تقدس ہے وہ خاص مقام توحید میں بدار عظمت و کبریا کے وقت ہوتی ہے اور وہ مقام فنا ہے اور وحی صفات ہوتی ہے مقام معرفت میں جبکہ تجلی جلال ہوتی ہے اور وہاں محل بقا رہے۔ **قال المترجم** فنا اول مقام توحید کا کہ فنا ہے اور بقا معرفت بعد فنا کے بقا ہے فافہم واللہ اعلم۔ اور وحی بفعل مقام عشق و محبت میں ہوتی ہے اور وہاں منازل اُنس و انبساط ہیں اور اس مقام میں تو اولیاء کو بھی انبیاء علیہم السلام کے طفیل میں حصہ ہے اور جو وحی کہ فرشتے کے ارسال سے ہوتی ہے اسمیں اولیاء کو کچھ بھی حصہ نہیں ہے۔ **قال المترجم** ولی کو طاقت نہیں کہ فرشتے سے اسکو اتصال ہو سکے اور یہ تو خیر اسپر ٹھہر کر یہ کہ خطاب کا تحمل اسقدر پردوں کے بعد نہیں ہو سکتا کجا کہ باتصال فرشتہ ہو حالانکہ فرشتہ سے بھی اصل کلام نفسی تک اللہ تعالیٰ جانے کس قدر حجاب ہیں گئے ہیں اور لوح محفوظ اور وہاں سے آسمان دنیا پر نازل ہونا اشارات لطیف ہیں ان حجابات سے اور اہل الحق کو سخت دقت واقع ہوتی ہے کہ پڑھے لکھے عالموں کی تو یہ نوبت ہے کہ ظہور ان معانی کی چمک سے کہیں اثر نہیں لو کفار و مشرکین عوام کو کیونکر سمجھاویں حاشا و کلا کہ دروغ بولتے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دیوے کہ بطفیل سرور عالم صلعم اُنھوں نے راہ مستقیم دکھلانے کو ہماری آنکھوں کے سامنے کے کوڑے کرکٹ کو بہت صاف لیا لیکن اب بھی نہ سوجھے تو یہ مشیت حضرت مالک الملک لاشریک لہ ہے وہی قادر و مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کیا مجال کہ کوئی بے بنیاد دم مارے لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون۔ پھر شیخ نے لکھا کہ وحی منزل توحید کی بکلام ہے۔ قلت ہذا (من قول المترجم ۱۲) کما قال تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی الآیۃ۔ اور وحی منزل معرفت کی بحدیث ہے قلت ہذا کما قال تعالیٰ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما۔ اور تمام اشارہ باظہار مفعول مطلق یعنی تکلیما آیا ہے۔ فافہم واللہ اعلم اور وحی منزل عشق کی الہام ہے اور مقام الہام کی تین قسمیں ہیں۔ الہام ذاتی۔ والہام صفاتی۔ والہام فعلی۔ **قال المترجم** استیناس ہے کہ مقام الہام ذاتی اگرچہ منجملہ منزل وحی عشق سے ہے لیکن حسب راس منزل توحید ہے لہذا مختص ہے انبیاء علیہم السلام یا جو اولیاء اُن کے قدم پر ہوں بشرطیکہ منزلت اُن کی بھی منزلت توحید ہو اور یہ اشارہ قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فی قولہ رب ارنی کیف تحیی الموتی الآیۃ میں اور قصہ عزیر علیہ السلام فی قولہ انی یحیی ہذہ اللہ بعد موتہا الآیۃ

مین و اس سے سابق دو مقام پر گذرا ہی یاد کرو اور سمجھو دیکھو اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے پھر شیخ نے لکھا کہ بسا اوقات الہام فعلی بواسطہ فرشتہ و روح و قلب و عقل و سر و باطن
و حرکت فطرت کے ہوتا ہے اور بسا اوقات کان پر ہاتف غیب کی آواز ظاہر آتی ہے اور بسا اوقات زبان خلق سے حرکات حدوث کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔
ولیکن ان مقامات کو کوئی پہچانتا نہین سوائے اُسی بندہ کے جسکو معرفت خواطر و حقائق علوم مین ایک منصب خاص حاصل ہو۔ پھر واضح ہو کہ یہان یعنی قولہ واذ اوحیت
الی الحوارین۔ مین الہام فعلی کے اقسام مین سے وحی صفاتی ہے جس سے بندہ کو ایمان و معرفت پیدا ہوتا ہے اسی واسطے فرمایا کہ واذ اوحیت الی الحوارین ان آمنو
بی وبرسولی یعنی جو انوار غیب مین نے تم پر کشف کر دیے اس سے تم مجکو پہچانو و تصدیق کرو اور میرے رسول سے میری اس معرفت کے شرائط عبودیت
حاصل کرو تو حواریون نے تسلیم کیا جیسا کہ فرمایا۔ قالوا امنا واشہد باننا مسلمون۔ اور قولہ امنوا بی مقام الجمع ہے اور قولہ برسولی۔ اے آمنوا برسولی مقام
التفرقہ ہے۔ قال المترجم معلوم ہو گیا کہ الہام سے جو وحی ہوتی ہے وہ بزبان خلق بحرکات حادث ہوتی ہے یعنی انکشاف الہامی بذریعہ اسوجہ کے
بھی ہوتا ہے تو زبان عیسیٰ علیہ السلام سے وصف تنزیہ و تقدس حضرت باری تعالیٰ کا اثر الہامی و صفاتی الہام باطن حوارین پر ہوا جس سے ایمان متولد
ہوا اسی سے ان لوگون نے حضرت عیسیٰؑ کو خطاب کیا کہ واشہد باننا مسلمون۔ اور گواہ کر لینا اشارت ہے کہ وحی الہامی سے قلب کے ساتھ معاملت
ایمان بحضرت باری تعالیٰ جل جلالہ طے پائی اور عیسیٰؑ کو اُسپر گواہ کر لیا تاکہ یہ مفہوم نہ ہو کہ تاثیر نصیحت عیسیٰؑ تھا بلکہ ہدایت فقط اللہ تعالیٰ عزوجل سے ہے
اور یہان سے ظاہر ہوا کہ علماء ظاہر نے جو دو تفسیرین اس کلام کی بیان فرمائی ہین وہ درحقیقت ایک ہی قول ہے ان دونون مین کوئی اختلاف نہین ہے
فتدبر او جمع کے لیے تفرقہ کی ہدایت مین تحصیل کمال ہے جنت سے دنیا مین نزول کی حکمت واضح ہے فتفکر۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً
جب کہا حواریون نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تیرے رب سے ہو سکے کہ اُتارے ہم پر خوان بھرا
مِّنَ السَّمَاءِ ط قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ○ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَّأْكُلَ مِنْهَا
آسمان سے بولا ڈرو اللہ سے اگر تم کو یقین ہے بولے ہم چاہتے ہین کہ کھاوین اسمین سے
وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِينَ ○
اور چین پاوین ہمارے دل اور ہم جانین کہ تو نے ہم کو سچ بتایا اور ہین ہم اُس پر گواہ
قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا
بولا عیسیٰ مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے اُتار ہم پر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے
لِّأَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِينَ ○ قَالَ اللّٰهُ إِنِّي
ہمارے پہلون اور پچھلون کو اور نشانی تیری طرف سے اور روزی دے ہم کو اور تو ہے بہتر روزی دینے والا کہا اللہ نے مین
مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَّا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِينَ ○ع ربع ۱۵
اُتارونگا وہ خوان تم پر پھر جو کوئی تم مین ناشکری کرے اس پیچھے تو مین اسکو وہ عذاب کرونگا جو نہ کرونگا کسی کو جہان مین

یہی قصہ نزول مائدہ از آسمان ہے اور اسی پر سورہ کا نام سورۃ المائدہ ہے اور اسمین حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اُن کی دعا قبول ہونے کا امتنان ہے اذ قال
الحواریون۔ یاد کر جبکہ کہا حواریون نے ف۔ اور ظرف متعلق بمقدر مانند اذکر ہے یعنی یاد کر جبکہ کہا حواریون نے لعیسی ابن مریم۔ اے عیسیٰ
بیٹے مریم کے ف۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حواری ان کے وقت مین حضرت عیسیٰؑ کو بندہ اور مریم کا بیٹا جانتے تھے اور اسی نسبت سے پکارا

اور کیوں نہیں کہ اسی پر ایمان لائے تھے چنانچہ کہا یا عیسیٰ ابن مریم هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تیرے رب سے ہو سکے کہ اتارے ہم پر خوان بھرا آسمان سے ف۔ اس میں دو قراۃ ہیں بعض نے تستطیع ربک بتا فوقانیہ بمضارع مخاطب اور منصوب رب پڑھا اور معنی یہ کہ بھلا تو استطاعت رکھتا ہے اپنے پیدا کرنے والے معبود سے یعنی اپنے پروردگار سے سوال کر سکتا ہے۔ یہ کہ نازل کرے تیرا پروردگار ہم پر مائدہ آسمان سے اور دوسری قراۃ جو اکثر قرار کی ہے وہ یستطیع ربک ہے بیا تحتیہ و رب کو رفع۔ اور معنی آنکہ بھلا استطاعت رکھتا ہے تیرا پیدا کرنے والا معبود یہ کہ ہم پر آسمان سے مائدہ اتارے۔ اسپر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ حواری تو اہل ایمان و اسلام تھے انھوں نے قدرت میں کیونکر شک کیا۔ تو جواب دیا گیا کہ یہ انکا ابتدائی حال تھا اسوقت تک معرفت الٰہی و اسکی صفات کمالیہ کا علم ان میں مستحکم نہیں ہوا تھا اسی واسطے عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ ڈرو اللہ تعالیٰ سے اگر تم مومن ہو یعنی قدرت الٰہی میں شک مت کرو وہ ہر بات پر قادر ہے۔ اور زمخشری نے جو کہا کہ وہ مومن خالص تھے تو یہ لغو ہے اور اجماع مفسرین کے خلاف ہے۔ اور قراۃ اولیٰ یعنی ہل تستطیع ربک بمضارع مخاطب اس امر پر دلیل ہے اور معاذ بن جبل کو آنحضرت صلعم نے یہی قراۃ پڑھائی۔ کما رواہ الحاکم وصححہ والطبرانی وابن مردویہ و یہ وہی قراۃ ابن عباس و علی رضی اللہ عنہما و سعید بن جبیر و مجاہد رحمہما اللہ تعالیٰ ہے پس قراۃ دوم متوافق بمعنی اول ہے اور یہ عرب کا عمدہ محاورہ ہے کہ جب ان کو کسی شخص کی طرف سے شک ہوتا ہے کہ وہ یہ کام کرے گا یا نہ کریگا تو کہتے ہیں کہ ہل یستطیع فلان ذلک۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا ہے بلکہ مراد یہ کہ بھلا ہو سکتا ہے کہ وہ کہنے سننے سے ایسا کرے۔ پس شک اس فعل کے وقوع و عادۃ وقوع میں ہوتا ہے اور یہ نہیں کہ فلان مذکور کو طاقت ہے یا نہیں ہے پس یہی معنی ہیں قول حواریین کے کہ بھلا پروردگار تعالیٰ تمھارے سوال و دعا وغیرہ سے ایسا کریگا کہ ہم پر آسمان سے مائدہ نازل فرمائے اور یہ وہی قراۃ اولیٰ کے معنی ہیں اور اسمیں و تعالیٰ عزوجل کی بے نیازی و عظمت بہت نکلتی ہے کہ او تعالیٰ بے نیاز ہے اور غنی و پاک بے پروا ہے پس عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ نبی مقبول ہیں لیکن شاید ان کی دعا بھی قبول ہو یا نہ ہو۔ اور دوسری قراۃ میں بھی ایسے معنی ہیں کہ اے عیسیٰ تم ایسا کر سکتے ہو کہ ایسی دعا کرو اگرچہ امید ہے کہ تمھاری دعا پر قبولیت کا اثر ہوگا۔ قال ابن کثیر رح مائدہ وہ خوان جسپر کھانا لگا ہوا ہو۔ وقیل اگر کھانا نہ ہو تو مائدہ نہیں بلکہ خوان ہے جیسے تراشا ہوا بنا ہو تو قلم ورنہ انبوب یعنی کلک ہے اور چمڑا پکایا ہوا تو جراب ورنہ اہاب یعنی ادھوڑی کھال ہے اور پانی سے بھرا ہوا ہو تو ذنوب و سجل ورنہ دلو یعنی خالی ڈول ہے۔ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ تقویٰ کرو اللہ تعالیٰ سے اگر تم سچے ایمان والے ہو ف۔ یعنی جواب میں عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے یہ کہا۔ اس جواب کی توجیہ میں چار قول ہیں اول جو مفسر نے کہا کہ سچائی کیلئے اتنی نشانیاں مت مانگو کہ ایمان بالغیب رہے جو درحقیقت ایمان ہے بلکہ ڈرو اگر تم ایمان لائے ہو۔ دوم جو ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ بعض علماء تابعین نے کہا کہ یہ لوگ فقیر محتاج تھے تو انھوں نے سوال کیا تھا کہ مائدہ بے محنت مل جایا کرے تا کہ نفس کے مخمصہ سے فارغ ہو کر عبادت پر قوت پاویں پس عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی درخواست کو منظور کیا کہ دعا کرونگا لیکن ان کو یہ کہا کہ اتقوا اللہ یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل کی جناب میں تقویٰ و ڈر کرو اور بہتر ہوگا کہ اسکو مت مانگو کیونکہ شاید یہ فتنہ و عذاب کا باعث نہ ہو جائے اور نیز رزق حلال پیدا کرنے کے ثواب سے محروم نہ ہو پس رزق کی طلب میں مشقت کرو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ سوم آنکہ تقویٰ کرو تا کہ تمھاری مراد حاصل ہو کیونکہ متقی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوتا ہے وقد قال تعالیٰ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب الآیۃ۔ چہارم آنکہ جو ابن عباس رض سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ بھلا تم سے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تیس (۳۰) روزے رکھو پھر جو مانگو وہ پاؤ کیونکہ مزدور کی مزدوری اسپر ہے جس کے لئے کام کیا ہو پھر انھوں نے ایسا ہی کیا پھر روزے پورے ہونیکے بعد کہا کہ اے بھلائی کے سکھلانے والے ہم نے یہ کام کیا اور اگر کسی بندہ کے واسطے کرتے تو فراغت پر ہم کو خوب کھانا کھلاتا پھر مائدہ کی درخواست کی تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اتقوا اللہ ان کنتم مومنین۔ قالوا نرید ان ناکل منھا۔ بولے ہم چاہتے ہیں کہ کھاویں اسمیں سے

ف یعنی سوال مائدہ کا اس جہت سے ارادہ کرتے ہیں کہ ایک تو ہم اسمین سے کھاوین اور دوسرے وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا اور چین پاوین ہمارے دل ف
یعنی الیقین بڑھ جاوے جس سے ہمارے دلون کو خوب تسکین ہو اور تیسرے یہ کہ وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا جانین ہم کہ تم دعوی نبوت مین
سچ بولے ہو ف یعنی ہمارا یقین اور علم تمہاری نبوت مین زیادہ بڑھ جاوے۔ وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ اور رہین ہم اسپر گواہ ف
یعنی جو غائب ہین ان کو ہم شہادت دین گے یا اللہ تعالیٰ کی قدرت کو مشاہدہ کرین یا بات کے مشاہدہ کرنے والے ہون نہ فقط سُنی سُنائی
کہنے والے۔ حاصل آنکہ ہماری محتاجی دور ہو اور علم استدلالی و علم مشاہدہ ملکر یقین بڑھ جاوے اور تصدیق رسالت مین ترقی ہو اور غائب لوگون
کیلئے ہم مشاہدہ بیان کرنے والے ہون۔ واضح ہو کہ اثر ابن عباسؓ مذکورہ وجہ چہارم مین اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کو مزدور آخرت
بنایا اور اُنھون نے مزدوری مین دنیا مانگی اور یہ بہت پستی ہے اگرچہ خروج از درجہ ایمان نہین لیکن اشعار ہے کہ قوم اعلیٰ کا یہ حال تھا تو ما بعد والون کا
کیا حال ہوگا اور آنحضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک جماعت سے مروی ہے کہ اچھی طرح پیٹ بھر کھانا خود بخود ملتا تو یاد کرکے روتے کہ
ہمارے بدلے شاید ہم کو دنیا مین ملے جاتے ہین پس کتنا بڑا فرق ہے واللہ اعلم۔ اور بلاغت و نظم کلام اس بات کے مشعر ہے کہ معرفت الٰہی مین ان کا
قدم اسوقت تک درجہ اوسط پر بھی نہین پہونچا تھا اسواسطے کہ جو مدارج کمال اس اُمت مرحومہ کے واسطے ہین ان مین سے اوسط درجہ اگلی اُمتون کا اعلیٰ درجہ
تھا جیسا کہ سابق مین اسکا بیان بکلام شیخ الحافظ ابن کثیرؒ گذر چکا ہے فتذکر۔ بالجملہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُن کی غرض معلوم اس بیان کے
موافق معلوم ہوئی تو قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا
بولا عیسیٰ مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے اُتار ہم پر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید ہے ہمارے اگلون اور پچھلون کے لئے ف یعنی مائدہ
اُترنے کا دن ہمارے واسطے عید ہو اور لاولنا بدل ازلنا ہے باعادہ حرف جار اور مراد اولین سے خود یہ لوگ و مراد آخرین سے وہ لوگ جو بعد کو پیدا
ہونگے اور روز عید ہونے کے یہ معنی کہ ہم اس کی تعظیم و تشریف کرین بعض اکابر سے گذرا کہ اللّٰہم سے دعا کرنا جامع اسماء صفات اور محبوب نام سے دعا
ہے اور ربنا بدل ہے تاکہ رحمت پرورش کی تجلی ہو بعض نے ذکر کیا کہ یکشنبہ یعنی اتوار کو نازل ہوا تھا تو اسکی تعظیم کرتے ہین اور صحیح یہ ہے کہ روز جمعہ
روز مبارک ہے وہ اگلی اُمتون کو نہ ملا بلکہ یہودی سنیچر پر جمے وہی اُن پر مفروض ہوا اور نصاریٰ اتوار پر وہی مفروض ہوا اور مومنین اہل اسلام کو اللہ تعالیٰ
نے روز جمعہ کی ہدایت فرمائی فالحمد للہ رب العالمین۔ اور یہ مضمون احادیث باب جمعہ سے واضح ہے۔ اور عید خوشی کا دن کہلاتا ہے اور نام اسکا خواہ بوجہ
اُسکے کہ وہ زمانہ کے معین اوقات مین عود کرتا ہے یا بوجہ آنکہ اسمین عود الناس یعنی لوگون کا اجتماع ہے یا فرح و سرور پھیر لاتا ہے یا عادت معتود ہے یا مانند اسکے
اہل لغت کے وجوہ بیان ہین۔ حاصل دعا آنکہ اے پروردگار مائدہ اُتار دے کہ ہمارے زمانہ والون و پچھلے آنے والون کی عید ہو جاوے وَآيَةً مِنْكَ
تیری قدرت پر اور میری نبوت پر نشانی ہو جاوے وَارْزُقْنَا اور روزی دے ہم کو ف یہ عطف ہے انزل علینا پر یعنی مائدہ اُتارے اور ہم کو یہ رزق
دے وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ تو ہی ہے بہتر روزی دینے والا ف یہ بندون کی سمجھ کے موافق نصیحت ہے کہ مجازاً غیر کو بھی رازق سمجھتے ہین ورنہ درحقیقت
رازق وہی پاک پروردگار ہے اور اس باب در حقیقت محض ایک بہانہ ہے بلکہ نظر کی خطا ہے اور بندے کو اسکی وسعت صرف کرنے اور پھر بھی اللہ تعالیٰ پر توکل
کرنے کا امتحان ہے اور تحقیق اس کی قولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیہ کی تفسیر مین مذکور ہو چکی ہے فتذکر اور اس امتحان مین بہتیرے
حواس کے بندے عقل سے اندھے گمراہ ہوئے کہ تدبیر پر مدار رکھتے ہین حالانکہ ہزارون دفعہ اُن کی تدبیر پوری نہین ہوتی اور یہی تقدیر کی علامت ہے مگر نہین
سمجھتے ہین اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہدایت فرما دے۔ اس کلام مین اشارہ ہے کہ امر خیر جو موجب فرحت و سرور ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عید ہوتا ہے جیسے
روز جمعہ وغیرہ اور کسی کے بنانے سے نہین بنتا ہے اسی واسطے نجعلہا عیداً نہین کہا یعنی ہم اسکو عید بنا دین نہین فرمایا اور مومنین کیلئے رمضان کی عید الفطر

اس امر کا کمال ہونا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزے پورے کیئے حالانکہ ان روزون کے کیا فضائل ہین اور ایسی ہی عید اضحی قربانی کی عید مشروع ہے کہ حیات نفس کو کمالات
حاصل کرنے کیلئے باقی رکھا اور جانور کو اس کا فدیہ مقبول فرمایا جس کے فضائل مروی ہوئے ہین پس عوام جو اس عیدین دنیا کی تمام ہوس و تکلف کو جمع کرنا
علامت عید جانتے ہین یہ ہوا وہوس ہے ہان پاکیزگی ولطافت وغریب مسلمانون کیلئے کھانے پینے مین آسانی دینا اچھی بات ہے۔ فافہم۔ بالجملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
یہ دعا فرمائی اور روایت ہے کہ اس دعا کرنے سے پہلے حضرت عیسیٰؑ نے موٹے کپڑے یا بالون کے کپڑے پہنے اور دو رکعت نماز پڑھی اور سر نیچا کیا اور خوب روئے پھر دعا
مانگی اور پھر روئے۔ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ کہا اللہ نے مین اُتارونگا وہ خوان تم پر ف یعنی اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا جواب اسطرح فرمایا کہ البتہ
مین اس مائدہ کو تم پر اُتارنے والا ہون۔ عاصم ونافع وابن عامر نے منزلها بتشدید از تنزیل پڑھا اور باقیون نے منزل از انزال بتخفیف پڑھا اور اول مین معنی
تکرر و بار بار نازل ہونے کے اظہر ہین حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے دعا کو قبول کیا کہ اچھا مین اُتارونگا لیکن یہ بھی فرمایا کہ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ پھر جو کوئی ناشکری
کرے اس پیچھے ف یعنی بعد مائدہ اُترنے کے۔ مِنْكُمْ تم لوگون مین سے ف یعنی جن پر مائدہ اُتریگا۔ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عذاب کرونگا مین اسکو
عَذَابًا ایسا عذاب لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ وہ عذاب کسی اور کو عالمین مین سے نہ کرونگا ف بعض علماء نے کہا کہ عالمین سے اُن کے زمانہ
والے عالمین مراد ہین اور بعض نے کہا کہ تمام عالمین مراد ہین اور یہی اصح ہے اسواسطے کہ ان پر مسخ ہوکر سور و بندر ہوجانے کا جو عذاب اُترا تھا وہ اُن سے
پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کے وقت مین ایلہ کے بعض یہودیون پر بھی ہوا تھا لیکن آیت کریمہ مین آئندہ اُن کے بعد اس عذاب سے معذب ہونے کی خبر ہے
جیسا کہ قولہ لا اعذبہ صریح دلالت کرتا ہے اور لم اعذبہ نہین ہے جس کے معنی یہ ہوتے کہ عالمین مین سے کسی کو ایسا عذاب نہین کیا پس عالمین سے
تمام عالمین مراد لینا صحیح ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر یہ عذاب نہ ہوگا جب تک کہ وہ مسلمان قول سے ہین اور یہ جو
حدیث شریف مین آیا ہے کہ اس اُمت مین بھی خسف و مسخ ہے تو احتمال ہے کہ ایسے لوگون پر ہوگا جو دین سے خارج ہو جاوین جیسے فرمایا کہ میری اُمت
مین سے ایک گروہ مشرکون سے مل جاویگا اور ایک گروہ بت پرستی کریگا اور میری اُمت مین سے قریب تیس (۳۰) کے ہر ایک نبوت کا دعوی کریگا۔ الی آخر
ما فی حدیث مسلم وقد ذکرنا سابقا اور احتمال ہے کہ شاید مسخ باطنی ہو الا آنکہ خسف باطنی غیر متصور ہے اور احتمال ہے کہ مسخ ایسا نہ ہو جو اصحاب مائدہ کے حق مین
ہوا اور احتمال اول ارجح ہے بالجملہ اللہ تعالیٰ نے مائدہ نازل کرنے کا وعدہ کیا مگر اس تہدید سخت کے ساتھ کہ جس کا پایان نہین ہے۔ اور مروی ہے کہ جب حواریین
نے یہ تہدید سخت سنی تو خوف ہوا کہ شاید کوئی کفر کرے اور ظاہر امر کفر سے کفران نعمت ہے یعنی شکر گزاری و فرمانبرداری نہ کرسکے کیونکہ مدار اس فارغ البالی کا یہی
کہ طاعت وعبادت مین بے فکر رہین بہرحال خوف کرکے عفو چاہا اور کہا کہ ہم نہین مانگتے ہین پس مائدہ نازل ہوا اور یہی قول مجاہدؒ وحسنؒ سے مروی ہوا لیکن
ثبوت مین تامل ہے اور صحیح یہ ہے کہ مائدہ نازل ہوا جیسا کہ قولہ انی منزلہا علیکم سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ وعدہ ہے اور خلاف وعدہ ہو نہین سکتا اور یہی جمہور اُمت
و مشاہیر ائمہ علماء کا قول ہے۔ قال المفسرؒ فنزلت الملائکة بها من السماء علیها سبعة ارغفة وسبعة احوات فاکلوا منها حتی شبعوا قال ابن عباس مفسرؒ نے کہا
کہ پھر ملائکہ آسمان سے آنکھون دیکھتے مائدہ لیکر اُترے پس ملائکہ نظر نہ آتے اور خوان نظر آتا یہان تک کہ سامنے لاکر رکھا۔ اسپر سات گردہ روٹیان اور سات
مچھلیان تھین پس حواریون نے اسمین سے کھایا یہان تک کہ سب سیر ہوگئے یہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے وفی حدیث انزلت المائدة من السماء خبزا و
لحما فامروا ان لا یخونوا ولا یدخروا لغد فخانوا وادخروا ورفعوا لغد فرفعت ومسخوا قردة وخنازیر یعنی اور ایک حدیث مرفوع مین آیا ہے آسمان سے مائدہ اُترا روٹیان و گوشت
تھا پس اُن کو حکم دیا گیا کہ کل کے واسطے نہ رکھین اور نہ ذخیرہ اندوختہ کرین مگر آخر اُنھون نے خیانت کی اور کل کے واسطے رکھ چھوڑا پس مائدہ تو
منقطع ہوا اور وہ لوگ جنھون نے ایسا کیا تھا مسخ کرکے بندر وسور کردیئے گئے۔ قال فی الکمالین۔ اس کو ترمذیؒ نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
سے مرفوعا روایت کیا اور کہا کہ عمار سے دیگر اسناد سے موقوف انکا قول روایت ہے اور یہی اصح ہے وقد رواه ابن جریر وابن ابی حاتم وابو الشیخ

وابن مردویہ ایضاً واضح ہو کہ قولہ عیداً لاولنا وآخرنا۔ کے بعض نے یہ معنی بیان کیے کہ جماعت کثیر ہیں سے اگلے اس خوان پر بیٹھکر کھانے والے اور پچھلے کھانے والے یکسان پاوین۔ بدلیل روایت ابن عباسؓ کہ ملائکہ آسمان سے خوان لائے جس پر سات روٹیان و سات مچھلیان تھین وہ اُن کے سامنے رکھا پس اس مین سے جیسے اگلون نے کھایا ویسے ہی پچھلون نے سیر ہو کر کھایا۔ وعن عمارؓ خوان پر جنت کے میوے بھی تھے۔ کما رواہ ابن جریر۔ وفی روایۃ عن عمارؓ یہ قصہ مائدہ والون کا اور اُن پر عذاب ہونے کا بیان کر کے کہا کہ اے گروہ عرب تم اپنی حالت یاد کرو کہ اونٹون و بکریون کو چراتے پھرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم مین اپنے ایسے بزرگ مکرم رسول صلعم کو بھیجا جس کا حسب نسب تم خوب جانتے ہو اُس نے تم کو خبر دی کہ تم خزانہ بادشاہان عجم کو اپنے قبضہ مین لاؤگے اور تم کو منع کردیا کہ سونے و چاندی کو خزانہ بنا کر اس طرح نہ رکھنا کہ اسکی زکوٰۃ نہ دو اور جو حقوق ہین اُن مین خرچ نہ کرو اور قسم ہے اللہ پاک کی کہ رات دن نہین گذرینگے کہ تم ان کو خزانہ بنا کر اس طور سے رکھوگے جس سے تم کو ممانعت ہو اور پھر اللہ تعالیٰ تم کو سخت عذاب کریگا۔ رواہ ابن جریر قال المترجم اس اثر کے واسطے حدیث صحیح شاہد ہے کہ اسمین آیا ہے کہ بنی اسرائیل پر جو فتنہ شروع ہوا تو وہ عورتون سے شروع ہوا تھا اور میری اُمت کا فتنہ مال سے ہے یعنی مال سے شروع ہوگا۔ پھر عذاب و فتنہ مین پڑ کر وہی بدافعال کرنے لگینگے جو بنی اسرائیل و اگلی اُمتون سے سرزد ہوئے تھے۔ اور جو حالت خوان مائدہ کی بیان ہوئی وہ ظاہری مختصر صورت و بعض بیان ہو اور پوری حالت اور کیفیت مذکور نہین ہو اور سلمان خیر رحمہ اللہ سے اس سے زیادہ طویل قصہ مذکور ہے اور اس مین ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام برابر رد تے تھے بوجہ ان شرطون کے جو نزول مائدہ مین مشروط تھین اور کہتے تھے کہ اے تعالیٰ میرے اسکو رحمت کر اور عذاب مت کر۔ آلٰہی مین نے بہت عجیب باتین مانگین اور تو نے دی ہین آلٰہی ہم بندون کو اس کا شکر گذار کر دے آلٰہی مین پناہ مانگتا ہون کہ اسکو تو نے غضب اُتارا ہو۔ آلٰہی اسکو سلامت و عافیت کر دے اور اسکو فتنہ مت کر۔ برابر اسی طرح وہ دعا کرتے رہے یہانتک کہ وہ عیسیٰ و حواریون کے روبرو اُترا۔ اور ساتھیون نے اس سے ایسی پاکیزہ خوشبو پائی کہ کبھی ہرگز نہین پائی تھی اور عیسیٰ و حواریین شکر کے سجدے مین گر پڑے کہ ان کو ایسی جگہ سے رزق دیا جہان سے خیال بھی نہ تھا اور ایک عجیب نشانی اُن کو دکھلائی جس سے عبرت ہوتی ہے اور یہودی متوجہ ہو کر دیکھنے لگے اور اُنھون نے ایک عجیب بات دیکھی جس سے اُن کو غم و غصہ و حسد و عداوت زیادہ ہوئی۔ اور نیز اس روایت مین ہو کہ اُسپر سے سرپوش اُٹھانے کے وقت پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نیا وضو کیا اور مصلے پر نماز پڑھی اور بہت روئے۔ اور نیز اس مین مچھلیون کی صفت و پاکیزگی اور سوائے کرات یعنی گندنا کے ہر قسم کے بقول و ترکاریان و انار وغیرہ میوہ جات مذکور ہین۔ اور نیز اسمین ہے کہ شمعون نے جو حواریون مین سے سردار تھا سوال کیا کہ یہ دنیا کے طعام سے ہے یا جنت سے ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پھر منع کیا کہ سوالات سے باز نہین آتے ہو خوف کرو کہ یہ آیات عذاب نہ ہو جائین تو شمعون نے کہا کہ قسم ہے پروردگار اسرائیل کی کہ اے صدیقہ کے بیٹے مین نے اس سے سوال کا قصد نہین کیا تھا پس عیسیٰؑ نے جواب پایا کہ تم دیکھتے ہو کہ یہ دنیا کا طعام نہین اور جنت کا بھی نہین ہو اسکو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت قاہرہ سے ایجاد کر دیا ہے اسکی قدرت ایسی ہو کہ پلک مارنے کی دیر نہین ہوتی اور جو مراد ہے وہ پیدا ہو جاتا ہے پھر حواریون نے کہا کہ یا عیسیٰؑ اسمین کوئی اور نشانی دیکھنے کی ہم کو خوشی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے لوگو تم اکتفا نہین کرتے اس سے یہانتک کہ اور آیت مانگتے ہو پھر مچھلی سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جا وہ زندہ ہو گئی اور اس سے وہی بو آنے لگی جو زندہ مچھلی سے آتی ہے یہ دیکھکر لوگ گھبرائے تو فرمایا کہ لوگو یہ کیا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارا پروردگار جب اپنی قدرت کی نشانیان دکھلاتا ہے تو تم کو کراہت ہوتی ہے مجھے بڑا خوف ہو کہ تم اس حرکت پر عذاب نہ کیے جاؤ اور مچھلی کی طرف مخاطب ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و ارادت سے ویسی ہی ہو جا پھر وہ بھنی ہوئی پاکیزہ ہو گئی جیسے دسترخوان پر تھی۔ پھر حواریون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہل کرنے کو اصرار کیا اور آپ نے پہل نہ کی تو حواریون نے بھی ہاتھ کھینچا

پس حضرت عیسیٰ نے محتاجون اور لولے لنگڑون کو بلایا اور کہا کہ بسم اللہ کر کے اپنے پروردگار کا طعام کھاؤ تم پر گوارا ہوا اور دوسرون پر عذاب ہے انھون نے فرمان قبول کیا اور مرد و عورت مل کر ایک ہزار تین سو آدمیون نے کھایا پس جنھون نے کھایا تھا وہ تونگر ہوے کہ مرتے دم تک تونگر رہے اور سب بیمار اچھے ہوگئے اور حواریون و لوگون پر ندامت چھاگئی اور کہا کہ اتنے آدمیون کے کھانے کے بعد عیسیٰ و حواریون نے جو اسکو دیکھا تو اپنے حال پر تھا اس مین کوئی کمی نہین آئی تھی پس وہ خوان اُٹھایا گیا یہان تک کہ نظرون سے غائب ہوگیا پھر جب اس کے بعد مائدہ اُترتا تو اس کا اثر فقط آسودہ ہوجانا تھا۔ پس تونگر و فقیر و بیمار و تندرست سب نکلکر ہجوم کرتے۔ اور اسمین مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے عیسیٰ اس طعام کو فقیرون و یتیمون و لولے لنگڑون کے واسطے قرار دے اور تونگرون کو مت دے اور نیز مذکور ہے کہ اسکی باری مقرر کردی تھی کہ دوسرے روز نوبت آتی تھی۔ پس تونگرون کے دلون مین بیہودہ خیالات و شیطانی وسواس و شک پیدا ہوئے اور بہت لوگون کو شک مین ڈالا آخر عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ قسم ہے مجکو میرے پروردگار کی کہ تم ہلاک ہوئے کہ یہ شرط کے خلاف کرتے ہو پھر اوتعالیٰ نے وحی کی کہ مین جھٹلانے والون کو عذاب کرونگا حتی کہ اخیر رات مین سور ہوگئے۔ رواہ ابن ابی حاتم وقد جمعہ ابن کثیرؒ وقد اخذت من مواضع من القصۃ وقال ابن کثیر اثر غریب جدا پھر شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مجاہد و حسن سے روایات نقل کین کہ مائدہ نازل نہین ہوا اور ابن کثیر نے کہا کہ ان روایات کی اسانید صحیح ہین اور تقویت اس قول کی یون بھی ہوتی ہے کہ نصاریٰ نے اپنی کتابون مین ذکر نہین کیا اور قرآن مجید مین کوئی امر منصوص نہین ہے ہان قولہ انی منزلہا علیکم سے ابن جریر وغیرہ نے استدلال کیا کہ وعدہ ہے پس نازل ہوا اور اخبار و آثار سلف بھی اسپر دلالت کرتے ہین اور شاید یہی صواب ہو واللہ اعلم و مترجم کہتا ہے کہ انی منزلہا علیکم مین یہ معنی بھی ہوسکتے ہین کہ مین اُتارونگا لو مگر جب یہ شرط قبول کرو کہ جو منکر ہو تو اس کو ایسا عذاب کرونگا جو کسی کو نہین کیا ہے لیکن چونکہ اُنھون نے اس شرط سے احتراز کیا اور ڈرے تو نازل نہین ہوا۔ بالجملہ قرآن مجید مین یہ امر منصوص نہین کہ نازل ہوا یا نہین نازل ہوا اور نہ اس سے چندان بحث متعلق ہے ہان سلف سے آثار و اخبار مختلف مروی ہین بعض مین ہے کہ نازل ہوا اور بعض مین ہے کہ نہین نازل ہوا و قول اول اصح ہے واللہ اعلم۔ ف — قال فی العرائس قولہ تعالیٰ واذ قال الحواریون یا عیسیٰ بن مریم الآیۃ۔ اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے چشم بصیرت دیدی تھی کہ الہام ایمانی سے دیدار غیب حاصل ہوا تھا اور منازل قرب و خطاب کو قلوب و ارواح سے دیکھ چکے تھے لیکن ظاہری تائید و معجزہ سے تقویت و منزلت دریافت کرنے کا خیال سمایا اسواسطے کہ حالت تمکن پر پہونچے نہ تھے تو ان کو تلوین مین دوران تھا اور نفس و دشمن کا معارضہ ابھی اُن پر طاری تھا پس انھون نے دفعہ معارضہ نفس و دشمن کے لئے و قلب کی طمانیت حاصل ہونے کیلئے ظاہری معجزہ مانگا تھا اور یہ لوگ تو آخر بندے عوام مین سے ترقی پر تھے تو نہین دیکھا کہ خواص مین سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بزرگ نبی تھے اُنھون نے ابتدائی حال مین کہا کہ رب ارنی کیف تحی الموتی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ کی کہ۔ اولم تومن۔ تو عرض کیا کہ بعد دفع وسواس کے کہ۔ بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی۔ پس اوتعالیٰ نے فعل مین قدرت دکھلادی کہ یون ہی مناسبت تمام ہے چنانچہ قولہ فخذ اربعۃ من الطیر الآیۃ سے واضح ہے اور ان دونون وصفون مین کوئی شک نہین ہوتا نہ جانب نبوت سے اور نہ جانب ولایت سے۔ بالجملہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے حواریون سے یہ کلمہ سنا تو اُن پر سخت شاق گذرا اور اُن کی حالت سے تعجب کیا کہ بعد یقین کے یہ وسواس خاطر دامنگیر ہے اسی واسطے جواب دیا بقولہ اتقوا اللہ ان کنتم مومنین۔ یعنی جو وسواس خاطر تم پر طاری ہوتے ہین اسمین اللہ تعالیٰ سے خوف کرو۔ حاصل آنکہ اپنے اوپر لازم کر لو کہ جو خطرات تم کو تمھارے نفس کی وساطت سے آتے ہین اُن کے دفع کرنے مین مشغول ہوجاؤ تاکہ غیر الٰہی مین تمھارا شغل نہ رہے اور اس سے محجوب نہ ہوجاؤ۔ اور جو شخص کہ عارف دیدار غیب ہوکر واصل ہوا اس سے بھلا نہین معلوم ہوتا کہ محسوسات سے آیات دیکھکر یقین کا خواستگار ہووے کیونکہ یہ ابتدائی مریدین کا

حال ہو پس قوم نے اپنی عاجزی بیان کی اس بات سے کہ اہل تمکین کے مرتبہ پر ہماری رسائی نہین ہے چنانچہ کہا۔ قالوا نرید ان ناکل منہا الیٰ آخرہ حاصل آنکہ ہماری مراد یہ ہو کہ آپ ہمارے بدلون کو جو ابھی محل وسواس و خواطر ہین اسی طرح غذا ر جنت سے تربیت فرمائیے۔ جیسے آپ ہماری ارواح کو غذائے روحانی و مشاہدۂ غیب سے تربیت فرماتے ہین اور اس سے ہمارے قلوب کو بھی تسکین و اطمینان بڑھ جائیگا کیونکہ قبول خواطر نفس سے اطمینان ہو جائیگا پس اجتماع زیادہ ہوگا اور آپ کی تصدیق و محبت زیادہ ہوگی یہان تک کہ ہم مین کوئی معارضہ طبیعت کا باقی نہ رہیگا اور ہم دید ا معجزہ سے مشاہدہ خاص حاصل کرنے مین شاہد ہون گے اور ما بعد کے مریدین ہمارے آثار قدم کا اقتدار کرینگے اور آپنے ہم کو اللہ تعالیٰ کے بندون مین سے خاص محبوب قرار دیا ہے تو ہم کو فی الجملہ تسکین ہوگی کہ ہم محبوب ہین اور آپ سچے ہین اور اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہین یعنی محبت کی تاکید مزید ہوگی پس عیسیٰؑ نے اُن کی مراد کی درخواست کی بقولہ اللھم انزل علینا مائدۃ من السماء۔ آسمان سے طلب کیا اور زمین سے نہین مانگا اسواسطے کہ آسمین روحانیت و طمانینت و ملکوتیت ہوتی ہو اور اسمین ان عناصر کا میل نہین ہوتا جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پیدا ہوتی ہے اور آسمان سے طلب کرنے مین خصوصیت معجزہ کی تو ملحوظ ظاہر ہے۔ قولہ تکون لنا عیدا لاولنا وآخرنا۔ یعنی تو اسکو عید وصال کرنے اور وعید ہجر مت فرما یعنی اسکے آثار سے ایسی برکت ہو کہ لوگون کے واسطے عید ہو جاوے اور ایسے اعمال صالحہ کرین کہ جس سے مستحق قبولیت ہون اور یہ وبال نہ ہو کہ ناشکری مین گرفتار ہون جس سے مردود و مہجور ہو جاوین اور نیز عید باین معنی کہ آیات سے صفات کے دیدار کی طرف عود حاصل ہو اور ہمارے اول کے واسطے عید ہو یعنی ابتدائی حال والون کے واسطے جو مقام ادا دستان ہین اور آخر والون کی عید ہو یعنی عارفون کے واسطے۔ اور قولہ وآیۃ منک۔ یعنی تیری طرف سے تیری ہی دلیل ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے سوال کو قبول کیا اور کفران نعمت سے اُن کو تہدید کی بقولہ انی منزلہا علیکم فمن یکفر الآیۃ۔ یعنی جس نے میری آیات و افعال سے قدرت کو دیکھا اور صفات کو مشاہدہ کیا پھر وہ فتور اور خواہش نفسانی مین پڑ گیا۔ اور دنیا کی خواہش کو آیات و آخرت پر اختیار کیا تو وہ درگاہ آلہی سے محجوب ہوا کہ اسکو صفات کے عطر کی خوشبو نہین پہونچی اور مشاہدہ کی چمک سے نصیب نہین اور درگاہ وصل تک رسائی نہین اور حسن جمال سے محروم ہو اور یہ عذاب فراق نہایت سخت و شدید ہے۔ شیخ ابو عبداللہ نے کہا کہ مین ابتدائے حال مین خواب مین تھا کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ آپنے مجھے جگایا اور فرمایا کہ اُٹھ کیا سوتا ہے جسنے حق تعالیٰ کو دیکھا اور غیر کو اختیار کیا تو عذاب سخت مین پڑا اور یہی آیت کفران نعمت سے تحذیر کی پڑھی۔

وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ

اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگون کو کہ ٹھہراؤ مجھکو اور میری مان کو دو معبود سوا

اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ؕ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ؕ

اللہ کے بولا تو پاک ہے مجھکو نہیں بنیا تا کہ کہوں جو مجھکو نہین پہونچتا۔ اگر مین نے کہا ہوگا تو تجھکو معلوم ہوگا

تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ؕ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ مَا قُلْتُ

تو جانتا ہے جو میرے جی مین ہے اور مین نہین جانتا جو تیرے جی مین ہے برحق تو ہی ہے جانتا چھپی بات مین نے نہین کہا

لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ

اُن کو مگر جو تو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمھارا۔ اور مین اُن سے خبردار تھا جبتک اُن مین رہا

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

پھر جب تو نے مجھے بلا لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا اُن کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اگر تو اُن کو عذاب کرے تو وہ بندے تیرے ہین اور اگر اُن کو معاف کرے تو تو ہی ہے زبردست حکمت والا۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ اے واذکر اذ یقول اللہ یعنی بیان کر وے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماویگا ف یعنی عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے روز اُن کی قوم نصاریٰ کی سرزنش و ملامت کرنے کے واسطے۔ حاصل آنکہ اسمین قال ماضی بمعنی مضارع ہو بوجہ قطعی الوقوع ہونے کے اذ ظرف کے تحت مین بلفظ ماضی آیا بغرض اشعار اس امر کے کہ اسکو ہوا سمجھین اور ما بعد کا سوال حقیقی استفہام با این معنی نہین کہ او تعالیٰ جل جلالہ کو معلوم نہین بلکہ او تعالیٰ سبحانہ کو خوب ہی معلوم ہو صرف اس طرح سوال کرنا نصاریٰ کی ملامت کرنے کو ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مسیح علیہ السلام کو آگاہ فرمانے کو ہو کہ اُن کی قوم نے بعد کو تغیر کیا اور مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا و نیز اللہ عز وجل نے چاہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے سامنے جنھون نے اللہ بنا کر پوجا تھا اپنی عبودیت کا اقرار کرین تا کہ اُن کی قوم سُنے اور ظاہر ہو جاوے کہ محض اُنھون نے اپنی خباثت نفس سے حضرت عیسیٰ کو معبود بنا کر ان کی پرستش کی اور عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بالکل بری ہین مترجم کہتا ہے کہ آخر زمانہ مین جب مسیح علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ صلیب توڑینگے اور نصاریٰ کو بہا دقول سے توحید پر لا دینگے پس ضرور انکو اس تغیر کا حال معلوم ہوگا لہذا صحیح وہی ہے جو مفسر رح نے بیان کیا اور اس تصریح سے کہ یہ قیامت کے روز واقع ہوگا مفسر رح کی غرض یہ ہو کہ یہ دنیا کا واقعہ نہین ہے جیسا کہ بعض نے زعم کیا۔ قال ابن کثیر سدی رح نے کہا کہ یہ خطاب و جواب دنیا مین واقع ہوا اور ابن جریر رح نے اسی کو ٹھیک قرار دیا اور کہا کہ یہ سوال و جواب اسوقت واقع ہوا جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو آسمان دنیا پر اُٹھا لیا اور استدلال بدو وجہ اول آنکہ قال لفظ ماضی ہو اور دوم قولہ ان تعذبہم و ان تغفر لہم اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ان دونون دلیلون مین نظر ہے کیونکہ بہت سے امور آخرت کے بلفظ ماضی بیان ہوئے تا کہ ضرور واقع ہونے پر دلالت کرین اور دوسری دلیل ان تعذبہم وان تغفر لہم کی تو اس سے فقط یہ مراد ہے کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل بری کیا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت پر حوالہ کیا کہ تو ہی انکا مالک و خالق ہے جو تو چاہے وہ کر اور مین تیرا بندہ ہون اور یہ معنی نہین کہ عذاب پاوے اور مغفرت کرے کیونکہ جملہ شرطیہ ہو اور یہ بدون بیان کے ظاہر ہے اور حضرت قتادہ وغیرہ نے ذکر کیا کہ یہ قیامت مین ہونے والا ہو اور قتادہ رح نے اسپر دلیل بیان کی بقولہ تعالیٰ ہذا یوم ینفع الصادقین الآیۃ جو اس سے متصل ہو اور یہی جمہور کا قول ہے اور یہی اظہر ہے اور کہا کہ اسمین ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور وہ حافظ ابن عساکر رح نے عمر بن عبد العزیز رح کے آزاد کئے ہوئے غلام شیخ ابو عبد اللہ کے ترجمہ مین روایت کی اور کہا کہ ابو عبد اللہ رح ثقہ تھے اُسنے ابو موسیٰ اشعری رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو انبیاء علیہم السلام و اُن کی اُمتین بلائی جائینگی پھر عیسیٰ علیہ السلام بلایا جائیگا پھر اللہ تعالیٰ اُسکو اپنی نعمتین یاد دلائیگا پس اسکو نزدیک فرماکر کہیگا کہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے۔ اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک الآیۃ۔ یہان تک کہ فرماویگا۔ یا عیسیٰ ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ الآیۃ۔ پس عیسیٰ انکار کرینگے کہ پروردگار مین نے نہین کہا ہے۔ پھر نصاریٰ سے سوال ہوگا تو یہ لوگ کہین گے کہ ہان اسنے ہم کو یہی حکم دیا تھا۔ الیٰ آخر الحدیث۔ اور آخر مین ہے کہ نصاریٰ پر حجت قائم ہوگی اور صلیب انکا پیشوا کی جائے گی اور دوزخ کی طرف ہانک دئے جاوینگے قال ہذا حدیث غریب عزیز۔ بالجملہ صحیح یہ ہو کہ قیامت کے روز ایسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرماویگا یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے کہا لوگون کو کہ ٹھہراؤ مجھکو اور میری مان کو معبود اللہ کے سوائے ف یہ نصاریٰ کا جھوٹ و بہتان ظاہر ہونے کے واسطے حشر کے مجمع عام مین پوچھا جائیگا اور تقدیر کلام یہ ہو کہ اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عیسیٰ کو اور مریم کو دو الٰہ بنا لو۔ کیونکہ نصاریٰ مین ایک گروہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین خدا مین سے تیسرا قرار دیتا ہے اور بعضے فقط مسیح کو معبود اور اللہ کہتے ہین اور بعضے مسیح کو بیٹا کہتے ہین اور اس زمانے مین بہت سے ایسے پائے جاتے ہین جو اللہ کا مصداق مجموعہ باپ

دیتا اور روح القدس کو قرار دیتے ہیں بالجملہ یہ ایسے کلمات ہیں کہ اہل ایمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں لیکن بضرورت زبان قلم سے ظاہر کیا گیا چنانچہ ابو روق نے کہا کہ
جب عیسیٰ علیہ السلام اس خطاب الٰہی عزوجل کو سنیں گے تو تھرتھرا اٹھیں گے اور ہر بن موسے خون کے چشمے جاری ہوجاوینگے اور عرض کرینگے بقولہ تعالیٰ۔
قَالَ سُبۡحٰنَكَ کہیگا عیسیٰ اے پاک پروردگار تنزیہ و پاکی ہے تیرے واسطے ہر ایسی چیز سے جو تیری شان کے لائق نہیں ف خواہ شریک ہو یا کوئی
اور چیز ہو۔ مَا يَكُوۡنُ لِيۡۤ اَنۡ اَقُوۡلَ مَا لَيۡسَ لِيۡ بِحَقٍّ‌ مجھے کہاں سے سزاوار ہے کہ میں وہ بات کہوں جو حق درست نہیں ہے میرے واسطے ف مفسر نے
کہا کہ بحق میں باء زائدہ تاکید یہ خبر ہے لیس کی اور لی زائدہ ہے فقط بات کے ظاہر و کھلے بیان کرنے کو کہا کیونکہ عیسیٰ ہر ایسی بات نہیں کہہ سکتے تھے جو حق و صحیح
نہ ہو اور کچھ خصوصیت یہ نہ تھی کہ اپنے واسطے ہی ہو کیونکہ وہ سچے رسول معصوم تھے حاصل آنکہ حضرت عیسیٰ یہ سوال سنکر کانپ اٹھیں گے اور انتہا درجہ کا ادب
قبول ہے کہ سوائے حق تعالیٰ عزوجل کے کسی کو الٰہ بنا دے اور ایسے ہی جملہ اقوال مختلف فرقوں کی یہی کیفیت ہے تو حضور الٰہی جل جلالہ میں عیسیٰ علیہ السلام تھراتے
ہوئے پہلے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بیان کرینگے پھر ادب سے عرض کرینگے کہ مجھے لائق ہی نہ تھا کہ ان لوگوں سے ایسی بات کہوں جس کا میں کسی طرح لائق ہی
نہیں ہوں اِنۡ كُنۡتُ قُلۡتُهٗ فَقَدۡ عَلِمۡتَهٗ‌ اگر میں نے کہا ہوتا تو میرے مولیٰ میرے پروردگار تجکو ضرور معلوم ہوتا ف کیونکہ تَعۡلَمُ مَا فِيۡ نَفۡسِىۡ
تو وہ سب جانتا ہے جو میرے اندر چھپا ہوا ہو ف کیونکہ تو علام الغیوب ہے ہاں میں البتہ بندہ مخلوق ہوں وَلَاۤ اَعۡلَمُ مَا فِيۡ نَفۡسِكَ‌ اور میں نہیں جانتا
کہ جو تیرے علم میں ہے ف کیونکہ تیرے علم میں معلومات بے انتہا ہیں اور ان میں سے مجکو تو نے اسکا علم نہیں دیا ہے میرا علم تو تیرا ہی دیا ہوا علم ہے اور تیری
شان پاک کہاں اور میں بندہ کہاں۔ اِنَّكَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ بیشک تو علام الغیوب ہے۔ اور نفس بمعنی ذات ہے اور زجاج نے کہا کہ جملۃ الشیٔ اور
زمخشری وغیرہ نے واتقان میں مفسر نے بیان کیا کہ یہ کلام صنعت ازدواج ہے جو علماء بیان کے نزدیک معروف ہے اور حاصل آنکہ تعلم ما فی نفسی کے
مقابلہ میں ولا اعلم ما فی نفسک بیان کیا اور نفس کا عام عرفی اطلاق جس معنی پر ہے اس معنی پر اللہ تعالیٰ کی جناب میں نفس کا اطلاق منع ہے اور ابوہریرہؓ
سے مرفوع روایت ہے کہ اوتعالیٰ اپنے بندہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہ حجت القا فرما دیگا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے
بری ہے اور نصاریٰ نے یہ اپنی طرف سے بات نکالی ہے اور عیسیٰ نے خود عرض کیا مَا قُلۡتُ لَهُمۡ اِلَّا مَاۤ اَمَرۡتَنِىۡ بِهٖۤ میں نے کہا ان کو مگر جو تو نے
حکم کیا مجکو ف اور وہ یہ ہے کہ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبَّكُمۡ‌ یعنی اے لوگو عبادت کرو اللہ عزوجل کی جو میرا پروردگار و تمہارا پروردگار ہے ف
گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ربی وربکم سے اشارہ کر دیا کہ جب یہ کیفیت ہے کہ میرا اور تمہارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہی ہے تو میں اور تم عبودیت میں برابر ہوں
پس انھوں نے یہ بات محض اپنی طرف سے نکالی ہے وَكُنۡتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا اور میں ان سے خبردار تھا ف یعنی نگہبان رہا ان کے
باز رہنے میں اس کلمہ سے جو وہ کہنے لگے۔ مَّا دُمۡتُ فِيۡهِمۡ‌ جب تک میں انکے درمیان میں موجود تھا فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِىۡ پھر جب تو نے مجکو گم کر دیا ف
یعنی ان کے بیچ میں سے معدوم کر دیا یعنی قبض کر لیا آسمان کی طرف اٹھا لینے سے بقرینہ قولہ تعالیٰ انی متوفیک ورافعک الی كُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِيۡبَ
عَلَيۡهِمۡ‌ تو ہی ان کے اعمال کا نگہبان انپر رہا۔ وَاَنۡتَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ اور تو ہر چیز پر شاہد ہے یعنی مطلع و دانا ہے ف خواہ وہ بات
ہو جو میں نے ان سے کہی اور خواہ میرے بعد انکا افترا و بہتان ہو اور خواہ اور کوئی چیز ہو تجھے سب معلوم ہے واضح ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کی وفات کے بعد بھی گیارہ فرقہ عرب کے مرتد ہو گئے چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان پر جہاد کا قصد کیا اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے انکے
حکم سے ان مرتدوں پر جہاد کیا سو سخت لڑائیاں پیش آئیں اور اس لڑائی میں بہت سے مرتد اپنی اسی حالت ارتداد پر مارے گئے وہ قیامت میں مرتد
ہی محشور ہونگے اور حدیث ابن عباسؓ میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے کہا کہ اور یہ ہوگا کہ قیامت کے روز کچھ لوگ میری امت کے دوزخ کی طرف
پکڑے ہوئے جاتے ہوں گے تو میں کہونگا کہ یہ لوگ تو کچھ تھوڑا سا میرے ساتھ رہے ہیں تو مجکو جواب دیا جائیگا کہ تو نہیں جانتا کہ ان لوگوں نے

تیرے بعد کیا حرکتیں نکالیں تو میں وہی کہونگا جو بندۂ نیک یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے کہا وکنت علیہم شہیدا مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علیٰ کل شیء شہید ۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم ۔ تو کہا جائیگا کہ جب سے تو نے ان کو چھوڑا یہ برابر مرتد ہی رہے کہ اپنے اُلٹے پاؤں پھر گئے ۔ رواہ ابو داؤد والطیالسی والبخاری پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل بری کیا کہ نعوذ باللہ تعالیٰ میں کوئی نہیں ہوں یہ سب تیرے بندے ہیں ۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ اگر تیری چاہ ہے اُن کو عذاب کر تو تیرے بندے ہیں ف ــ پس تو ہی اُنکا مالک ہے جو چاہے جو تصرف کرے تجھ پر کوئی اعتراض نہیں ۔ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ اگر تو اُن کی مغفرت کرے یعنی ان میں سے ان لوگوں کی جو توحید پر اسلام لائے ہیں تو تو عزیز الحکیم ہے ف ــ گویا تین فرقہ ہیں سے دو فرقہ مشرک ہوئے تھے اُنکی اور اُن کی شاخوں کو تو معذب کہا کہ ان پر عذاب کریگا تو تو مختار ہے اور ایک فرقہ جو بعد عیسیٰ علیہ السلام کے توحید پر رہا تھا جسکو دونوں مشرک فرقوں نے ہلاک کر ڈالا اس موحد و مسلمان فرقہ کے حق میں ادب سے سفارش کی کہ وہ لوگ اگرچہ گنہگار ہوں لیکن مشرک نہیں ہیں یا انھیں کے مانند بعضے شام کے نصرانی و حبش کے نصرانی جو مسلمان ہوئے ہیں ان سب کو بخشدے اور ان کے گناہوں سے درگذر فرما تو غفور الرحیم ہے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ مشرکوں کو بخشدے تو غفور الرحیم ہے اسواسطے کہ اللہ عزوجل نے بالکل قطعی کردیا کہ مشرک کسی طرح مغفور نہ ہوگا پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بزرگ رسول تھے ایسی بات نہیں کہہ سکتے ہیں جو قطعاً ممنوع ہو اور یہ تو بندہ مومن نہیں کریگا اور بعض نے جو کہا کہ شاید ان پر یہ بات پوشیدہ رہی ہو جیسے حضرت صلعم سے مروی ہوا کہ مشرک کے حق میں استغفار کیا تو نازل ہوا قولہ ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیۃ ۔ تو یہ وہم اور غلط ہے صحیح یہ ہو کہ یہ بیزاری ہو نصاریٰ کے حال سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ و اسکے رسول پر جھوٹ باندھا ۔ قال ابن کثیر اور اس آیت کیواسطے ایک نشان عجیب ہے کہ حدیث میں آیا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات بار بار اسی کو پڑھتے رہے یہانتک کہ صبح ہوگیا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے ایک رات ایک ہی آیت پڑھی کہ اسی سے رکوع کرتے اور سجدہ کرتے اور وہ قولہ تعالیٰ ان تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ ہے پھر جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ یہی آیت پڑھتے رہے رکوع اسی سے اور سجدہ اسی سے کرتے یہانتک کہ صبح ہوگئی تو فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے اپنے واسطے شفاعت کی درخواست کی تو مجھے عطا فرمائی اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ ملنے والی ہے ایسے شخص کیواسطے جس نے اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو ۔ رواہ احمد ۔ اور دوسری روایت طویل میں ابوذرؓ سے ہو کہ پھر جب صبح ہوگئی تو میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کو اشارہ کیا کہ آنحضرت صلعم سے دریافت کر کہ رات یہ کیا بات تھی تو ابن مسعودؓ نے کہا کہ میں آپ سے کوئی سوال نہ کرونگا حتی کہ خود ہی مجھ سے فرماویں تب میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں رات آپ ایک ہی آیت دوہراتے رہے حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا اور اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو ہم آپس میں اسپر کچھ مضائقہ جانتے ۔ تو فرمایا کہ میں نے اپنی اُمت کیواسطے دعا کی تھی تو عرض کیا کہ آپ کو کیا جواب ملا تب فرمایا کہ ایسا جواب ملا کہ اگر بہتیرے ان میں سے مطلع ہو جاویں تو نماز چھوڑ دیں (یعنی جو نا سمجھ لوگ ہیں) میں نے عرض کیا کہ بھلا میں لوگوں کو خوشخبری دیدوں فرمایا کہ ہاں دیدے پھر میں ایک پتھر پھینکنے کے انداز پھر دور گیا ہونگا کہ عمرؓ نے آکر عرض کیا کہ اگر آپ یہ خوشخبری دیدینگے تو لوگ عبادت چھوڑ دینگے یعنی انجام کار گمراہ و مشرک ہو کر محروم ہو جاوینگے) تو آواز دیکر مجھے واپس بلا لیا ۔ رواہ احمد ۔ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبیؐ نے پڑھا قول عیسیٰؑ ۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم الآیۃ ۔ پھر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور کہا کہ اللھم اُمتی یعنی میرے پاک پروردگار میری اُمت کی طرف نظر رحمت فرمایا اور روئے پس اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ محمدؐ کے پاس جا اور پروردگار دانا تر ہے تو جا کر اُس سے پوچھ کہ کیوں روتا ہے پس جبرئیلؑ نے حضرت صلعم سے آکر پوچھا تو حضرت صلعم نے جبرئیلؑ کو اپنے قول سے آگاہ فرمایا تو اللہ عزوجل نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ جا کر محمد صلعم سے کہدے کہ ہم عنقریب تیری اُمت کے معاملہ میں تم کو رضامند و خوش کردینگے اور تجکو ناخوش نہ کرینگے ۔ رواہ ابن ابی حاتم

عن یونس بن عبدالاعلی عن ابن وہب عن عمرو بن الحرث عن بکر بن سوادۃ عن عبدالرحمٰن بن جبیر عن عبداللہ بن عمرو تحدیثاً۔ اور حدیث حذیفہ بن الیمان
جو مسند احمدؒ میں ہے اور حدیث عائشہ وحدیث دیگر صحابہ جو صحاح وسنن میں ہیں اسکی مؤیدات ہیں واللہ سبحانہ اعلم والحمد للہ رب العالمین۔ اور یہ
اہل اسلام وایمان کو عمدہ بشارت وخوشخبری ہے لیکن افسوس ہے کہ اس زمانہ میں اہل اسلام نے اپنے تو شرک میں مبتلا کر ڈالا اے لوگو شرک سے بچو
اے لوگو تمہارے اور گناہ کتنے ہی بڑے ہوں وہ آسان ہیں لیکن شرک سے بچو۔ ذرا غور کرو کہ حدیث ابوذر وحدیث عبداللہ بن عمرو میں کس قدر
مسرت وخوشی ہے لیکن یہ شرط مذکور ہے کہ وہ کچھ شرک نہ کرتا ہو پس کیا خوشخبری ہے اس قوم وان لوگوں کے واسطے جو بدون شرک کے اس دنیا
سے خوش حال گذر گئے والسلام علی من اتبع الہدیٰ ف۔ **قال فی العرائس** قولہ تعالیٰ واذ قال اللہ یا عیسی بن مریم ءانت قلت للناس الآیۃ
اسمیں اوتعالیٰ سبحانہ نے عار وملامت دلائی ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ شرک کرنے کو عیسیٰ علیہ السّلام نے کہا اور کہتے ہیں کہ ان اللہ ثالث ثلثۃ۔ پس
اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے برملا ظاہر کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بری ہے چنانچہ عیسیٰؑ کا قول ہے۔ قال سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی
بحق۔ اور نیز اسمیں لطیف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عز وجل نے کافروں کو ان کے دروغ وبہتان باندھنے میں مخاطب نہیں فرمایا کہ وہ توحید اسلام سے
برگشتہ ہو کر شرک وضلالت میں پڑ گئے فقط اتنا نام رہگیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو ہیں تو ان کافروں کے بارے میں اپنے رسول پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کو مخاطب کیا اور اسکے ضمن میں کافروں کو ایک ایک شرم وملامت کے باوجود قطعاً معلوم ہو گیا کہ وے لوگ بری طرح شرک وگمراہی میں پڑے تھے
حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں۔ اور کافروں کو مردود کر کے فقط عیسیٰؑ سے خطاب کرنے میں ایسی ہی بات ہے جیسے دنیا میں بادشاہوں
کو یہ طریقہ الہام ہو گیا کہ جب کسی قوم سے خطاب کرنا منظور ہوتا ہے تو ان میں سے کسی بڑے شخص سے خطاب کرتا ہے اور مراد اس تمام قوم سے خطاب
ہوتا ہے اور نیز اسمیں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مقام عظمت وکبریائی کے تحت میں پہونچا کر اس خطاب سے جو آثار حدث ہیں اُن کو
قدم میں فنا کر دے اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو اس خطاب عزیز وجلیل سے سرفرازی حاصل نہ ہوتی اور یہ قرب منزلت بجناب رسالتمآب
محمد صلعم ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ میں اولیٰ ہوں عیسیٰ بن مریم کیساتھ کہ میرے واس کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ شیخ عبدالعزیز المکی رحمۃ نے کہا
کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوتی کہ عیسیٰؑ کو ثابت رکھا تو وہیں شرم وخجالت سے پانی ہو جاتے اور یہ شرم اُن کو اس قدر بھاری نظر آتی تھی کہ اگر
اُن سے کہا جاتا کہ یہ عتاب پاجائے یا آگ تو شاید وہ آگ کو اختیار کر لیتے اور جنھوں نے دنیا میں اُن کو شریک بنایا وہ اُس دن ایسا ہولناک
غضب ہی غضب چھایا ہوا دیکھیں گے کہ اسوقت اس کو سوجھے گا کہ اگر تمام دنیا بھر آگ میں جلتی رہے تو اس سے بہتر تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف
ربوبیت کی نسبت کریں۔ ابن عطا رح نے کہا کہ انبیا علیہم السلام سے جو سوال کیا گیا اور انھوں نے عرض کیا کہ لاعلم لنا۔ تو یہ دہشت وعظمت
ہے کیونکہ اسمیں اظہار عظمت کا سوال تھا پس دہشت سے ادب کی راہ چلے اور عیسیٰ علیہ السلام سے جو سوال ہے وہ خود عیسیٰ کا قصہ وحال ہے پس
سکوت زیبا نہیں پس عیسیٰؑ کے حق میں جو کافروں نے کہا تھا اُس سے اپنی براءت اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تنزیہ وپاکیزگی بیان کی شیخ نے کہا
کہ مجھے یہاں ایک اور بات ظاہر ہوئی اور وہ یہ ہے کہ عموماً خطاب رسولوں میں تو عیسیٰؑ بھی شامل ہیں اور وہاں مقام ہیبت وعظمت تھا پس مبہوت
ہو کر متحیر وساکت ہی پھر جب مقام انبساط میں لاکر عیسیٰ علیہ السلام کو مخصوص خطاب کیا تو مشاہدہ جمال میں منبسط ہو کر بول اُٹھے اور سکوت نہیں کیا
قال المترجم شاید حاصل معنی یہ ہیں کہ مقام عظمت وہیبت میں سب رسول خاموش رہیں گے اور پھر مقام مشاہدہ جمال وانبساط میں لائے جائیں گے
تو سب گذارش کرینگے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی منجملہ ان کے مقام پر بولیں گے۔ قولہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک یعنی میرے نفس میں جو
تیری توحید ومعرفت وتنزیہ وتقدیس وتعظیم واجلال اس طرح ہے کہ ہر ضد وند وشرک وشریک وہر چیز جو تیری شان کے لائق نہیں ہے سب سے

تیری تقدیس ہے جیساکہ سبحانک کہکر اظہار کیا۔ پھر کہان سے مین ایک شریک بناتا اور کہان یہ کہ کافر و مشرک بہتان باندھتے ہین کہ مین نے دو آلہ بنائے۔ نعوذ باللہ۔ تو پاک علام الغیوب ہی۔ پس جو کچھ میرے نفس مین توحید و اجلال ہے وہ میرے پاک پروردگار تو خوب جانتا ہے۔ اور قولہ ولا اعلم ما فی نفسک یعنی جو عیب اور غیب الغیب و سکر القدم تیرے غیب مین ہے وہ مجھے نہین معلوم ہے اور نیز جو تیری ذات مین کنہ قدیم اولہ وجود ازل و قدیم ہے مجھے نہین معلوم ہوسکتا قال المترجم اس مین اشعار ہے کہ کوئی بندہ مومن کسی حال مین ذات وصفات باری تعالی مین غور و فکر نہ کرے گمراہ ہوجائیگا اور یقین کرے کہ رسول اللہ صلعم نے جو صفات و توحید فرمائی ہین وہ حق ہین بدون اسکے کہ ان کی کیفیت کی فکر مین بھٹکے کیونکہ عیسی علیہ السلام کے مانند بزرگ رسول اس کیفیت سے لاعلم ہے۔ فافہم۔ شیخ حسین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تعلم ما فی نفسی یعنی تو میرے نفس کے کنہ و ماہیت سب سے خوب واقف و دانا ہے کیونکہ تو نے ہی اسکو ایجاد کردیا ہے اور مین تیری ذات پاک کے علم سے خبردار نہین ہوسکتا کیونکہ وہ ادراک سے باہر عالی متعالی ہی ہان معرفت توحید سے آگاہ ہون۔ قال المترجم بعض علمائے تصوف نے علم ذات بھی جائز رکھا ہے جیساکہ شرح مثنوی رومی از بحر العلوم مین مذکور ہے لیکن یہ قول خلاف تحقیق ہے اور ظاہرا نہ باتین کرنے والون کو وہم ہوا اور مراد ان علماء کی یہ ہوگی کہ بعض متشابہات مانند علم روح وغیرہ کے علم توحید حاصل ہونے پر بطریق معرفت وانکشاف حاصل ہوتے ہین اور کنہ صفات نہین ممکن ہی بھلا ذات پاک کا کیا ذکر ہے اور شیخ روزبہان رحمہ اللہ صاحب عرائس نے اسکو بجا بجا مصرح بیان کیا ہے۔ فافہم۔ اور شیخ جنیدؒ نے قولہ تعلم ما فی نفسی الخ مین کہا کہ جس حال پر مین ہون اور جو کچھ معرفت مجھ مین ہی سب تو جانتا ہے اور جو علوم وعنایت تیری مجھ پر ہے اس مین سے مین اسی قدر کے سوائے جس سے مطلع ہوا اور مجھ مین ہی اور مین کچھ نہین جانتا ہون۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ جو تو نے میرے نفس مین ودیعت رکھا کہ اس سے مین بھی نہین واقف ہون وہ تو دانا ہے اور جو تیرے غیب مین ہی وہ مین نہین جانتا ہون۔ قال المترجم اچھا قول ہے قال علی بن موسی عن ابیہ عن ابی جعفر الباقر۔ تو میری کیفیت سے واقف و دانا خوب جانتا ہے اور مین تیری کیفیت سے اور جس طرح وہ کیفیت ہے تیرے واسطے اسکو مین کچھ نہین جانتا ہون قولہ ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ۔ یعنی مین نے اُن سے یہی کہا کہ اللہ تعالی پروردگار قدیم میرا تمھارا پیدا کرنیوالا ہے اسکو فرد و احد جانو اور غیر کو درمیان سے دور کردو۔ اور یہی فرمایا۔ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم۔ اسمین اپنی قوم کے رب ہونے کے ساتھ یہ بھی بیان کردیا کہ وہ میرا پروردگار بھی ہے۔ تاکہ کمال کے ساتھ واحد قدیم لاشریک کی توحید کامل بیان ہو اسکا کوئی ضد و ند نہین ہے بلکہ کسی کو اس سے مشابہت ہی نہین ہے قولہ وکنت علیہم شہیدا۔ یعنی دنیا مین ان کی فرمانبرداری و نافرمانی پر اور بعض پوشیدہ اسرار پر جو تو نے مجھے بتلائے تھے کہ فلان منافق ہے اور فلان ایسا ویسا ہے۔ اور نیز یہ معنی کہ کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم۔ یعنی وحی و رسالت جبتک اُن کو پہونچاتا تھا تب تک اُن کی طرف میری توجہ تھی کہ اُن سے وقوف تھا اور پھر جب تو نے مجھ سے اکوان یعنی حوادث کو فنا کردیا اس طور کہ بالکل تیرے مشاہدہ مین مستغرق اور اسی طرف ہوگیا تو اکوان و حوادث کی خبرین مجھ سے بند و غائب ہوگئین چنانچہ فرمایا قولہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ حاصل آنکہ جس چیز کا ظاہر و باطن بالکل تو نے پیدا کیا ہے اور تو قدیم ہے کہ تیرا احاطہ ہر ذرہ ذرہ پر ہی تو تجھ پر اپنی مخلوق کیونکر پوشیدہ ہوسکتی ہے اور اس آگاہی سے وہ بندہ البتہ عاجز ہوگا جو مخلوق ہو اور جو تیرے انوار مشاہدہ مین ازخود رفتہ ہوجائے جیسے مین بندہ ہون کہ تو نے مجکو میری خودی سے اپنی طرف فانی کرلیا۔ قال بعضہم فی قولہ ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ۔ یعنی مجھے زبان بولنے کی کہان سے مل سکتی ہے لیکن اسی قدر بول سکتا ہون جسقدر تیری اجازت ہو وقد قال تعالی من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اشارہ یہ ہی کہ اہل توحید بالکل فانی ہوتے ہین ان کی گویائی و حرکت سب بقوت قدم ہے پس بندہ صالح علیہ السلام عرض کیا کہ اپنے و اپنی مان کے معبود بنانے کو مین کہہ نہین سکتا تھا کیونکہ تو نے تو عبادت پروردگار کا حکم دینے کو فرمایا پھر مین اپنی خودی سے فانی کیونکر اور کچھ کہہ سکتا تھا جو تو نے نہین فرمایا ہے۔ فافہم قال بعضہم فی قولہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم یعنی جب تو نے مجھ سے ابلاغ

رسالت کا بوجھ اُٹھا لیا تو پھر تو ہی ان پر نگہبان ہا کہ اپنے احکام قضا و قدر سے جو تو نے جاری کیا وہ تو ہی جانتا ہے۔ شیخ ابوبکر واسطی رح نے اس آیت میں بیان کیا کہ جو بندہ موحد ہوتا ہے سب چیز اس کی نظر سے ساقط ہو جاتی ہے لہذا اسکو سوائے حق کے کچھ نظر نہیں آتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسکو آگ میں ڈالدے تو اسکو وہی وہاں ہے وہ اس سے نکلنے کی خواہش ہی نہ کریگا اسواسطے کہ دیدار حق اُسکا وطن ہے اور نجات وہاں کی ایک آنکھ سے ہے جو کچھ حجاب تھا اُس نے چشم تفرید سے مٹا دیا اور مخاطب یعنی خطاب کرنیوالا اور مخاطب یعنی جسکو خطاب کیا وہ ایک ہی ہو گیا اور بات بھی رہ گئی کہ حق عزوجل نے بذات پاک خود اپنے آپ کو اپنے واسطے خطاب فرمایا۔ **قال المترجم** مرتبہ توحید و تفرید میں بقا فقط ذات حق حی القیوم کو باقی ہے اور ممکن و مخلوق از خود فانی ہوتا ہے اور جملہ صفات اسکے فانی ہو جاتی ہیں اور بقا اسکو بصفات حق عزوجل ہوتی ہے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ مخلوق جا کر خالق سے متحد ہو جاتا ہے کیونکہ یہ محال ہے اور جو ایسا اعتقاد کرے وہ کافر گمراہ ہے اسکو حقیقت سے خبر نہیں اور نہ کبھی خبر ہو گی بالکیفیت اسکی عارف باللہ تعالیٰ جانتا ہے عوام کی سمجھ سے خارج ہے و قد قال الشیخ قد تاہت العقول و درست الرسوم و بطل ما کانوا یعملون عقلیں حیران ہو گئیں اور اسمیں بہک گئیں اور جو کرتے تھے باطل ہو گیا اور یہ جو مترجم نے ذکر کیا ہے تمام بسط سے مولوی بحر العلوم نے شرح مثنوی روم میں بیان کیا ہے اور خود شیخ اکبر رح نے فصوص الحکم وغیرہ میں تصریح کر دی ہے کہ انقلاب ماہیت ممکن کا واجب کی طرف نہیں ہوتا بلکہ ممکن بندہ و مخلوق وہی رہتا ہے جو تھا یہ صرف فنا و بقا ہے اور وصول بدرگاہ مولیٰ جل و علا اور یہ صرف زبانی باتوں اور حواس والی عقل کے لنگڑے گھوڑے دوڑانے سے حاصل نہیں ہوتا اور نہ عقل یہاں کام کرتی ہے جیسا کہ شیخ رح نے بیان کیا اور مولوی جامی رح نے شرح فصوص الحکم کی منہیہ میں تصریح کر دی کہ جو لوگ راہ شریعت پر ٹھیک قائم ہو کر حقیقت کو طے کر کے وہاں نہ پہنچیں اور اس فضل الٰہی سے ان کو حصہ نہ ملے تو زبانی باتوں سے وہم و قیاس کرنے میں گمراہ ہوں گے اور امید نہیں کہ خاتمہ بخیر ہو پس عوام کو واجب و فرض ہے کہ فقط راہ شریعت پر مستقیم قائم ہوں اور جب راہ حقیقت پر اللہ تعالیٰ پہونچا دے تو وہاں سے البتہ کسی قدر تمیز ان کو حاصل ہو گا۔ شاہ ابو الحسن رح نے خوب کہا ہے؎ ولایت او صلاحیت تو دور ٭ پہلے تو مومن تو ہولے بے شعور ٭ اور امر عظیم اسرار و حقائق ہیں ہر ابجد خوان کم کیف اق شعر و سخن سمجھا جا سکتا ہے اور ہر گنوار کب شرح دقائق سے خبردار ہو گا فاستقم واللہ الموفق والمعین **قولہ ان تعذبہم فانہم عبادک و ان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم ۵** آیہ کریمہ ایک عجیب اسرار پر مبنی ہے اور اس سچے بھید پر اہل فرقہ بوستہ ہیں ولیکن یہاں میں اسقدر ہے کہ آیت سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ نصاریٰ جو حالت شرک میں ہیں اگر تو اُن کو بخشدے تو عزیز حکیم ہے بلکہ اہل التفسیر نے اتفاق کیا کہ مشرکون کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشیگا یعنی جو مشرک کہ حالت شرک پر مر گئے وہ ہرگز مغفور نہیں اور یہ اگلے و پچھلے تمام مسلمانوں سب کا مذہب ہے اور تمام انبیا و تمام اُمتیں سابق جو مسلمان گذرے ہیں وہ سب اس امر پر متفق تھے کہ مشرک نہیں بخشا جائیگا۔ اور یہاں مجھے ایک لطیفہ نظر آتا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر ایسا سر مکتوم جاری کر دیا جو تمام خلائق کے دلوں پر مخفی ہے سوائے ان بندوں کے جو خالص السر ہیں اور یہ محال ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر یہ بات پوشیدہ رہی ہو کہ جو مشرک مرا وہ مغفور نہیں ہے اور یہ تو ظاہر شرع میں صریح وارد ہے بلکہ یہ گفتگو از عالم سر المکتوم فی الغیب و مفہوم اصل خطاب ہے گویا اس سے اشارہ کیا جس طرف ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اشارہ کیا فی قولہ تعالیٰ خالدین فیہا ما دامت السموات والارض پس ان دونوں صحابیوں نے اشارہ کیا کہ دوزخ کو حکم ہو گا کہ ان لوگوں کو کھا کر فنا کر دے پھر نئے سر سے پیدا کئے جائینگے۔ اور ابن مسعود رض نے کہا کہ جہنم پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ اُسکے دروازہ بند ہوں گے کہ اسمیں کوئی نہ ہو گا اور یہ بعد اسکے کہ دوزخی اسمیں احقاب یعنی بہت سے حقبہ پڑے رہیں گے اور شعبی رحمہ اللہ نے کہا کہ جہنم ایسی چیز ہے کہ بہت جلد آباد اور بہت جلد خراب ہو گی۔ تو نہیں دیکھتا کہ لفظ کی صورت کیونکر ہے ان تعذبہم یعنی اُن کے کفر پر اگر تو اُن کو عذاب کرے۔ فانہم عبادک یعنی بجا و درست ہے کیونکہ وہ سب تیرے ہی ملک میں و ان تغفر لہم۔

یعنی جیسے اور دنیا مین ہین تو تجھے کون مانع ہے۔ فانک انت العزیز اپنی بادشاہت مین ایک اکیلا خود مختار ہے اُن کے بخشنے مین تو نادان نہین ہے الحکیم۔ اپنے حکم و مشیت و مراد و حکم جاری کرنے مین حکمت والا ہے۔ اور ہم اس سے زیادہ اس مقام پر کچھ بول نہین سکتے کیونکہ یہ مقام اسرار ہے۔ قال المترجم۔ جو آثار ابن عباس و ابن مسعود و شعبی سے نقل کئے انکا بیان اسی آیت کی تفسیر مین مع توضیح آویگا جس کا حوالہ دیا ہے اور مدار اسرار کا مرجع مقام تخلیص و تلبیس ہے و بالجملہ یہ تو معلوم ہوا کہ اہل النار ہمیشہ آگ مین رہین گے اور خلاص نہین اور موت بھی نہین ہے اور دار آخرت سب باقی و پائدار ہے وہان فنا نہین ہے اور شیخ اکبر رح وغیرہ نے تصریح کردی ہے کہ تبدیل جلود اور جلکر نئے سر سے دوزخ مین اُن کے جسم تیار ہو جانے مین بھی ایک التفات رحمت ہے۔ فافہم۔ اور نیز ان تعذبہم یعنی دعوی معرفت سے عذاب دے باین طور کہ اپنی عظمت کی حیرت و فنا مین ڈالے تو بندے ہین اور اگر اُن کی مغفرت کرے تو ان کو مقام التباس مین ڈالدے کہ صفت وحدانیت سے تیرا ادراک نہ کرین اور حجاب حظوظ مین پڑے رہین۔ و آق رح نے کہا کہ اگر اُن کو تقصیر طاعت پر عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہین اقرار کرتے ہین کہ ہم سے قصور ہوا اور اگر اُن کے گناہ بخشدے تو عزیز الحکیم ہے بعض نے کہا کہ عیسی علیہ السلام نے اُمت کیواسطے انبساط سوال مین نہین کیا اور حق تعالی سے محاکمہ چھوڑا اور ہمارے نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم برابر شفاعت فرمادینگے اور اُمتی اُمتی کہے جاوینگے یہان تک کہ تمام اُمت کے حق مین قبول ہوا اور یہی وہ مقام محمود ہے جس سے آنحضرت صلعم مخصوص ہین اور اسی پر اگلے پچھلے غبطہ کرین گے کہ آپ برابر انبساط کئے جاوین گے اور حق جل و علا فرماویگا کہ ہان تو کہہ تیری بات سنی جائیگی اور سفارش کر تیری سفارش مقبول ہوگی۔ والحمد للہ رب العالمین۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

فرمایا اللہ نے یہ وہ دن ہے کہ کام آوے گا سچون کو اُن کا سچ اُن کو ہین باغ جنکے نیچے بہتی نہرین

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

رہاکرین اُن مین ہمیشہ اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اُس سے یہی ہے بڑی مراد ملنی

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ع ١٦ ٥ ١٦

اللہ کو سلطنت ہے آسمان و زمین کی اور جو اُن کے بیچ ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قال اللہ فرمایا اللہ تعالی نے ف بعض نے کہا کہ عیسی علیہ السلام کے جواب کے طور پر فرمایا اور بعض نے کہا کہ مطلقاً اخبار ہے اور اول اظہر ہے ھذا یوم ینفع الصدقین صدقہم یہ وہ دن ہے کہ کام آویگا سچون کو اُن کا سچ ف یعنی یہ روز قیامت دن اُسکا ہے کہ نفع دلوے ان لوگون کو جو دنیا مین سچے تھے مانند عیسی علیہ السلام وغیرہ کے ان کی سچائی اسلئے کہ یہی بدلے کا دن ہے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ صادقین یعنی موحدین اور مصداق اس کے انبیاء و مومنین ہین کیونکہ کفار و مشرکین کو سچ بولنا آخرت مین کچھ نافع نہین بلکہ اُن کو دنیا مین اسکا بدلا مل جاتا ہے اگر مشیت الہی مین مقدر ہو۔ پھر اللہ عز و جل نے ان کے صدق کے نفع و ثواب کو ذکر فرمایا بقولہ۔ لہم جنت تجری من تحتہا الانہر خلدین فیہا ابدا۔ ان کو ہین باغ جن کے نیچے بہتی نہرین رہاکرین اُسمین ہمیشہ ف یعنی اُن کے صدق اور اطاعت کے بدلے انکو جزا ہے۔ اور یہ کیون بس فرمایا بقولہ رضی اللہ عنہم۔ اللہ اُن سے راضی ہوا ف یعنی اُن کے مطیع ہونے سے او تعالی ان سے راضی ہوا اور صحاح مین احادیث مین مصرح ہے کہ جنت ملنے کے بعد او تعالی فرمائیگا کہ بڑی نعمت زائد یہ ہے کہ مین تم سے راضی ہوا اب کبھی تم پر خشم نہ ہوگا۔ ورضوا عنہ اور وہ راضی ہوئے اس سے ف یعنی او تعالی کے ثواب انعام سے مومنین سب کے سب

خوشدل راضی ہون گے اور یہ بھی احادیث صحاح مین مصرح ہے ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۔ یہی ہے بڑی مراد ملنی ف یعنی یہ فوز عظیم ہے اور نزد ظاہر ہے کہ اس سے بڑھکر کیا فوز ہوگا کہ مالک و خالق جل جلالہ راضی ہے اور مفسر رح نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا مین جھوٹے تھے ان کو قیامت کے روز سچ بولنا نفع نکریگا جیسے کافر لوگ کیونکہ وہ عذاب کو آنکھون دیکھکر ایمان لائے اور سچے بنے ہین اور عمل و طاعت کا مقام دنیا تھی وہ گذر گئی ۔ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ کو سلطنت ہے آسمان و زمین کی ف مثل بارش اور اگنی و رزق وغیرہ کے خزانے سب اللہ تعالی ہی کے ہین وَمَا فِيهِنَّ اور جو کچھ آسمانون و زمین مین ہے ف خواہ عقل دیا گیا ہو یا نہ ہو اور ما موصولہ جو غیر عاقل کے واسطے مشہور ہے وہ فرمایا اور من نہین فرمایا اسمین غیر عاقل کی تغلیب ہے ۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ اور وہ ہر شی پر قادر ہے ف اور منجملہ ہر شئے کے یہ بھی ہے کہ صادق و موحد کو ثواب دینا اور کاذب کافر کو عذاب کرنا ۔ اگر کہا جاوے کہ کل شی تو ذات باری تعالی بھی ہے کیونکہ فرمایا ای شی اکبر شہادۃ یعنی از راہ شہادت کے کون چیز سب سے بڑی ہے قل اللہ کہدے کہ اللہ تعالی ہے پس معلوم ہوا کہ شی کا اطلاق ذات باری تعالی پر بھی ہے تو مفسر رح نے جواب دیا کہ عقل نے اس کلیہ مین سے ذات الٰہی کو خاص کر لیا پس اپنی ذات پر قادر نہین ہے اور حق یہ ہے کہ ذات باری تعالی مین ایسی بحث کرنا لغو ہے کیونکہ شئے کا لفظ اطلاق کرنا اور ذکر کرنا صرف لفظی مفہوم ہے اور معنی مین ذات پاک حضرت حق تعالی وہم و قیاس و گمان و عقل سب سے عالی متعالی ہے پس عقل کو تخصیص و عدم تخصیص کی یہان کچھ بھی مجال نہین ہے اور رہا یہ امر کہ ذات او تعالی اس کی قدرت کے تحت مین داخل ہے یا نہین تو کسی مجنون کے خیال مین بھی نہ ہوگا کہ ذات کیونکر صفت کے تحت مین ہوگی کیونکہ رتبہ ذات مقدم از رتبہ صفت ہے علاوہ برین یہ ایک نقص ہے جو جناب باری تعالی کی شان مین قطعاً محال ہے بالجملہ ایسی لاطائل بحث سے رجوع کر کے تفسیر کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے ۔ اللہ تعالی نے اس آیت خاتمہ مین تحقیق حق فرمائی اور نصاری کے دروغ و بہتان پر تنبیہ کردی کہ جس نے عیسی علیہ السلام کو خدا کا بیٹا یا عیسی اور ان کی مان کو دو خدا جھوٹے منہ سے کہا وہ محض غلط ہے تمام ملک آسمان و زمین و جو ان مین ہے وہ فقط اللہ تعالی ہی کا ہے عیسی یا کسی مخلوق کا نہین ہے اور ہر شی کہ جو اس کے مقدور مین ہے اور اسکی مملوک ہے وہ خدا کیونکر ہو سکتی ہے بلکہ مملوک ہے کہ وہ تعالی جل جلالہ جس طرح اسمین چاہے تصرف کرے خواہ مارے یا جلاوے جو چاہے حکم کرے اس کی مشیت و ارادت مین کسی کو دخل نہین ہے نہ اس کا کوئی شریک نہ نظیر نہ وزیر نہ عدیل نہ فرزند نہ جورو ۔ پاک ہے وہ ہر عیب و نقص کی بات سے اور وہی معبود برحق ہے اس کے سوا کے کوئی معبود نہین ہے

ف قال فی العرائس ۔ قال اللہ ہذا یوم ینفع الصادقین ۔ ان کی سچائی یہ تھی کہ قدم مین حدوث کو فانی دیکھا کیونکہ انھون نے حق تعالی کو نہ پایا مگر اسی طرح کہ اس کے ادراک سے عاجزی ظاہر کی پھر جب عاجزی سے پہلے یا عاجزی کے بعد اسکو نہ پایا مگر اسی طرح کہ اسی کے فضل سے حصول ہوا تو اقرار کیا کہ اس کی معرفت سے بندے عاجز ہین اور یہی ان کی معرفت کمال ہے اور یہی صدق ہے جو اللہ تعالی نے ان کے واسطے ذکر فرمایا ہے پس یہی عاجزی ان کو اسوقت نافع ہوگی جبکہ عظمت و عزت کے آفتاب کا ظہور ہوگا پس ان کی فنا مین ان کی دستگیری ہوگی اور وہ تعالی صفت بقا سے ان کو ملبوس فرماویگا حتی کہ ہمیشہ بلا حجاب و عتاب کے حق عز و جل کے ساتھ باقی رہین گے جنید رح نے اس آیت مین کہا کہ جو بندہ احکام قضا و قدر کے تحت مین یقین کیساتھ اپنے آپکو محکوم جانتا ہے اور موافق حکم الٰہی و سنت رسول کے صدق و اخلاص سے چلتا ہے اور اپنے عجز و افلاس و محتاجی کا یقین رکھتا ہے اسکے صدق کے مقابلہ مین اسکا جہل و تقصیر عبادت فرو ہوگا اور اسکو صادق کا ثواب ملیگا جو فرمایا بقولہ لہم جنات ۔ اسے ذات پاک کے مشاہدہ کے جنتین جس کے زیر سایہ صفات کی نہرین روان ہین اور یہ اس طرح ملین گی کہ ہر لحظہ بلحظہ اسکو تجلی ہوگی ۔ قولہ خالدین فیہا ۔ اس سے متصف باقی رہین گے ۔ ابداً ۔ اسے بلا انقطاع اور قولہ رضی اللہ عنہم یعنی قدم مین فانی ہو جانے کے بعد ادراک وصول قدم مین متحیر پاکر یہ رضا ان پر طاری ہوئی ۔ ورضوا عنہ کیونکہ یہ مشاہدہ و خطاب پایا جس کے مثل و نظیر نہین ہے اور یہ رضا ہے کہ کشف قدم کے

ابواب اُن پر [illegible] ہون گے اور جس حال مین ہین باقی رکھے جائین گے اور اگر وہ جانتے کہ پہلے یہ شان ہو تو حیرت سے سب کے سب مر جاتے سو جو اس کو پہچانتا وہ کیونکر اس سے سکون کر سکتا ہے اگرچہ جس کو فضل سے عطا ر مشاہدہ ذات بلا حجاب ہے وہ حالت اولی مین مشاہدہ توحید مین پہونچا ہو کیونکہ وہ مشاہدہ اور یہ مشاہدہ یکسان نہین ہے اور اگر اللہ تعالی کا فضل و رحمت نہ ہوتی تو سلطان کبریائی کے تحت مین فنا ہو جاتے اور باقی نہ رہتے پس ان کو باقی رکھنا اور فنا رسے نجات دینا اور مشاہدہ کی نعمت سے سرفرازی یہ فوز عظیم ہے قولہ وللہ ملک السموات والارض ۔ اپنے ساتھ مخصوص فرمایا اور سب مخلوق سے نفی کی کہ وہی موجد خالق ہے پس وہی معبود و جامع صفات کمال ہے اور باقی کوئی ہو مخلوق و بندہ ہے اُس کی قدرت کے تحت مین مطیع ہے ۔

سورۃ الانعام مکیۃ الا وما قدروا اللہ الآیات الثلث وقل تعالوا الآیات الثلث مائۃ وخمس وستون آیۃ

سورۂ انعام مکہ مین ہجرت سے پہلے نازل ہوئی سوائے قولہ وما قدروا اللہ سے تین آیتون تک اور سوائے قولہ قل تعالوا سے تین آیتون تک اور اس سورہ کی سب آیتین ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) ہین اور بعض شمار سے ایک سو چھیاسٹھ (۱۶۶) ہین۔ قال ابن کثیر رح عوفی و عکرمہ و عطاء نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ سورۃ الانعام مکہ مین نازل ہوئی۔ یوسف بن مہران عن ابن عباس سورۃ الانعام مکہ مین رات مین پوری یکبارگی نازل ہوئی اس کے گرد ستر ہزار فرشتے تسبیح کرتے تھے۔ رواہ الطبرانی و ابن مسعود رض سے بھی یہی تعداد فرشتون کی ہونا مروی ہے۔ جابر رض نے کہا کہ جس وقت سورۂ انعام اُتری تو رسول اللہ صلعم نے تسبیح پڑھی اور فرمایا کہ اس سورت کی مشایعت مین اس کثرت سے فرشتے ہین کہ افق کو ڈھانپ لیا ہے۔ رواہ الحاکم و قال صحیح علی شرط مسلم اور یہ آپ نے قبل نزول وحی کے آسمان کی طرف نظر کر کے فرمایا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورۃ الانعام نازل ہوئی اُس کے ساتھ ایک موکب ملائکہ کا تھا جس نے مشرق و مغرب کا افق بھر لیا تھا ان کی تسبیح کی آواز سے زمین ہل گئی تھی اور زمین گونج رہی تھی۔ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ العظیم۔ رواہ ابن مردویہ اور ابو الشیخ و بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا اور ابن عمر رض سے قریب اس کے ابن مردویہ نے روایت کیا ہے اور اُس کے فضائل مین ایک جماعت سے روایات ہین قال القرطبی علماء نے فرمایا کہ مشرکین وغیرہ کے ساتھ حجت کرنے اور ان کو قائل کرنے مین اور مبتدعین وغیرہ پر حجت کرنے مین اور جو بعث و حشر سے منکر ہین ان کو حجت سے قائل کرنے مین یہ سورہ اصل ہے اور اسی پر متکلمین نے اصول دین کو مبنی کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع ہے اللہ تعالی کے نام پر جو بخشنے والا مہربان ہے

الحمد للہ الذی خلق السموت والارض وجعل الظلمت والنور ۵ ثم

سب تعریف اللہ کو جن نے بنائے آسمان و زمین اور ٹھہرایا اندھیرا اور اُجالا پھر

الذین کفروا بربہم یعدلون ۵ ھو الذی خلقکم من طین ثم قضی اجلا و اجل مسمی

یہ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہین وہی ہے جن نے بنایا تم کو مٹی سے پھر ٹھہرایا ایک وعدہ اور ایک وعدہ ٹھہر رہا ہے

عندہ ثم انتم تمترون ۵ وھو اللہ فی السموت وفی الارض یعلم سرکم وجھرکم ویعلم ما تکسبون ۵

اسکے پاس پھر تم شک لاتے ہو اور وہی ہے اللہ آسمان زمین مین جانتا ہے تمہارا چھپا اور کھلا اور جانتا ہے جو کماتے ہو۔

الحمد للہ جمیع حمد ثابت ہے اللہ تعالیٰ کیواسطے ف بعض نے الف لام جنس کا تجویز کیا اور بعض نے الف لام عہد کا یعنی حمد ملائکہ و رسل یا وہ حمد جو
اللہ عز و جل نے خود اپنی ذات پاک کے واسطے فرمائی اور قد مر فی تفسیر الفاتحہ ما یغنی عن الاعادۃ ہہنا۔ اور اسمیں دلالت ہے کہ حمد ثابت ہے اللہ تعالیٰ
کیواسطے اگرچہ کوئی مخلوق حمد نہ کرے اور مقام میں متانت و رزانت ہے کہ عارف پرہیزگار متبع سنت کا قلب سلیم اس کو ادراک کرتا ہے بتوفیق اللہ
سبحانہ مفسر رح نے کہا کہ حمد وہ وصف جمیل ہے یعنی بھلائی کیساتھ تعریف کرنا اور یہ حمد لغوی ہے اور بعض نے استہزا انکا لینے کیواسطے یہ زیادہ کیا کہ یہ وصف
بقصد تعظیم ہو اور حمد اصطلاحی آنکہ وہ فعل جو مشعر و منجر ہو بتعظیم منعم کا بجہت منعم ہونے کے پھر مفسر رح نے کہا کہ اس جملہ میں تین احتمال ہیں ایک یہ کہ جملہ خبریہ ہے
اور مراد اس سے آگاہ کر دینا یعنی بندے آگاہ ہو جاویں کہ جمیع حمد اللہ تعالیٰ کے واسطے ثابت ہیں یا یہ کہ اس سے تعریف ادا کرنا یا یہ دونوں امر مقصود
ہیں اور کمالین میں کہا کہ بصورت ثنا ہونے کے جملہ انشائیہ منسلخ از معنی حقیقی ہوگا یعنی در اصل حقیقت تو جملہ خبریہ تھا مگر جب اس سے ثنا مقصود ہے
تو وہ حقیقت سے خارج ہو کر جملہ انشائیہ کے معنی میں ہوا جیسے وہ صیغہ جو عقود میں مستعمل ہیں چنانچہ مثلاً خرید و فروخت میں میں نے خریدا یا میں نے بیچا در اصل
اخبار ہیں مگر خارج ہو کر انشا میں مستعمل ہیں اور یہی شیخ ابن الہمام نے اختیار کیا ہے اور در صورتیکہ دونوں امر مقصود ہیں تو اس کی صورت یہ کہ جملہ خبریہ ہے اور اس کے
مضمون سے ثنا بھی مقصود ہے پھر مفسر رح نے کہا کہ ان احتمالات میں سے زیادہ مفید تیسرا احتمال ہے جیسا کہ شیخ جلال الدین محلی رح نے سورۂ کہف کی تفسیر
میں کہا ہے اور بعض نے کہا کہ اعلام و ثنا دونوں مقصود ہونے کے یہ معنی ہیں کہ لفظ تو خبر ہے اور معنی اسکے امر ہیں کہ حمد کرو نقلہ مؤلف فتح البیان ثم فیہ نظر والاولی ما قال
صاحب الکمالین فتأمل پھر او تعالیٰ نے اپنا وصف فرمایا۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وہ کہ جس نے آسمانوں و زمین کو پیدا کیا۔ ف
یعنی سب چیز کو پیدا کیا جو دونوں جہان میں موجود ہے لیکن چونکہ وہم و نظر کے بندے بستہ ہیں لہٰذا اُن کی نظر کے موافق خاص کر آسمان و زمین کو ذکر
کر دیا کہ یہی دونوں سب سے بڑی مخلوق نظر میں سماتی ہیں اور اس سے اہل نظر استدلال کریں کہ جب ان بڑی بڑی چیزوں کا خالق ہے وہ بڑی قدرت والا ہے اور
جس نے پیدا کیا اُسی کی عبادت لائق ہے پس بڑی بے انصافی ہے کہ جس نے یہ انعام و فضل کیا اسکے سوائے کسی مخلوق کی بندگی کریں اور اپنے آپکو
مخلوق کا بندہ ٹھہرائیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی جن و انسان کو اللہ تعالیٰ نے اسی واسطے پیدا کیا کہ خالص اُسی کی
بندگی کریں اور جس نے پیدا کیا اُسی کے بندہ ہوں۔ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ اور پیدا کر دیا اندھیریوں اور نور کو۔ ف یعنی ہر اندھیرے کو اور نور کو پیدا
کیا۔ اور ظلمات کو جمع فرمایا اور نور کو مفرد تو اسوجہ سے کہ اسباب ظلمت کے مختلف ہیں اور طرح طرح کے اندھیرے ہوتے ہیں حتیٰ کہ کفر و شرک کا اندھیرا
ہے اور نور قسم واحد ہے حتیٰ کہ نور ایمان بھی اسمیں داخل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل میں سے ہے اور اسمیں بہت سے فرقوں کا رد ہے۔
اول فلاسفہ گمراہ کا جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فقط عقل اول کو پیدا کیا اور اس سے سوائے ایک عقل اول کے اور صادر نہیں ہو سکتا اور یہ صریح
کفر ہے۔ دوم زندیق لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ظلمت و بدصورت چیزوں کو نہیں پیدا کیا بلکہ فقط خوبصورت و عمدہ چیزوں کو پیدا
کیا ہے اور یہی مجوس ایران کا مذہب تھا اور روافض اس ملک کے بھی اپنے باپ دادوں کے خیال پر گئے کہ بُری باتوں کو بندہ پیدا کرتا ہے حالانکہ بندہ
مخلوق ہے وہ اپنی حرکتوں سے اُن کو حاصل کرتا ہے۔ سوم ثنویہ کا بھی رد ہے جو نور و ظلمت کو قدیم کہتے ہیں حالانکہ یہ دونوں پیدا کی ہوئی حضرت خالق
عز و جل کی ہیں۔ وہی سب کا خالق اور وہی معبود برحق ہے پھر بڑا سخت گنہگار وہ ہے جو اپنے خالق کے احسان کو بھول جائے اس طرح کہ اس نے پیدا کیا
اور مخلوق کو اسکا شریک بناوے خواہ زبان سے یا اعتقاد سے یا افعال سے حالانکہ یہ دلائل وحدانیت صریح موجود ہیں اسی واسطے فرمایا۔ ثُمَّ
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ پھر منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہیں۔ یعنی یہ دلائل صریح موجود ہونے کے باوجود مخلوق کافر
ہو گئے ہیں وہ اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ دیگر مخلوق مثل بت وغیرہ کو عبادت میں اپنے پیدا کرنے والے کے برابر کرتے ہیں۔ پھر مخاطب کر کے

اُن کو سمجھایا اور جھڑکا کہ یہ تماشائے قدرت دیکھو اور شرک و کفر سے بچو اور اپنی فکر کرو کس خواب خرگوش میں ہو یہ سب فانی ہے اور آخر اپنے خالق معبود کے
یہاں خوار ہوگے۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ وہی خالق معبود تمھارا پروردگار ہے جس نے تم کو مٹی گوندھی ہوئی سے پیدا کیا ف یعنی
تمھارے باپ آدم کو بدون کسی نسل کے بدون ماں و باپ کے اپنے دست قدرت سے مٹی سے پیدا کیا جس سے تم سب پیدا ہوئے ہو۔ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا
پھر تمھارے لئے ایک مدت مقرر کردی ف کہ اس کے پورے ہونے پر تم مرجاتے ہو۔ ظاہر ہے کہ مرا تو اُسکا معاملہ سب اپنے خالق سے پڑا پھر ناحق
اُس نے چند روزہ زندگی میں بت پرستی و شرک بد اعمالیوں و نافرمانیوں سے اپنے آپ کو خوار کرکے اپنے خالق کا غضب سمیٹا کہ آخر وہاں جاکر
خوار ہوگا اور یہ جو ہنود لوگ سمجھتے ہیں کہ پھر جنم لینا ہے یہ فقط شیطان نے گمراہ کردیا تاکہ دلیر ہوکر جو چاہیں وہ کریں اور تعجب ہے کہ بلا دلیل اور بے ظہور
اور بدون غور کے اسکو مانتے ہیں۔ ہرگز نہیں جب مرا تو اُسکی قیامت گویا آگئی کہ اسی وقت سے جو کچھ اُس نے کیا سب روبرو ہوجاتا ہے اور اُسی کے آثار ظاہر
ہوجاتے ہیں پس ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور شیطان کے بہکانے میں نہ پڑو۔ پھر واضح ہو کہ اجل معنی کسی چیز کے گذرنے کا وقت معین۔ اور نیز بمعنی مجموع مدت
اور مجازاً جو چیز کہ اسمیں واقع ہو جیسے موت اور مراد یہاں اول معنی ہیں یا دوسرے معنی بنابر اشارہ قول مفسر رح کے وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ اور مدت باندھی
ہوئی اُسی کے نزدیک ہے ف کہ اُس نے تمھارے محشور ہونے کی ایک مدت باندھ دی ہے اور وہ کوئی جانتا نہیں کہ کب ہوگی اور وہ قیامت ہے
ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ پھر تم لوگ اے منکرو شک کرتے ہو ف کہ ہم قیامت میں کہاں سے اُٹھائے جاوینگے ہم تو خاک ہوگئے حالانکہ آنکھوں کی
نظر پر اسکا دارومدار رکھتے ہو تم کو چاہیئے کہ یوں دیکھو کہ جس معبود خالق برحق نے تم کو پہلے پہل پیدا کردیا کہ جب تم کچھ نہ تھے تو وہ بدرجہ اولیٰ تم کو دوبارہ اُٹھانے پر قادر
ہے پھر تمھارے ذرہ اور ریزہ کہیں نہیں جاوینگے اسکی قدرت سے باہر تو جا ہی نہیں سکتے ہیں پھر تمھارا شک کیوں ہے ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور شیطان کی پیروی
چھوڑ دو اور اپنے خالق معبود برحق کی بندگی کرو ہرگز شرک نہ کرو۔ وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ وہی مستحق عبادت ہے آسمانوں میں اور زمین میں
ف کوئی دوسرا ہرگز مستحق عبادت نہیں ہے پس کوئی بندہ کسی مخلوق کو خواہ کوئی چیز ہو عبادت نہ کرے۔ واضح ہو کہ اس جملہ کی ترکیب میں یہ تردد پیش
آیا کہ فی السموات جار و مجرور کس سے متعلق ہے پس اسم اللہ سے متعلق نہیں ہوسکتا اور یہ ظاہر ہے اور کائن یا ثابت وغیرہ سے بھی متعلق نہیں ہوسکتا کیونکہ
حصول اللہ تعالیٰ آسمان و زمین میں نہیں بلکہ یہ اس کی مخلوق ہیں اور وہ پاک پروردگار ہر کسی زمانہ و مکان سے منزہ و پاک ہے تو مفسر رح نے کہا کہ قولہ وہو اللہ
اے وہو المستحق للعبادۃ ہے اور اسی معنی وصفی سے ظرف مذکور متعلق ہے اور وہو المعبود نہیں کہا۔ باوجودیکہ استحقاق عبادت تو اللہ تعالیٰ کیواسطے ہر حال میں ہے
کچھ آسمانوں و زمین کی خصوصیت نہیں تھی تو اسواسطے وہو المستحق کو اختیار کیا اور وہو المعبود نہیں کہا کہ مبتدا معرفہ اور خبر صیغہ مشتق معرف باللام ہے جس سے
انحصار ثابت ہے پس وہو المستحق کہنے میں یہ حصر ٹھیک ہے کہ یہ خبر انحصاری صحیح ہے اور اگر وہو المعبود کہا جائے تو خبر میں یہ تردد ہوتا ہے کہ کافروں نے
غیر کی بھی عبادت زمین میں نکالی ہے مگر آنکہ یوں کہا جاوے کہ وہو المعبود کے یہ معنی کہ آسمانوں و زمین میں وہی برحق معبود ہے کیونکہ کافروں نے جسکی
عبادت نکالی وہ باطل و جھوٹ معبود بنایا اور اپنی عاقبت خراب کی اور اپنے خالق کے روبرو خوار ہونگے مگر آنکہ توبہ کرلیں اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا
کہ بعض نے کہا کہ وہو اللہ فی السموات پر وقف تام ہے اور فی الارض یعلم سرکم وجہرکم سے ابتدا ہے یعنی یعلم سرکم وجہرکم فی الارض۔ اور اسی کو ابن جریر
نے اختیار کیا ہے اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یوں ہے کہ وہو اللہ علمہ فی السموات والارض اور دلالت کرتا ہے اسپر قولہ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَهْرَکُمْ
جانتا ہے کھلا تمھارا اور چھپا تمھارا ف یعنی وہ اللہ پاک پروردگار علیم خبیر ہے کہ اسکا علم ہر جگہ یکساں ہے آسمان ہوں یا زمین ہو وہ زمین میں
تمھارے سر و جہر کو جانتا ہے یعنی جو کچھ تم آپس میں یا اپنے دلوں میں پوشیدہ کرتے ہو یا جو کچھ کھلے کھلے کرتے ہو سب جانتا ہے اگر کہا جاوے کہ
افعال یا افعال قلوب ہیں اور وہ ہی مسمی بافعال سر ہیں اور یا افعال جوارح اور وہ وہی افعال مسمی بجہر ہیں پس افعال یا تو سر ہوتے ہیں یا جہر پس

قولہ تعالیٰ ویعلم ما تکسبون عطف شے کا نفس شے پر لازم آتا ہے تو جواب یہ ہو کہ مراد سر و جہر سے احوال نفس ہیں اور کسب سے اعمال جوارح پس عطف الشیٔ علی نفسہ لازم نہیں آتا۔ ویعلم ما تکسبون اور جانتا ہے جو کچھ تم عمل کرتے ہو ف بھلا یا برا پس اسی پر تم کو ثواب و عقاب ہوگا پس ڈرو اس سے اور تقویٰ اختیار کرو کہ غیر کی بندگی مت کرو اور اُس کی نافرمانی مت کرو۔ اور اسمیں دلیل ہے کہ بندہ کا سب ہے یعنی جو امور خیر یا شر پیدا ہوتے ہیں اُن کو کسب کرتا ہو اور یہی اُسکا عمل ہے اور تمام ہونا عمل کا اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت سے ہو اور جو بدعتی معتزلہ و روافض سمجھتے ہیں کہ بندہ خود اپنے عمل خیر و شر کو پیدا کرتا ہے یہ محض غلط ہو ف فی العرائس قولہ تعالیٰ الحمد للہ الذی خلق السموات والارض اللہ تعالیٰ نے جو ازل میں اپنی حمد فرمائی وہ بندوں کیواسطے طریقہ بتلا دیا کہ اس طرح اُس کے جلال و جمال پاک کی ثنا و صفت بیان کیا کریں اور اللہ تعالیٰ نے علم قدم میں اپنی ذات پاک کیواسطے حمد واجب فرمائی قبل اسکے کہ مخلوق پیدا فرمائے اور وہ عین ذات و صفات کے مقابلہ میں تھی پھر اُس حمد کا متحمل خود ہی نفس ذات پاک تھا جیسے کہ اُسنے اپنی حمد فرمائی وہی درحقیقت حمد ہے پھر مخلوقات سے حمد موقوف فرمائی کیونکہ جس کی حمد ہو اُس کو جبتک نہ جانے تو کوئی کیا حمد کریگا اور مخلوق کی کیا مجال ہے کہ اُس کی ذات و صفات کی حقیقت جانے یہ نہیں دیکھتا کہ سید المرسلین محبوب رب العالمین نے کیسے فرمایا۔ وانت کما اثنیت علی نفسک لہذا اللہ تعالیٰ نے الحمد للہ فرماکر ظاہر فرمایا کہ سوائے اس کی ذات پاک کے مخلوق سے حمد منقطع ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے جمیع حمد ہے اور یہ محققین کے نزدیک صحیح ہے۔ اور نیز حمد قدیم راجع بقدیم ہے اور حادث کو اسمیں سے کچھ بھی نصیب نہیں ہے اسواسطے کہ اُس کی حمد ازلی ہو اور ازلی اُسی کو لائق ہے جو ازلی ہو یعنی قدیم ہو بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد خود فرمائی کیونکہ مخلوق کا عاجز ہونا اُس کی حمد ادا کرنے سے اس کے علم قدیم میں ظاہر ہے جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ الحمد۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہو کیونکہ اُس نے اپنے آپکو بہ تمام الصفۃ محمود فرمایا۔ اور اگر مخلوقات سب کے سب مجتمع ہوکر حمد کریں تو اُس کی صفت سے ایک ذرہ برابر بھی ادا و بیان نہیں کر سکتے یعنی درحقیقت ادا نہ ہوگا اگرچہ مخلوق کی طرف اُسکا ثواب جمیل راجع ہوئے۔ قولہ خلق السموات والارض۔ یعنی یہ حمد درحقیقت اُس پاک پروردگار کیواسطے ہو جس کی یہ صنع و قدرت ہو اور جبتک تم درجہ بدرجہ یوں قدر و مرتبہ نہ پہچانو کہ اُس کی صنعت و افعال سے اُس کی قدیم و عظیم قدرت و صفات کی طرف اور وہاں سے ذات کی طرف معرفت حاصل کرو تب تک خالی نام سے اُس کی حمد و ثنا پر قدرت نہ پاؤ گے قولہ وجعل الظلمات والنور۔ یعنی جس نے آسمان و زمین جو نظر آتے ہیں وہ پیدا کیے اور باطنی آسمان و روح اور زمین قلب پیدا کی ہے اُس نے روح میں نور عقل دیا تاکہ اُس سے توحید کے آیات و شواہد کو پہچانے۔ قال المترجم عقل سے مراد عقل روحانی یا عقل کلی ہو جس نام سے چاہو تعبیر کرو اور یہ عقل جسکو عوام جانور عقل کہتے ہیں جس کی خدمت ان حواس خمسہ ظاہری یا خیال و وہم وغیرہ سے ہوتی ہے یہ عقل جزدی اور ہیچ ہے اس سے کوئی کمال حاصل نہیں ہوتا فافحفظہ اور قالب میں نفس امارہ کی تاریکی رکھی ہے تاکہ محل امتحان سے بندگی اور عبودیت ظاہر ہو۔ قال المترجم عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص فی حدیث معروف اللہ تعالیٰ نے ارواح کو تاریکی میں پیدا کیا پھر اُن پر اپنے نور سے چھڑکا تو جس روح کو اُس نور سے اُنکو حصہ ملا اُسنے ہدایت پائی اور جس کو نہیں پہونچا وہ گمراہ ہوا شیخ واسطی رح سے خلقت پیدا کرنے کی حکمت پوچھی گئی یعنی عین حکمت تو اللہ تعالیٰ کے علم میں منحصر ہو لیکن بشری معرفت کہاں تک ہو تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو جہان کی حاجت نہیں بلکہ جہان کا گم ہونا اُسکا ظہور ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعضے صوفی لاتے ہیں کہ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔ اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہو حالانکہ محدثین کے نزدیک بالکل موضوع و باطل ہو اور حضرت واسطی رح کے کلام سے معلوم ہوا کہ اُن کے نزدیک بھی یہ حدیث نہیں بلکہ کسی عارف و صوفی کا کلام بھی نہیں ہو کیونکہ معرفت کے درجہ سے خارج ہے برخلاف اس کے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ کہ یہ کلام معرفت ہو اور صحیح ہوا کہ حضرت ذوالنون مصری رح کا کلام ہے قال الشیخ بعض مشائخ رح سے پوچھا گیا کہ عالم کے اظہار میں کیا حکمت ہو فرمایا کہ حدیث صحیح میں ہو کہ شیطان وسوسہ دلاویگا کہ اس چیز کو کس نے پیدا کیا اور وہ کس نے پیدا کی

یہان تک کہ آخر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک مین وسوسہ لادیگا پس لاحول پڑھکر اُس کو دفع کرنا چاہیئے اور نیز حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتون مین فکر کرو اور اُس کی ذات مین فکر مت کرو۔ اور تمام سلف و خلف صالحین اسی پر گزرے ہین کہ کسی بندہ مخلوق نے اپنے خالق جل جلالہٗ کی ذات و صفات مین غور و فکر نہین کی پس اہل ایمان پر واجب ہے کہ کبھی اس امر مین غور و فکر نہ کرین ہان دنیا مین خصوص انسان مین جو اعضاء وغیرہ موجود ہین اُن کے فوائد پر نظر کرین اور بے انتہا فائدے دیکھکر اپنے خالق عز و جل کا شکریہ ادا کرین کہ اس کی صنعت فعل اسقدر پاک و منزہ ہے تا کہ فعل سے جانب صفت رجوع ہو۔ اور امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی تصانیف مین اُن فوائد کا ایک بڑا ٹکڑا بیان کیا ہے اور وہ قابل قدر ہے۔ فافہم۔ قولہ ہو الذی خلقکم من طین۔ تمام آسمان جسم ہین اور اس جسم کا دل یہ زمین ہے اور اللہ تعالیٰ نے سموات کے دل کو جلال سے منور کرنے مین مخصوص فرمایا۔ بقولہ واشرقت الارض بنور ربہا۔ اور منجملہ اس خاصیت کے یہ ہے کہ آدم کی صورت کو قلب عالم سے بنایا پس آدم قلبی تھے نہ جسدی یعنی عالم کو زمین سے لیکر بنایا پس وہ زمینی تھے اور آسمانی جسم سے نہ تھے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اپنی حکمتون کا خزانہ و دلیعت رکھا ہے اور زمین فطری لطائف رکھتی ہین کہ ارواح قدسیہ اور اشباح ملکوتیہ اس سے ہین اور لفظ طین کو نکرہ بیان فرمایا جس مین تعیین نہین ہے پس بھید یہ ہے کہ جنت کی مٹی سے مومنون کے اجسام پیدا کیئے اور درگاہ خاص کی مٹی سے موقنین کے اجسام بنائے۔ قولہ یعلم سرکم و جہرکم یعنی جو اشتیاق تمہارے صمیم اسرار مین جمال قدیم کی طرف ہے اور جو خلوص اس راہ مین تمہارے باطن مین مضمر ہے وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور تمہاری روحین جس حرکات شوق سے عالم قدم کی طرف جاتی ہین اور جوش محبت مین درگاہ جبروت مین سجدہ کرنے مین تمہارے چہرون پر جو آنسو بہتے ہین اور دل لوٹ پوٹ ہوتے ہین وہ سب دیکھتا ہے قال المترجم فی الحدیث اور وہ شخص جس نے تنہائی مین اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور آنسو جاری ہوئے رواہ البخاری وغیرہ یہ افضل و بہتر آدمی کا بیان ہے جس کا آپ سے سوال کیا گیا تھا مولوی روم نے کہا ۔
این تضرع را بر حق قدرہاست ۔ وان بہا کانجاست زاری را کجاست ۔ گر برابر می نہد شاہ مجید ۔ اشک را در وزن با خون شہید ۔
قال الشیخ او نیز اشارہ ہے کہ ارواح کی جولانی جو نظر سے پوشیدہ ہے اور جسمانی طلب مین کوشش کرنا سب علم الٰہی مین ہے۔ اسمین لطیف اشارہ ہے کہ فرمایا وہو اللہ فی السموات و فی الارض یعلم سرکم و جہرکم۔ آسمانون مین تمکو مشاہدہ جبروت ہے اور زمین مین مشاہدہ ملکوت ہے بعض نے کہا کہ دلی جوش و زبانی دعائین سب جانتا ہے ۔

وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوا

اور نہین پہونچتی اُن کو کوئی نشانی اُن کے رب کی نشانیون مین مگر کرتے ہین اُس سے تغافل سو جو جھٹلا چکے

بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ أَلَمْ يَرَوْا

حق بات کو جب اُن تک پہونچی اب آگے آوے گی اُن پر حقیقت اُس بات جس پر ہنستے تھے کیا دیکھتے نہین

كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا

کتنی ہلاک کین ہم نے پہلے اُن سے سنگتین اُن کو جمایا تھا ہم نے ملک مین جتنا تم کو نہین جمایا اور چھوڑ دیا ہم نے

السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم

آسمان برساتا اور بنا دین نہرین بہتی اُن کے نیچے پھر ہلاک کیا اُن کو

بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ۝

اُن کے گناہون پر اور کھڑی کی اُن کے پیچھے اور سنگت

وَمَا تَأْتِيْهِمْ اور نہین آتی اُن کو ف یعنی اہل مکہ پاس مِّنْ اٰيَةٍ کوئی آیت ف مِنْ اٰیۃ بغرض استغراق وشمول نفی ۔ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اُن کے پروردگار کی آیتون سے ف یعنی قرآن سے اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۔ مگر آنکہ اس آیت سے منھ موڑتے ہین ف مراد آیت سی بنا بر قول مفسر رح کے آیات قرآن ہین پس آنا اس کا یہ کہ نازل ہوئی اور ہوسکتا ہے کہ خلقت کی نشانیان مراد ہون از انجملہ معجزات و عجیب مخلوقات ہین پس آنا یہ کہ اُن پر ظاہر ہون والاول ارجح اور معنی اعراض کے یہ کہ اسمین غور و نظر نہین کرتے کہ اپنے پروردگار کی توحید و معرفت حاصل کرین اور اگر اعراض ہی ہوتا تو بھی بڑا جرم تھا سخت تر جرم تو یہ کہ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ سو جھٹلا چکے حق بات کو جب اُن تک پہونچی ۔ ف یعنی قرآن جب آیا تو اُس کو جھٹلانے لگے ۔ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اب آگے آویگی اُن پر حقیقت اس بات کی جسپر ہنستے تھے ف انباء جمع نباء وہ خبر جس کی وقعت عظیم ہو ۔ اور یہان جیسے بولتے ہین کہ عنقریب تم خبردار ہوگے یعنی کوئی بڑا حادثہ تم پر پیش ہوگا ۔ لہذا مفسر رح نے عواقب سے تفسیر کی جمع عاقبۃ بمعنی انجام کار کسی شئے کا ۔ اور چونکہ کافرون کا کام بد تھا لہذا عذاب برا بدلا ہوگا ۔ حاصل آنکہ ایسا ہونے کے وقت اُن کو اپنے ٹھٹھے کا حال معلوم ہوگا پس جو لوگ کفر پر رہے مانند ابوجہل وغیرہ کے اُن پر عذاب سخت کا دروازہ کھلا اور معلوم ہوا کہ کیسی استہزاء و ٹھٹھول کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ عذاب اُن پر جہاد مین خوار ہونے کا ہے اور بعض نے کہا کہ قحط ہے جس سے مارے بھوک کے آنکھون مین اندھیر آتا تھا ۔ اَلَمْ يَرَوْا کیا نہین دیکھتے ف یعنی ملک شام وغیرہ کو سفر مین جانے مین کیا آنکھون نہین دیکھتے كَمْ اَهْلَكْنَا بہتیرے ہلاک کردیئے ہم نے ف کم خبریہ بمعنی کثیر ہے ۔ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ اُن سے پہلی سنگتین ف قرن یہ کم خبریہ کی تمیز ہے مانند قولہ وکم من ملک فی السموات ۔ حاصل آنکہ کم من قرن کائنین من قبلھم اہلکنا ۔ اور قرن کے معنی قاموس مین ہین کہ دس یا تیس (۳۰) یا چالیس (۴۰) یا پچاس (۵۰) یا ساٹھ (۶۰) یا ستر یا اسّی یا سو (۱۰۰) یا ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی مدت اور سو برس کے معنی اصح ہین کیونکہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایک قرن زندہ رہو وہ ایک سو برس جیتے رہے اور قرن بمعنی ہر ایسی اُمت جو ہلاک ہوئی اسطرح کہ اسمین سے کوئی نہین بچا مفسر رح نے یہی اخیر معنی لیے ہین اور یہی مناسب ہین اور مراد امت سے ایک گروہ آدمیون کا ہے جیسے قوم لوط کو ہلاک کردیا اور قوم عاد کو مٹایا ۔ حاصل آنکہ کیا اہل مکہ دیکھکر عبرت نہین پکڑتے کہ ہلاک کردین ہم نے پہلے اُن سے بہت سی اُمتین جن کا یہ حال تھا کہ مَكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُن کو جمایا تھا زمین مین ف یعنی ہم نے اُن کو ٹھکانا دیا تھا زمین مین توانائی و مالداری کے ساتھ ۔ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ اسقدر کہ جو تم کو نہین دیا ف لکم کی ضمیر مخاطب مین اوپر کے غائب کلام کرنے سے توجہ کرکے خطاب کی طرف رجوع ہے ۔ حاصل آنکہ تم سے اگلون کو ہلاک کیا حالانکہ وہ تم سے توانائی قوت اور مالداری مین زیادہ تھے ۔ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا اور ہم نے چھوڑ دیا تھا اُن لوگون پر آسمان یعنی مینھ پے درپے ف کہ بارش خوب ہوتی تھی ۔ وَجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ اور پیدا کردی تھین ہم نے نہرین کہ جو جاری تھین اُن کے نیچے ف یعنی اُن کی بستیون کے نیچے ۔ حاصل آنکہ ایسی نعمتین ہم نے اُن کو دی تھین ۔ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ پھر ہلاک کیا اُن کو اُن کے گناہون پر ف یعنی جب انبیاء علیہم السلام نے اُن کو اُن کے پروردگار کی توحید کی طرف بلایا اور اُنھون نے انبیاء کو جھٹلایا تو ہم نے اُن کو بسبب اُن کے گناہون کے ہلاک کردیا ۔ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ اور کھڑی کین اُن کے پیچھے اور سنگتین ف حاصل وہ لوگ بھی اللہ عز وجل کے مخلوق تھے لیکن جب کفر و شرک سے باز نہ آئے تو غضب الٰہی سے مٹ گئے اور نیست ہوگئے کہ ان کی بستیان کھنڈل ویران پڑی ہین ان کو دیکھکر عبرت کرو کہ آخر باز نہ آؤ گے تو اسی طرح ہلاک ہوگے ف قال فی العرائس قولہ وما تاتیھم من آیۃ الخ یہ لوگ جو مشرکین مکہ مین سے کافر سے ازل ہی مین محروم از نور ایمان تھے و فی الحدیث روحین تاریکی مین اللہ تعا

نے پیدا کین پھر اُن پر نور پاشی کی جس کو پہونچا وہ راہ پر آیا اور جو چوکا وہ گمراہ ہوا پس جو کافر ہے وہ اندھے تھے اور جو اندھا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے آثار و آیات سے کیونکر اس کی وحدانیت کو مشاہدہ کریگا خواہ آیات آسمانی ہون یا زمینی ہون خواہ چہرہ ہائے انبیاء علیہم السلام سے ہون یا چہرہ و آثار اولیاء رحمہم اللہ سے ہون کیونکہ یہ چہرہ بھی تجلی الٰہی سے چمکتے ہین لیکن جس نے حواس سے دیکھا وہ اندھا ہے اور اُس کی نابینائی اور بڑھ جائے گی کیونکہ جس کے قلب کی آنکھین بند ہین وہ قبول ازلی سے مردود اور دائمی مطرود ہے اور شیخ نصرآبادی نے کہا کہ مخلوقات مین اللہ تعالیٰ کی عمدہ آیات مین سے اس کے انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ ہین۔ بالجملہ اس آیت کریمہ کی تفسیر مین آیات سے مراد قرآن مجید و نور مبین ہے جسکی تجلیات سے چکاچوند ہوتی ہے و عرب اس کے روبرو متحیر و عاجز تھے۔ ولیکن ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار مین ہے۔
ابوجہل وغیرہ جو کافر ہیں اُن کو اس مین بھی شیطان نے دھوکے دیئے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِىْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اور اگر اُتارین ہم اُن پر لکھا ہوا کاغذ مین پھر ٹٹول لین اُس کو اپنے ہاتھ سے البتہ کہین گے منکر
اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ط وَلَوْ اَنْزَلْنَا
یہ کچھ نہین مگر جادو ہے صریح اور کہتے ہین کیون نہ اُترا اُس پر کوئی فرشتہ اور اگر ہم فرشتہ
مَلَكًا لَّقُضِىَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ
اُتارین تو فیصل ہو چکے کام پھر اُن کو فرصت نہ ملے اور اگر ہم رسول کرتے کوئی فرشتہ
رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ
تو وہ صورت مین ایک مرد کرتے اور اُن پر شبہہ ڈالتے وہی شبہہ جو لاتے ہین اور ہنسی کرتے رہے ہین رسولون سے تجھ سے پہلے
فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا ع
پھر اُلٹ پڑے اُن ہی ہنسی والون پر جس بات پر ہنسا کرتے تھے۔ تو کہہ پھرو ملک مین تو دیکھو
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝
آخر کیسا ہوا جھٹلانے والون کا۔

معالم مین ہے کہ نضر بن حارث و عبداللہ بن اُمیہ و نوفل بن خویلد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہین لاوینگے یہانتک کہ ہمارے پاس کوئی کتاب لکھی ہوئی اللہ تعالیٰ کے پاس سے لاؤ اور اُسکے ساتھ چار فرشتے بھی ہون جو اس کتاب کی اللہ تعالیٰ کے پاس سے نازل ہونے کی اور آپکے رسالت کی شہادت دیوین پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا اور اگر اُتارین ہم تجھ پر لکھا ہوا ف کتاب مصدر بمعنی مفعول یعنی مکتوب ہے۔ فِىْ قِرْطَاسٍ کاغذ مین ف یعنی اگر ہم تجھ پر کتاب لکھی ہوئی قرطاس مین بھی ورق ورق مین اُتارتے جیسے کہ ان لوگون نے معانداً سوال کیا تھا کہ لکھی ہوئی کتاب پوری کیون نہین اُتری فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ پھر اُس کو اپنے ہاتھون سے ٹٹول لیتے ف یہ معائنہ سے بھی بڑھکر ہے حاصل آنکہ اگر ہم لکھی ہوئی کتاب اُتارتے اُن کی نظر کے سامنے پھر وہ ہاتھون سے بھی چھو لیتے۔ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا۔ البتہ کہین یہ منکر یعنی تو بھی کافر اپنے جھگڑے سے باز نہ آتے اور کہتے کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔ نہین ہے یہ مگر کھلا ہوا جادو ف یہ کافرون کی حق بات سے عناد و جھگڑے کا بیان ہے اور یہ السیا

جیسے فرمایا۔ ولو فتحنا علیہم بابا من السماء فظلوا فیہ یعرجون لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون۔ یعنی اگر ہم اُن پر آسمان کا دروازہ کھولدیتے
اور برابر وہ اسمین چڑھتے چلے جاتے تو بھی کہتے کہ ہماری آنکھین نظربند ہیں بلکہ ہم پر جادو کیا گیا ہے اور فرمایا وان یروا کسفا من السماء ساقطا یقولوا
سحاب مرکوم۔ یعنی اگر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتے دیکھتے کہتے کہ تہ پر تہ جما ہوا بادل ہے۔ وَقَالُوا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ اور کہتے ہین محمد پر
کیون نہین اُتارا گیا فرشتہ جو اسکی تصدیق کرتا۔ ف۔ یعنی اُس کے ساتھ ہین فرشتہ ہوتا کہ سب یقین کرتے کہ ہان یہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اور وہ
سب کو بتلاتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرسانیوالا بھیجا گیا ہے مانند قولہ لولا اُنزل الیہ ملک فیکون معہ نذیرا الآیۃ۔ یہان کافرون کی سخت جہالت
تھی کہ فرشتہ سے آگاہ نہین کہ کیونکر ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے دو طرح سے رد کر دیا۔ اول آنکہ بر ملا فرشتہ کا یون نزول قدرت الٰہی مین کوئی چیز
نہین لیکن فرمایا وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا اور اگر اُتارتے ہم فرشتہ ف۔ یعنی جیسے مانگتے ہین اگر ہم فرشتہ اُتارتے اور یہ عناد کی باتین بناتے تو لَقُضِيَ
الْاَمْرُ پورا کر دیا جاتا حکم ف۔ اُن کے ہلاک ہو جانے کا ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ پھر نہین مہلت دیے جاتے ف۔ کسی توبہ یا عذر کیلئے جیسے اللہ تعالیٰ
کی عادت پاک اُن لوگون سے پہلے والون کے حق مین جاری ہو چکی ہے کہ جب اُنھون نے کسی آیت پر ہٹ کی اور اُس کے پورے کئے جانے پر
ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ کے غضب مین فوراً ہلاک ہوئے۔ بالجملہ نزول ملائکہ اس شان سے تو عجیب آیت ہے کہ آنکھون دیکھکر ایمان لانے سے بہت قریب
کہ بعد اسکے ایمان بالغیب یون ہی باقی رہتا ہے پس اس امر عظیم کے بعد ان کو مہلت نہین ہو سکتی وقد قال تعالیٰ۔ ما ننزل الملائکۃ الا بالحق وما کانوا اذا
منظرین نہین اُتارتے ہم ملائکہ کو الا حق اور ایسے وقت وقوع مین کفار مہلت نہ دیئے جاوینگے اور فرمایا۔ یوم یرون الملائکۃ لا بشری یومئذ للمجرمین
الآیۃ۔ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا اور اگر ہم رسول کرتے فرشتہ ف۔ یعنی اگر وہ شخص جو اُن کی طرف اُتارا گیا ہم اُس کو فرشتہ کرتے جیسے کہ فرشتہ کو
مانگتے ہین لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا تو ہم اسکو آدمی مرد بناتے ف۔ یعنی آدمی مرد کی صورت پر بناتے تاکہ اُن لوگون کو اُس کے دیکھنے کی تاب ہو لیکن
اسواسطے کہ بشر کو فرشتہ کے دیکھنے کی تاب نہین ہے۔ وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ اور اُن پر شبہ ڈالتے وہی شبہ جو لاتے ہین ف۔ یعنی اگر
ہم فرشتہ کو اُتارتے اور اسکو ایک آدمی مرد کی صورت بناتے تو البتہ مشابہ کرتے انپر جو لبس رکھتے ہین اپنے نفسون پر بایں طور کہ کہنے لگتے کہ یہ تمہارے
مانند ایک آدمی ہے اور بعض نے قولہ ولو انزلنا ملکا لقضی الامر سے دونون آیت کی یون تقریر بیان کی کہ اللہ تعالیٰ اگر فرشتہ اُتارتا کہ اسکو آنکھون
سے مشاہدہ کر لیتے خواہ وہ رسول علیہ السلام کے ساتھ تصدیق کرنے کو ہوتا یا فرشتہ ہی ان منکرون کی طرف بھیجا جاتا تو لقضی الامر ثم لا ینظرون۔ یعنی انکے
قوائے بشری اسکو مشاہدہ کر کے زندہ باقی نہین رہ سکتے تھے بلکہ موت آجاتی اور خوف سے اُن کی جانین نکل جاتین کچھ دیر بھی مہلت نہ ہوتی پس
وہ فرشتہ جس کام کی غرض سے آیا تھا کہ ان لوگون کو معرفت وکمال حاصل ہو اور کتاب الٰہی پر ایمان لاوین اور نیک کام کرین وہ سب جاتا رہتا اور
قولہ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا الآیۃ۔ یعنی اگر ایسا کیا جاتا کہ یہ لوگ نہ مرین اور فرشتہ بھیجا جاوے تو فرشتہ بھی بصورت مرد آدمی کیا جاتا کیونکہ فرشتہ
جس صورت پر مخلوق ہے اسکو تو برداشت ہی نہین کر سکتے پس وہ آدمی کے کثیف جسم مین متمثل کیا جاتا تاکہ اس سے باتین کرین اور اُس کے
نصائح کو سنین اور جب اس صورت مین ہوتا تو کہتے کہ یہ تو ہمارے مثل آدمی ہے۔ پھر اگر اُن کو فرشتہ کی اصلی صورت دکھلائی جاتی یعنی وہ اپنی اصلی
صورت پر اُن کے روبرو ہو جاتا تو سب فی الفور مر جاتے پھر بھیجنے کا کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ حاصل یہ کہ غیر جنس سے اُمور شریعت کی حکمت پوری نہین
ہے کیونکہ شریعت فقط نماز روزہ کا نام نہین بلکہ زندگی دنیاوی کو دنیا مین ایسی خوبی سے بسر کرنا ہے تا دم تک کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہو
اور یہ بدون اُس کے معلوم نہین ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان لاوے جس نے پیدا کیا اور نعمتین دی ہین اور اللہ تعالیٰ کے احکام بدون
اس کے رسول کے معلوم نہین ہو سکتے ہین لہذا رسول پر ایمان لانا ضرور ہے کیونکہ بندے کے افعال دو قسم کے ہین ایک افعال قلب اور دوم افعال جوارح

پس افعال قلب میں اعتقادات وغیرہ ہیں اور بدون رسول علیہ السلام کے بندہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کیا ہیں اور اس کی شان میں کیا
اعتقاد رکھے پس رسول صلعم سے معلوم ہوا کہ وہ پاک پروردگار وحدہ لاشریک ہے اور خالق و رازق ہے اُسی پر توکل ہے اور بغیر اُس کی تاثیر
قدرت کے کسی بندہ کا کام پورا نہیں ہوتا خواہ کوئی بندہ ہو اور چاہے کوئی کام ہو اچھا ہو یا بُرا ہو پس اچھا کام ہوگا تو اپنی ہمت و ارادہ و قصد
پر ثواب پاویگا اور اگر بُرا کام ہوگا تو اپنی بُری نیت و ارادہ و قصد پر عذاب و ملامت پاویگا۔ اور مانند اس کے بہت صفات باری تعالیٰ ہیں کہ بندہ
بغیر رسول کے بتلائے نہیں جان سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں کیا اعتقاد رکھے اور بعض افعال قلب یہ ہیں کہ مثلاً غرور و تکبر و گھمنڈ حرام ہے اور
اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور اپنے آپ کو ہر دم اسکے تحت قدرت میں محتاج جانے اور ہر دم اس کی طرف التجا رکھے کہ میرے پروردگار میں کوشش
کرتا ہوں اور تیری قوت و قدرت سے بھلائی اور نیکی کا سامان مہیا ہوگا تو اس کوشش کو بھلدار کر دے اور مسلمانوں کے ساتھ بہتری کی نیت رکھے
اور اُن کی بھلائی چاہے اور جسم تو کچھ چیز نہیں ہے اُنکا دل اپنا دل جانے۔ اور اخلاص رکھے کھوٹ نہ رکھے اور محبت رکھے بغض و حسد و عداوت
وغیرہ بد باتیں جی میں کبھی نہ رکھے۔ کافروں کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور قہر میں پڑا ہوا جانے اور دل سے چاہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دیکر
اس غضب سے نجات دے۔ یہ تو افعال قلب کی مثال بیان ہوئی ہے اور پورا بیان حدیث و قرآن میں ہزاروں باتوں کا ہے۔ اور دوسری قسم
جو افعال جوارح یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ کے کام ہیں ان سب میں دل کی نیت شرط ہے۔ پھر ان کاموں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو خالص اللہ تعالیٰ کیواسطے
ہیں جیسے نماز۔ روزہ کہ یہ بدون رسول علیہ السلام کے بتائے معلوم نہیں ہو سکتے کہ کیونکر ادا کریں چنانچہ عید کے دن روزہ حرام ہے حالانکہ عید سے ایکدن پہلے فرض تھا
اور دوسری قسم جو لفع ہیں لیکن اُن کو بھی نیک نیت سے کرے تو ثواب بھی ہوگا جیسے بال بچوں کی پرورش وغیرہ۔ تو یہ تین قسم پر ہیں ایک وہ کہ دوسرے
سے اپنا نفع لینا اور دوم دوسرے کو خود نفع پہونچانا اور تیسرے دونوں کا آپس میں نفع ہو اور نیز تین قسم اور ہیں کہ اپنی ذات کی اصلاح
کرنا اور دوم اپنے گھر والوں کی اصلاح کرنا اور تیسرے محلہ و شہر والوں و تمام جہان والوں کی اصلاح کرنا۔ پس نوکری یا تجارت یا دستکاری سب
میں سچائی شرط ہے پس نوکری میں برے کام بجالانے کی نوکری نہ کرے۔ اور بھلے کام کو شرط کے موافق سچائی سے نیک نیتی سے پورا کرے
تجارت میں جس کی خرید و فروخت میں جو طریقہ شرع میں بیان ہوا ہے اُس کو برتے۔ پس خرید و فروخت کے جملہ قانون جو شرع میں بیان ہیں
اگر رسول سے نہ سیکھے تو کیونکر جانے مثلاً کم تولنا حرام ہے اور عیب دار چیز کو بے بتلائے دھوکا نہ دے اور دام کے حساب میں بھول ہو جائے تو
اُٹھتی پھیر دے جو چیزیں دنیا میں فساد ڈالتی ہیں۔ تال طنبورہ ستار۔ باجہ وغیرہ نہ بیچے اور جن باتوں میں مانند گیہوں کو گیہوں سے
بدلتے ہیں بڑھتی حرام ہے اُن کو بڑھتی سے نہ بیچے۔ اسی طرح صرافی و کفالت و وکالت و مضاربت و اجارہ و صناعت و سلم و شفعہ وغیرہ
جتنے معاملات ہیں اُن کو پورے پورے شرعی قاعدوں سے برتے تاکہ دنیا میں اصلاح رہے اور اپنے مولیٰ کی لوگ عبادت کریں اور علیٰ ہذا
کھیتی باڑی و بادشاہی حکم بجالانے اور قاضی کے احکام سب رسول سے معلوم ہوتے ہیں پھر جو افعال نیک ہیں اس کے مقابلہ میں ہزاروں
لاکھوں افعال بد ہیں چوری کرنا و جھوٹ و دغابازی و زناکاری وغیرہ وہ سب چھوڑے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھے اخلاق سے اپنے کو آراستہ
کرے اور بُرے اخلاق کو ترک کرے اور بندوں کی بھلائی میں کوشش کرے کبھی مال سے کبھی زبان سے کبھی ہاتھ سے کبھی خوش زبانی سے اور
کبھی جھڑکی و ملامت سے اور کبھی بضرورت سزا و چوٹ دینے سے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں امن و امان رہے مگر ایسا امن و امان کہ سب بندے
اپنے معبود خالق کی بندگی کئے جاویں اور امن و عافیت سے زندگی بسر کریں تاکہ جب مریں تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں یہاں کی تکلیفات و
مشقتوں کے بدلے جو اُن کی چند روزہ عمر میں اُن کو پہونچتی رہی ہے وہاں ہمیشہ ابدالآباد راحت و آرام و عجیب نعمتوں میں خوشحال رہیں اور دانا

وعقلمند آدمی یقین کریگا کہ ان افعال قلوب و افعال جوارح کے طریقے و معلومات کس اعتقاد سے اللہ عزوجل کی توحید و شان کے لائق ہین اور کس برتاؤ سے اس کی مرضی کے موافق ہین قطعاً بدون رسول علیہ السلام کی پیروی کے نہین معلوم ہوسکتا ہے اور ان سب مین بڑا امر یہ کہ بندہ اپنے خالق کی شان مین کوئی بے ادبی نہ کرے نہ اعتقاد مین اور نہ اپنے افعال مین اور ان مین بھی جو اعتقاد مین برخلاف اعتقاد رکھے شرک وغیرہ کا وہ بہت ہی بدبخت و ناہنجار ہے اُسپر فرض ہے کہ جس نے پیدا کیا اُسکا بندہ رہے اور اُسپر خالق کا کمال احسان یہ ہے کہ رسول بھیجکر سب سکھلایا پھر اور بھی بڑا احسان یہ ہے کہ رسول بھی اُنھین کے جنس کا یعنی آدمی بھیجا کیونکہ اوپر کے بیان سے کھلا کہ آدمی دنیا کی زندگی اللہ تعالی کی مرضی کے موافق بسر کرکے مرے تو اس کی درگاہ مین جنت پاوے پس آدمی ہی رسول ہوگا تو یہ بات نہایت خوبی سے پوری ہوگی اور اگر غیر جنس ہوگا تو اسکے قدم بقدم چلنے مین کتنی نامناسبت ہے اسی واسطے کہ یہ مشرک جو فرشتہ مانگتے تھے اُن کو سمجھایا کہ غیر جنس سے تم فائدہ نہ پاؤگے وحشت کھاؤگے اور فرشتہ ہوگا تو صورت ہی دیکھکر مر جاؤگے اور جب تم اس بات پر غور نہین کرتے کہ یہ رسول ہم کو بُری راہ سے پھیرتا اور بالکل بھلی راہ بتاتا ہے اور ہمارے معبود برحق کی بندگی و پیروی سکھاتا ہے اور خود کچھ مانگتا نہین ہے تو اسکی بات نہین سمجھین و غور کرین تم یہ تو کرتے نہین بلکہ فرشتے کی شکل مانگتے ہو تو اس سے تم کو فائدہ نہین ہوگا کیونکہ اس کی شکل سے ڈر کر مر جاؤگے پھر نیک راہ کیا سیکھوگے اور اگر وہ آدمی کی صورت بنکر آیا تو ایک تو اسکی عادت و طینت و جبلت نرالی ہوگی تم اُسکے قدم بقدم کیا چلوگے اور دوسرے تم اسکو بھی آدمی کہوگے کہ ہم اسکی کیا پیروی کرین یہ فرشتہ نہین بلکہ آدمی ہی ہے پس تم نہایت احسان مانو کہ تم مین تمھاری جنس کا رسول بھیجا اور معجزے و آیات سے اسکی تصدیق کردی اور سب سے بڑا معجزہ تو قرآن ہے کہ جملہ ایک سو یا کئی زیادہ فنون فصاحت و بلاغت کے اس کلام مین جو بلاغت موجود ہے تم سے اسکا مثل نہین آتا پس تم اپنی جنس کے رسول کو بڑا احسان و انعام یقین کرو اور نیز سمجھادیا بقولہ ولوکان فی الارض ملائکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیہم من السماء ملکا رسولا یعنی اگر زمین مین ملائکہ بستے ہوتے تو ہم اُن پر البتہ آسمان سے اُن کی جنس کا فرشتہ رسول بھیجتے یعنی اگر فرشتون مین بھی مادہ خیر و شر کا ہوتا کہ ان کو آدمیون کی طرح برائی کے افعال باوجود خواہش کے چھوڑکر بھلائی کے طریقہ پہچاننے و معرفت و توحید الٰہی کے جاننے اور اوہام و خیالات کفر و شرک سے تمیز کرنے کی ضرورت پڑتی تو ان کا رسول اُن کی جنس کا فرشتہ ہوتا پس آدمیون کا رسول اسی جنس کا آدمی ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور واضح ہو کہ ان کافرون کو یہ خبط و خیال سوجھنا اور اسکی دلیل بھی کہ ازل ہی مین گمراہی انکے حق مین مقدر تھی ورنہ بشر جب تک اپنی قوت ملکیہ کو قوت حیوانیہ سے خالص توحید و عبادت کیساتھ تمیز و جدا نہ کرلے تب تک فرشتہ کو نہین دیکھ سکتا ہان بعد خلوص و کمال کے البتہ دیکھ سکتا ہے اور قولہ تعالی لقد راٰہ نزلۃ اُخریٰ عند سدرۃ المنتہیٰ کی تفسیر مین صحیح ہوا کہ آنحضرت صلعم نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت پر دیکھا اور دنیا مین بارہا جبرئیل وغیرہ دیگر ملائکہ علی نبینا و علیہم السلام آپ پر بصورت آدمی ظاہر ہوئے باوجود علم اس امر کے کہ یہ فلان اور وہ فلان فرشتہ ہے اور بصورت آدمی بعض صحابہؓ نے بھی دیکھا چنانچہ صحیحین کی حدیث سوال اسلام و ایمان و احسان و آثار قیامت کے معروف ہے اور حضرت لوط علیہ السلام پر بصورت بے داڑھی مونچھ کے خوبصورت لڑکون کے آنا اور پہلے ابراہیم علیہ السلام پر بصورت مہمان آنا اور کھانا نہ کھانا قرآن مجید مین مذکور ہے جیسا کہ انشاء اللہ مفصل قصہ آویگا۔ بالجملہ کفار کی ایسی شیطانی باتین جن کا وقوع از راہ حکمت الٰہی ممنوع تھا مانگتے تھے جیسے کوئی یون مطالبہ کرے کہ آسمان بجائے زمین کے اور زمین بجائے آسمان کے ہوجائے اور یہان کے رہنے والے وہان اور برعکس ہو جاوین تو یہ عارف و انکے نزدیک خلاف مشیت و تقدیر و حکمت الٰہی ہے ایسے عناد و جہالت کا جواب بھی اللہ تعالی جل جلالہ و عم نوالہ نے حلم کیساتھ فرمایا اور ان کو سمجھایا لیکن ان مین سے جن کی تقدیر مین کفر و ضلال تھا نہ سمجھے اور ہلاک ہوئے مگر آنحضرت صلعم جو پاک رسول اور بندون کے اوپر مہربان ترس کھانے والے تھے ان کی ایسی جہالتون سے بہت غمناک ہوتے تو حضرت رب العزت جل جلالہ نے اپنے

بندہ رسول سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین کو تسلی و تسکین فرمائی بقولہ ولقد استہزئ برسل من قبلک حاصل آنکہ اے محمد غمگین نہ ہو کہ تجھ سے پہلے رسولوں سے بھی ٹھٹھا کیا گیا تھا ف۔ اور کافروں کو تنبیہ ہے کہ اے ناپاک ناشکرے بندو تم ٹھٹھا کرتے ہو جیسے اگلوں نے کیا مگر انکا انجام یہ ہوا۔ فحاق بالذین سخروا منھم ما کانوا بہ یستہزءون پس جنھوں نے کافروں میں سے ٹھٹھول کیا تھا اُن کو اسی چیز نے گھیر لیا جس سے ٹھٹھا کرتے تھے ف۔ اس چیز سے کیا مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ حق اور بعض نے کہا کہ رسول اور بعض نے کہا کہ عذاب کیونکہ عذاب آخرت کے ساتھ تمسخر کرتے پس مراد اس سے اگر حق بات ہے تو گھیر لینے کے یہ معنی کہ حق غالب بلند ہو گیا لیکن یہ ضعیف ہے بنظر ظاہر سیاق۔ اور بعض نے کہا کہ رسول مراد ہیں لیکن اس میں بھی تامل ہے اور ارجح وہ ہے جو مفسر سیوطی رح نے کہا کہ عذاب مراد ہے کیونکہ جب کافروں کو کفر کرنے پر عذاب نازل ہونے کا خوف دلایا گیا تو ٹھٹھے مارنے لگے کہ یہ شخص مجنون ہے اور آخر انجام کار جب حجت پوری ہو گئی اور ایمان نہ لائے تو عذاب نے گھیر لیا جسکو ٹھٹھا سمجھتے تھے اور یہاں کمال بلاغت سے کفار مکہ کو تہدید ہے کہ ٹھٹھا کرنیوالے ڈریں کہ انکا انجام بھی ایسا نہ ہو چنانچہ مسخرہ پن کرنے والے ابوجہل وغیرہ ہلاک ہوئے اور چونکہ تقدیر الٰہی میں اکثر انہیں کے ایمان سے مشرف ہونے والے تھے لہذا ان کو قطعی وعید نہیں فرمائی۔ لیکن ایسے پاکیزہ اسلوب سے وعید ہے کہ جو ٹھٹھا کرتے تھے اگرچہ اسوقت تک ایمان نہ لائے تھے اُن کو نکال دیا اور مسخرہ پن کرنیوالوں کی تہدید کو اگلوں کے معذب ہونے پر قیاس کر دیا اور آخر آنحضرت صلعم کو جہاد کا حکم دیدیا تاکہ مفسد اور فتنہ ڈالنے والے ہلاک ہوں اور باقی راہ پر آ گئے بخلاف اگلی امتوں کے کہ ایکبارگی عذاب نازل ہوا کہ سب کے سب ہلاک ہو گئے اور وہ سب اسی قابل تھے نعوذ باللہ من عذاب اللہ وغضب اللہ اللھم اھدنا اللھم ادرکنا بالرحمۃ اللھم نعوذ بک برضاک من سخطک بمعافاتک من عقوبتک اللھم اذا اردت بعبادک الفتنۃ فاقبضنا الیک غیر مفتونین اللھم نسالک العافیۃ والسلامۃ وتوفیق الخیر برحمتک یا حی قیوم ونصلی علی رسولک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والحمد للہ رب العالمین پھر کفار مکہ خصوصاً اور سب انکار و شرک کرنے والوں کو عموماً ارشاد کیا کہ قل یعنی کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان منکروں سے۔ سیروا فی الارض پھرو زمین میں یعنی زمین کے ملکوں اور وہاں کے باشندوں کے وقائع گذشتہ میں فکر و غور سے نظر دوڑاؤ اور بعض نے کہا کہ حقیقی سفر کرنے کا حکم ہے اور یہ اظہر ہے لیکن مقصود اس سے دریافت حال ہے پس اگر بذریعہ معلومات کے ہو جائے تو کافی ہے بالجملہ حکم دیا کہ زمین میں پھرو فکر کرتے ہوئے اور عبرت حاصل کرتے ہوئے ثم انظروا پھر نظر عبرت سے دیکھو کہ کیف کان عاقبۃ المکذبین کیونکر ہوا انجام کار اُن لوگوں کا جنھوں نے اللہ تعالی کے رسولوں کو جھٹلایا ف۔ پس تم کو عبرت حاصل ہو کہ تم اس حرکت کفر و انکار سے باز آؤ تاکہ عذاب و بد انجام سے محفوظ رہو اور یہ بھی نظر رحمت ہے ولیکن عارف اس خطاب ہی سے ان کافروں کے بد انجام پر خوف کریگا کہ ان لوگوں کو ان کے نفس کے حوالہ کیا جبکہ انھوں نے بات نہ مانی پس بندہ ہر بات کو مانے اور اللہ تعالی سے توفیق طلب کرے ف۔ قال فی العرائس قولہ تعالی وللبسنا علیھم ما یلبسون۔ کافروں نے بالمشافہ دیدار ملائکہ کی خواہش کی حالانکہ اس کے لائق نہ تھے اور اگر اہل دل ہوتے تو چہرہ پاک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ نور اشراق ازلی مشاہدہ کرتے جو ملائکہ میں کہیں نظر نہ آتا کیونکہ وہ مشکوۃ نور ذات و صفات تھے بقولہ تعالی اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح ولیکن وہ لوگ کیونکر اسکو دیکھ سکتے ہیں کیونکہ قہر الٰہی کے اندھیرے میں پڑے ٹاپتے ہیں وقد قال تعالی ینظرون الیک وہم لا یبصرون یعنی آنکھیں پھاڑے ہوئے تیری طرف نظر دوڑاتے ہیں مگر کچھ دیکھتے نہیں پھر واضح ہو کہ قولہ تعالی ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا الآیۃ میں اشارہ یہ ہے کہ ماہیت ملکوت دیکھنے سے اُن کی نظر ضعیف ہے اور اگر فرشتہ کو دیکھیں تو آدمی ہی کی صورت میں دیکھ سکتے ہیں جو موقع التباس ہے۔ اور اصلی بیان اس مقام پر یہ کہ قولہ وللبسنا علیھم اے خلط کریں ہم اُن پر جو وہ اپنے نفوس پر خلط کرتے ہیں تاکہ اپنی خداع و فریب کی راہ نہ جائیں جیسا کہ ان کی مراد ہے اور انکا مکر انھیں کی گردن پر لوٹ پڑے اور تنگی تاریکی میں پھرتے پھریں قولہ ولقد استہزئ برسل من قبلک۔ اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے۔ اللہ تعالی

نے جاہلون کے حال سے خبر دی کہ جب انھون نے خاصان درگاہ کو نہ پہچانا اور انہین آثار جلال الٰہی کو نہ دیکھا تو ان سے اعراض کیا اور ان کے حالات سے انکار کیا۔ قاسم نے کہا کہ جب انھون نے رسولون کے حقوق کو نہ پہچانا اور ان کی تکریم نہ کی اور چشم حق اور عین بصیرت سے ان کو نہ دیکھا تو انوار و مشاہدات سے اندھے دھندے رہ گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت محیط و رحمت عمیم ہے اور کفار پر حجت ہر طرح پوری ہے۔ بقولہ تعالیٰ

قُل لِّمَن مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ قُل لِّلّٰهِ ۚ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۚ لَيَجْمَعَنَّكُمْ

پوچھ کہ کس کا ہے جو کچھ ہے آسمان و زمین مین کہہ اللہ کا ہے۔ اُسنے لکھی ہے اپنے ذمہ مہربانی البتہ تم کو جمع کریگا

إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَ

دن قیامت تک اس مین شک نہین جنھون نے ہاری اپنی جان وہی نہین مانتے اور

لَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ قُلْ أَغَيْرَ اللّٰهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا

اُسی کا ہے جو بستا ہے رات مین اور دن مین۔ اور وہی ہے سب سنتا جانتا تو کہہ کیا اور کوئی پکڑون اپنا مددگار

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۗ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ

اللہ کے سوائے جو بنانیوالا ہے آسمان اور زمین اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اسکو کوئی نہین کھلاتا مجھکو حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے حکم

أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ ۖ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ

مانون اور تو نہ ہو شریک پکڑنے والا تو کہہ مین ڈرتا ہون اگر حکم نہ مانون

رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ مَّن يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ۚ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ

اپنے رب کا ایک بڑے دن کے عذاب سے جس پر سے وہ ٹلا اُس دن اُس پر رحم کیا اور یہی ہے بڑی مراد ملنی۔

قُل کہدے اے محمد صلعم۔ لِمَن مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ کس کی ملک و خلق و بندہ ہے جو کچھ آسمانون و زمین مین ہے ف پس مشرکون کے جھوٹے معبود بھی مملوک الٰہی ہوئے اور معنی یہ کہ آسمان و زمین معہ تمام اشیاء کے جو ان مین ہین یعنی تمام عالم سوائے ذات باری تعالیٰ کے کس کی ملک ہے۔ قُل لِّلّٰهِ کہدے اللہ تعالیٰ کے ہین ف یعنی اگر مشرکین عداوت و حماقت سے یہ جواب نہ دین تو خود تو یہ جواب یدے کیونکہ اسکے سوائے کوئی جواب ہی نہین ہے۔ اور لطیف اشارہ ہے کہ مشرکین خجالت سے منہ کیا کھولین گے۔ حاصل آنکہ جواب تو یہی متعین ہے خواہ باقرار صحیح یا بحجت۔ دصوت ہٹ دھرمی کے انکار کے لیکن مشرکین عرب اسکا اقرار کرتے تھے وقد ذکر تعالیٰ ولئن سألتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ یعنی تو اگر ان سے سوال کرے کہ کس نے پیدا کیا آسمانون و زمین کو تو ضرور کہین گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ اور یہ مشرکون و کافرون پر ایسی حجت قوی ہے کہ جس سے ان کو مجال نہین کہ کسی شرک و کفر کی طرف جاوین۔ بالجملہ جو خالق ہے مخلوق کو اسی کی عبادت فرض ہے اسواسطے کہ قادر مختار خالق جامع کمالات جو پاک پروردگار ہے وہی مستحق عبادت ہے کیونکہ عبادت اظہار بندگی ہے پس جو اللہ نہ ہو وہ اسکا مستحق نہین ہو سکتا کہ اسکی بندگی کی جاوے اور جب بندگی فقط اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی متعین ہوئی تو شرک سے توبہ کرنی چاہیئے۔ اور جو گذرا اسکو وہ پاک معبود برحق عفو فرمانیوالا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر رحمت کا برتاؤ کیا ہے ف کتب بمعنی فرض نہین کیونکہ اوتعالیٰ جل جلالہ پر کوئی چیز فرض و واجب نہین ہے وہ قادر مختار ہے جو چاہے کرے بلکہ کتب بمعنی قضی ہے یعنی مقدر کر دیا ہے اپنے اوپر رحمت کو بطور فضل و احسان کے اور اس کلام پاک مین ایک طرح کی مہربانی ٹپکتی ہے کہ لطافت سے مشرکون کو توحید و خلوص عبادت کی طرف بلایا کہ وہ پاک پروردگار غفور رحیم ہے جو تم سے بھٹک جانے مین چوک ہو گئی اُس کو رحمت سے معاف

فرمادیگا اور یہ بھی اسکی رحمت ہے کہ رسول بھیجے وکتابین نازل فرمائین وراہ توحید پر دلائل صریح قائم کئے حالانکہ آفاق والنفس مین لاکھون دلائل موجود ہین جو گواہی دیتے ہین کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے خلق کو مقدر کیا تو ایک کتاب لکھی اور عرش پر اپنے پاس رکھی کہ میری رحمت سبقت لیگئی میرے غضب پر کمافی الصحیح البخاری ومسلم۔ اور سلمانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین پیدا کئے تو سو رحمتین پیدا فرمائین اور ان مین سے ایک حصہ دنیا مین لوگون کو ملا کہ جس سے آپس مین ایک دوسرے پر رحم کرتے ہین (مان باپ وغیرہ سب) اور ننانوے حصہ قیامت کیواسطے ہین پھر جب قیامت کا روز ہوگا تو مومنون کیلئے یہ حصہ بھی ملاکر سو پورے کرکے دیدیئے جائین گے رواہ مسلم واحمد وغیرہما اور شرح ان حدیثون کی بہت طول چاہتی ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ بندہ مومن ان باتون کو بلاتردد وغور کے مان لے کیونکہ یہ مقام صفات ہے اسمین عقل کو رسائی نہین ورنہ علماء نے جاہلون کے اوہام دور کرنے کو معقول تاویلین بیان فرمائی ہین پھر اس جملہ ترغیب و وعدہ صادق کے بعد جملہ ترہیب و وعید خوفناک کو بیان فرمایا تاکہ نادان بندے غرہ نہ ہوجاوین اور بات کو اپنے موقع تک رکھین اور حد سے تجاوز نہ کرین بقولہ تعالیٰ۔ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ اللہ تعالیٰ ضرور تم کو یوم قیامت مین جمع فرمادیگا جسمین کچھ شبہ نہین ہے ف۔ یہ تاکید باستعمال قسم ہے اور وجہ قسم بھی تقویت ترہیب ہے اور زجاج نے کہا کہ کتب علی نفسہ الرحمۃ کے یہ معنی کہ اوتعالیٰ نے ازل مین اپنی ذات پاک پر یہ مقرر کردیا کہ رحمت فرماوے اور رحمت غالب ہے اسی واسطے تمھاری عمر ورزق کو بحال رکھا اور تم کو مہلت دیدی باوجودیکہ تم شرک کرتے ہو پھر رحمت سے بدل فرمایا لیجمعنکم کو یعنی تقدیر رحمت و وعدہ صادقہ رحمت کا یہ ہے کہ تم کو قیامت کے روز جمع کرکے جزا وسزا دے اور قبول نیکی اس عذاب مین جو تمھارے گناہون کے مقابلہ مین سزا ہے ماخوذ نہ فرماوے بنابر قول زجاج رح کے رحمت مکتوبہ کا وعدہ صادقہ تا روز قیامت ہے پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مخلوق کو اس کے اعمال کی سزا ملیگی اور مہلت نہ ہوگی اور بنابر تقدیر قسم کے قسم کا مقدر کرنا اور جملہ اسقدر موکد فرمانا اسواسطے ہے کہ مشرکین کا جو روز قیامت و بعث وحشر کے منکر تھے اسی واسطے لاریب فیہ سے تاکید کی۔ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ جن لوگون نے خوار وخراب کیا اپنی جانون کو ف۔ بایں طور کہ اسکو بد اعتقاد وشرک سے عذاب کے روبرو کردیا۔ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ تو ایسے خبیث ایمان نہین لاتے ہین ف۔ اگرچہ یہ جانتے و مانتے ہین کہ بیشک ہم کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔ وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اور اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو چیز بستی ہے رات مین اور دن مین ف۔ یعنی ہر چیز اُسی کی ہے وہی اسکا خالق ومالک ہے اور مدارک وغیرہ مین ہے کہ قولہ ما سکن سے ما سکن وما تحرک ایضاً یعنی جو چیز ساکن ہو یا متحرک ہو سب اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے ہے حرکت و سکون باہم متضاد ہین پس سکون کو ذکر کیا اور اسی پر اکتفا کرکے دوسری ضد کو ذکر نہین کیا اور رہا یہ کہ سکون کو اسواسطے ذکر کیا کہ وہ بہ نسبت حرکت کے زیادہ ہے اور یہ کلام بھی مشرکون پر حجت ہے جو اس وہم مین پڑے تھے کہ سب مخلوق اسکے تحت تدبیر مین نہین ہے اور اسی وہم پر بتون کے انتظام پر تقسیم کرتے اور اُن کی عبادت کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے مصرح رد کردیا کہ رات و دن مین جو مخلوق بے طلب و تردد کے ساکن پڑی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی مخلوق اور اسی کی پرورش سے رزق پاتی ہے اور حضرت سدی رح نے کہا وله ما سکن یعنی جو ثابت ومستقر ہوئی۔ یہی زمخشری رح نے ذکر کیا اور ابن عطیہ نے اسی کو مرجح قرار دیا۔ ابن جریر رح نے کہا کہ جسپر آفتاب طلوع وغروب ہوا وہ رات و دن کے ساکن مین سے ہے پس مراد اس سے تمام وہ چیزین ہین جو طلوع وغروب آفتاب کے درمیان ہین خواہ کہین ہون اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ہر جاندار آسمان و زمین کا سب کے سب اسی کی خلق وملک ہین۔ بالجملہ اس مین اتفاق ہے کہ مراد اس سے تمام مخلوق ہے اور معنی یہ کہ تمام مخلوق کا پروردگار وخالق ومالک وہی ایک معبود اللہ تعالیٰ ہے اور مشرکون وکافرون وفلاسفہ ومجوس وغیرہ کا گمان محض غلط ہے کہ بعض اسکے مخلوق ہونے یا زیر انتظام ہونے سے خارج ہے یا وہ قادر ومختار نہین یا کوئی مخلوق

اسکے ساتھ شریک ہو سب غلط و کفر و جہالت ہو وہی قادر مختار خالق جامع صفات کمال ہے۔ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ یعنی وہی خوب سننے والا ہے جو کچھ کوئی کہے اچھی بات توحید کی یا بری بات شرک و کفر کی اور خوب جاننے والا ہے جو کچھ کوئی کرے عبادت و بندگی یا کفر و شرک وغیرہ ف اور البتہ شرم چاہیے اس مخلوق کو جو اپنے خالق کی جناب میں شرک و کفر لے یا کرے۔ اور عجب کہ کافران مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتون کی پرستش کرنے کی طرف بلایا تو حکم ہوا۔ قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا کہدے ان جاہل مشرکون سے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی چیز کو مین ولی بنالون ف یعنی معبود بنالون۔ اور یہ استفہام انکاری ہو اور معنی یہ کہ اور کسی کو معبود نہ بناؤنگا فقط اللہ تعالیٰ ہی کو معبود بناؤنگا جسکی یہ شان ہے فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ آسمانون و زمین کو۔ دونون کو ایجاد کرنے والا ہے ف یعنی دونون کو اس نے بدون مثال سابق کے ایجاد کر دیا۔ وَهُوَ يُطْعِمُ اور وہ رزق دیتا ہے وَلَا يُطْعَمُ اور رزق دیا نہین جاتا ف یعنی تمام مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہین ہے۔ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ کہدے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ مین ہی پہلا وہ شخص ہون جو اسلام لایا ف یعنی اللہ تعالیٰ کیواسطے مطیع و منقاد ہوا توحید کے ساتھ اور اولیت سے مراد یہ کہ اس امت مین سب سے اول مین ہی مسلمان ہون۔ وَلَا تَكُونَنَّ۔ اے وقیل لی۔ لا تکونن مِنَ الْمُشْرِكِينَ اور مجھے کہا گیا کہ تو ہرگز مت ہونا ان لوگون مین سے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنیوالے ہین ف یہ عطف ہو امرت پر بتقدیر لفظ قول اور بعض نے کہا کہ قل پر عطف ہو یعنی ایسا ایسا کہدے اور مشرکین مین سے مت ہو اور اس تقدیر پر صیغہ امر پر نہی کا عطف روا رکھا ہے۔ اور آنحضرت صلعم اگرچہ مشرک ہو نہین سکتے تھے کیونکہ آپ معصوم پیغمبر تھے لیکن یہ خطاب فرمایا کہ امت کے اہل اسلام اس خطاب سے مستفید ہون قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي یعنی عصیان بایں طور کہ غیر کی عبادت کرون۔ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ہو یوم القیامۃ۔ یعنی یوم سے مراد روز قیامت ہو معنی یہ کہ تو کہدے کہ اگر مین اپنے رب کی نافرمانی کرکے غیر کی عبادت کرون تو مجھے عذاب روز قیامت کا خوف ہے۔ بعض نے کہا کہ خوف سے مراد یہان علم ہے یعنی مین جانتا ہون کہ اگر پروردگار کی اسطرح نافرمانی کرون کہ غیر کی عبادت کرون تو عذاب روز قیامت مین گرفتار ہونگا۔ مترجم کہتا ہو کہ ظاہر مراد اس قائل کی یہ ہوگی کہ خوف مستلزم معرفت ہو پس معنی یہ کہ مین جانتا ہون لہذا خوف کرتا ہون کہ نافرمانی کرون تو عذاب ہوگا اور علم مورث خوف ہو چنانچہ فرمایا۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنیوالے اسکے بندون مین سے وہی ہین جو علم والے ہین اور حاصل یہ کہ مجھے خوف بطریق تردد نہین بلکہ غیر کی عبادت مین قطعی عذاب جانتا ہون۔ مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ اکثر قراء کی قراءۃ مین یصرف بصیغہ مجہول ہو یعنی جو شخص ایسا ہو کہ پھیر گیا اس عذاب سے اس روز قیامت مین یعنی جو بندہ کہ عذاب جہنم کی طرف سے موڑ دیا گیا۔ فَقَدْ رَحِمَهُ۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسپر رحم کیا ف یعنی اس کے واسطے بھلائی کا ارادہ کیا۔ اور حمزہ و کسائی و ابوبکر نے یَصْرِفْ بصیغہ معروف یعنی مبنی للفاعل پڑھا اور معنی یہ کہ جو شخص ایسا ہو کہ پھیرا اس سے اللہ تعالیٰ نے اس روز عذاب کو تو اسپر رحم کیا۔ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ۔ اور یہ نعمت عظیمہ کھلی ہوئی فلاح ہے ف فی العرائس قولہ۔ قل انی امرت ان اکون اول من اسلم۔ اشارہ ہو کہ فطرت ذاتی مین سب سے اول مین تھا یعنی اسوقت جبکہ وجود مین کوئی نہ تھا مجھکو حکم ہوا کہ عبودیت مین سب سے اول ہون۔ بعض نے کہا کہ ظہور حق مین اول منقاد ہون۔ ابن عطار رحمہ اللہ نے کہا کہ مبادی قدرت مین پہلا خضوع رکھنے والا مین ہون۔ جعفر رحمہ اللہ نے کہا کہ قضاء و قدر کا اول تسلیم کرنیوالا مین ہون۔

وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ

اور اگر پہونچاوے اللہ تجھکو کچھ سختی پھر اسکو کوئی نہ اٹھاوے سوائے اسکے اور اگر تجھکو پہونچاوے بھلائی تو وہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝

ہر چیز پر قادر ہے اور اُسی کا زور پہونچتا ہے اپنے بندون پر اور وہی ہے حکمت والا خبردار

قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ اللَّهُ ۖ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا

تو کہہ کس چیز کی بڑی گواہی کہ اللہ گواہ میرے اور تمہارے بیچ اور اُترا ہے مجکو یہ

الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ ۚ أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ آلِهَةً أُخْرَىٰ ۚ

قرآن کہ تم کو اس سے خبردار کرون اور جسکو یہ پہونچے کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہین

قُل لَّا أَشْهَدُ ۚ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۝

تو کہہ مین نگواہی دونگا تو کہہ وہی ہے معبود ایک اور مین قبول نہین رکھتا جو تم شریک کرتے ہو

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمُ ۘ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ

جن کو ہم نے دی ہے کتاب اُس کو پہچانتے ہین جیسے اپنے بیٹون کو جنھون نے ہاری اپنی جان

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝

وہی نہین مانتے اور اُس سے ظالم کون جو جھوٹ باندھے اللہ پر یا جھٹلاوے اُسکی آیتین مقرر بھلا نہین پاتے گنہگار

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے ضرر پہونچاوے ف یہ خطاب نبی صلعم کو ہے یا ہر مخاطب کو ہے اور ضرر یعنی بلا مانند مرض و محتاجی وغیرہ کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اے بندہ تجھے مرض و محتاجی وغیرہ مضرت پہونچے۔ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ تو کوئی اس بلا کا اُٹھانے والا نہین۔ اِلَّا هُوَ۔ مگر وہی پاک پروردگار تعالیٰ۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے خیر پہونچاوے ف مانند صحت و تونگری وغیرہ کے۔ تو وہ قدیر ہے۔ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے ف یعنی کوئی قدرت نہین رکھتا کہ اگر بندہ کو وہ مضرت پہونچاوے تو دور کر سکے یا وہ منفعت پہونچاوے تو روک سکے۔ حدیث مین ہے کہ حضرت صلعم دعا فرماتے تھے۔ اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔ اے پروردگار کوئی روکنے والا نہین جو تو نے دیا اور کوئی دینے والا نہین جو تو نے روکا اور نہین نافع ہے صاحب بخت و دولت کو دولت تیری تقدیر کے مقابلہ مین رواہ الشیخان عن ابن عباس۔ مین آنحضرت صلعم کے پیچھے تھا مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے لڑکے مین تجکو کلمات سکھلاتا ہون محفوظ رکھ اللہ تعالیٰ تجھے محفوظ رکھے۔ یاد رکھ اللہ تعالیٰ کو اپنے مواجہہ مین پاویگا جب کچھ مانگ تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگ۔ جب استعانت چاہے تو اسی سے چاہ۔ اور جان رکھ کہ اگر تمام جہان اس بات پر مجتمع ہو کہ تجھے کچھ نفع پہونچاوے تو تجھے کچھ نفع نہین پہونچا سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے حق مین لکھدیا ہو اور اگر سب امت اس بات پر مجتمع ہو کہ تجھے کچھ ضرر پہونچاوے تو نہین پہونچا سکتی مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے اوپر لکھدی ہے قلم اُٹھالئے گئے اور نامہ ہائے تقدیر خشک ہو چکے رواہ الترمذی اور رزین نے ایک کلمہ زیادہ کیا کہ آسانی مین تو اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ وہ تعالیٰ تجکو تکلیف و سختی مین محفوظ فرمادیگا الحدیث رواہ احمد۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ۔ وہی قاہر ہے بندون کے اوپر ف فوقیت یہان مرتبہ کی فوقیت ہے اور قاہر یعنی وہ قادر جسکو کوئی چیز عاجز نکر سکے یعنی جو چاہے وہ کرے کسی چیز مین عاجز نہو۔ قاہر مین ایک معنی زائد ہین بہ نسبت قادر کے کیونکہ قاہر وہ کہ جو چاہے کرے اور جسکو چاہے نہ کرنے دے اور غلبہ اسکو لازم ہے۔ حاصل آنکہ تمام مخلوق اسکے تحت قدرت و غلبہ مین مسخر و مغلوب ہے اور وہی ان پر قاہر مستعلی ہے اور ابن جریر نے کہا کہ قاہر یعنی اپنے بندون کو مقہور بنانے والا اور یہ معنی بھی عمدہ ہین کیونکہ جبر اسکی تقدیر و مشیت مین جاری ہوا ہر بندہ اسیر جباری ہے

اور چاہے کیسی ہی کوشش کرے مجال نہین کہ اس سے نکل سکے ۔ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۔ وہی حکیم خبیر ہے ف ۔ یعنی مخلوق مین جو کچھ جاری ہوتا ہے سب اس کی حکمت ہی کے موافق ہے اور تمام مخلوق کے ظاہر و باطن اُن کی ماہیت سے وہی آگاہ ہے پس ہر ایک کو اس کے لائق دیا ہے شیخ سیوطی رح نے کہا کہ کافران مکہ نے حضرت صلعم سے کہا کہ کیا چیز آپکی نبوت کی گواہی دیتی ہے کیونکہ اگلی کتابون والے انکار کرتے ہین تب یہ نازل ہوا قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً یعنی ان مشرکون سے کہدے کہ گواہی مین کون چیز سب سے بڑی ہے ۔ قُلِ اللَّهُ کہدے کہ اللہ تعالیٰ ہے ف ۔ یعنی یہی جواب ہے اور کوئی جواب نہین صحیح ہے اگر وہ لوگ چپ ہون تو تو ہی کہدے اور معنی یہ اللہ اکبر شہادۃ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ سب سے بزرگ ہے از راہ شاہد ہونے کے اور مراد آنکہ سب سے بزرگ گواہی اللہ تعالیٰ کی ہے ۔ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وہ میرے و تمھارے درمیان شاہد ہے ف ۔ پس مبتدا محذوف ہے کلام یہان سے شروع ہے ۔ اور اس تقدیر پر ای شیٔ کے جواب مین جب اللہ کہا تو دلالت ہے کہ شیٔ کا اطلاق ذات پاک پر درست ہے اور توجیہ کی گئی کہ شیٔ کا اطلاق واجب و ممکن سب پر ہے اور اس سے متکلمین علماء رح استدلال لاتے ہین ۔ بعض نے کہا کہ جواب یون ہے کہ قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۔ تو کہدے کہ اللہ تعالیٰ میرے و تمھارے درمیان شاہد ہے اس سے ثبوت نہین ہوتا کہ شیٔ کا اطلاق حضرت باری تعالیٰ پر روا ہے کیونکہ ترقی کا جواب ہوسکتا ہے یعنی تم نے شہادت مین کون چیز سب سے بڑی خیال کی ہے ۔ پھر جواب دیا کہ کسی چیز کا کیا ذکر ہے بلکہ تمھارے و میرے درمیان اللہ تعالیٰ شاہد ہے جو ہر چیز کا خالق ہے اور مترجم اسی کو اختیار کرتا ہے اور کراہت کرتا ہے کہ اللہ عز و جل پر شیٔ کا اطلاق کیا جائے اور اس تقدیر پر یہ بھی لازم نہین آتا کہ قولہ و اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر مین سے ذات باری تعالیٰ کا استثنا کیا جائے یعنی منجملہ کل شیٔ کے ذات باری تعالیٰ عقلاً مستثنیٰ ہے جیسا کہ اول قول والون پر لازم ہے ۔ اور جو مترجم نے اختیار کیا اُسپر لازم نہین ہے کیونکہ شیٔ مین ذات باری تعالیٰ عز و جل داخل ہی نہین ہے اور رہا یہ کہ لفظ شیٔ و موجود و ممکن الفاظ مترادفہ ہین تو یہ تعبیرات ہین کہ ذات باری تعالیٰ عز و جل کے بیان مین ان الفاظ سے چارہ نہین جیسے ما و من موصولات مین سے ذات باری تعالیٰ کو من سے تعبیر کرتے ہین جیسے من خلق السموات والارض ۔ اور جواب مین قل اللہ واقع ہوا تو من جو مخصوص بذوی العقول ہے اسکا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر ہوا حالانکہ وہ تعالیٰ عز و جل عقلون کا خالق ہے اور عقل والون کا خالق ہے اور بالاتفاق اسکو ذوی العقول مین سے نہین کہہ سکتے ہین ایسا ہی یہان ہے فلیتامل ۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کو جو اپنے و مشرکون کے درمیان شاہد ٹھہرایا ۔ تو اوس تعالیٰ کی شہادت سے یہ مراد کہ اُس نے آنحضرت صلعم کے ہاتھون پر معجزات ظاہر کر دیے پس آنحضرت صلعم جو مدعی نبوت تھے اس معجزہ سے اپنے صدق دعوی پر گواہی لائے اور بالاجماع خالق اشیاء وہ تعالیٰ ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ رسول کی تصدیق فرمائی اور شہادت جیسے بقول ہوتی ہے ویسی ہی بفعل بھی ہوتی ہے بلکہ بفعل اقوی ہے کیونکہ قول کے الفاظ مین احتمالات پیدا ہوتے ہین بخلاف فعل کے اور ہوسکتا ہے کہ شہادت الٰہی سے مراد یہ قرآن مجید معجز بلیغ ہو اور معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے و تمھارے درمیان مین میری سچائی پر اپنے کلام معجز پاک سے شاہد ہے ۔ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ ۔ اور مجھے یہ قرآن وحی کیا گیا تاکہ اس سے تم کو ڈر سناؤن اور جسکو یہ قرآن پہونچے ف ۔ یہ خطاب اہل مکہ کو ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے وحی کیا مجھ پر یہ قرآن تاکہ اس سے مین ڈر سناؤن تم کو اے اہل مکہ اور ہر ایسے شخص کو جس کو یہ قرآن پہونچا خواہ آدمی ہو یا جن ہو ۔ اسمین صریح دلالت ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہے فقط عرب پر منحصر نہین ہے اور مجاہد رح نے کہا کہ قولہ لانذرکم یہ مراد عرب ہین اور ومن بلغ یعنی سوائے عرب کے عجم کے ملکون والے ہین ۔ اور انس رض سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلعم نے بادشاہ فارس و بادشاہ روم و بادشاہ نجاشی و ہر جبار کو خط لکھا اور اُن کو اللہ عز و جل کی بندگی کی طرف بلایا اور یہ وہ نجاشی نہ تھا جس پر آنحضرت صلعم نے نماز پڑھی ۔

رواہ ابن مردویہ - اور نجاشی بادشاہ حبشہ کا لقب ہے جیسے کسریٰ قیصر ہے اور نیز آمین صریح دلیل ہے کہ جو اسوقت موجود تھے اور جو آیندہ پیدا ہوں سب کے
حق مین قرآن مجید کی پابندی یکسان ہے اور علماء رح اس معنی مین متفق ہین - عن ابن عباس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جس کو قرآن پہونچ گیا گویا
مین نے اُس سے بالمشافہ انذار کیا پھر یہ آیت پڑھی - رواہ ابن النجار و الخطیب و ابو نعیم - محمد بن کعب رح نے کہا کہ جسکو قرآن پہونچا گویا اُس نے
نبی صلعم کو دیکھا اور آپ سے باتین کین - اور ایک روایت مین گویا محمد صلعم نے اُسکو ابلاغ کر دیا - رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر - عن قتادہ مرسلاً آنحضرت
صلعم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرو - اور جسکو کتاب اللہ تعالیٰ کی ایک آیت بھی پہونچی اُس کو حکم الٰہی پہونچ گیا - رواہ عبد الرزاق
اور ربیع بن انس نے کہا کہ جس نے رسول اللہ صلعم کی اتباع کی اُسپر حق واجب ہے کہ جس کی طرف رسول اللہ صلعم نے دعوت فرمائی اُسکی طرف
بلاوے اور جس سے حضرت صلعم نے ڈرایا اُس سے ڈراوے - عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تبلیغ کرو میری طرف
سے اگرچہ ایک ہی آیت لوگون کو پہونچاؤ - رواہ البخاری - عن ابن مسعود رض مین نے نبی صلعم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تر و تازہ کرے
اس مرد کو جس نے ہم سے کوئی چیز سنی پھر جیسی سنی ویسی پہونچا دی کیونکہ سننے والے کے بہ نسبت کبھی وہ زیادہ ماہر ہوتا ہے جسکو پہونچی - رواہ الترمذی
وغیرہ - اور معنی یہ کہ سننے والے کو اس کلام سے جو علم حاصل ہے اس سے زیادہ اُس شخص کو حاصل ہو جس کو پہونچاتا ہے - پھر اہل مکہ و مشرکون
کو فہمائش کی - کہ اپنے خیالات و اوہام شرک ترک کرین اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی سچی بات مانین - اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ
مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى بھلا کیا تم لوگ اعتقادی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مین دوسرے اللہ ہین - قُلْ لَّآ اَشْهَدُ کہدے
کہ مین اسکی شہادت نہین دیتا ہون قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ تو کہدے کہ مین یہی گواہی دیتا ہون کہ وہ معبود واحد ہے - وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ
اور کہدے کہ مین بری ہون اُس چیز سے جسکو تم شریک لاتے ہو - ف - یعنی بت و بد اعتقادیان وغیرہ جن سے تم شرک کرتے ہو مین سب سے
بیزار ہون پھر موافق سبب نزول مذکورہ بالا کے مشرکین مکہ نے جو شہادت مانگی تھی یہ کہکر کہ اگلی کتابون والے آپ سے انکار کرتے ہین اسکا
رد فرمایا اور حاصل آنکہ اُن کے فسق و فجور نے اُن کو آمادہ کیا کہ از راہ حسد و عناد کے جان بوجھکر منکر ہوتے ہین اور فرمایا - اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ
الْكِتٰبَ وہ لوگ جنکو ہم نے کتاب دی - ف - یعنی جنکو توریت و انجیل دی بنا بر اینکہ الف لام جنس کا ہے پس ہر کتاب سابق کو شامل ہے حاصل آنکہ
علمائے یہود جو توریت جانتے ہین اور علمائے نصاریٰ جو انجیل سے آگاہ ہین - یَعْرِفُوْنَهٗ وہ سب محمد کو ایسی طرح جانتے ہین کہ گویا آنکھون دیکھا
یعنی محسوس پہچانتے ہین بوجہ اس تعریف کے جو اُن کی کتاب مین مذکور ہے ایسا قطعی پہچاننا پہچانتے ہین کہ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ - جیسے اپنے
بیٹون کو پہچانتے ہین - ف - اُنکے پاس اخبار اور بڑی توجہ و اعتماد کی ایسی آیات موجود تھین کہ اُن سے قطعی علم حاصل تھا اور سب سولون نے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے اور آپکی صفت اور جہان پیدا ہون گے اسکی پہچان اور جہان ہجرت کرینگے اُس کی شناخت اور آپکی اُمت
مرحومہ کے صفات سب بیان فرمائے تھے اسی واسطے بعد اس کے فرمایا - اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جن لوگون نے ان علماء اہل کتاب
مین سے اپنی جانون کو خوار و خراب کیا ہے فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ وے البتہ محمد صلعم پر دنیا کی چاہ اور حسد و عداوت سے ایمان نہین لاتے ہین اور یہ
بات نہین کہ پہچانتے نہ ہون بلکہ عمداً اپنی جانون پر ظلم کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کے رسول و اُس کے آیات کو جھٹلاتے ہین اور فرمایا - وَمَنْ اَظْلَمُ
مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ - یعنی کوئی بڑھکر ظالم نہین ایسے شخص سے جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ
باین طور کہ اللہ تعالیٰ کی طرف شرک کی نسبت کی جیسے مشرکین مکہ تھے یا نصاریٰ و یہود کہ بندہ مسیح علیہ السلام کو معبود یا بیٹا یا عزیر علیہ السلام کو
بیٹا کہتے ہین - یا جس نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیات کو یعنی قرآن کو - حاصل آنکہ جس نے اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا یا آیات کو جھٹلایا اُس سے

اظلم کوئی نہیں پھر اگر کوئی ان دونوں کو جمع کرے تو اسکا کیا حال ہوگا انّہٗ ضمیر شان ہے لا یفلح الظّٰلمون یعنی جن لوگوں نے اس طرح اپنے اوپر ظلم کیا ہو وہ فلاح نہیں پاوینگے ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ وان یمسسک اللّٰہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو۔ اشارہ سے نکلا کہ اگر کسی بندہ مومن کو مضرت پہونچے تو اسکا کھولنے والا کوئی نہیں سوائے اسکے کہ اوتعالیٰ اپنے کرم سے اس گرہ کو کھولدے جنید رح نے کہا کہ کسی خیر یا شر کے پہونچنے پر جو خطرہ اول تیرے دل میں خطور کرے وہی تیرا معبود ہے پھر اگر تو نے اللّٰہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو وہی تیرا معبود ہے اور وہی تجکو اس بلاء میں کافی ہے اس مصیبت کے دور کرنے میں کفایت فرماویگا اور اگر تو نے غیر کی طرف رجوع کیا تو تجکو اوراسکو جسکی طرف تو نے رجوع کیا ہے چھوڑ دیگا یعنی تو جان اور تیرا معتمد علیہ جانے حالانکہ اس معتمد علیہ سے کچھ نہیں ہوسکتا وہ خود مجبور ہے۔ اُستاد رح نے فرمایا کہ تجھے بلا سے وہ نجات دیگا جو تجکو بلا میں ڈالے کیونکہ ایجاد کرنیوالا ایک ہی پاک ذات ہے اور اغیار تو سب افعال ہیں اور افعال میں سے کوئی یہ لیاقت نہیں رکھتا کہ ایجاد کرے۔ قولہ وھو القاھر فوق عبادہٖ حسین رح نے کہا کہ قاہریت محو کرتی ہے ہر وجود کو۔ اور بعض نے کہا کہ جیسے بندوں کو موت و فنا پر مقہور کیا کہ کسی کو موت سے چارہ نہیں ویسے ہی اُن کو ایجاد و اظہار میں مقہور کیا۔ قال المترجم وفی الحدیث وما من نسمۃ کائنۃ الی یوم القیامۃ الا ھو کائن فیھا یعنی جو آدمی زادہ قیامت تک پیدا ہونیوالا ہے وہ ضرور اسمین پیدا ہو جائیگا۔ قولہ قل ای شیٔ اکبر شہادۃ۔ اشارہ ہے کہ شہود الٰہی سے بڑھکر کسی چیز میں شہود نہیں کیونکہ اسکی تجلی کا ظہور اعظم ہے کہ ہر ذرہ سے ظہور ہے اور یہ شہادت ازلی ہے کہ اسکی طرف سے اسکی وحدانیت پر سابق ہوچکی جبکہ وجود مخلوق کا معدوم تھا اور تصدیق اسکے جواب سے ہے کہ امر کا جواب امر سے ہے بقولہ قل اللّٰہ شہید بینی وبینکم۔ شیخ رح نے کہا کہ جب شہود الٰہی سے قوم مشرک اندھی تھی تو اشرف موقع شہود یعنی نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے منکر ہوئے کیونکہ باوجود ظہور کے اپنی جہالت و عداوت سے اُن کو کچھ نہیں سوجھا۔ باوجود تنبیہ کے کہ قل ای شیٔ اکبر شہادۃ۔ پھر اسپر بھی نہ سمجھے تو تصریح کردی بقولہ قل اللّٰہ شہید بینی وبینکم۔ اور یہ ظہور انوار صفات تھا یہ شہادت کبریٰ ہے اور شہادت معجزات اسکی تصدیق میں شہادت صغریٰ تھی۔ بالجملہ جس نے شہادت کبریٰ کو نہیں دیکھا وہ شہادت صغریٰ دیکھے یعنی معجزات آنحضرت صلعم سے مشاہدہ حاصل کرے لیکن جو تقدیر ازل میں اندھا کر دیا گیا ہے وہ ہر شہادت سے اندھا ہے نہ اسکو شہادت کبریٰ نظر آوے اور نہ شہادت صغریٰ حسین رح نے کہا کہ کوئی شہادت اس شہادت سے زیادہ صادق نہیں ہے جو ازل میں حق تعالیٰ نے اپنی ذات پاک سے فرمائی ہے بقولہ قل ای شیٔ اکبر شہادۃ قل اللّٰہ۔ قولہ الذین آتینٰھم الکتٰب یعرفونہٗ حضرت حق عزوجل نے فرمادیا کہ یہودی خوب پہچانتے تھے آنحضرت صلعم کو اُن علامات صحیحہ سے جو اُنھوں نے توریت میں آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی نعت و صفت و سچے معجزات سے مذکور پایا لیکن وہ معرفت روحانی سے نہیں پہچانتے تھے یعنی نور معرفت الٰہی سے محروم اور آپکے چہرہ مبارک سے نور مشاہدہ کے دیدار سے بےنصیب تھے اسی واسطے اپنی جبلت غضب میں گرفتار ہوکر دنیا کی محبت میں پڑے اور باپ دادوں کی تقلید کرنے لگے اور اگر کاش نور معرفت الٰہی پہچانتے تو صحابہ رضی اللّٰہ عنہم کے مانند آنحضرت صلعم کے قدموں کی خاک بنجاتے۔ قال المترجم۔ مشرکین یہود و نصاریٰ تعجب کیا کرتے تھے کہ کسی بادشاہ و کسی امیر کے وزیر و مصاحب و ساتھی ایسے نہیں دیکھے گئے اور نہ سنے گئے جیسے محمد صلعم کے صحابی ہیں کہ آنکھوں دیکھی بات ہے کہ آپ میں مبارک اُنکو عطر سے افضل و بہتر ہے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنتُمْ

اور جس دن ہم جمع کرینگے اُن سب کو پھر کہیں گے شریک والوں کو . کہاں ہیں شریک تمہارے جن کا تم

تَزْعُمُونَ ۝ ثُمَّ لَمْ تَكُن فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ۝

دعوے کرتے تھے پھر نہ رہے گی اُن کی شرارت مگر یہی کہ کہیں گے قسم اللّٰہ کی رب اپنے کی ہم شریک نہ کرتے تھے۔

انظر کیف کذبوا علی انفسہم وضل عنہم ما کانوا یفترون ○ ومنہم من
دیکھ تو کیا جھوٹ بولے اپنے اوپر اور کھوئی گئیں ان سے جو باتین بناتے تھے اور بعضے ان مین

یستمع الیک ج وجعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان یفقہوہ وفی اذانہم وقرا ط وان
کان رکھتے ہین تیری طرف اور ہم نے ان کے دلون پر غلاف رکھے ہین کہ اس کو نہ سمجھین اور ان کے کانون پر بوجھ اور اگر

یروا کل ایۃ لا یؤمنوا بہا ط حتی اذا جاءوک یجادلونک یقول الذین کفروا ان ہذا
دیکھین ساری نشانیان یقین نہ لاوین انپر جب تک آوین تیرے پاس جھگڑنے کو تجھ سے کہتے ہین وہ منکر یہ کچھ نہین

الا اساطیر الاولین ○ وہم ینہون عنہ وینئون عنہ ج وان یہلکون الا انفسہم وما یشعرون ○
مگر نقلین ہین اگلون کی اور وہ اس سے منع کرتے ہین اور اس سے بھاگتے ہین اور ہلاک کرتے نہین مگر آپ کو اور نہین سمجھتے -

ویوم نحشرہم جمیعا - ذکر کرو جسدن کہ ہم محشور کرینگے ان مشرکون وکافرون کو سب کو ثم نقول للذین اشرکوا پھر ہم مشرکون سے فرماوینگے ف یعنی جو مشرک مرے ہین - این شرکاؤکم الذین کنتم تزعمون - تمہارے وہ شرکاء کہان ہین جن کو تم زعم کرتے تھے ف کہ وے شریک ہین اللہ تعالی کے اور یہ سوال واسطے ملامت کے ہے یعنی وہ تمہارے شرکاء کہان ہین لاؤ جن کو تم شریک بتلاتے تھے اور تزعمون کا مفعول محذوف کرنے مین اشارہ ہے کہ جملہ زعم باطل اس دن نکل جاوینگے - ثم لم تکن بتار فوقانیہ قراۃ ابن کثیر وابن عامر وعاصم ونافع ہے - اور لم یکن بیار تحتانیہ باقیون کی قراۃ ہے فتنتہم بنصب وبرفع دونون قراۃ ہین پس بیار تحتیہ والون نے بنصب پڑھا بنابر آنکہ یہ خبر ہے اور اسم اسکا ان قالوا الخ ہے اور بتار فوقانیہ پڑھنے والون نے برفع پڑھا بنابر آنکہ یہی اسم ہے اور خبر اسکی قولہ ان قالوا ہے الا ان قالوا واللہ ربنا ما کنا مشرکین مین اکثر کی قراۃ بالجر ہے بنابر آنکہ نعت ہے اسم ذات پاک سے اور بعض کی قراۃ مین بنصب ہے بنابر آنکہ منادی بحذف حرف ندا ہے وان قالوا القوت مصدر اے قولہم ہے اور تفسیر بنابر قول مفسرین کے یہ کہ ثم لم تکن معذرتہم الا قولہم واللہ ربنا ما کنا مشرکین یعنی جب ان سے شرکاء مانگے جاوینگے کہ لاؤ کہان ہین تو باطل کو کہان سے لاوینگے پس آگاہ فرمایا کہ پھر ان کی معذرت کچھ نہ ہوگی سوائے اس قول دروغ کے کہ واللہ ہم مشرک نہ تھے یعنی ہم ان کو شریک نہین بتاتے تھے فتنہ بمعنی معذرت قرار دیا اور یہی عطار خراسانی وقتادہ وابن جریج نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ضحاک نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ معذرتہم اے حجتہم - حاصل آنکہ مشرکون کی طرف معذرت جسکو وہ اپنے چھٹکارے کی بات سمجھین گے وہ یہ دروغ ہوگا - شیخ ابن جریر نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ ثم لم یکن قیلہم عذر فتنتنا ایاہم اعتذارا عما سلف منہم من الشرک باللہ الا ان قالوا الخ یعنی جبکہ ہم فتنہ مین ڈالین گے ان کو تو ان کی گفتگو بطور عذر کے اپنے سابق اعمال شرک سے کچھ نہ ہوگی سوائے اس کے کہ کہین گے کہ واللہ ہم مشرک نہ تھے زجاج رحمہ اللہ نے کہا کہ اسمین ایک لطیف معنی یہ ہین کہ آدمی جب محبوب چیز سے فتنہ مین پڑتا ہے پھر اسکو محنت ومشقت لاحق ہوتی ہے پھر بیزار ہو جاتا ہے تو اسکے حق مین کہا جاتا ہے کہ اسکا کچھ فتنہ نہ تھا سوائے فلان چیز کی محبت کے پس ایسے ہی کفار کا حال ہوا کہ بتون کی محبت سے فتنہ مین پڑے پھر جب عذاب الیم نظر پڑا تو بتون سے بیزار ہوئے پس ان کے حق مین صادق ہوا کہ ثم لم تکن فتنتہم الا ان قالوا الخ - اور بعض نے کہا کہ یہ جواب خود فتنہ تھا بسبب اسکے کہ دروغ تھا ابن عباس رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ثم لم تکن فتنتہم الا ان قالوا واللہ ربنا ما کنا مشرکین اور نیز فرمایا کہ لا یکتمون اللہ حدیثا - حالانکہ وہ جھوٹ بولکر چھپا گئے تو ابن عباس رض نے فرمایا کہ مشرکین جب دیکھین گے کہ جنت مین کوئی نہین داخل ہوتا سوائے نمازیون کے (یعنی اہل توحید پابند صوم وصلوۃ) کے تو آپس مین کہین گے کہ آؤ ہم بھی

شرک سے منکر ہو جاوین تاکہ عذاب سے چھوٹین پس قسم کھا کر جھوٹ بولین گے پس اللہ تعالیٰ اُن کے منھون پر مہر کردیگا اور اُن کے ہاتھ پاؤن گواہی دینگے
پس اس حالت مین اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہین چھپا سکین گے۔ اب جہان تو نہ سمجھے تو اپنی سمجھ کا قصور جان اور قرآن مجید سب اپنے اپنے علم
مین نازل ہوا ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ ۔ چشم بصیرت و غور سے
تامل کرکے دیکھ اے محمد کہ کیونکر ان مشرکون نے اپنے نفس پر جھوٹ کہا یعنی شرک کی نفی کی۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۔ اور غائب
ہوگیا یعنی گم ہوگیا اُن سے وہ جو اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا کرتے تھے ف کہ غیرون کو اللہ تعالیٰ عزوجل کا شریک بناتے تھے بیضاوی
نے کہا کہ شدت عذاب و ہول قیامت سے دہشت و حیرت مین ہوکر مشرک لوگ جھوٹی قسم کھاوینگے حالانکہ کچھ نفع نہ ہوگا اور یہین سے
ظاہر ہوا کہ مشرکون کے قلب مین کس قدر کجی سمائی ہے کہ جناب باری تعالیٰ مین بھی جھوٹ سے باز نہ آئین گے باوجودیکہ علم الٰہی ہر خفیہ و ظاہر پر
محیط ہے اور یہ جہالت ہے اگر توحید و اسلام سے او تعالیٰ عزوجل کے صفات کی معرفت رکھتے ہوتے تو ایسا نہ کرتے اور معرفت الٰہی تو باتباع
رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسے جہالت و گمراہی شرک و کفر و بدعت سب یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو۔ وَمِنْهُمْ مَنْ
يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ یعنی بعض ان مشرکون مین سے وہ ہین جو تیری طرف کان لگا کر قرآن پڑھنے مین سنتے ہین۔ مدارک مین ہے کہ روایت ہے کہ ابو سفیان
و ولید بن المغیرہ و نضر بن الحارث وغیرہ چند نفر نے آنحضرت صلعم کی تلاوت کو سنا تو نضر نے کہا کہ محمد کیا کہتا ہے دوسرا بولا کہ واللہ مین نہین
جانتا ہون کہ کیا کہتا ہے وہ زبان ہلاتا ہے اور اگلون کے قصے ویسے بیان کرتا ہے جیسے مین نے تم سے رستم و اسفندیار کی داستان بیان
کی ہین تو ابو سفیان نے کہا کہ مین تو اسکو حق سمجھتا ہون تو ابو جہل نے کہا کہ ہرگز نہین یہ غلط ہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ
أَكِنَّةً ۔ اکنہ جمع کنان۔ وہ چیز جو دوسری چیز کو ڈھانپ لے جیسے ترکش کے اندر تیر بند ہوجاتا ہے یا تھیلی کے اندر کوئی چیز بند ہوتی ہے اسیواسطے
مفسرح نے اغطیہ سے تفسیر کی اور وہ جمع غطا ہے بمعنی ڈھانپ لینے والی۔ أَنْ يَفْقَهُوهُ یعنی ہم نے اُن کے دلون پر اکنہ اسواسطے کردیئے تاکہ
قرآن کو نہ سمجھین اور تمیز کہ دیا ہم سنے۔ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۔ اُن کے کانون مین وقر کو یعنی کان مین بہرا پن کردیا پس قرآن کو قبولیت کا سننا
نہین سنتے۔ حاصل آنکہ ظاہر مین کانون کے بہرے نہ تھے بلکہ باطنی حجاب و پردے اُن کے دلون کے مانند کانون پر تھے کہ جو حق بات سنتے تھے
وہ قبول نہین کرتے تھے۔ اور اسکا بھید یہ ہے کہ جب اُس نے دنیا اختیار کی تو قلب پر مہر کردی گئی پس حق کو سننے و سمجھنے و دیکھنے سے بہرے و احمق
واندھے ہین۔ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا ۔ اور اگر ہر آیت دیکھ لین گے تو بھی اسپر ایمان نہ لاوینگے ف حتیٰ کہ قیامت مین جب کہین گے
کہ ہم دنیا مین لوٹائے جاوین ہم اب کبھی شرک نہ کرین تو فرمادیگا کہ جھوٹے ہو پھر وہان جا کر یہی کرو گے اور یہ اسوجہ سے کہ جنھون نے ضلالت اختیار
کی وہ مقہور بحکم تقدیر ہے۔ اور جو تقدیر پر ایمان نہ لایا وہ کافر ہے اور حکمت اس تقدیر مین اللہ عزوجل کی حکمت غیر متناہی ہے بندہ بے عقل بھلا اس تمام
حکمت کو کیونکر محیط ہوسکتا ہے قرآن مین خضر و موسیٰ علیہما السلام کا قصہ اسی تنبیہ کیواسطے ہے کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود اس جلالت قدر و رسالت
کے سمجھنے کی تاب نہ لائے۔ مولوی روم نے خوب کہا ہے مین کہ موسیٰ باہمہ نور نظر ؛ شد از ان محجوب تو بے پر مپر ؛ حالانکہ ہر فعل خضر علیہ السلام کا
جس سے موسیٰ انکار کرتے تھے در واقع بڑی حکمت پر مبنی تھا جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ بالجملہ ان کافرون مشرکون ابو جہل و اسکے مثل کو فرمایا
کہ ہر آیت دیکھ لین تو بھی اسپر ایمان نہ لائین گے۔ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ یہان تک کہ جب تیرے پاس آوین تو تجھ سے جھگڑین ف
چنانچہ منجملہ جدال کے یہ ہے۔ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۔ جو کافر ہوئے وہ کہتے ہین کہ نہین یہ قرآن مگر
اکاذیب اگلون کے ف یعنی اگلے لوگون کی جھوٹی بنائی ہوئی داستانین ہین۔ اور اساطیر بروزن اضاحیک اعاجیب کے جمع اسطورہ کی بضم اول

واضح ہو کہ بعض نے کہا کہ اساطیر جمع ہے جس کا مفرد نہیں ہو مانند ابابیل کے۔ نحاس نے کہا اسطور واحد ہے۔ اور مفسرؒ نے قول اخفش اختیار کیا
کہ اساطیر جمع اسطورہ ہے اور جوہری نے کہا کہ اساطیر اباطیل و ترّہات ہیں یعنی جھوٹی اور بے سر پیر کی باتیں۔ اور ابن عباسؓ نے کہا کہ اساطیر الاولین
اے احادیث الاولین۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل مکہ سے یہ عناد عجیب تھا کہ قرآن کو بمثل بلیغ دیکھتے تھے۔ اور عاجز ہو کر الزام دروغ بکتے تھے اور
آیتوں میں دلیل ہو کہ یعنی اگلوں کے قصے ہیں بنظر بلاغت کلام کے جسکے مثل لانے سے عاجز تھے۔ اسکی طرف مائل ہوتے تھے اور تصدیق کرتے
پھر جب کفر تقدیری جوش کرتا تو مجادلہ کرنے لگتے اور انکار کر جاتے تھے۔ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ اور یہ مشرک اس سے منع کرتے ہیں۔ ف
لوگوں کو نبی صلعم کی پیروی کرنے سے روکتے ہیں۔ قال فی المدارک۔ یا ضمیر راجع بجانب قرآن ہو یعنی قرآن پر ایمان لانے سے روکتے ہیں۔
وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ اور اس سے خود دور بھٹکے پھرتے ہیں ف۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے ہیں شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ علی بن
ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ وہم ینہون عنہ یعنی لوگوں کو نبی صلعم پر ایمان لانے سے پھیرتے و مانع ہوتے ہیں و قولہ ینأون عنہ
یعنی چھوڑتے نہیں کہ کوئی شخص اس سے نفع لیوے۔ محمد بن الحنفیہ نے کہا کہ کفار قریش خود نبی صلعم کے پاس نہ آتے اور لوگوں کو اس سے منع کرتے
تھے اور یہی مجاہد و قتادہ و اکثروں کا قول ہو اور یہی اظہر ہے اور یہی شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہے قول دوم جو مفسرؒ نے بیان کیا بصیغہ تمریض کہ
کہا گیا کہ ابو طالب کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگوں کو محمد صلعم کے ایذا دینے سے روکتے تھے اور آپ پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ قال
ابن کثیرؒ اور یہی قول قاسم بن مخیمرہ و حبیب بن ابی ثابت و عطاء بن دینار وغیرہ کا ہے۔ قال فی الکمالین مفسرؒ نے اسکو بصیغہ تمریض اسواسطے
بیان کیا کہ قول مابعد یعنی قولہ وان یہلکون الا انفسہم۔ سے مناسب نہیں بوجہ اسکے کہ آنحضرت صلعم کے تعرض سے منع کرنا موجب ہلاکت کیوں
ہوگا۔ اور ضمیر جمع کی کچھ وجہ نہیں اور اگر کہا جاوے کہ تعظیم کے لئے ہے تو وہ فقط ضمیر متکلم میں ہی پایا گیا ہے باوجودیکہ مقام اسکو محتمل نہیں۔ قال المترجم
جواب یوں ممکن ہو کہ ہلاکت اسوجہ سے نہ تھی کہ آنحضرت صلعم کی ایذا سے روکتا تھا بلکہ عدم ایمان اسکو موجب ہو کیونکہ ینہون عنہ کے یہ معنی کہ لوگوں
کو حضرت صلعم کی ایذا سے منع کرتا اور قولہ ینأون عنہ کے یہ معنی کہ خود ایمان نہ لایا۔ اور ضمیر جمع کی تعظیما مقام پر واحد کے واسطے اکثر آئی ہے خواہ باعتبار
اسکے کہ ابو طالب و اسکے شریک ملکر جمع ہو گئے تھے کیونکہ بنو ہاشم مانع تھے اور یا بوجہ اسکے کہ دس شخص تھے جیسا کہ سعید بن جبیر کا قول شیخ ابن کثیرؒ
نے نقل کیا ہے اور رہا یہ کہ ضمیر جمع تعظیم کی تو مخصوص بضمیر متکلم نہیں کیونکہ قصہ حضرت ابراہیمؑ میں حضرت جبریل نے فقط سارہ کو مخاطب کیا۔ کما فی قولہ۔
اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ و برکاتہ علیکم اہل البیت الآیۃ۔ اور نظائر اسکے اور بھی ہیں اگرچہ یہاں مقام تعظیم نہیں ہو مگر آنکہ یوں کہا جائے کہ جمع
باعتبار تعدد فعل کے ہے۔ کما فی قول امرء القیس ۔ قفا نبک من ذکری حبیب و منزل ۔ علاوہ برین حضرت عباسؓ سے روایت ہو کہ اس کا
نزول ابو طالب کے حق میں ہوا جو مشرکوں کو منع کرتے کہ آنحضرت صلعم کو ایذا مت دو اور جو کچھ حضرت صلعم لائے تھے اس سے انکار کرتے تھے رواہ
عبدالرزاق عن الثوری عن حبیب بن ابی ثابت عمن سمع ابن عباس بہ۔ وقد رواہ الحاکم موصولا و صححہ۔ اسی واسطے مفسرؒ نے مابعد میں ہلاکت کو فقط
نأی یعنی دوری رکھنے سے مخصوص کیا ورنہ بنا بر تفسیر اول کے لوگوں کو روکنا و دوری اختیار کرنا دونوں موجب ہلاکت ہیں۔ وَإِنْ يُهْلِكُونَ
إِلَّا أَنْفُسَهُمْ۔ حالانکہ یہ لوگ نہیں ہلاک کرتے مگر اپنے آپ کو ف۔ کیونکہ اس کا ضرر انھیں پر پڑتا ہو کیونکہ کافر مشرک مر کر جہنم میں جاوینگے
وَمَا يَشْعُرُونَ۔ ولیکن اسکا شعور نہیں رکھتے ف۔ باوجودیکہ کھلی بات ہو پس یہ لوگ جانوروں سے بدتر ہیں ف۔ فی العرائس قولہ ومنہم من
یستمع الیک الی قولہ لا یؤمنوا بہا۔ ان لوگوں کے دل بسبب عوارض بشری و نفس امارہ کے تاریکی کے دیدار انوار غیب سے اندھے تھے اور خطاب حق کو
نہیں سمجھتے تھے اور ان کے اسرار باطنی کے کانوں میں ٹھینٹھر تھے جس سے خطاب حق سنتے نہ تھے اور انکی ظاہری و باطنی آنکھوں پر غشاوت

غرور و جہالت تھی جس سے آیات و برہان حق کو مشاہدہ نہیں کر سکتے تھے اور ابن عطاء رح نے کہا اسوجہ سے کہ ان کے واسطے وہ کان ہی نہ تھے جس سے سنکر سمجھ آتی ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ بعض اُن مین سے اپنے نفس سے تیری طرف کان لگا کر سنتے ہین پس وہ اپنے نفس کی تاریکیون مین متردد پھرتا ہے اور جو کوئی اُن مین سے ہمارے نام کی قوت سے تجھ سے سنتا ہے تو اسکو عرفان حاصل ہوتا ہے یعنی ایمان لاتا ہے۔

وَلَوْ تَرٰىٓ اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ
اور کبھی تو دیکھے جس وقت اُن کو ٹھہرایا ہے آگ پر تو کہتے ہین اے کاشکے ہم کو پھر بھیجین اور ہم نہ جھٹلاوین اپنے رب کی آیتین اور رہین

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا
ایمان والون مین کوئی نہین بلکہ کھل گیا جو چھپاتے تھے پہلے اور اگر پھر بھیجے تو پھر کرین

لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۞ وَقَالُوْٓا اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا
وہی جو منع ہوا تھا اُنکو اور وہ جھوٹ بولتے ہین اور کہتے ہین ہم کو زندگی نہین مگر یہی دنیا کی اور ہمکو پھر

نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۞ وَلَوْ تَرٰىٓ اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ
نہین اُٹھنا اور کبھی تو دیکھے جس وقت اُن کو کھڑا کیا ہے اُن کے رب کے سامنے فرمایا اب یہ سچ نہین

ع ۱۰/۹ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۞ ع
بولے کیون نہین قسم ہمارے رب کی فرمایا تو چکھو عذاب بدلا اپنے کفر کا

وَلَوْ تَرٰى اور اگر تو دیکھے اے محمد صلعم اور شاید ہر عبرت لینے والے مرد صالح کو خطاب ہو۔ اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ کہ جب یہ کفار آگ پر کھڑے کئے جاوینگے ف بعض نے کہا کہ علی بمعنی فی ہے یعنی آگ کے اندر کھڑے کئے جاوینگے اور مفسر رح نے کہا کہ اے عرضوا علی النار آگ کے سامنے پیش کئے جاوینگے۔ فَقَالُوْا بسبب خوف عذاب کے کہین گے يٰلَيْتَنَا اے کاش ف ہماری تمنائے محال پوری ہوتی کہ نُرَدُّ ہم دنیا مین پھیرے جاتے۔ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور ہم کبھی اپنے رب کی آیتون کو نہ جھٹلاتے اور مومنون مین ہو جاتے ف یعنی جب تو اُن کو آگ پر کھڑے ہو کر یہ حسرت بیان کرتے سنے تو تجھے بہت ہولناک امر نظر آوے۔ واضح ہو کہ لا نکذب و نکون مین تین قراۃ ہین اول دونون کا رفع اور دوم دونون کا نصب اور سوم اول کو رفع اور دوم کو نصب ہے پس کسائی و اہل مدینہ نے دونون کو منصوب پڑھا باین طور کہ یہ جواب ہے تمنی کا اور واؤ کے بعد ان مقدر ہے اور اکثر قراء کے نزدیک دونون کو رفع ہے پس یہ استیناف ہے اور اسی کو سیبویہ رح نے اختیار کیا اور تقدیر یہ کہ و نحن لا نکذب الخ پس جھٹلانا چھوڑنے پر ثبات ہے خواہ پھیرے جاوین یا نہ پھیرے جاوین اور ابو عمرو رحمہ اللہ نے اسکے داخل تمنی نہ ہونے پر یہ استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بعد کو فرمایا و انہم لکاذبون پس تمنی مین داخل نہین کیونکہ تمنی مین جو جملہ انشائیہ ہے تکذیب نہین ہوتی ہے اور ابن عامر نے پہلے دونون فعلون یعنی نرد اور نکذب کو تمنی مین داخل کیا اور نکون کو منصوب پڑھا۔ باجملہ جواب لو کا محذوف ہے مانند لرایت امرا عظیما۔ کے یعنی لو ترٰہم اذ وقفوا علی النار لرایت ما عرضہم عظیما یا امرا فظیعا یعنی تو اگر دیکھتا جب یہ لوگ قیامت مین دوزخ پر پیش کئے جاوینگے قطعا تو تو دیکھتا اُن کے حال کو ایک امر عظیم ہیبتناک نہایت کریہ منظر۔ حاصل آنکہ اس حالت مین کہ ہولناک عذاب معائنہ کرینگے تو ایمان لاوینگے اور تمنا کرینگے کہ کاش ہم دنیا مین واپس بھیجے جاتے اور اسبکہ ہم پروردگار کی آیتون کی تکذیب کرینگے اور مومن ہونگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بَلْ ... اور وہ ایمان سے جو تمنی سے مفہوم ہے یعنی ارادہ ایمان نہین کرتے بلکہ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ظاہر ہو گیا اُن پر جو پہلے چھپایا ... کہ واللہ ربنا ما کنا مشرکین کہ ہم تو ...

نہین تھے ۔ باین طور کہ زبان بند ہوگئی اور اُن کے جوارح نے گواہی دیدی کہ یہ مشرک تھے تب اسکی تمنا کرنے لگے ۔ **قال ابن کثیر رحمہ اللہ** اور احتمال ہے کہ
دنیا مین جو انبیا علیہم السلام کی پوشیدہ سچائی جانتے مگر بیباکی سے پرواہ نہین کرتے اور وعید عذاب کو ہیچ سمجھتے تھے وہ اب کھل گیا چنانچہ قول موسیٰ بمقابلہ
فرعون کے قرآن مجید مین ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسکو کہا ۔ لقد علمت ما انزل ہؤلاء الا رب السموات والارض بصائر الآیۃ یعنی تو خوب جان چکا کہ ان معجزات
کو رب السموات والارض ہی نے بصائر کیلئے بھیجا ہے ۔ ھ ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرعون و اسکی قوم کی خبر دی کہ وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا الآیۃ ۔ یعنی
جان بوجھکر منکر ہوئے اور یہ بھی احتمال ہے کہ مراد اس سے منافق ہون جو لوگون پر ایمان ظاہر کرتے اور دل مین کفر چھپاتے تھے اور یہ وارد نہین ہوتا کہ
آیت مکیہ ہے اور منافقین مدینہ مین تھے کیونکہ وقوع کسی واقعہ نفاق کا اسوقت مذکور نہین بلکہ قیامت مین ہوگا تو اس درمیان مین خود منافق
ہو چکے اور خود سورۂ عنکبوت مین جو مکیہ ہے صاف فرمایا ۔ ولیعلمن اللہ الذین آمنوا ولیعلمن المنافقین الآیۃ ۔ **قال المترجم** یہ توضیح ہے و لیکن
یہان انفکاک نظم لازم آتا ہے جیسا کہ بیضاوی وغیرہ نے اشارہ کیا ہے ہان اگر یہ کہا جاوے کہ شمول اسمین مشرکین و قوم فرعون وغیرہ کے ساتھ منافقین
کا بھی ہے بلکہ اہل کتاب علماء یہود و نصاریٰ بھی شامل ہین ۔ **کما قال فی المدرک** کہ آنحضرت صلعم کی صحت نبوت جان کر منکر تھے ۔ اور ہر ایک فرقہ
کے حق مین اُسی کے موافق صادق ہے کہ ظاہر ہوا اسکے واسطے جو پہلے چھپاتا تھا ۔ اور یہان سے ظاہر ہوا کہ یہ نظم معجز قرآن ہے کہ اس تمام مضمون کو کس
حسن اسلوب سے ایک آیت مین ادا فرمایا گیا اور اسکی استطاعت بشر کو نہین ہے ۔ اور چونکہ خطاب مشرکین سے ہے لہذا اُن کے حق مین ایک گونہ اظہر ہے کہ
پہلے بیان ہوا کہ وہ مشرک ہونا چھپاتے و قسم کھاتے تھے اور وہ جوارح کی گواہی سے کھل گیا تو اُنھون نے دنیا مین لوٹ جانے و عدم تکذیب
کی تمنا کی پس اللہ عزوجل نے رد کر دیا کہ یہ تمنا اس غرض سے نہین کہ واقعی ایمان محبوب ہوا اور شرک سے بیزار ہوئے بلکہ یہ عذاب ہولناک روبرو آیا
تو یہ بکر نکالا کیونکہ بندہ اپنے خالق کو محبوب رکھے تو یہ ہر حال مین بندہ کی شان ہے بلکہ اسکی ماہیت کا خاصہ لازم ہے لیکن کفار اسپر مطبوع نہ تھے وہ گویا ماہیت
ہی ایسی ہے کہ اسکو یہ خاصہ لازم نہین ہے اور رد کر دیا اللہ تعالیٰ نے بقولہ ۔ ولو ردوا ۔ اور اگر بالفرض وہ دنیا مین لوٹائے جاتے تو ۔
لعادوا لما نھوا عنہ ۔ بھی ضرور وہی کرنے لگتے جس سے ممنوع ہوئے تھے یعنی مشرک ہو جاتے ۔ وانھم لکذبون ۔ اور ضرور یہ لوگ جھوٹے ہین
ف ۔ اس دعوی مین کہ ہم ایمان لائین گے اور یہ علم الٰہی محیط اور صادق ہے ۔ عن قتادہ رح اگر اللہ تعالیٰ اُن کو ایک دنیا مین پہونچا دیتا جو مثل دنیائے سابق
کے ہوتی جسمین پہلے تھے تو بھی اپنے بداعمال کی طرف عود کرتے جس سے منع کئے گئے تھے ۔ **قال ابن عباس رض** اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اگر پھیرے
جاوینگے تو بھی ہدایت پر قدرت نہ پاوینگے قیل فی قولہ انہم لکاذبون ۔ اے صفت دروغ کی ان کو لازم ہے کبھی اس سے جدا نہ ہونگے کیونکہ
ازل مین بوحدانیت الٰہی و عدم شرک کی گواہی دے آئے تھے مگر دنیا مین پیدا ہو کر منکر ہوگئے تو دوبارہ بھی وہی پیدائش اور وہی امتحان
سامنے ہوتا ۔ وقالوا یعنی منکرین بعث نے کہا ۔ یعنی جو لوگ اس بات سے منکر ہین کہ قیامت کیواسطے مردے اُٹھائے جاوینگے
اُنھون نے کہا ان ھی ۔ نہین ہے یہ زندہ ہونا ۔ الا حیاتنا الدنیا سوائے اس ہماری زندگی دنیاوی کے وما نحن
بمبعوثین ۔ اور ہم مبعوث ہونے والے نہین ہین ف ۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے قالوا کو عادوا پر عطف کیا یعنی لو ردوا الی الدنیا لعادوا
الی الشرک ولقالوا بعدم البعث یعنی اگر دنیا کی طرف پھیرے جاتے تو عود کرتے شرک کی طرف اور پھر کہتے کہ بعث و حشر کچھ نہین ہے
اور یہی مدارک مین نسفی رح نے اختیار کیا ہے ۔ ولو تری اذ وقفوا علی ربہم لرأیت امرا عظیما ۔ اور اگر تو دیکھے جبکہ پیش کئے جائین گے
مشرکین اپنے پروردگار کے روبرو تو البتہ ایک امر عظیم دیکھے ۔ قال الیس ھذا بالحق ۔ فرماویگا اللہ تعالیٰ خاص خطاب سے نہین بلکہ ملائکہ
کی زبان سے باین طور کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ مشرکون سے کہین گے ان کو ملامت کرنے و جھڑکنے کو کہ کیا نہین ہے یہ بعث و حساب

جو تم نے آنکھوں دیکھ لیا برحق واقعی پس یہ استفہام توبیخی ہے اور مشرکین کفار جو لوگ کہ روز حشر و مردے اُٹھائے جانے سے منکر ہیں وہ اس توبیخ کے جواب میں عرض کرینگے۔ قالوا بلی وربنا یعنی کہیں گے ہاں برحق ہے قسم اپنے پروردگار کی۔ قال فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون۔ حکم فرماویگا کہ پھر چکھو عذاب عوض اپنے انکار کے ف۔ یعنی دنیا میں جو ایمان لانے اور نیک کام کرنے کا گھر تھا اسمیں تم نے کفر و انکار کیا اور جھٹلایا تھا اب اسکا بدلا یہ کہ عذاب چکھو۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ بل بدا لہم ما کانوا یخفون من قبل ط مشرکوں نے دنیا میں کفر و شرک کی قبیح حالت کو نہیں پہچانا اور اگر پہچانتے تو توحید ایمان پر ہو جاتے اور عجیب شان یہ کہ ایمان توحید فقط اتنی بات ہے کہ اے بندو تم مخلوق ہو اپنے خالق کی بندگی کرو۔ اور یہ بہت ظاہر عمدہ بات ہے جسکو ذرا بھی عقل ہوگی وہ خالق کی سوائے اپنے مانند دوسرے کسی مخلوق کی بندگی نہ کریگا لیکن عجب قدرت خالق عزوجل ہے کہ اس راہ پر نہیں آتے اور اپنی حرکت کی برائی نہیں پہچانتے پھر قیامت کے روز اس قوم کو کفر کی حقیقت ظاہر ہوگی مگر اسوقت کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ جو وقت تھا اسمیں تو یہ لوگ معرفت کے مقامات سے بھٹکے ہوئے نکرت میں سرگردان پھرے حالانکہ اگر ان نکرت کے مقامات کو حقیقت میں پہچانتے تو معارف میں پہونچ جاتے کیونکہ نکرت سے بیزاری ہی معرفت ہے اور یہ مقام اُن کے سینوں ہی میں تھا اور وہ لوگ کفر کی پیروی اور نافرمانیوں کی شہوت میں بغیر اختیار کے بسبب نادانی کے اسکو چھپاتے تھے اور کوئی دل ایسا نہیں ہے کہ جس کو غیبی کھٹکا والا الہام الٰہی کا کھٹکا نہ دیوے جس سے رضائے الٰہی کے طریقہ کو پہچانا جاتا ہے اور وہ شخص خود اسکو پہچان جاتا ہے اور سُن لیتا ہے لیکن اپنے دل میں خفیہ سے لیتا ہے اور جسقدر وہ نفس کے چاہ ضلالت میں زیادہ گرفتار ہونے سے قلب کو پردہ ظلمت میں ڈھانپے ہوتا ہے اسی قدر اسکو اس الہام پر اعتبار کم ہوتا ہے اور وہ اُسکے عین دل میں خفیہ رہجاتا ہے کیونکہ وہ بال سے باریک ہے اور چیونٹی سے زیادہ اس کی چال خفیہ ہے مگر باوجود اس کے وہ اپنے دل ہی دل میں اسکو جان ضرور جاتا ہے اور یہ غلبہ شہوت نفسانی ہے کہ پروا نہیں کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے قیامت میں وہ اسرار خفیہ ان کو عار دلانے اور اُن پر حجت الٰہی ظاہر و باطن قائم کرنے کے واسطے ظاہر کردیئے بعض نے فرمایا کہ اُنکے علم کے قلب جو اسرار ان میں خفیہ تھے انکا ظہور ہوگا۔ ابو العباس دینوری رح نے کہا کہ مکار صوفی و دغاباز عالم بھی اسکے اشارے میں شامل ہیں کہ لوگوں کو اپنی شان بڑی بڑی ظاہر کرتے اور بڑے متقی اور باخدا دکھلاتے اور دل میں خفیہ جیسے تھے وہ معلوم تو اُنکا یہ فریب مکر بھی اُس دن ظاہر ہوگا پس نیک بندوں سچے مومنوں کے مقابلہ میں اپنے ہیچ ہونے کو ظاہر کرینگے۔ قولہ ولو تریٰ اذ وقفوا علیٰ ربہم ط ابن عطا رح نے فرمایا کہ یہاں وقوف قہری مراد ہے اور اگر اُنکو وقوف کرامت ہوتا اور اشتیاق میں کھڑے ہوتے تو انوار کرامات سے وہ کچھ دیکھتے کہ اُن کو نہایت ہی عجیب ہوتا۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰہِ ط حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتْھُمُ السَّاعَۃُ بَغْتَۃً قَالُوْا

خراب ہوئے جنھوں نے جھوٹھ جانا ملنا اللہ کا جب تک کہ آپہونچے اُن پر قیامت بیخبر کہنے لگے

یٰحَسْرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْھَا وَھُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَھُمْ عَلٰی ظُھُوْرِھِمْ ط اَلَا

اے افسوس کیا ہم نے قصور کیا اُس میں اور وہ اُٹھاتے ہیں اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر سُنتا ہے

سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ○ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ ط وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ

بُرے بوجھ ہیں جو اُٹھاتے ہیں اور کچھ نہیں دنیا کا جینا مگر کھیل اور جی بہلانا اور پچھلا گھر جو ہے سو بہتر ہے

یَتَّقُوْنَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

ڈروالوں کو کیا تم کو سمجھ نہیں۔

یہ وہی لوگ ہین جن کا ذکر اوپر ہوا اور اُن کا حال بیان کیا گیا کہ مشرک ہین اور بعث و حشر سے منکر ہین اور خسران خسارہ پانا - اور وہ تجارت
و صفقہ بیع یعنی خرید فروخت مین ہوتا ہے - وقد قال فی شان المنافقین فما ربحت تجارتہم یعنی ایمان کے بدلے کفر و شرک لیا اور حشر و قیامت
سے انکار کیا تو اسمین خسارہ سخت اُٹھایا اور مراد یہان خسران سے ثواب عظیم جاتا رہنا بلکہ عذاب جحیم خواہ مخواہ حاصل ہونا اور لقاء ملاقات اور
اسمین دلالت ہے کہ قیامت مین دیدار باری تعالیٰ مومنون کو نصیب ہوگا اور یہ دیگر آیات و احادیث صحیحہ سے منصوص و قطعی ثابت ہے اور مفسرؒ نے کہا
کہ لقاء الٰہی کی تکذیب اسطرح کہ بعث و حشر سے منکر ہوئے اور یہ اسوجہ سے کہ جو بعث سے منکر ہے وہ دیدار سے منکر ہے - قال تعالیٰ - قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ
كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ - جن لوگون نے لقاء الٰہی کو جھٹلایا وہ خسارہ سخت مین پڑے ف - اور وہ خسارہ دائمی بے انتہا ہے لیکن اُن کے جھٹلانے کا
ایک وقت محدود ہے کہ بعد اسکے ان پر خسارہ طاری ہوگا چنانچہ فرمایا حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً - یہانتک کہ جب اُن پر قیامت اچانک
آجاویگی - ف - یا موت آویگی کیونکہ حدیث مین آیا ہے کہ جو مرا اسکی قیامت قائم ہوگئی اور مراد آثار موت ہین جو اچانک طاری ہوجاتے ہین پس
مضاف محذوف ہے اے مقدمات الساعۃ - حاصل آنکہ جھٹلاتے رہے لقاء الٰہی کو بطور انکار بعث کے یہانتک کہ جب موت اچانک آئی جو مقدمہ
قیامت ہے یا قیامت آگئی - قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰي مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا - تو کہنے لگے اے ہماری حسرت اس بات پر جو ہم نے دنیا مین تقصیر کی ف
حسرت درحقیقت منادی نہین مگر یہ غایت تحسر ہے اور بقول سیبویہ ایسی ندا مین مجازاً حسرت کو پکارا یا بمعنی کہ اے حسرت بس یہ تیرے
حاضر ہونے کا وقت ہے تو حاضر ہو - والتفریط کسی چیز مین باوجود قدرت کے تقصیر کرنا - اور فیہا کی ضمیر بجانب حیات دنیا راجع ہے یا بجانب
دنیا راجع ہے کیونکہ وہ محل تفریط ہے - اور ابن جریرؒ نے کہا کہ فیہا کی ضمیر صفقہ کی طرف راجع ہے کیونکہ کفر کے عوض ایمان کو اور دنیا کے عوض آخرت کو بیچنے کے
صفقہ مین جب خسارہ انکو بعد موت کے یا قیامت مین ظاہر ہوا تو اپنی تقصیر و تفریط مین سخت حسرت کھائی کیونکہ خسارہ بدون صفقہ کے نہین
ہوتا پس گویا وہ مذکور ہے - اور ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حسرت یہ کہ دوزخی اپنے ٹھکانے جنت کے دیکھکر
بہت غمگین ہونگے پس یہی حسرت ہے جسکا بیان فی قولہ تعالیٰ - یا حسرتنا - مین مذکور ہے - رواہ ابن جریرؒ و ابن ابی حاتم والطبرانی و ابن مردویہ و
الخطیب بسند صحیح - بالجملہ یہ حسرت و غم سے اپنی تقصیر پر نالان ہون گے اور حال یہ ہوگا کہ - وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰي ظُهُوْرِهِمْ
وے لوگ لادے ہون گے اپنے گناہون کو اپنی پیٹھون پر ف - باین طور کہ قبرون سے اُٹھائے جانے کے وقت اُن کے یہ اعمال آوینگے
اُن کے پاس نہایت قبیح چیز کے مانند صورت مین اور نہایت بدبودار چیز کے مانند بو مین پس اُن پر سوار ہو جاوینگے - اور یہ معنی جو مفسرؒ نے
ذکر کیے ہین بعض تابعین مثل ابو مرزوق و سدی وغیرہ سے ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کیے ہین اور چونکہ اسمین قیاس کو دخل نہین لہذا
مسموع ہون گے اور معنی مین کوئی تردد نہین ہے کیونکہ افعال کفار و مشرکین نہایت خبیث و قبیح تھے اور سدیؒ کی روایت مین ہے کہ اس
بدشکل و بدبو کے ساتھ قبر مین اس مشرک کے ساتھی رہین گے اور وقت بعث و حشر کے اسپر سوار ہون گے کہ دنیا مین تو ہم پر سوار تھا آج ہم تجھ پر
سوار ہین اور کوئی شک نہین کہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کو بصورت مناسب متمثل فرماوے اور کوئی شک نہین کہ ان عوارض کیواسطے دنیا مین ایک ہیات
ہے اور کوئی شک نہین کہ دنیا و آخرت مین جہان بدلا ہوا ہے پس جسکی یہان جو صورت نظر نہین آتی وہان اسکی صورت نظر آسکتی ہے اور حکماے
یونان اسمین کوئی کلام نہین کرسکتے بلکہ وہ تو جواہر کی صورت کا عرض ہونا قطعی جانتے اور اسیران کی حکمت کے قوانین [illegible] ہین اور شیخ اکبر
قدس سرہ نے اسی اصل پر بحث [illegible] کی ہے کہ قیامت و آخرت مین نماز و روزہ وغیرہ اعراض کی صورت [illegible] ان کا وزن ہوگا اور اہل عقل
و اہل علم اس امر پر اتفاق رکھتے ہین [illegible] مین بعضے محدود و جہال ایسے ہین کہ علوم کو جن کی [illegible] ان علوم [illegible] قطعی [illegible] نہین پہونچی ہے

بہکاتے ہین اور چونکہ خود بے بہرہ جاہل ہے انکار کرتا ہے اور سورۂ بقرہ کے اوائل مین اسکی کچھ بحث گذری ہے فتذکر۔ اور بعض علما نے کہا کہ قولہ وہم
یحملون اوزارہم مین اوزار جمع وزر یعنی گناہ ہے اور عرب بولتے ہین کہ احمل وزرک یعنی اپنا بوجھ لادلے اور اسی سے وزیر ماخوذ ہے کیونکہ وہ بار
امور سلطنت اٹھائے ہوتا ہے پس معنی آنکہ وہ بار گناہ اٹھائے ہون گے اور حاصل آنکہ ان کے گناہ اُن کو لازم و چپٹے رہین گے ایسے
دور نہ ہون گے اور تخصیص علیٰ ظہورہم کی کنایہ کثرت و شدت سے ہے کیونکہ آدمی پیٹھ پر بہ نسبت سر و کندھے وغیرہ کے زیادہ بوجھ اٹھا
لیتا ہے پس اُن کے شرک و انکار بعث و حشر و استہزا و دیگر گناہ ایسے شدید ہون گے کہ بندہ موحد کے اگر گناہ ہون تو ویسے نہین ہوسکتے
ہین۔ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ۔ آگاہ ہو کہ نہایت بدتر یہ بوجھ ہے جو اٹھائے ہون گے یا جو دنیا مین اپنے اوپر لادرہے ہین۔ قتادہؒ
نے کہا کہ بئس ما یعملون اور ابن عباسؓ نے کہا کہ بئس الحمل حملوا یعنی بری لادی کو انھون نے لادا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان
مشرکون کو فہمایش کی جو فقط زندگی اسی دنیاوی حیات کو جانتے تھے اور کہتے تھے کہ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدنیا چنانچہ فرمایا۔ وَمَا الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا یعنی نہین ہے اشتغال اس حیات دنیا مین اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ مگر لہو و لعب ف یعنی جو شخص کہ اس زندگانی دنیا مین اس حیثیت سے
مشغول ہو کہ یہی کچھ خیر ہے تو اسکا شغل فقط لہو و لعب ہے جسکا کچھ اعتبار نہین ہے بلکہ وہ باطل و بے بنیاد ہے اگر کہا جاوے کہ حیات دنیا
کا شغل اگر لہو و لعب ہے تو نماز روزہ بیکار ہوگا تو جواب یہ کہ وہ بحیثیت حیات دنیاوی نہین ہے بلکہ جملہ طاعات و نیک کام سب امور آخرت
سے ہین نہ شغل دنیاوی سے ہان یہ نکلا کہ جو لوگ نماز روزہ اپنی بزرگی و صلاحیت دکھلانے کو دنیا کمانے کیلئے کرتے ہین وہ البتہ شغل دنیاوی
ہو کر بیکار ہوا۔ اور لہو معروف اور ہر وہ چیز جو تجھکو یاد الٰہی اور اسکے متعلقات آخرت سے جہانتک کہ اسکے متعلقات شرعی ہون اُن سے
مشغول کرے وہ لہو ہے۔ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ۔ لام تاکید ہے اور مراد جنت ہے اور ابن عامر نے و لدار الآخرۃ۔ باضافت پڑھا ہے
و لدار الحیوۃ الآخرۃ خَيْرٌ یعنی البتہ دار آخرت بہتر ہے زندگانی دنیا سے۔ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ۔ ان بندون کے واسطے جو تقویٰ
رکھتے ہین شرک و کفر سے یعنی موحد و مسلم ہین۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ ذلک فیومنون۔ کیا سمجھتے نہین شرک کرنے والے اس بات
کو کہ ایمان لے آوین و شرک چھوڑین اور یہ بنا بر آنکہ یعقلون بصیغہ غائب موافق اکثر قاریون کے قراۃ کے ہے اور نافع و ابن عامر نے تعقلون
بصیغہ خطاب پڑھا اور اس صورت مین یہ خطاب توبیخ کیساتھ غضب کو بھی مشعر ہے۔ فافہم۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

ہم جانتے ہین کہ تجھکو غم دلاتی ہین اُن کی باتین سو وہ تجھکو نہین جھٹلاتے لیکن بے انصاف

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى

اللہ کے حکمون سے منکر ہوئے جاتے ہین اور جھٹلایا ہے بہت رسولون کو تجھ سے پہلے پھر صبر کرتے رہے

مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ

جھٹلانے پر اور ایذا پر جب تک پہونچی اُن کو مدد ہماری اور کوئی بدلنے والا نہین اللہ کی باتین

وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ

اور تجھکو پہونچ چکا ہے کچھ احوال رسولون کا اور اگر تجھ پر بھاری ہے اُن کا تغافل کرنا

یہ وہی لوگ ہین جن کا ذکر اوپر ہوا اور اُن کا حال بیان کیا گیا کہ مشرک ہین اور بعث وحشر سے منکر ہین اور خسران خسارہ پانا - اور وہ تجارت
وصفقہ بیع یعنی خرید فروخت مین ہوتا ہے - وقد قال فی شان المنافقین فما ربحت تجارتہم یعنی ایمان کے بدلے کفر وشرک لیا اور حشر وقیامت
سے انکار کیا تو اسمین خسارہ سخت اُٹھایا اور مراد یہان خسران سے ثواب عظیم جاتا رہنا بلکہ عذاب جحیم خواہ مخواہ حاصل ہونا اور لقار ملاقات اور
اسمین دلالت ہے کہ قیامت مین دیدار باری تعالی مومنون کو نصیب ہوگا اور یہ دیگر آیات واحادیث صحیحہ سے منصوص وقطعی ثابت ہے اور مفسرح نے کہا
کہ لقار الٰہی کی تکذیب اسطرح کہ بعث وحشر سے منکر ہوئے اور یہ اسوجہ سے کہ جو بعث سے منکر ہے وہ دیدار سے منکر ہے - قال تعالی - قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِلِقَاءِ اللهِ - جن لوگون نے لقار الٰہی کو جھٹلایا وہ خسارہ سخت مین پڑے ف - اور وہ خسارہ دائمی بے انتہا ہے لیکن اُن کے جھٹلانے کا
ایک وقت محدود ہے کہ بعد اسکے ان پر خسارہ طاری ہوگا چنانچہ فرمایا حَتّٰى إِذَا جَاءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً - یہانتک کہ جب اُن پر قیامت اچانک
آجاویگی - ف - یا موت آویگی کیونکہ حدیث مین آیا ہے کہ جو مرا اسکی قیامت قائم ہوگئی اور مراد آثار موت ہین جو اچانک طاری ہوجاتے ہین پس
مضاف محذوف ہے اے مقدمات الساعة - حاصل آنکہ جھٹلاتے رہے لقار الٰہی کو بطور انکار البعث کے یہانتک کہ جب موت اچانک آئی جو مقدمہ
قیامت ہے یا قیامت آگئی - قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا - تو کہنے لگے اے ہماری حسرت اس بات پر جو ہم نے دنیا مین تقصیر کی ف
حسرت درحقیقت منادی نہین مگر یہ غایت تحسر ہے اور بقول سیبویہ ایسی ندا مین مجازاً حسرت کو پکارا بایں معنی کہ اے حسرت بس یہ تیرے
حاضر ہونے کا وقت ہے تو حاضر ہو - والتفریط کسی چیز مین باوجود قدرت کے تقصیر کرنا - اور فیہا کی ضمیر بجانب حیات دنیا راجع ہے یا بجانب
دنیا راجع ہے کیونکہ وہ محل تفریط ہے - اور ابن جریرح نے کہا کہ فیہا کی ضمیر صفقہ کی طرف راجع ہے کیونکہ کفر کے عوض ایمان کو اور دنیا کے عوض آخرت کو بیچنے کے
صفقہ مین جب خسارہ انکو بعد موت کے یا قیامت مین ظاہر ہوا تو اپنی تقصیر وتفریط مین سخت حسرت کھائی کیونکہ خسارہ بدون صفقہ کے نہین
ہوتا پس گویا وہ مذکور ہے - اور ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حسرت یہ کہ دوزخی اپنے ٹھکانے جنت کے دیکھکر
بہت غمگین ہونگے پس یہی حسرت ہے جو حکایۃً فی قولہ تعالی - یا حسرتنا - مین مذکور ہے - رواہ ابن جریرح وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ و
الخطیب بسند صحیح - بالجملہ یہ حسرت وغم سے اپنی تقصیر پر نالان ہون گے اور حال یہ ہوگا کہ - وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ أَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ
وے لوگ لادے ہون گے اپنے گناہون کو اپنی پیٹھون پر ف - باین طور کہ قبرون سے اُٹھائے جانے کے وقت اُن کے یہ اعمال آوینگے
اُن کے پاس نہایت قبیح چیز کے مانند صورت مین اور نہایت بدبودار چیز کے مانند بو مین پس اُن پر سوار ہو جاوینگے - اور یہ معنی جو مفسرح نے
ذکر کئے ہین بعض تابعین مثل ابو مرزوق وسدی وغیرہ سے ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کئے ہین اور چونکہ اسمین قیاس کو دخل نہین لہذا
مسموع ہون گے اور معنی مین کوئی تردد نہین ہے کیونکہ افعال کفار ومشرکین نہایت خبیث وقبیح تھے اور سدی رح کی روایت مین ہے کہ اس
بدشکل وبدبو کے ساتھ قبر مین اس مشرک کے ساتھی رہین گے اور وقت بعث وحشر کے اسپر سوار ہون گے کہ دنیا مین تو ہم پر سوار تھا آج ہم تجھ پر
سوار ہین اور کوئی شک نہین کہ اللہ تعالی ان اعمال کو بصورت مناسب متمثل فرمادے اور کوئی شک نہین کہ ان عوارض کیواسطے دنیا مین ایک ہیات
ہے اور کوئی شک نہین کہ دنیا وآخرت مین جہان بدلا ہوا ہے پس جسکی یہان صورت نظر نہین آتی وہان اسکی صورت نظر آسکتی ہے اور حکمائے
یونان اسمین کوئی کلام نہین کر سکتے بلکہ وہ تو جواہر کی صورت کا عرض ہونا قطعی جانتے اور اسیر ان کی حکمت کے قوانین مبنی ہین اور شیخ اکبر
قدس سرہ نے اسی اصل پر یہ تحقیق کی ہے کہ قیامت ودار آخرت مین نماز وروزہ وغیرہ اعراض کی صورت اور انکا وزن ہوگا اور اہل عقل
واہل علم اس امر پر اتفاق رکھتے ہین ہان ان مانع ہین معقول محدود وحال ایسے ہین کہ عوام کو جن کی سمجھ ان علوم تک [illegible] نہین پہنچی ہے

بہکاتے ہین اور چونکہ خود بے بہرہ جاہل ہے انکار کرتا ہے اور سورہ بقرہ کے اوائل مین اسکی کچھ بحث گذری ہے فتذکر ۔ اور بعض علما نے کہا کہ قولہ وہم یحملون اوزارہم مین اوزار جمع وزر بمعنی گناہ ہے اور عرب بولتے ہین کہ احمل وزرک یعنی اپنا بوجھ لادلے اور اسی سے وزیر ماخوذ ہے کیونکہ وہ بار امور سلطنت اُٹھائے ہوتا ہے پس معنی آنکہ وہ بار گناہ اُٹھائے ہون گے اور حاصل آنکہ اُن کے گناہ اُن کو لازم و چپٹے رہین گے ایسے دور نہ ہون گے اور تخصیص علی ظہورہم کی کنایہ کثرت وشدت سے ہے کیونکہ آدمی پیٹھ پر بہ نسبت سر وکندھے وغیرہ کے زیادہ بوجھ اُٹھا لیتا ہے پس اُن کے شرک و انکار بعث وحشر واسپر بھی دیگر گناہ ایسے شدید ہون گے کہ بندہ موحد کے اگر گناہ ہون تو ویسے نہین ہوسکتے ہین ۔ اَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ۔ آگاہ ہو کہ نہایت بدتر یہ بوجھ ہے جو اُٹھائے ہون گے یا جو دنیا مین اپنے اوپر لادرہے ہین ۔ قتادہ نے کہا کہ بئس ما یعملون اور ابن عباسؓ نے کہا کہ بئس الحمل حملوا یعنی بری لادی کو اُنھون نے لادا ہے پھر اللہ تعالی نے ان مشرکون کو فہمایش کی جو فقط زندگی اسی دنیاوی حیات کو جانتے تھے اور کہتے تھے کہ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا چنانچہ فرمایا ۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا یعنی نہین ہے اشتغال اس حیات دنیا مین اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۔ مگر لہو ولعب ف ۔ یعنی جو شخص کہ اس زندگانی دنیا مین اس حیثیت سے مشغول ہو کہ یہی کچھ خیر ہے تو اسکا شغل فقط لہو ولعب ہے جسکا کچھ اعتبار نہین ہے بلکہ وہ باطل بے بنیاد ہے اگر کہا جاوے کہ حیات دنیا کا شغل اگر لہو ولعب ہے تو نماز روزہ بیکار ہوگا تو جواب یہ کہ وہ بحیثیت حیات دنیاوی نہین ہے بلکہ جملہ طاعات و نیک کام سب اُمور آخرت سے ہین نہ شغل دنیاوی سے ہان یہ نکلا کہ جو لوگ نماز روزہ اپنی بزرگی و صلاحیت دکھلانے کو دنیا کمانے کیلئے کرتے ہین وہ البتہ شغل دنیاوی ہو کر بیکار ہوا ۔ اور لہو معروف اور ہر وہ چیز جو تجکو یاد الٰہی اور اُسکے متعلقات آخرت سے جہانتک کہ اسکے متعلقات شرعی ہون اُن سے مشغول کرے وہ لہو ہے ۔ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ ۔ لام تاکید ہے اور مراد جنت ہے اور ابن عامر نے و لدار الآخرۃ ۔ باضافت پڑھا ہے و لدار الحیوۃ الآخرۃ خَيْرٌ ۔ یعنی البتہ دار آخرت بہتر ہے زندگانی دنیا سے ۔ لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۔ ان بندون کے واسطے جو تقوی رکھتے ہین شرک و کفر سے یعنی موحد و مسلم ہین ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ ذلک فیومنون ۔ کیا سمجھتے نہین شرک کرنے والے اس بات کو کہ ایمان لے آوین و شرک چھوڑین اور یہ بنا بر آنکہ یعقلون بصیغہ غائب موافق اکثر قاریون کے قراۃ کے ہے اور نافع و ابن عامر نے تعقلون بصیغہ خطاب پڑھا اور اس صورت مین یہ خطاب توبیخ کیساتھ غضب کو بھی مشعر ہے ۔ فافہم ۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

ہم جانتے ہین کہ تجکو غم دلاتی ہین اُن کی باتین سو وہ تجکو نہین جھٹلاتے لیکن بے انصاف

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى

اللہ کے حکمون سے منکر ہوئے جاتے ہین اور جھٹلایا ہے بہت رسولون کو تجھ سے پہلے پھر صبر کرتے رہے

مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ

جھٹلانے پر اور ایذا پر جب تک پہونچی اُن کو مدد ہماری اور کوئی بدلنے والا نہین اللہ کی باتین

وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ

اور تجکو پہونچ چکا ہے کچھ احوال رسولون کا اور اگر تجھ پر بھاری ہے اُن کا تغافل کرنا

فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ

تو اگر ہو سکے ڈھونڈھ نکالنی کوئی سرنگ زمین مین یا کوئی سیڑھی آسمان مین پھر اُن کو لادے

بِآيَةٍ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ ۚ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۝

ایک نشانی اور اگر اللہ چاہتا جمع کرلاتا سب کو راہ پر سو تو مت ہو نادانون مین

إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝

مانتے وہ ہین جو سنتے ہین اور مُردون کو اُٹھا دیگا اللہ پھر اُس کی طرف جاوینگے

قَدْ نَعْلَمُ - اسمین قد واسطے تحقیق کے ہے بمعنی قد علمنا - اس آیت مین آنحضرت صلعم کو تسلی فرمائی گئی باین طور کہ ہم کو علم قدیم سے معلوم تھا اور اسوقت بھی معلوم ہو کہ انھون نے تیری تکذیب کی اور تجکو اسپر حزن و تاسف ہو - إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ یعنی ہم کو معلوم ہو یہ بات کہ تجکو حزن و ملال دیتی ہو وہ بات جو مشرکین کہتے ہین ف یعنی تیری رسالت کو جھٹلاتے ہین اور آنحضرت صلعم غایت شفقت سے نہین چاہتے تھے کہ جھٹلاوین اور ہلاک ہون اور حرص کرتے تھے کہ مسلمان ہوجاوین قد قال تعالى لعلك باخع نفسك الا يكونوا مومنين - اور یہ فرمایا فلعلك باخع نفسك على آثارهم ان لم يومنوا بهذا الحديث اسفا - اور نیز حکم دیا کہ فلا تذهب نفسك عليهم حسرات - حاصل آنکہ ہم جانتے ہین کہ انکا جھٹلانا تجکو محزون کرتا ہو لیکن تو غم مت کھا - فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ - کیونکہ وہ تجکو نہین جھٹلاتے بلکہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے آیات الٰہی سے جان بوجھکر انکار کرتے ہین ف واضح ہو کہ لا یکذبونک بتشدید از تکذیب پڑھا گیا اور بتخفیف بھی پڑھا گیا ہے اور مفسرین نے معنی یہ بیان کئے کہ باطن مین تجھے نہین جھٹلاتے یعنی دل سے تجھے جھوٹا نہین کہتے ہین پس آیندہ جو تکذیب کرتے ہین وہ زبانی تکذیب ہے پس دونون مین منافات نہین حاصل آنکہ زبانی جھٹلاتے اور دل سے نہین جھوٹا جانتے تھے اور شاید مراد یہ کہ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے ہونے کے بچپن سے قائل تھے اور آپ کو اپنے درمیان مین بہت امانت دار جانتے تھے اور بعض تفاسیر مین یہ ہو کہ قراۃ بالتشدید کے معنی یہ کہ تجکو جھوٹ کی طرف نسبت نہین کرتے اور جو تو کہتا ہو اسکو دل سے رد نہین کرتے کیونکہ انکو تیری سچائی معلوم ہو اور قراۃ بالتخفیف کے معنی یہ کہ تجکو جھوٹا نہین پاتے ہین اور یہ محاورہ عرب ہو کہ بولتے ہین اکذبت فلانا یعنی مین نے اسکو جھوٹا پایا - اور ابخلت فلانا یعنی مین نے اسکو بخیل پایا - پس لا یکذبونک بتخفیف بمعنی آنکہ تجکو کاذب نہین پاتے - حاصل معنی آیت کے یہ کہ انکا جھٹلانا تیری ذات کی طرف راجع نہین بلکہ جو پیغام الٰہی تو لایا ہو اسکی طرف راجع ہے - قال الشیخ ابن کثیر رح یعنی تجکو جھوٹ سے متہم نہین کرتے نفس الامر مین ولیکن ظالمین آیات الٰہی سے انکار کرتے ہین یعنی حق سے عناد کرتے اور اپنے سینون سے اسکو دفع کرتے ہین چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہو کہ ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم تجکو نہین جھٹلاتے ولیکن جو تو لایا ہو اسکو جھوٹ بتاتے ہین پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا - فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین الآیۃ - اس کو حاکم رح نے بھی روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہو بشرط بخاری و مسلم - اور ابو یزید مدنی رح سے روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوجہل ملا اور اُس نے آپ سے مصافحہ کیا تو ایک شخص نے اس سے کہا کہ مین تجھے کیا دیکھتا ہون کہ تو اس صابی سے مصافحہ کرتا ہے تو ابوجہل نے کہا کہ واللہ مین جانتا ہون کہ وہ نبی ہے و لیکن بھلا ہم لوگ کب عبد مناف والون کے تابع ہو سکتے ہین پھر ابو یزید رح نے یہ آیت پڑھی فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین الآیۃ - رواہ ابن ابی حاتم - اور قتادہ و ابو صالح نے کہا کہ وے تجکو رسول اللہ جانتے ہین اور انکار کرتے ہین - اور محمد بن اسحاق نے زہری رحمہ اللہ سے قصہ

ابوجہل مین یون روایت کی کہ رات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأة سننے کو ابوجہل ابوسفیان و اخنس بن شریق آئے اور یہ لوگ اکیلے اکیلے آئے تھے اور آپس مین ایک دوسرے سے خبردار نہ تھا پھر جب صبح روشن ہوئی تو وہان سے چلدیئے ولیکن راہ مین آپس مین ملے تو ہر ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تو کیون آیا تھا اس نے بیان کردیا کہ بات یہ تھی یعنی یہ کلام معجز نظام اور حالات سننے کو آئے تھے پس آپس مین سب نے عہد کیا کہ ایسا نہ کرینگے کیونکہ خوف کرتے تھے کہ جوانان قریش یہ بات سنین اور جانین تو فتنہ مین پڑجاوینگے پھر جب دوسری رات ہوئی تو بھی ہر ایک آیا بدین گمان کہ دوسرا تو بسبب عہد کے نہ آیا ہوگا پھر صبح کو راستہ نے پھر اُن کو اکٹھا کردیا تو آپس مین ایک دوسرے کو ملامت کی اور آیندہ ایسا نہ کرنے پر عہد کرلیا پھر تیسری رات ہوئی تو بھی آئے پھر صبح کو حتمی عہد باندھا اور متفرق ہوگئے پھر اخنس بن شریق نے دن نکلے اپنا عصا اُٹھایا اور ابوسفیان کے گھر آیا اور کہا کہ اے ابوحنظلہ تو نے جو کچھ محمدؐ سے سنا اُسمین تیری کیا رائے ہے اُس نے کہا کہ اے ابوثعلبہ مین نے واللہ بہت ایسی باتین سنین کہ مین نے اُن کو پہچان لیا اور جانتا ہون کہ اُن سے جو کچھ مراد ہے اور بہت ایسی باتین سنین کہ اُن کے معنی و مراد نہین پہچانتا ہون پس اخنس نے کہا کہ واللہ میری بھی یہی کیفیت ہے پھر اُس کے پاس سے نکلکر ابوجہل کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابوالحکم تیری کیا رائے ہے اُس نے کہا کہ بات اتنی ہے کہ ہم نے اور بنو عبد مناف نے باہم شرف مین مقابلہ کیا پس اُنھون نے مسافرون کو کھانا دیا اور ہم نے بھی کھانا دیا اور اُنھون نے بار اُٹھایا ہم نے بار اُٹھایا حتی کہ جب ہم برابر ہوگئے تو اب وہ کہتے ہین کہ ہم مین نبی ہے جس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے سو ہم اسکو کہان سے پاوینگے واللہ مین تو اسپر کبھی ایمان نہ لاؤنگا اور نہ ہرگز اسکی تصدیق کرونگا پس اخنس اسکو چھوڑکر چلا آیا۔ اور ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کی کہ جب بدر کی لڑائی کا دن ہوا تو اخنس بن شریق نے بنی زہرہ سے کہا کہ محمدؐ تمھاری بہن کا بیٹا ہے پس تم اس بات مین زیادہ احق ہو کہ اس سے برائی کو دفع کردیں اگر وہ نبی ہے تو آج اُس سے قتال نہ ہوگا اور اگر جھوٹا ہے تو تم نے اپنے بھانجے سے برائی کو دور رکھا تم ابھی جلدی مت کرو ذرا مین ابوالحکم سے جاکر ملاقات کرون اور اسی روز اسکا نام اخنس مشہور ہوا ورنہ ابی بن شریق نام تھا۔ بالجملہ وہ ابوجہل سے ملا اور کہا کہ اسوقت میرے اور تیرے سوائے یہان کوئی نہین ہے بھلا بتلا کہ محمد سچا ہے یا جھوٹا ہے تو ابوجہل نے کہا کہ خرابی ہو تیری ارے محمدؐ تو واللہ سچا آدمی ہے وہ کبھی جھوٹ نہین بولا لیکن جب بنوقصی تمام اچھی باتین لواء و سقایت و خانہ کعبہ کی دربانی لے چکے تو اگر ساتھ ملے نبوت وہی لیجاوین تو پھر باقی عرب کے واسطے رہ کیا جائیگا۔ قال المترجم اس روایت سے غرض یہ کہ مشرکین حتی کہ ابوجہل تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا نہین جانتے تھے ولیکن آیات الٰہی سے انکار کرتے تھے اور مترجم کہتا ہے کہ پہلے جو آیت گذری یعنی قولہ و بدا لہم ما کانوا یخفون من قبل کے معنی بھی اس سے ظاہر ہوتے ہین۔ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ۔ اور البتہ تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے ہین ف یہ جملہ مؤکدہ آنحضرت صلعم کی تسلی کے واسطے ہے اور حاصل آنکہ کافرون کی یہ حرکت تیرے ہی ساتھ مخصوص نہین بلکہ اگلے بہت رسولون کو اُن کی اُمت نے جھٹلایا۔ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا پس ان رسولون نے بھی ان کے جھٹلانے پر صبر کیا۔ وَأُوذُوا اور اُن کے ایذا دینے پر صابر رہے ف حاصل آنکہ برابر تکذیب ایذا پر صبر کرتے رہے حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا۔ یہان تک کہ اُن کو ہماری نصرت پہونچے ف کہ قوم موذی ہلاک زیر ہوئی پس تو بھی صبر کر یہان تک کہ تیری قوم کے سرکش ہلاک ہون اور تجکو غلبہ ہو۔ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ۔ اور اللہ تعالی کے کلمات تقدیر کا کوئی بدلنے والا نہین ہے ف یعنی وعدۂ فتح و نصرت جو بندگان مومنین کیواسطے عموماً موعود ہے اسکا مبدل کوئی نہین ہے کما قال تعالی۔ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انہم لہم المنصورون وان جندنا لہم الغالبون۔ یعنی ہمارا کلمہ ہمارے مرسلین کیلیے سابق ہوچکا کہ وہی تو منصور ہین اور ہمارے ہی لشکر غالب ہین اور فرمایا کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی

عزیز۔ اللہ تعالیٰ نے لکھدیا کہ مین اور میرے رسول ہی غالب ہون گے۔ پس اسمین خبر غیب و وعدہ فتح و نصرت ہے۔ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِئ
الْمُرْسَلِيْنَ۔ اور البتہ تیرے پاس رسولون کے اخبار سے آچکا ہے ف۔ یعنی اخبار انبیاء دیگر تجھکو پہونچ چکے کہ کیونکر وہ مظفر و منصور ہوئے
پس یہی سنت الٰہی جاری ہے تجھکو صبر و اطمینان رکھنا چاہیئے اور مِن تبعیضیہ ہے کیونکہ آنحضرت صلعم کو اخبار بعض انبیاء پہونچے تھے لیکن چونکہ وعدہ فتح و
نصرت رسل عموماً معلوم ہوا اور اسکی بعض مثالین پہونچ چکین تو اطمینان کیواسطے کافی ہے کہ عموم نصرت مراد ہے۔ فافہم۔ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ
اِعْرَاضُهُمْ۔ آنحضرت صلعم اپنی قوم کے اعراض سے غمناک و محزون ہوتے اور خواہشمند ہوتے کہ جو معجزات یہ مانگتے جاوین اُن کو
دکھلائے جاوین کہ آخر یقین ہوکر ایمان لاوینگے اور وہ کبھی کہتے کہ مکہ چوڑا اور وسیع ہو جاوے اور کوہ صفا سونے کا ہو جاوے بالجملہ عناد و
ہٹ دھرمی کی سی باتین مانگتے اور جو معجزات دکھلائے جاتے ان پر اکتفا نہین کرتے پھر اور مانگتے تھے تو اللہ عز و جل نے فرمایا وان کان
کبر علیک اعراضهم۔ اگر تجھ پر اُن کا منہ موڑنا گران گزرتا ہے پس۔ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ۔ اگر استطاعت ہے تجھکو کہ
سرداب زمین مین ڈھونڈھے ف۔ تا کہ تحت الثریٰ کی طرف پہونچکر کوئی آیت لاوے جو مانگین اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ یا سیڑھی کہ آسمان مین
لگاوے۔ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ۔ پھر اُن کے پاس معجزہ و آیت لاوے ف۔ جس کو مانگتے ہین تو ایسا کر۔ اس سے تعلیق بمحال مقصود ہے
اور معلوم ہوا کہ یہ دونون باتین از راہ عادت و وقوع کے محال ہین اور اسی قدر کفایت ہے۔ حاصل یہ کہ قوم قریش سے جو روگردانی و اعراض واقع ہوا
یہ سابقہ علم ازلی ہے کہ ان مین سے بعض کے حق مین کفر مقدر ہے اور وہ ضرور ہونے والا ہے اور آنحضرت صلعم کی استطاعت و قدرت مین اس کی
اصلاح ممکن نہین ہے بدون ارادۂ الٰہی کے پس ایک محال پر معلق کیا کہ اگر تجھے اس امر محال کی قدرت ہے تو کر۔ اور خلاصہ یہ کہ یہ اصلاح تیرے
امکان مین نہین ہے پس تو غمناک مت ہو اور تقدیر الٰہی پر ثابت و صابر ہو کیونکہ حکمت الٰہی اس سے برتر ہے کہ بندہ اسکو ادراک کرے۔ اور
اسمین بڑی دلیل صدق نبوت آنحضرت صلعم کی ہے کیونکہ اسوقت تک ہرگز یہ معلوم نہ تھا کہ آیا یہ لوگ قریش کے جو معدود ہین سب
مسلمان ہو جاوینگے یا نہ ہون گے ولیکن خبر دیدی کہ قطعاً سب مسلمان نہ ہونگے اور بدون وحی و غیب کی خبر کے کوئی نہین ایسا کر سکتا کہ
چند معدود کے حق مین کہدے کہ یہ سب تابع نہ ہون گے پھر کہا گیا کہ خطاب اگرچہ رسول اللہ صلعم کو تھا لیکن اُمت والون کو بھی
اسپر عمل واجب ہے کہ کافرون کے کفر پر اور اُن کے جمے وارڑے رہنے پر تعجب سے نہ دیکھین الا آنکہ قدرت الٰہی کا مشاہدہ کرین اور غم
نہ کھاوین کیونکہ اسمین حکمت الٰہی ہے کہ سب کے سب مسلمان نہ ہون اور اس حکمت کو اور مصلحت کو بندہ کی عقل ناچیز ادراک نہین کر سکتی ہے
اور یہ نہ ہوگا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ سب سے آخری حالت مین متعلق نہ ہو اسیواسطے فرمایا۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى
اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ اُن کو ہدایت پر جمع کرے ف۔ تو وہ سب بات پر قادر ہے ولیکن اُسنے نہین چاہا کیونکہ اسمین اسکی حکمت و مصلحت ہے
اور وہی خوب دانا و حکمت والا ہے۔ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔ سو تو جاہلون مین سے مت ہو ف۔ کیونکہ کافرون کے انکار و اعراض
پر غم کھانا اور یہی چاہنا کہ سب ایمان پر ہو جاوین یہ جاہلون کی شان ہے اور آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ نے اس سے پاک کیا تھا پس فرمایا
کہ تو جان بوجھکر اس حرص مین مت پڑ اور ان باتون کو حضرت حق عز و جل عالم الغیب والشہادۃ کی حکمت پر چھوڑ دے اور چونکہ آنحضرت صلعم
کافرون کے حال پر شفقت کر کے چاہتے تھے کہ دوزخ کی آنچ سے بچ جاوین اور اس جہالت و ظلمت سے نکلین اور اسپر نہایت حریص
تھے لہذا خطاب مین ایک گونہ سختی فرمائی ہے تا کہ آپ اس غم و رنج سے بالکل الگ ہون اور حدیث شریف مین ایسے بہت بیانات آئے
ہین کہ آپنے مثل بیان کی کہ کسی نے آگ روشن کی اندھیری رات مین اور ان کیڑے پتنگون نے اسمین گرنا شروع کیا اور کتنے ہی روکے جاتے ہین

نہین مانتے ہین ویسے ہی لوگون کا حال ہے کہ مین اُنکو پکڑ کر گھسیٹتا ہون اور یہ لوگ مجھپر زبردستی کرتے اور چھوٹ چھوٹ آگ مین گھسے جاتے ہین
پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے آپ کو ایک حکمت و اشارہ تعلیم فرمایا جس کا علم کامل آپ کو ہوا اور خود ظاہر اسقدر ہے کہ فرمایا۔ اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ
الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ۔ یعنی تیری پکار و ڈراوے کو وہی لوگ قبول کرینگے جو کلام کو سنتے اور سمجھتے ہین۔ وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ اور
مردون یعنی کافرون کو تو اللہ تعالیٰ قبرون سے اُٹھاویگا۔ ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرے جاوینگے ف
وہ اُن کو اُن کی بدکاریون کی سزا دیگا۔ اور شاید کہ الیہ کی ضمیر ہر دو فریق مین سے ہر ایک کی طرف راجع ہو یعنی ہر ایک کو اسکے لائق بدلا
دیگا پس زندون یعنی مومنون کو ثواب دیگا اور مردے کافرون کو عذاب دیگا اور کلام مین حسن بلاغت ہے کہ کافرون کو قبرون سے زندہ کرکے اُٹھا
دیگا حالانکہ وہ مردے ہونگے جیسے اب ہین۔ اسمین دلیل ہے کہ حقیقی زندگی وہ ہے جو ایمان سے زندہ اور دل کا زندہ ہو۔ ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا
کہ علی بن ابی طلحہ نے قولہ ولو شاء اللہ لجمعهم علی الهدی مین ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس امر پر حرص کرتے تھے کہ سب لوگ
ایمان لاوین اور ہدایت پر ہو جاوین پس حق تعالیٰ نے خبر دیدی کہ نہین ایمان لاویگا مگر وہی جسکے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذکر اول مین
سعادت سابق ہو چکی ہے اور واضح ہو کہ ہدایت مین عبارت کو دخل نہین حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل مستقیم تھے کہ بعثت بجوامع الکلم و
یعنی ازل مین بالوح محفوظ مین
انا افصح العرب والعجم یعنی مین مبعوث ہوا اس حال سے کہ میرے کلام جامع ہین اس سے احکام شرع و اشارات و حقائق اور وجوہ متعدد و امور متنوعہ ظاہر
ہو جاتے ہین۔ قال المترجم اگر کہا جاوے کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وحی خفی ہین کما استدل بقولہ تعالیٰ ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی
یوحی۔ اور یہی تحقیق ہے تو جواب یہ ہے کہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو بات امر دین و حقائق معرفت مین آپ فرماتے تھے وہ مضمون بوحی خفی آپ کو
القاء ہوتا تھا اور یہ صحیح ہے مگر کلام یہان اس مضمون کو عبارت مین ادا کرنے مین ہے پس آپ کمال اعلیٰ نبوت مین تھے کہ اسکو اپنے کلام مین ادا
کرسکتے تھے اور علماء اس بات مین متفق ہین کہ وحی خفی کسی خاص عبارات مین نہ تھی پس اسکو ادا کرنے مین آنحضرت صلعم امین آلہی تھے بخلاف
وحی جلی یعنی قرآن مجید کے کہ اسکے نظم بدیع و معجز بتعلیم آلہی عزوجل تھی اسلئے کہ وہ حیطہ بشری سے خارج ہے اور قراٰت مختلفہ وہ خود مختلف نزول
ہین و اسیواسطے جن قراٰت سے احکام مختلف نکلتے ہین ان کو علماء ربانی نے بمنزلہ دو آیت کے قرار دیا ہے اور یہ صحیح ہوا کہ آپنے فرمایا کہ مین دیا گیا ہون
قرآن و اسکے ساتھ اسکے مثل یعنی احادیث جو وحی خفی ہین اور اسی کو سنت سے تعبیر کرتے ہین۔ اور یہ خود دلیل ہے کہ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم
وحی خفی ہین تاکہ صادق ہو کہ آپکو وہ عطا ہوئے ہین گو نظم کلام مین اسکو ادا کرنے مین آپ امین آلہی تھے واضح ہو کہ قرآن پاک کے حاصل رکھنے والون
کے حالات طرح طرح کے تھے پس حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی شان مین صحیح ہوا کہ کان رجلا بکاء لا یملک عینیہ اذا قرأ القرآن۔ یعنی
جب قرآن پڑھتے تو اپنی آنکھون کو نہین تھام سکتے تھے۔ بے اختیار بہت روتے تھے اور آنحضرت صلعم کا کیا پوچھنا ہے کہ آپکا سینہ مبارک
مثل دیگ کے جوش کرتا تھا یعنی ایسی آواز آتی تھی گویا دیگ جوش کھاتی ہے اور صحیح حدیث مین ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوا کہ نماز
مغرب مین آنحضرت صلعم نے سورہ والطور پڑھی گویا میرا قلب اُڑا جاتا تھا پس یہ قوم تھے کہ ان کی تنار و صفت فہم الخطاب تھوڑے سے
بیان مین نہین آسکتی بلکہ بیان اسکو متحمل نہین کیونکہ بیان حال ایک پتا ہے کہ اسکو عارف باکمال ہی سمجھ سکتا ہے پھر بیان سے کیا فائدہ
ہے اور ایسی ہی عثمان بن عفانؓ سے ثابت ہوا کہ رات مین قرآن مجید ختم کرتے اور مابعد علماء تابعین اور تبع تابعین سے بھی روایات ہین
اور ابو حنیفہ امام الفقہاء رح سے بھی رات مین ختم قرآن نقل ہوا اور ضرور نہین ہے کہ تمام و کمال قرآن ختم کرنا مراد ہو لیکن یہ تکلف و تصنع و تقشع و تزید
نہین تھا بلکہ انکشاف خاص تھا اور وہ آنحضرت صلعم کو ہر آیت پر حاصل تھا اگرچہ اقسام و انواع مختلف بات پر مشاہد ہون تو نہین دیکھتا کہ

ایک آیت پر یعنی قولہ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم پر تمام رات گذار دی حتی کہ صبح ہوگئی اور یہ بات اور ون کو حاصل تھی پس اُن کو بعض بعض سے موافق فہم خطاب کے ایک دوسرے سے مزید انکشاف تھا پس کشیدہ کشیدہ ان کو بڑھاتا لئے جاتا تھا اور چونکہ فہم اصل ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا فہم تیزی کرنیوالوں کو سخت تنبیہ سے منع فرمایا اور اجازت نہ دی کہ زیادہ پڑھیں اور خود مصرح کر دیا کہ جو نہ سمجھا اُسنے کچھ نہ پڑھا اور جو لوگ اپنے آپ میں قوت بیان کرتے تھے اُن کو بھی قطعاً منع کیا اور یہ نہیں فرمایا کہ تحقیق یوں ہے اسواسطے کہ وہ لوگ عامل تھے اور خود عمل نتیجہ معرفت وحقیقت کو پہونچاتا ہے جبکہ عنایت ازلی متعلق ہو اور **مترجم** اپنے زمانہ میں سوائے چشم حیران و دیدۂ گریان کے کچھ نہیں دیکھتا فہم ہے نہ معرفت نہ دل نہ سماع خطاب بس یہی نظر آتا ہے کہ یہود و نصاریٰ مشرک ہو کر بلاغت کلام اللہ [illegible] اور ٹٹولتے ہیں اور بہت سے ملحد اُنکے پیچھے ہیں اور بیچارے مسلمان پریشان خاطر خود ہی بے بہرہ ہیں کیونکہ توحید وتقوی واسرار سنت سے پیچھے پڑے ہیں اللہم ایدنا بالاید المتین ووفقنا وانت ارحم الراحمین۔ اہل معرفت علما جو محض ظاہر یہ طریقہ نہیں رکھتے ہیں وہ خوب قرآن مجید کے اعجاز پر یقین رکھتے ہیں کہ عجیب معجزہ ہے کہ ایک ہی خطاب ہے جو عوام بنی آدم اور خواص کو عام ہے اور بلا تردد دونوں کی فہم کے لائق خطاب ہے اور یہ منجملہ وجوہ اعجاز کے ایک ہی قسم ایسی ہے کہ بندہ کے امکان سے باہر ہے پھر سوائے مومنین کے دیگر مخلوق سے جو سننے کی نفی کی تو یہ معنی نہیں کہ حواس کے کانوں سے نہیں سنتے کیونکہ وہ بہرے نہیں تھے بلکہ یہ معنی ہیں کہ مشاہدہ ومعرفت کا سننا اور سمجھ کا سننا نہیں سنتے تھے۔ ابن عطار نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے خبر دی کہ سننے والے ہی زندہ ہیں اور یہ اہل خطاب وقبولیت ہیں اور قولہ والموتی یبعثہم اللہ سے خبر دی کہ باقی لوگ مخلوق کے مردے ہیں۔ **قال المترجم** آگاہ رہنا چاہیے کہ حدیث شریف میں صحیح ہوا کہ مردے پر قبر میں جو عذاب ہوتا ہے اسکو سوائے جن وانسان کے تمام مخلوقات اس مردے کی آہ وزاری سنتی ہے اور ان دونوں جن وانسان پر پردہ کا امتحان ہے اگر یہ سنتے و دیکھتے تو ایمان بالغیب کے کوئی معنی نہ تھے پس ہوشیار رہنا چاہیے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ
اور کہتے ہیں کیوں نہیں اُتری اُسپر کچھ نشانی اُسکے رب سے تو کہہ اللہ کو قدرت ہے کہ اُتارے کچھ
اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ
نشانی ولیکن اُن بہتوں کو سمجھ نہیں اور کوئی نہیں چلتا زمین میں نہ جانور ہے کہ
يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ ثُمَّ
اُڑتا ہے دو پر سے مگر ایک ایک اُمت ہے تمہاری طرح چھوڑی نہیں ہم نے لکھنے میں کوئی چیز پھر اپنے رب کی
اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِى الظُّلُمٰتِ ؕ
طرف اکٹھے ہوں گے اور وہ جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتیں بہرے اور گونگے ہیں اندھیروں میں
مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝
جس کو چاہے اللہ گمراہ کرے اور جس کو چاہے ڈال دے سیدھی راہ پر

وقالوا اور کہا کفار مکہ بُت پرستوں نے کہ لولا نزل علیہ ایۃ من ربہ۔ کیوں نہیں اُتاری گئی محمد پر کوئی آیت یعنی نشانی صدق نبوت کی اسکے پروردگار کی طرف سے **ف** یعنی مانند ناقہ صالح علیہ السلام وعصائے موسیٰ ومائدہ عیسیٰ

کہ ان مشرکون نے روحانی آیات پر اکتفا نہین کیا مانند قرآن مجید معجز کے جس کے مثل لانے سے عاجز تھے اور جیسے چاند کے دو ٹکڑے ہوئے اور درخت و جانور و سنگریزون نے آنحضرت صلعم کی صدق نبوت پر گواہی دی - بالجملہ مقصود فقط یہ کہ نہ ائین اور تعنت سے ایسی باتین مانگین جیسے دوسرے مقام پر نقل فرمایا کہ کہتے تھے کہ - لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا الآیۃ - قُلْ اِنَّ اللّٰہَ قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَۃً یعنی کہدے ان ہٹ دھرمون سے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ اُتار دے آیت ف یعنی جیسے تم مانگتے ہو اسی کو نازل کردے اسکی قدرت بہت بڑی ہے - بعض نے کہا کہ آیہ سے ایسی مراد ہے جو خواہ مخواہ اُن کو ایمان لانے پر مجبور کرے لیکن اسوقت مین امتحان تکلیف ایمان کا فائدہ جاتا رہیگا - اور نیز اگر اسوقت بھی ایمان نہ لائے اور ہرگز نہ لاوین گے جبکہ اُن کے حق مین کفر مقدر ہے تو ضرور عذاب نازل ہوگا اور رحمت آلٰہی سے اس اُمت سے یہ عذاب دنیا مین مرتفع فرمایا گیا ہے - وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ لیکن ان مین سے بہتیرے جانتے نہین ہین ف یعنی نہین جانتے کہ ایسی آیت کا اُترنا بلا ہے کیونکہ پھر ایمان نہ لائے تو ضرور ہلاک ہون گے جیسا کہ طریقہ آلٰہی جاری ہوچکا اور قوم صالح بعد ناقہ پیدا ہونے اور ایمان نہ لانے کے ہلاک ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام کے مائدہ مین نافرمانی کرنیوالے ہلاک ہوئے اور واضح ہے کہ بعثت انبیاء سابقین کی اکثر خاص خاص قوم کیواسطے تھی پس اُن کی مانگی آیت ملنے کے بعد اسی خاص قوم پر ایمان لانے سے عذاب آیا - آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہے پس فقط مکہ والون کی ایسی تعنت و عناد سے عام عذاب ہوگا لہذا اُن کی جہالت پر تنصیص فرمائی اور واضح ہو کہ قولہ ان ینزل آیۃ - مین ابن کثیر رح نے ینزل از انزال پڑھا اور باقیون نے تنزیل سے پڑھا ہے - اور یہ حکمت عدم تنزیل آیہ کے جو مفہوم ہوتی ہے کہ ایک اُمت کے انکار سے عام اُمتین ہلاک نہ ہون اسپر آگے کے کلام مین اشارہ ہے - وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ من زائدہ ہے بغرض شمول و استغراق کے - اور دابۃ مذکر و مؤنث دونون بولا جاتا ہے لہ وہ ہر جاندار جو زمین پر چلتا ہو - فِی الْاَرْضِ متعلق بدابۃ ہے دراصل دبیبۃ از دب یدب ہے اور فی الارض بطریق توضیح ہے جیسے قولہ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ جناح بازو پس طائر اُڑتا ہے اپنے بازو سے لیکن یطیر بجناحیہ توضیح ہے اور یہ دفع وہم ہے کہ شاید مجازاً آدمی تصور کرین کیونکہ عرب طیران کو جلدی و سرعت کے معنی مین بولتے ہین کہ طِر یا ہٰذا فی حاجتی - فلانے میرے کام مین اُڑ چل یعنی جلدی کر پس قولہ یطیر بجناحیہ سے رفع کردیا کہ مجاز امراد نہین ہے معنی آنکہ نہین کوئی جانور چلنے والا کہ زمین پر چلتا ہے اور نہ کوئی پرند جو دونون بازو سے اُڑتا ہے اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ - مگر آنکہ وہ بھی تمھارے مثل اُمتین ہین ف اور مثل ہونا اس بات مین کہ اُن کی پیدائش و رزق و حالات بھی مقدر ہین جیسے تمھارے مقدر ہین عن مجاہد رح ہر صنف و قسم جدا جدا نام سے ہے عن قتادہ رح پرند ایک اُمت ہے اور انسان ایک اُمت اور جن ایک اُمت ہے - عن السدی تمھارے مثل مخلوق ہین عن ابن عیینہ ان ہر ایک مین بھی انسان کی مماثلت موجود ہے جیسے شیر کہ حملہ کرتا اور دوسرون کو پھاڑ ڈالتا ہے اور سور حرام نجس کھاتا ہے اور کتا خود بخود بھونکتا ہے اور مانند اسکے پرندون مین ہین وقیل غیر ذلک - اور حدیث مین ہے کہ اگر کتا منجملہ اُمتون کے ایک اُمت نہ ہوتی تو مین اسکے قتل کا حکم دیتا مگر ان مین سے ایک نگ کالے کو مار ڈالو - کما فی روایۃ الترمذی وغیرہ مترجم کہتا ہے کہ اس سے اشارہ نکلا کہ ان قریش کافرون کی بدکاری سے تمام اُمتون بیچارون پر عذاب نہین آسکتا - اور اب تو معلوم ہوا کہ اُمت اسلامیہ صدہا کروڑ ہوئی - پھر عام عذاب ان ازلی کافرون کی وجہ سے کیونکر آتا کہ دنیا مین کوئی باقی نہ رہتا - امام رازی رح نے کبیر مین واحدی رح سے نقل کیا کہ جسکا حاصل یہ کہ سلف مین سے ایک جماعت کے نزدیک یہ جانور چرند و پرند دریائی خشکی کے اصناف امم ہین اور ہر ایک کیواسطے جدا جدا تسبیح و ذکر ہے اور بعض سے نقل کیا کہ ان مین انکے پیغمبر بھی ہوتے ہین بدلیل قولہ تعالیٰ و ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر یعنی کوئی اُمت نہین مگر

آنکہ اسمین ڈرسنانے والا گذرا ہے اور یہان کی آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جانور بھی اُمتین ہین پس ثابت ہوا کہ ان مین بھی پیغمبر ہوئے ہین اور قولہ ان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم سے ہر ایک کا تسبیح کرنا ظاہر اور قولہ سبح للہ ما فی السموات و ما فی الارض - و دیگر آیات سے بھی ثابت ہو اور احادیث بھی کثرت سے ہین - اور قولہ سخرنا مع داؤد الجبال یسبحن والطیر - اور دیگر آیات و احادیث مین پتھرون وغیرہ کی تسبیح بھی ثابت اور اونٹ کا آنحضرت صلعم کو سجدہ کرنا اور گوشت پختہ کا جسمین زہر تھا آپکو آگاہ کرنا اور دیگر نصوص اس مذہب کے پوری تقویت کرتے ہین ولیکن عوام اور بے معرفت لوگون کی سمجھ سے باہر ہی لہذا تاویل کرنا چاہیئے اور حدیث خمس فواسق یقتلن فی الحرم الحدیث حالت احرام مین اور مقام حرم مین پانچ جانور فاسق کا قتل روا ہونا اوپر مذکور ہو چکا - بالجملہ تحقیق مقام ایک بسط چاہتا ہے اور تفسیر قولہ تعالی وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ الآیۃ - پارہ الم سورہ بقرہ کی تحت مین ایک جملہ صالحہ مترجم نے ذکر کردیا ہے رجوع کرنا چاہیئے - پھر اس مقام پر کہا گیا کہ قولہ امم امثالکم سے جملہ وجوہ جنمین مماثلت ہی عموماً لینا چاہیئے - مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ مین زائد بغرض تاکید استغراق ہے اسے ماترکنا فی اللوح المحفوظ شیئا - ہم نے لوح محفوظ مین کوئی بات چھوڑی نہین ف - یعنی سب مذکور ہو اور بعض نے کہا کہ قرآن مجید مین ہر چیز مذکور ہے لیکن علم معرفت سے سب حاصل ہوتا ہے وقد قال تعالی نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی - ہم نے تجھ پر کتاب نازل فرمائی ہر چیز کا واضح بیان ہو اور علمائے کہا کہ سب مذکور ہو لیکن معرفت کے فہم پر اسکا ظہور ہی چنانچہ آنحضرت صلعم پر خوب وضوح تھا اسی واسطے آپکی نسبت تبیان فرمایا اور وہ واضح بیان کو کہتے - اور بعض نے کہا کہ وجہ بیان کو کہتے ہین پس ہر ایک کیواسطے ہوگا کیونکہ اجمالی اسکے علوم بے انتہا ہین - ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ - پھر یہ لوگ اپنے رب کی جانب حشر کئے جائینگے - ف - بعض نے کہا کہ ضمیر عقلا و بنی آدم کی دلالت کرتی ہے کہ کفار کے ذکر سے متعلق ہو اور بیچ مین جملہ معترضہ ہو اور نیز محشور ہونا دواب بہائم و جمادات کا اسلئے نہین کہ وہ خطاب ثواب عقاب کی فہم نہین رکھتے اور مکلف نہین ہین - وقال الجمہور بلکہ یہ سب سے متعلق ہی یعنی جملہ امم مذکورہ از بنی آدم و جن و طیور و دواب سب محشور ہونگے اور ضمیر عقلا اس اعتبار سے امم غیر عاقلہ کو بوجہ مثل ہونیکے امم عاقلہ کے مانند جاری کیا - اور اس سے معلوم ہوا کہ دواب و طیور وغیرہ کا بھی حشر ہوگا مانند جن و انسان کے - قال المفسر رح فیقضی بینہم ویقتص للجماء من القرناء ثم یقال لہم کونوا ترابا - پھر ان مین فیصلہ و انصاف کردیا جائیگا اور سینگون والے سے بے سینگون والے کا قصاص لیا جائیگا اگر اُس نے زیادتی کی ہے پھر کہا جائیگا کہ تم سب خاک ہوجاؤ اور یہی ایک جماعت سلف سے جنمین حضرت ابوہریرہ رض و ابوذر بھی ہین مروی ہو اور ابن عباس رض و ضحاک و مجاہد سے مروی ہوا کہ بہائم کا حشر یہ کہ مرجاوین - اور قول اول اصح ہے کیونکہ امام احمد نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے دو بکریون کو لڑتے دیکھکر فرمایا کہ اے ابوذر تو جانتا ہے کہ یہ کس بات مین لڑتی ہین - مین نے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ لیکن اللہ تعالی جانتا ہے اور قیامت مین دونون کے درمیان انصاف فرمادیگا اور عبدالرزاق نے اسکو ابوذر رض سے ایک جماعت صحابہ کے خطاب سے روایت کیا یعنی آنحضرت صلعم نے جماعت حاضرین سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ کیون لڑتی ہین الی آخر الحدیث اور ابن جریر کی روایت مین اسقدر زیادہ ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے بعد اسکے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے ہم کو ایسے حال مین چھوڑا کہ کوئی اُڑنیوالی چڑیا بھی ہو اسکا بھی ہم سے علم بیان فرمایا - اور عثمان رض سے ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سینگون والے سے بے سینگون والے کا بھی قصاص لیا جائیگا - رواہ ابن احمد فی مسند ابیہ - اور حدیث صحیح مسلم مین وہ مضمون موجود ہی جو مفسر سیوطی رح نے بیان کیا اور عبد الرزاق نے ابوہریرہ رض سے اس آیت کی تفسیر مین روایت کیا کہ قیامت کے روز دواب بہائم و پرند و ہر شئے جملہ مخلوق سب محشور ہونگے پھر اسدن اللہ تعالی عز و جل

کا انصاف یہان تک پہونچے گا کہ سینگون والے سے بے سینگون والے کا قصاص لیگا پھر فرماویگا کہ تم سب خاک ہو جاؤ۔ اسی سے کافر تمنا کرینگے جیسا کہ فرمایا یقول الکافر یالیتنی کنت ترابا ۔ یعنی اے کاش مین مٹی ہو جاتا ۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ حدیث الصور مین یہی بات مرفوع آنحضرت صلعم کی حدیث مروی ہی وفی المدارک ۔ جب اللہ عز وجل نے اپنی مخلوقات و آثار قدرت سے وہ کچھ بیان فرمایا جو اسکی ربوبیت پر شاہد اور اسکی عظمت وجلال پر پکار پکار کر گواہی دیتا ہی تب پھر فرمایا ۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۔ اور جن لوگون نے ہماری آیات کو جھٹلایا یعنی قرآن کو ۔ صُمٌّ ۔ وہ بہرے ہین ف ۔ آیات یعنی قرآن کے سننے سے یعنی قبولیت کے کانون سننے سے بہرے ہین ۔ وَبُكْمٌ حق بات بولنے سے گونگے ہین ف ۔ یعنی اللہ تعالی کی وحدانیت و ربوبیت پر اقرار وشہادت نہین دیتے ہین ۔ فِي الظُّلُمٰتِ یعنی کفر کی تاریکیون مین انکا یہ حال ہی کہ باوجود اس ظہور و وضوح آثار قدرت وعظمت کے ان کو کچھ نہین سوجھتا ہی اور کیونکر سوجھے کہ خالق حکیم تعالی کی مشیت ہی مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ اضلالہ ۔ وہ مخلوق کہ چاہتا ہی اللہ تعالی اسکو گمراہ کر دینا تو يُضْلِلْهُ اسکو گمراہ کر دیتا ہے یعنی مشیت ازلی مین جسکے حق مین گمراہی مقدر ہوئی وہ یہان گمراہ ہوتا ہی ۔ وَمَنْ يَّشَاْ ۔ ہدایتہ ۔ اور جس کی ہدایت چاہتا ہے يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ اسکو راہ مستقیم یعنی توحید و اسلام پر کر دیتا ہی ف ۔ وہی قادر مختار ہی جو چاہتا ہی وہ کرتا ہی اسپر کوئی اعتراض نہین ہی اور اسمین صریح دلیل ہی کہ ہدایت دینے والا اور گمراہی دینے والا اللہ تعالی ہی اور جس کو اسنے جو کچھ دیا وہ عدل ہی وہی قادر مختار ہی ۔ وقد قال تعالی فی مثال الکفار فی سورۃ النور او کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضہا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یراہا ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور ۔ یعنی کافرون کے نفوس مین گمراہی کی یہ مثال ہی کہ جیسے تاریکیان کسی موجدار سمندر کے بھنور مین کہ اسکو موج چھائی ہی پھر اسپر موج ہی اسپر سحاب ہے تاریکیان بعض پر بعض ہین کہ ہاتھ نکالے تو نظر آتا نہین لگتا اور اللہ تعالی نے جسکے لئے نور نہین کیا اسکے لئے کچھ نور نہین ہی ۔ اور تفسیر اسکی لطیف و اسمین اشارات ہین کہ انشاء اللہ تعالی اسکی تفسیر مین آوینگے ف ۔ فی العرائس قولہ تعالی وما من دابۃ فی الارض ولا طائر الآیۃ ۔ اللہ تعالی نے سوائے جن و آدمی کے ملائکہ و دیگر حیوانات کو چرند پرند کوئی ہون فطرت توحید اور جبلت معرفت پر پیدا کیا ہی اور اُن کو معرفت و ایمان الیقان کیواسطے حکم وخطاب ہی اور ان جانورون کیواسطے ان کے اسرار باطنہ مین راہین منور بانوار عقل ہین جو اسکی درگاہ ازلی تک پہونچی ہوئی ہین اور اُن سے نور افعال لطائف صنعت کو دیکھتے ہین اور حالت ان کی مقصور اسی صورت پر نہین جسکو ایک غافل آدمی دیکھتا ہی اور ان کو بے عقل سمجھتا ہے ۔ قال المترجم حدیث صحیح مین فضائل جمعہ مین آیا ہی کہ اسی روز قیامت قائم ہوگی اور آیا ہے کہ سوائے جن و انسان کے ہر جانور اسکے صبح کے انتظار مین خوفناک ہوتا ہی کہ شاید یہی روز قیامت ہو ۔ قال الشیخ اور ان جانورون کی زندگی اور حرکت و اڑنا اس خالق پاک کی درگاہ کی طرف سے ایک قوت خاص سے ہے اور ان کی یہ آوازین اور یہ خوش الحانیان اور چیخ و پکار و حرکتین ایک خاص نسیم شوق سے ہے جو ان کو عالم ملکوت سے پہونچی اور انوار جبروت سے ظاہر ہوتی ہی اور ان کو موافق اپنی قدر معرفت و توحید کے اللہ تعالی کی طرف ذوق وشوق ہی اور مین نے سنا کہ سمنون محب رحمہ اللہ جب محبت مین وعظ فرماتا تو قندیلین پھٹ جاتی تھین اور ہوا سے پرند گر پڑتے تھے ۔ ایک روز محیط مین کلام کرتے تھے کہ ایک چڑیا ان کے سامنے گری اور زمین مین اپنی چونچ داب دی اور قطرہ خون اس سے ٹپکا اور جان دیدی ۔ اقوال ایسی ہی بہت سی حکایات آثار و اخبار مین تمام حیوانات از قسم درندے و چرندے و پرندو حشرات الارض سے مروی ہین و عرب کے اونٹ کا حدی پرست ہو جانا معروف و مشہور ہی اور آنحضرت صلعم کو اونٹ نے سجدہ کیا بدون طلب معجزہ وغیرہ کے اور دارمی وغیرہ کی روایات مین آنحضرت صلعم کو درخت و حجر و سنگریزہ و پتھر کا سلام کرنا متعدد طرق سے مروی ہی اور گریہ ستون حنانہ معروف و مشہور ہی کہ ہم اولہ

کیون نہین کہ خود اوتعالی جل جلالہ نے فرمایا ۔ ما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم ۔ یعنی تمھارے مثل ہین اس بات مین کہ وہ مخلوق ہین اور حق عزوجل کے طلب مین سرگرم ہین اور اسکی توحید کو شرک سے پاک کرتے ہین اور اسکے قدیم ہونے کو یقین مین لاتے اور حدوث کے صفات سے اسکی پاکی اپنے باطن سے بیان کرتے ہین اور اس کی صنع لطیف مین اعتبار کرتے ہین جس سے انوار صفات کا عالم مین ظہور ہے ۔ قال المترجم وتحقیق ثابت ہوا کہ ان مین بھی مطیع وعاصی ہین اور مروی ہوا کہ گرگٹ بھی کافرون کے ساتھ اس آگ کو پھونکنے مین شریک تھا جو نمرود مردود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جلانے کو پھونکی تھی پس مثل ہونا آدمی جن کے ساتھ جملہ وجوہ سے ثابت ہے لیکن یہ واضح رہے کہ ان کی استعداد معرفت کی ایسی نہین ہے جو جن کو حاصل ہے تو انسان جو استعداد مین نہایت اکمل المعرفہ ہے اسکے برابر کہان سے ہوگی پھر شیخ نے لکھا کہ ان جانورون وغیرہ کا مثل ہونا اس بات مین ہے کہ ان کی خلقت عالم ملک شہادت سے ہے جو منور بانوار افعال ہین اور آدمی ملائکہ کے اجسام بھی عالم افعال سے مخلوق ہین لیکن ان کی روحین عالم ملکوت سے پیدا ہین اسی واسطے دیگر مخلوقات سے آدمی وملائکہ کو فضیلت ہے ۔ وقد قال تعالی ولقد کرمنا بنی آدم الآیہ ۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض علماء نے مزید توضیح سے انسانی استعداد معرفت کو اعلی واکمل ثابت کیا ہے پھر شیخ نے لکھا کہ قولہ ولا طائر یطیر بجناحیہ ۔ مین دونون بازو سے مین یہ اشارہ سمجھتا ہون کہ ان اخلاق جمیلہ کے بازو ہین جو آدمیت کیواسطے لازم ہین اور جن کی نسبت حدیث مین فرمایا کہ تم مین بہتر وہ ہین کہ جنکے اخلاق اچھے ہون اور انھین کی درستی ابتدائی معرفت سے انتہاء معرفت پر پہونچاتی ہے ۔ مانند توکل ورضا ۔ اور آیندہ بعض آیات مین آویگا کہ کاین من دابۃ لاتحمل رزقہا اللہ یرزقہا وایاکم الآیہ ۔ یعنی بہتیرے دواب ہین کہ اپنا رزق اٹھاتے نہین ۔ یعنی لادے نہین پھرتے اور اللہ تعالی ان کو اور تم کو رزق دیتا ہے یعنی وہ توکل ورضا مین ثابت قدم ہین ۔ پھر شیخ نے کہا اور دو بازو سے خوف وامید ۔ اور فنا وبقاء اور ایمان وتقوی اور نعمت وبلاء اور ہیبت وصفاء اور عبودیت وربوبیت ۔ اور معرفت ومحبت ۔ ہین ان بازون سے ان کو ہر طرب اور شوق وطلب مین پرواز ہے ۔ اور ظاہری اشارہ مثلیت مین یہ ہے کہ جملہ امم کی جبلیت چار عناصر سے ہے اور جبلیت روحانیہ وحیوانیہ سے ان کی انتشار ہے اور کھانے پینے وحرکت وجماع مین اور صفات نفسانیہ مین مانند حرص وغضب ونعمتون کیساتھ پھوٹ پڑن کرنے مین مساوی ہین اور مرجع اسکا اصلی فطرت ہے جس سے پیدا ہوئے ہین یعنی زمین سے پیدا ہوئے اور زمین مین مرکر مل جاوینگے اور اسی سے دوبارہ قیامت مین اٹھائے جاوینگے ۔ تفسیر ظاہر کے اماموں مین سے حضرت عطاء رح کا قول ہے کہ امثالکم کے معنی یہ کہ توحید ومعرفت مین تمھارے مثل ہین اور بعض نے کہا کہ خلق مین تمھارے مثل ہین کیونکہ تمام مخلوقات ان امتون مین سے جسقدر ہے سب حضرت خالق جل جلالہ کی قدرت کاملہ سے پیدا ہوئی ہین اور ہر ایک کیواسطے خطاب الہی ازلی سے خاص خاص طریقے واضح ہوئے ہین پس توحید ملائکہ واضح ہے اور آدمیون کی معرفت کیواسطے انبیاء ورسل علیہم السلام سے طریقہ ہے اور حیوانات دیگر مانند چرند وپرند وغیرہ کی طبیعت مجبول بمعرفت ہے کہ ان کو اپنے خالق وصانع کا علم فعلی حاصل ہے کہ اس سے ظہور انوار صفات تک بذریعہ انوار فعل کے بدون بیان بلا اشکال پیدا ہوتا ہے ۔ قال المترجم قول قوی جدید یہ ہے کہ رسل علیہم السلام اور ملائکہ الہی ان مخلوقات کے ہادی ہین اور ان رسولون علیہم السلام سے فیض ہر قسم کے کسی فرد خاص کو موافق حالت انسانی کے ہوتا ہے اور وہی اسکا رسول ونبی ہوتا ہے اور یہین سے کہا گیا کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام ہے یہان تک کہ حیوانات وحشرات کو بھی شامل ہے و استدلال اس قول کا ماسبق سے واضح ہے فافہم ۔ قولہ ما فرطنا فی الکتاب من شئ یعنی مخلوق کو جس چیز کی احتیاج دربارہ عبودیت ومعرفت ربوبیت کے ہے وہ سب ہم نے اپنی کتاب پاک مین بیان کر دی ۔ کوئی حال وکوئی مقام وکوئی وجدان اور کوئی ادراک اور کوئی معرفت وکوئی دیدار ومشاہدہ نہین جس کا طریقہ ہم نے بیان نہ کیا ہو ۔ کلام حضرت باری تعالی اسکی صفت خاصہ ہے جس نے جمیع صفات کا عرفان اور صفات

ذات کا عرفان بوضوح بیان کر دیا۔ اس سے او تعالی نے اگلوں و پچھلوں جملہ عالم کے اسرار سے آگاہ کیا۔ بعض نے فرمایا کہ نہیں چھوڑا ہم نے کتاب میں کسی مخلوق کا ذکر۔ ولیکن کتاب میں اسکے ذکر کو دیکھتا نہیں کوئی شخص سوائے ان بندوں کے جن کو انوار معرفت سے ارادت حاصل ہے قولہ والذین کذبوا بآیاتنا صم وبکم فی الظلمات۔ اسمین اللہ تعالی نے ان لوگوں کا ذکر کیا جنکے غیب سے ان کے دلوں پر الہام حق ہوتا ہے مگر وہ اسکے مقابلہ میں اپنے نفوس سے معارضہ لاتے ہیں اور باطل خطرات سے سچے خطرات کو رد کرتے اور جھٹلاتے ہیں کیونکہ ان کو حق و باطل میں تمیز نہیں ہے اور یہ اسوجہ سے کہ گمراہی کے ٹھینٹھ ان کے کانوں میں بھرے ہیں کہ مقام شہود میں انھوں نے اپنے کانوں کو اللہ تعالی کی طرف نہیں لگایا اور ہیبت و محبت کے ساتھ ان کے اسرار باطنہ کی زبان پر کبھی نام الٰہی نہیں آیا اور سبب اسکا یہ ہے کہ انکے نفوس اپنی نفسانی خواہشوں کے اندھیرے میں ٹاپ رہے ہیں اور حاصل آنکہ جس شخص نے خواطر حق کو جھٹلایا جو اللہ تعالی کی طرف سے اسوقت آئے تھے کہ توحید و خلوص ایمان کا الہام بوقت دیدار معجزات انبیاء و کرامات اولیاء انپر ہوا پس سنے اسرار کے کان اور بینائی باطن کی آنکھوں کو پردہ ضلالت سے ڈھک لیا تاکہ او تعالی کا کلام غیبی نہ سنے اور برق انوار غیب کو نہ دیکھے اور حق تعالی کے ملکوت کو مشاہدہ نہ کرے اور اپنے نفس امارہ کی تاریکیوں شیطان کافر کی گمراہیوں میں پھنسا پڑا رہے اسکو یہ قدرت نہیں کہ اللہ تعالی کو یاد کرے اور اسکی معرفت میں پہنچے بعض نے کہا کہ او تعالی نے اپنے خالص بندوں پر جو معجزات و کرامات فرمائے اسکو سچا نہ جانا اور اندھے بہرے انوار خطاب سے اپنے نفس کی ظلمات و اجسام کی صندوقوں میں پڑے رہے۔ قولہ من یشاء اللہ یضلله ومن یشأ یجعله علی صراط مستقیم۔ مشیت دو طرح پر واقع ہوتی ہے مقبول بندوں پر قبول کی اور مردود بندوں پر دور کر دینے کی اور اول سے رضامندی کی اور دوم سے نارضامندی و خشم و غضب کی۔ موافق اسکے ازل میں سعادت و شقاوت جاری ہو چکی ہے پس جو شخص کہ اپنے ابتداء ارادہ میں صادق نہ ہو اس کو حق تعالی ظلمات قہر میں گمراہ کر دیتا ہے اور یہ غیرت و ملل ہے تاکہ جو اللہ تعالی کی محبت میں صادق نہیں ہے اس کو وصول نہ ہو اور جو بندہ کہ ابتداء ارادت میں صادق تھا اور اس نے دنیا میں اپنا عہد مضبوط بسبب پیروی نفس کے اور فرمانبرداری سے انکار کے نہیں توڑا اور تفہیم اسکو نہیں ہوئی اگرچہ مقام التباس میں خواب غفلت میں چندے پڑا رہا ہوگا پس الہام و انذار سے بیدار ہونے کے وقت ہوشیار ہو گیا اور ہادی خیر کی متابعت کر لی تو حق تعالی خود ہی اپنی طرف اسکو راہ دیتا ہے اور معرفت و طاعت میں اسکو مستقیم کر دیتا ہے۔ پھر عقول روحانی کیواسطے طریق مستقیم یوں حاصل ہوتا ہے کہ فکر سلیم اسکو عطا ہوتی ہے اور قلوب کیواسطے محبت کیساتھ صفات کی راہیں ہیں اور معرفت کیساتھ روحوں کے لئے ذات کی طرف راہیں ہیں۔ قال المترجم اور بہت سے اکابر نے اور خود شیخ رحمہ اللہ نے جابجا تصریح کر دی ہے کہ معرفت صفات و ذات سے مشاہدہ و کشف تحقیقی مراد ہے نہ کشف حقیقی اور فرق یہ ہے کہ کشف تحقیقی وہ معرفت ہے کہ عین حقیقت اسکے مطابق ہے جہاں تک کشف ہوا اور کشف حقیقی وہ دیدار عیانی ہے مثلاً جنت کا علم جہاں تک حاصل ہوا اور آنحضرت صلعم نے بیان کیا اس سے ایک علم حاصل ہوا اور اگر پردہ سے اسکے فی الجملہ حالت ظاہر ہو تو کشف ہوا اور حقیقت اسوقت حاصل و واضح ہوگی کہ جب جنت میں بندہ داخل ہوگا اسی طرح حقیقت صفت و ذات قیامت پر موعود ہے وہ دنیا میں حاصل نہیں ہو سکتا ہے مگر جسقدر کشف تحقیقی یہاں ہوگا اسقدر قیامت میں فضل الٰہی سے حقیقی دیدار ہونے پر مطابق و موافق ہوگا۔ اور جہاں تک کشف ہے یکی قید اسواسطے ہے کہ ادراک ذات و صفات باری تعالی بایں طور کہ احاطہ ہو جائے ممکن نہیں ہے اور یہ فی الجملہ دیدار ہے و بعض محققین نے اس بحث سے سکوت کیا کیونکہ علم قطعی شرعی میں احاطہ و عدم احاطہ سے سکوت ہے پس ہم اسکو قطعاً الیقین کرتے ہیں کہ دیدار حاصل ہوگا اور رہا یہ کہ احاطہ ہوگا یا نہ ہوگا اس سے کوئی بحث نہیں کرتے اور یہ طریقہ اسلم ہے فافہم۔ قال الشیخ اور بعض مشائخ نے کہا کہ جس شخص کے حق میں اللہ تعالی

کا ارادہ بھلائی وہدایت کیساتھ نہین مقدر ہوا وہ اپنی بری تدبیر کے پنجہ مین چھوڑ جاتا ہے تاکہ گمراہی وضلالت مین پڑا رہے اور جس کے حق مین ہدایت کا ارادہ متعلق ہوا ہے اسکو اپنے اختیار مین کھینچ لیتا ہے پس وہ صراط مستقیم پر اس طرح ثابت رہتا ہے کہ جو قدرت وتقدیر مین جاری ہوا ہے اسپر راضی وہر حال مین شکر گذار رہتا ہے - فافہم

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ

تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا یا آوے تم پر قیامت کیا اللہ کے سوائے کسی کو پکارو گے

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ

بتاؤ اگر تم سچے ہو بلکہ اُسی کو پکارتے ہو پھر کھول دیتا ہے جس پر پکارتے تھے اگر چاہتا ہے اور

تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ ع ۴ ۱۳

بھول جاتے ہو جنکو شریک کرتے تھے اور ہم نے رسول بھیجے تھے بہت اُمتون پر تجھ سے پہلے پھر اُن کو پکڑا سختی مین اور

الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ

تکلیف مین شاید وہ گڑگڑا دین پھر کیون جب نہ پہونچا اُن پر عذاب ہمارا گڑگڑائے ہوتے اور لیکن سخت ہو گئے

قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا

دل اُن کے اور اُن کو بھلے دکھائے شیطان نے جو کام کر رہے تھے پھر جب بھول گئے جو نصیحت کی تھی اُن کو کھول دئیے ہم نے

عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ

اُن پر دروازے ہر چیز کے یہان تک کہ جب خوش ہوئے پائی ہوئی چیز سے پکڑا ہم نے اُن کو بیخبر پھر تب ہی وہ رہ گئے

مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

نا اُمید پھر کٹ گئی جڑ اُن ظالمون کی اور سراہے کام اللہ کا جو رب ہے سارے جہان کا

قُل کہدے اے محمد صلعم اہل مکہ سے - اَرَءَيْتَكُمْ - اخبرونی - مجھے خبر دو - قال فی الکمالین اور بجائے استخبار کے یعنی خبر دیدو کی جگہ رویت یعنی علم سے استفہام اسواسطے رکھا اور یہ نہین فرمایا کہ اخبرونی کہ کسی بات کی خبر وہی دے سکتا ہے جو اسکو جانتا ہو قال المترجم اگر اخبرونی نتیجہ قرار دیا جاوے نہ تفسیر تو اولی ہوگا اور معنی یہ کہ بھلا تم جانتے ہو مجھے بتاؤ کہ - اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ - دنیا مین اگر عذاب الٰہی تم پر آوے - اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ بغتة یا اچانک تم پر قیامت ہی آجاوے ف جسمین تمھارے حق مین عذاب الٰہی ہو تو ایسی حالت مین - اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ کیا غیر خدا کو پکارو گے ف یعنی جن کو شریک بناتے ہو ان مین سے کسی کو پکارو گے ہرگز نہین پکارو گے - اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ - اگر تم سچے ہو ف اس بات مین کہ بت تم کو نفع پہونچاوینگے تو کیون اسوقت نہین پکارو گے - حاصل معنی یہ کہ تم بتون کو اپنے حق مین نفع پہونچانے والا اور ضرر دور کرنیوالا کہتے ہو تو مین تم سے پوچھتا ہون کہ بھلا بتاؤ اگر تم پر دنیا مین عذاب الٰہی آجاوے یا قیامت ہی قائم ہوجاوے جسمین ایسا عذاب ہے تم مان لو تو ایسی حالت مین بتون کو پکارو گے اور اس بلا کے دور ہونے کیلئے بتون کی طرف التجا لاؤ گے اگر سچے ہو تو بتلاو گے کہ نہین تو - پھر آگے مصرح کر دیا - بَلْ اِيَّاهُ - نہین بلکہ اللہ تعالی ہی کو - تَدْعُوْنَ - پکارو گے سختیون مین فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ - پس دور کر دیگا تم سے ضرر وغیرہ اِنْ شَآءَ اگر دور کرنا

کرنا چاہیئے ف یعنی وہ ہر حال مین ہر بات پر قادر ہی لیکن بعض صورتون مین خلاف اسکے مشیت و حکمت کے دفع ضرر ہوتا ہے مثلاً ایک شخص موذی ہی کہ لوگون کو سخت دکھ پہونچاتا ہے ڈاکا ڈالتا ہے جانین تباہ کرتا ہے لوگون کے بال بچے و مال تلف کرتا ہے تو مصیبت کیوقت عذاب مین اسکا تباہ ہونا بہتر ہے تاکہ بہت لوگ امن مین رہین اور مشرکون کا فعل اس سے زیادہ سخت ہی لہذا ایمان شرط لگا دی کہ اسوقت اللہ تعالی ہی سے دعا مانگو گے اور وہ سب بات پر قادر ہے تمھاری مصیبت کو ہٹا دے بشرطیکہ چاہے ۔ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ اور اس حال مین وہ سب بھول جاؤ گے جن کو شریک لاتے ہو ف کسی کو نہ پکارو گے تم کو خود یقین ہی کہ اللہ تعالی ہی چاہیگا تو یہ عذاب دور ہوگا پھر بھلا غیر کو حالت امن مین کیون شریک بناتے ہو اور اللہ تعالی کی طرف ہر حال مین کیون التجا نہین کرتے ہو ۔ اور اس آیت مین کھلا بیان حق ہو اور آگے آنحضرت صلعم کو خطاب فرما کر سنت الہی کا بیان فرمایا ۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ ۔ من زائدہ ہی اور مفعول ارسلنا محذوف ہی بسبب ظہور کے یعنی ارسلنا رسلاً ۔ البتہ ہم نے بھیجے بہت رسول تجھ سے پہلے زمانہ مین اگلی امتون کی طرف ف پس نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگون نے اپنے رسول کو جھٹلایا ۔ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ پس ہم نے ان کو نہایت محتاجی و قحط مین گرفتار کیا ۔ وَالضَّرَّآءِ اور مرضون یا عام مضرت مین ف مانند جانین تلف ہونے و مال جانے اور وبا پھیلنے وغیرہ مین پکڑا اور یہ ان کو تنبیہ تھی ۔ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ کہ اب بھی گڑگڑاوین ف ایمان لاوین کیونکہ مجبوری کے وقت نفس کی سرکشی فرو ہو جاتی ہی ولیکن ان بدبختون کو اثر نہ ہوا ۔ اللہ تعالی فرماتا ہی فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا کیون وہ نہین گڑگڑاتے جبکہ ان پر ہمارا باس یعنی چھوٹے عذاب مین پکڑا جانا پہونچا تھا ف یعنی باوجود اس مقتضی موجود ہونے کے کیون ایسا نہ کیا اگر نیک بخت ہوتے تو ضرور تضرع کرتے ۔ وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ولیکن ان کے دل تو قاسی اور سخت ہو گئے ف اور ایمان کے لیئے نرم نہ ہوئے ۔ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ اور شیطان نے ان گناہون کو ان کی آنکھ مین مزین دکھلایا جو کیا کرتے تھے ۔ ف پس انھین پر اڑے رہے اور نہ چھوڑا اور رسول کا کہنا نہ مانا ۔ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ ای فلما ترکوا ما وعظوا وخوفوا بہ من الباساء والضراء فلم یتعظوا ۔ یعنی پھر جب ترک کیا اور بے پروائی سے پیٹھ پیچھے ڈالدیا اسکو جس سے انکو نصیحت و خوف دلائے گئے تھے یعنی باساء و ضراء کو پس اس سے نصیحت حاصل نہ کی ۔ حاصل آنکہ جب یہ گرفت ان کو سودمند نہ ہوئی اور نہ مانے تو عجیب پیچ سے عذاب مین ڈالے گئے وہ یون کہ ۔ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۔ اکثر قاریون کے نزدیک فتحنا از فتح ہے اور ابوعامر کی قراۃ مین تشدید فتّحنا سے از باب تفتیح ہی اور معنی مین بھی تخفیف و تکثیر کا فرق ہی کہ اول کے معنی ہم نے کشادہ کر دیئے اور دوم قراۃ پر معنی یہ کہ پھر ہم نے خوب فراخی کیساتھ کھول دیئے ان لوگون پر دروازے ہر چیز کے ف یعنی ہر طرح کی نعمت ہم نے ان پر خوب فراخ کر دی اور یہ درحقیقت ان کے حق مین استدراج تھا کہ خوار کرنے کو ان کی رسی ڈھیلی کر دی ۔ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا ۔ یہان تک کہ جب اترائے اس چیز پر جو دیئے گئے ف ہر چند کہ اللہ تعالی نے درحقیقت یہ چیزین ان کو دین ولیکن وہ جہالت سے اپنے بداعمال و بداعتقاد و بت وغیرہ شرک سے سمجھے ۔ اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً تب اچانک ہم نے ان کو عذاب مین گرفتار کر لیا ۔ فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۔ پس ناگہان وہ ہر بھلائی سے مایوس ہو گئے ۔ فَقُطِعَ دَابِرُ ای آخر الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۔ پس کاٹ دی گئی دابر اے آخر اس قوم کے جس نے ظلم کیا ف یعنی جڑ سے نیست کر دیئے گئے اور رسول و مومنون کو نجات و فتح ملی ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ علی نصر الرسل و ہلاک الکافرین ۔ یعنی حمد ہے اللہ تعالی کے واسطے ف اس بات پر کہ رسولون کو فتح دی گئی اور کافر ہلاک کیئے گئے اور یہ اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہوا یعنی اسی پاک پروردگار عزوجل نے ایسا کر دیا ۔ قال الوالبی عن ابن عباس ؓ مبلس بمعنی ناامید ۔ یعنی ہر بھلائی سے مایوس ۔ قال الحسن البصری رح

جس پر اللہ تعالیٰ نے رزق و اموال وغیرہ میں فراخی دی اور وہ اس بات سے ڈرتا نہ رہا کہ شاید یہ مکر قدیم ہو تو اسکی رائے کا کچھ اعتبار نہیں اور جس پر
اللہ تعالیٰ نے تنگی ڈالی اور وہ یوں نہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے وہ مجھے دیکھتا ہے کہ یہ بندہ صبر اور ثابت قدمی کرے پس اگر
یہ نہیں سمجھا تو اسکی رائے کا کچھ اعتبار نہیں پھر یہ آیت پڑھی۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم الآیۃ۔ پھر حسن رح نے کہا کہ قسم ہے رب الکعبہ کی کہ
مکر میں ڈالی گئی یہ قوم کہ جو چاہتے تھے ان کو دیا گیا پھر پکڑ کر مٹا دیئے گئے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ قال المترجم اسمیں حکمت عجیب ہے کہ سختی و مصیبت
میں خالق و معبود عز و جل کو نہ یاد کیا اور فراخی میں بھی یاد نہ کیا اور چونکہ مخلوق تھے تو آخرت کا عوض دنیا میں ان کو بھر دیا اور شہوات جن سے
دوزخ محفوف ہے انھوں نے جلد طے کر لیں پس استدراج و کفر میں اور شرک بداعتقادی میں خوب قدم جما لیا پس میعاد مقدر پر جڑ سے
اُکھاڑ پھینکے گئے۔ فافہم۔ قال قتادہ رح اس قوم نے امر الٰہی سے تجاوز و سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو عذاب میں گرفتار کیا
اسکو اسکی مستی و غرور و اترانے میں پکڑا پس اے لوگوں کبھی اللہ تعالیٰ پر مغرور مت ہو اور یہی لوگ حضرت باری تعالیٰ جل جلالہ کے خوف و
عظمت سے مغرور بے پروا ہوتے ہیں جو فاسق و کافر ہیں۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اسی واسطے اعتقاد میں قرار پایا کہ ایمان درمیان خوف و
اُمید کے ہے جو بیخوف ہوا وہ کافر اور جو نا اُمید ہوا وہ کافر اور یہ قطعی دو آیتوں سے ثابت اور معروف ہے۔ قال الزہری رح قولہ فتحنا علیہم
ابواب کل شیٔ۔ کہا کہ دنیا کی چیزوں میں سے ہر چیز جو چاہی وہ آسانی سے دیدی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ جب تو
دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اسکے گناہوں پر دنیا کی نعمتیں جو وہ چاہتا ہے دیتا ہے تو یہ استدراج ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہ آیت پڑھی۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شیٔ الآیۃ۔ رواہ احمد و ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ اور عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حق میں عذاب کا ارادہ کرتا ہے تو ان کے واسطے بدکاریوں
کا دروازہ کھول دیتا ہے مع شہوات کے یہاں تک کہ جب دیئے ہوئے پر اترائے تو ناگاہ ان کو ماخوذ کر لیتا ہے پس اچانک وہ مایوس ہو جاتے
ہیں رواہ ابن ابی حاتم والامام احمد وغیرہ ف۔ عرائس میں کہا کہ قولہ تعالیٰ اغیر اللہ تدعون ان کنتم صادقین بل ایاہ تدعون۔ جاہل مخلوق
وقت نزول بلاء کے غیر کی طرف رجوع لاتے ہیں اور یہ امتحان ہے پس عار دلایا کہ دعویٰ معرفت میں اگر سچے ہو تو غیر کی طرف کیوں رجوع
کرتے ہو اور اس ارادہ و نیت پر مشرک ہوتے ہو حالانکہ تمام مخلوق اس کی عظمت و جلال میں فنا ہے پس پکارنا اسی کی طرف راجع ہوتا ہے
اگرچہ جہالت سے جاہل یہ سمجھے کہ اُسنے غیر کو پکارا اور اس سے معاونت پائی ہے۔ اور نیز اسمیں توبیخ ہے کہ حالت عیش میں درگاہ خالق
سے رجوع کر کے مخلوق کی طرف رجوع لاتے ہیں اور سختی و مصیبت میں او تعالیٰ کی طرف دعاؤں کے ہاتھ بڑھاتے ہیں مگر عیش میں تو حلاوت
یاد الٰہی سے حظوظ نفس کی طرف دوڑے تھے اور مصیبت میں جو پھر آئے تو قرب مشاہدہ کے واسطے نہیں بلکہ ضرر دفع ہونے کے واسطے اور یہی
مکار علماء و صوفیہ کا حال ہے بعض نے کہا کہ غیر کے اوپر بھروسا کرتے ہیں حالانکہ او تعالیٰ نے مقام صادقین میں رکھا ہے۔ قال الجریری نیک بخت
بندے تو ابتدا سے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہر حال میں رجوع رکھتے ہیں اور عوام مصیبت کے وقت رجوع لاتے ہیں۔ قال الجنید رح جو حق تعالیٰ
کو یاد کرے و پکارے تو اُسی سے اُسی کے واسطے پکارے بدون اسکے کہ اسمیں اسکو کوئی مزہ ہو یا نفس کو اس پکار میں دخل ہو۔ قال المترجم
یہ قول کمال عرفان سے ہے اور توضیح اسکی سابق میں گذری ہے فتذکر۔ بعض نے کہا کہ غافل از خطاب کا مرجع بس اسی کی درگاہ ہے۔ قولہ فاخذناہم
بالبأساء الخ۔ یہ حال مفلس قوم کا ہے کہ حق تعالیٰ نے قہر کے کوڑے سے اپنی محبت سے تونگر کرنے کو پھیر اور نہ محبت والا ایک دم غافل
نہیں ہے۔ او تعالیٰ جس قوم کو حفظ میں لیتا ہے ان کو بلاء و محنت میں ڈالکر اپنی ہی طرف گڑگڑا نا ملھتا ہے کہ غیر کی طرف مشغول نہ ہوں۔ اور نیز

جو مرید کہ ذکر کے مزے میں پڑتے ہیں اُن کو مضر توں بتلاؤں سے اس مزے سے چھڑا کر پھر خالص تجرید و توحید سے بدون دخل نفس کے اپنی طرف لاتا ہے جبکہ ثابت قدم رہیں ابن عطا رح نے کہا کہ سب راہیں اُن کی روکی گئیں کہ اس کی طرف رجوع لاویں قولہ۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ ۔اس قوم سے بھی نصیحت نکال لینا چاہیے جو بزرگوں کے نصائح سے غفلت کرتے ہیں حتی کہ بہتوں کو ظہور کرامات سے اپنے نفوس کی طرف میلان ہوتا ہے پس ان پر دروازے مفتوح ہوتے ہیں اور مخلوق کے نزدیک انکی جگہ ہوتی ہے پس اگر اس طرف جھکے تو خوب سوخ پیدا کرتے ہیں اور آخر میں وہ فضیحت ہوتے اور مکار ظاہر ہو جاتے ہیں اور آخر حسرت و ندامت پر مرتے ہیں یعنی بعد اسکے درجہ کرامت نہیں پاتے ہیں کیونکہ اُنھوں نے طریقہ ہدایت و توحید اسلام میں خیانت کی پھر نیک بندوں سے جو انکی مضرت و ایذا ر اسلام سے دور ہوئے اور انکے عدم و وجود سے کوئی پرواہ نہ ہوئی تو او تعالیٰ نے نیک بندوں کی طرف سے اور اپنی صمدیت کے اظہار میں الحمد للہ رب العالمین سے حمد و ثنا فرمائی ہے

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُم مَّنْ

تو کہہ دیکھو تو اگر چھین لے اللہ تمھارے کان اور آنکھیں اور مہر کر دے تمھارے دل پر کون

إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِهِ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ ۝

وہ رب ہے اللہ کے سوائے جو تم کو یہ لا دیوے دیکھ ہم کیسے پھیرتے ہیں باتیں پھر وہ کنارہ کرتے ہیں

قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ إِلَّا

تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا بیخبر یا روبرو کوئی ہلاک ہو گا مگر

الْقَوْمُ الظَّالِمُونَ ۝ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۝

وہی لوگ جو گنہگار ہیں اور ہم جو رسول بھیجتے ہیں نہیں مگر خوشی اور ڈر سنانے کو

فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

پھر جو کوئی یقین لایا اور سنوار پکڑی تو نہ ڈر ہے اُن پر نہ وہ غم کھاویں

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝

اور جنھوں نے جھٹلائی ہماری آیتیں اُن کو ملیگا عذاب اُسپر کہ بے حکمی کرتے تھے۔

قُلْ۔ اہل مکہ سے کہدے۔ اَرَءَیْتُمْ اخبرونی بھلا جانتے ہو تم مجھے بتاؤ۔ اِنْ اَخَذَ اللّٰہُ سَمْعَکُمْ اگر اللہ تعالیٰ تمھاری سنوائی لے لے ف یعنی بہرا کر دے یعنی جو قوت کان میں رکھی ہے اسکو گرفتہ کر دے یا خود کان ناپید کر دے وَاَبْصَارَکُمْ اور تمھاری بینائی لے لے وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ تمھارے دلوں پر مہر کر دے ف کہ کچھ تمیز کسی چیز میں نہ رہے۔ مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِہٖ تو بھلا اللہ تعالیٰ کے سوائے وہ کون الٰہ ہے کہ تم کو یہ چیزیں لا دے ف یعنی جو تم سے اللہ تعالیٰ نے چھین لیں یعنی تمھارے زعم کے موافق وہ معبود کون ہے جو اسکو لاوے یعنی تم کو پھر دیدے اور یہ شکریہ محسوسات کی نعمت کا مع تنبیہ ہے کہ بہتیرے تم میں سے بہرے اندھے پاگل ہیں حالانکہ کسی بت سے نہ ہوا کہ وہ تندرست ہو جاتے اور یہ تقدیر خلقت الٰہی عز و جل ہے پس اگر تم لوگ جو تندرست ہو تم پر یہ بلا طاری ہو تو بھلا کون ہے جو اسکو پھیر لا دے پس معبود خالق عز و جل کا شکریہ ادا کرو اور اسی کی توحید کرو۔ پھر آنحضرت صلعم کو خطاب فرما کر بہرا ایمان آکو تعجب دلایا اور جن کی نظر میں وحدانیت نہایت روشن نظر آتی ہے اُن کو یقین دلایا کہ ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے چنانچہ فرمایا۔

اُنظُر کَیفَ نُصَرِّفُ الاٰیٰتِ یعنی دیکھ کہ کیونکر ہم بیان کرتے ہین آیات اپنی وحدانیت کی ف بعض نے کہا کہ نصرف یعنی
ہر طرح طرح سے اپنی وحدانیت کی دلیلین اُن کو دیتے ہین - ثُمَّ ہُم یَصدِفُونَ پھر وے ان دلالات سے اعراض کرتے
ف کہ ایمان نہین لاتے ہین قُل اَرَءَیتَکُم اے محمد ان مشرکون سے کہدے کہ بھلا مجھے بتادو کہ اِن اَتٰکُم عَذَابُ اللّٰہِ بَغتَۃً
اَو جَہرَۃً - لیلاً او نہارا - اگر تم پر اللہ تعالی کا عذاب آجاوے دن مین یا رات مین تو بھلا اس عذاب مین کون تباہ ہوگا ف بغتۃ یعنی اچانک
سے مراد رات کو سوتے ہین اور جہرۃ سے مراد دن کو جاگتے ہین - بقرینہ قولہ تعالی بیاتاً او نہارا ماذا یستعجل الآیۃ - اور یہی حسن بصری رح نے کہا اور بیضاوی
مین ہے کہ بغتۃ یعنی اچانک بدون پہلے کچھ ایسے آثار ظاہر ہونیکے جو عذاب آنے پر دلالت کرین اور جہرہ بعد ظہور مقدمات عذاب کے بالجملہ اگر
اس طرح تم پر عذاب آجاوے تو بتاؤ کون مرے - ہَل یُہلَکُ اِلَّا القَومُ الظّٰلِمُونَ یعنی اگر اس طرح عذاب آوے تو بھلا کوئی ہلاک
ہوگا سوائے ان لوگون کے جو ظالم یعنی کافر و مشرک ہین ف کلام نہایت بلاغت کے اسلوب پر ہے کہ انھین سے اس امر کی خبر مانگی
یعنی استقرار کیا کہ تم جانتے ہو کیونکہ نہایت اظہر و کھلی بات ہے اور حدیث مین آیا کہ جو لوگ باوجود قدرت کے بھلی باتون کی نصیحت اور بری
باتون سے منع نہ کرینگے تو اُمید رکھین کہ بدکارون کے ساتھ منع نہ کرنیوالون کو بھی عموماً اللہ تعالی عذاب مین پکڑے تو انھین منع نہ کرنے
والون کی بھی خطا و گناہ ہے لیکن دیگر احادیث مین ثابت ہے کہ بعض عذاب آنے پر نیک و بد سب ہلاک ہو جاتے ہین اور قیامت مین اپنی
اپنی نیت پر اُٹھائے جاوینگے تو مراد اُس سے یہ ہے کہ وہ وقت اُن نیکوکارون کے حق مین باعث فتنہ و مصیبت تھا پس اُنکا ہلاک ہونا
اُن کے حق مین رحمت ہے اور بدکارون پر عذاب ہے اور یہ بعض روایات مین خود مصرح ہے اور آیندہ انشاء اللہ تعالی بیان ہوگا پس اگر
ظالمون سے ہر وہ شخص مراد ہو جس نے خلاف حکم آلہی ایسا کام کیا جس پر عذاب آیا تو ہلاک سے مراد عذاب کے طور کی ہلاکت ہے یعنی عذاب کی
موت وہی مرینگے جو ظالم ہین پھر آنحضرت صلعم کی تسلی اور کافرون کا زعم توڑنے والا کلام فرمایا - وَمَا نُرسِلُ المُرسَلِینَ اِلَّا مُبَشِّرِینَ
وَمُنذِرِینَ - اور ہم تو بھیجتے نہین رسولون کو مگر خوشی سنانے و ڈر سنانے والے ف یعنی ایمان لانے والے کو جنت و رضائے آلہی کی
خوشخبری سنانے والے جسکو اہل ایمان بعد نور حاصل ہونے کے خوب سمجھ جاتے ہین اور کفر کرنے والون کو دوزخ سے انذار کرنے والے
کہ آخر بعد موت کے بلکہ موت کی حالت مین کافر خوب جان لیتے ہین اگرچہ اسوقت کچھ فائدہ نہ ہو - پس نیک بخت وہی ہین جو اس بشارت
و ڈراوے پر سمجھ جاوین غرضکہ رسول کا کام تو یہی ہے کہ خوشخبری دیدے مطیع کو اور خوف سنادے کافر کو - فَمَن اٰمَنَ پھر جو ایمان لے آیا
وَاَصلَحَ اور صلاح کی ف اور اپنے ظاہر و باطن افعال و اخلاق کی اصلاح کی موافق شریعت پاکیزہ کے جو کمال عدل و حکمت ہے - فَلَا خَوفٌ عَلَیہِم
وَلَا ہُم یَحزَنُونَ - تو پھر اُن کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کچھ غم ہے ف بعد موت کے دائمی راحت ہے - وَالَّذِینَ کَذَّبُوا بِاٰیٰتِنَا اور جنھون نے ہماری
آیات کو جھٹلایا ف اور یہ نہایت ہی بھاری جرم ہے پس - یَمَسُّہُمُ العَذَابُ بِمَا کَانُوا یَفسُقُونَ - اُن کو عذاب جالگیگا بسبب
ان کے فسق اور حد سے بڑھ چلنے کے - قال ابن زید یعنی بسبب جھٹلانے و کفر کرنے کے - بالجملہ رسول اسواسطے نہین ہوتے ہین کہ حق
بات ظاہر ہونے پر وہ بات تو نہ مانو اور اُن سے جہالت سے آیتین مانگو بلکہ خود تم پر ازلی عہد پر حضرت خالق عز و جل کی بندگی فرض ہے
لیکن بھول گئے تو حضرت پروردگار تعالی کا احسان ہے کہ رسول بھیجدئے اور آداب بندگی و عبادت کے طریقہ سب سکھلائے یہ احسان بہت
بڑا ہے عجب ہے کہ کھلی نصیحتین و تنبیہ ہو اور پھر منہ موڑے جاتے ہو - اللہ تعالی عز و جل پاک بے پرواہ ہے مانو ورنہ اپنے آپ کو خوار کرو ف
فی العرائس شیخ ترمذی یعنی حکیم نے کہا کہ اگر اللہ تعالی نے تمہارے سمع کو فہم خطاب سے گرفتہ کرلیا اور بینائیون کو صنائع قدرت سے عبرت

حاصل کرنے سے گرفتہ کیا اور دلون سے معرفت نیست کر دی تو بھلا کوئی شخص ہے کہ ان ابواب مین سے کوئی دروازہ کھولدے سوائے
اسی پاک پروردگار ذوالجلال والاکرام کے - کلا ہرگز کوئی نہین ہے بلکہ وہی پاک تعالیٰ فضل سے ابتدا مین نعمت دیتا ہے اور وہی انتہا مین
فضل سے اسکو تمام کر دیتا ہے - قولہ فمن آمن واصلح الآیۃ - جس نے اتباع رسول اللہ صلعم سے یقین و طاعت کیساتھ ہر دم اپنے قلب کو
درگاہ الٰہی مین پاکیزہ از خطرات نفسانی وغیرہ رکھکر حاضر رکھا اور اسی کی طرف سے قبول و ہدایت پر نظر رکھی اور اس کی یاد و تعریف
سے دل کو آباد کیا اور نفس و شیطان کے ہواجس و خطرات سے برباد نہ کیا تو اسکو مرتبہ احسان کا فضل الٰہی حاصل ہونے کے بعد پھر
محجوب و منقطع ہونے کا ڈر و غم بعد نعمت عزیز یعنی موت کے کچھ نہین ہوگا - اور بعض مشائخ نے اسی کو مختصر خلاصہ کرکے بیان کیا کہ
جس نے ظاہر کو امور شرع کی پابندی سے صلاحیت پر رکھا اور باطن کو سنن نبوی صلعم اور باطنی سے احکام سے خالص کیا اُن کو کچھ خوف
وملال نہین ہوگا نہ خوف انقطاع بعد موت کے اور نہ ملال حجاب - فافہم - قال المترجم پھر اللہ تعالیٰ نے کافرون کے مکابرات و بیہودہ
خواہشون کا دروازہ بند کر دیا کہ اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یون کہدے -

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ
تو کہہ مین نہین کہتا تم سے کہ مجھ پاس ہین خزانے اللہ کے نہ مین جانون غیب کی بات اور نہ مین کہون تم سے کہ مین
مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۟
فرشتہ ہون اُسی پر چلتا ہون جو مجھکو حکم آتا ہے تو کہہ کب برابر ہوسکے اندھا اور دیکھتا کیا تم دھیان نہین کرتے
وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ
اور خبردار کردے اس قرآن سے جن کو ڈر ہے کہ جمع ہونگے اپنے رب کے پاس اُن کا کوئی نہین اس کے سوائے
وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ۟ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ
حمایتی نہ سفارش والا شاید وہ بچتے رہین اور نہ ہانک اُن کو جو پکارتے ہین اپنے رب کو
بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ
صبح اور شام چاہتے ہین اُس کا منھ تجھ پر نہین اُن کے حساب مین سے کچھ
وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَیْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۟
اور نہ تیرے حساب مین سے اُن پر ہے کچھ کہ تو اُن کو ہانک دے پھر ہووے بے انصافون مین سے
وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّیَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ
اور اسی طرح ہم نے آزمایا ہے ایک کو ایک سے کہ کہین کیا یہی لوگ ہین جن پر اللہ نے فضل کیا ہم سب
بَیْنِنَا ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ ۟ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ
مین کیا اللہ کو معلوم نہین ہے حق ماننے والے اور جب آوین تیرے پاس ہماری
بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ
آیتین ماننے والے تو کہہ سلام ہے تم پر لکھی ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر مہرکرنی کہ جو کوئی

ع ۱۱

عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
کرے تم مین برائی نادانی سے پھر اس کے بعد توبہ کی اور سنوار پکڑی تو یون ہے کہ وہ بخشنے والا مہربان

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝
اور اسی طرح ہم بیان کرتے ہین آیتین اور کھل جاوے راہ گنہگارون کی

ماوردی رح وغیرہ نے ذکر کیا کہ جب مشرکین قریش نے ہٹ کرنی شروع کی سرکشی سے کہ ایسی آیتین مانگین جو خواہ مخواہ ان کو ایمان لانے پر مجبور کرین حتی کہ اسکے بعد ایمان بالغیب کے معنی بھی گویا باقی نہ رہین تو اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلعم کو حکم دیا کہ صاف صاف سچی بات ان سے کہدے کہ میرے پاس اللہ تعالی کے خزائن نہین کہ جو کچھ مین چاہون اسکو لے آؤن چنانچہ فرمایا۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ۔ مین تم سے یہ نہین کہتا ہون کہ میرے پاس اللہ تعالی کے خزانے ہین ف یعنی اللہ تعالی کے وہ خزائن جن سے رزق دیتا ہے۔ خزائن جمع خزانہ بکسر اول وہ جگہ جسمین کوئی چیز محفوظ ہو کہ غیر کا ہاتھ نہ پہونچے اور یہان استعارہ ہے خزائن قدرت سے جسمین ہر چیز موجود ہے یعنی آنکہ مقدور تحت قدرت ہے اور مفسر رح نے جو خزائن رزق مراد لئے تو مجھے اسکی وجہ ظاہر نہین ہوئی اور جو مین نے ذکر کیا وہ اظہر ہے واللہ اعلم۔ بالجملہ فرمایا کہ مشرکین سے کہدے کہ میرے پاس خزائن الٰہی نہین۔ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ۔ اور نہ مین غیب جانتا ہون ف۔ اے ما غاب عنی و لم یوح الی یعنی غیب مصدر سے مراد آنکہ جو مجھ سے غائب ہے اور مجھ پر وحی سے ظاہر نہین کیا گیا اور اجماع ہے کہ عالم الغیب والشہادۃ علی الاطلاق سوائے حق تعالی جل جلالہ کے کوئی نہین اور جبکہ آنحضرت صلعم سے تصریح آئی تو پھر اور کون ہے کہ عالم الغیب ہوگا اور بہت حدیثون سے یہ مضمون ثابت ہے اور حدیث صحیحین وغیرہ سوال جبرئیل بصورت آدمی از اسلام و ایمان و احسان وغیرہ مین مصرح ہے کہ قیامت کے آنیکے وقت کو جاننے سے آپنے انکار کیا اور عوام مین جو مشہور ہو رہا ہے کہ تیرہ صدی یا چودہ صدی مین ہوگی تو یہ غلط اور محض بہتان ہے اور کہین شرع مین کسی حدیث و آیت مین اسکا ذکر ہی نہین ہے لہذا مسلمان اس سے پرہیز کرین اور یہی یقین کرین کہ اللہ تعالی دانا تر ہے کہ کب آویگی ہان اسکے علامات بہت حدیثون مین آئے ہین چنانچہ اس زمانہ مین ان علامات مین سے بہت سے ظاہر ہو چکے حتی کہ گمان کیا جاتا ہے کہ صرف ایک چوتھائی علامات یا اس سے کم ظاہر ہونے کو باقی ہین اور آثار ایسے موجود ہین کہ جن سے گمان ہوتا ہے کہ وہ بھی جلد ظاہر ہو جاوین در تحقیقی علم فقط اللہ عزوجل کو ہے اور سوائے اسکے اور کوئی علی الاطلاق عالم الغیب نہین ہے اور اللہ تعالی کو جو عالم الغیب کہتے ہین حالانکہ کوئی چیز بھی اللہ تعالی سے غائب نہین تاکہ وہ اسکا عالم کہلاوے تو معنی اسکے یہ ہین کہ مخلوقات سے جو چیزین غائب ہین ان سب کو وہی جانتا ہے اور تفصیل یہ ہے کہ علم مخلوقات کا باہم مختلف ہے کوئی زیادہ جانتا ہے کوئی کم جانتا ہے حتی کہ جبرئیل کو جنت و دوزخ کا آنکھون دیکھا ہوا علم ہے حالانکہ ہم اسپر ایمان بالغیب رکھتے ہین اور آنحضرت صلعم نے بھی دوزخ و بہشت اور جبرئیل سے بھی زیادہ دیکھ لیا تو دوزخ و بہشت وغیرہ جن کو آپنے دیکھ لیا اسپر آپکا ایمان بالغیب نہین رہا بلکہ مشاہدہ ہو چکا لہذا اگر کسی ولی کو مشاہدہ سے کسی ایسی بات کا علم محض فضل الٰہی سے حاصل ہوا جو ہم کو نہین حاصل ہے تو وہ اس سے غیب ان نہین ہو گیا جیسے عوام کا حال ہے کہ اگر کسی ولی نے کرامت سے کوئی ایسی بات بتلادی جو عوام کی نظر سے مخفی ہے تو اسکو غیب دان کہنے لگے حالانکہ ولی مذکور اسی قدر جان سکتا ہے جو اللہ تعالی اسکو اپنے کرم سے کشف فرماوے اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر بزرگ کو یہ معلوم نہین ہوا کہ یوسف علیہ السلام اسی شہر کنعان کے باہر ایک کنوین مین پڑے ہین کیونکہ اللہ تعالی نے یہ علم نہ دیا اور کشف نہ فرمایا اور پھر جب مدت دراز کے بعد وہ مصر کے حاکم ہوئے اور منظور ہوا کہ اب یعقوب علیہ السلام

کو دیدار نصیب ہوا اور یوسف علیہ السلام نے اپنا لباس دیا کہ اس کو باپ کی آنکھوں پر جا کر ڈالو اُن کی آنکھیں روشن ہو جاوینگی تو سیکڑوں کوس کے فاصلہ سے اس پیراہن کی خوشبو ناک میں پہونچ گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نسیم رحمت سے خبردار کر دیا اسمیں سعدی علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا ہے کسے پرسید ازان گم کردہ فرزند ؛ کہ اے روشن گہر پیر خردمند ؛ ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی ؛ چرا در چاہ کنعانش ندیدی ؛ بگفت احوال ما برق جہان ست ؛ دمی پیدا و دیگر دم نہان ست ؛ مترجم کو یہ گفتگو برادران اسلام کے سمجھانے کو لانی پڑی کہ لوگوں نے افراط و تفریط کرنی شروع کردی ہے اور بدتر جہالت یہ ہے کہ بعضے جوگی اور گوشائیں اور رندے فقیروں سے جن کو نماز روزہ کیسا ایمان سے بھی نصیب نہیں ہے اُن سے کوئی ایسی بات سنی یا دیکھی جو ان کو عجیب معلوم ہوئی اور کوئی غائب بات کی خبر دیدی تو اسی کو کامل اور غیب دان جاننے لگے اور یہ نہایت بُری بات ہے کہ اس سے اپنا ایمان کھویا اور شرک کیا اور جو غضب الٰہی اس رندے جوگی میں ہے وہی اُس کے دل پر بھی پیدا ہوگا بسبب اسکے کہ یہ اسکا معتقد ہے اور یہ یاد رہے کہ ہرگز کچھ بھی نفع نہ ہوگا سوائے اسکے کہ ایمان برباد ہو اور خاتمہ بخیر نہو لیکن اتنی بات مترجم کو بیان کرنی ضرور ہے کہ اصل میں یہ کیا بات ہے جس سے یہ جاہل لوگ معتقد ہو کر اپنے کو خراب کرتے ہیں تو واضح رہے کہ شیطان کا حال حدیث صحیح سے یوں ثابت ہوا کہ وہ ملائکہ کے آپس کی باتوں سے بعضی بات چوری سے سن بھاگتا ہے اور وہ بات درحقیقت سچی ہوتی ہے پس وہ جوگی یا گوشائیں یا رندے فقیر یا رمال وغیرہ کو وہ بات القا کرتا ہے اور یہ لوگ اپنے معتقد کو بتلا دیتے ہیں کہ ایسا ہوگا پھر جہاں وہ بات سچ واقع ہوئی اور عوام جاہل پس اسکو غیب دان اور کامل سمجھنے لگے اور بعضی بات سچی تو وہی ہوتی ہے جو سُن بھاگا اور سیکڑا بھر باتیں جھوٹی اٹکل کی ہوتی ہیں اسمیں کوئی سچی پڑجاتی ہے اور کوئی جھوٹی پھر واضح ہو کہ اسرار بزرگان صوفیہ سے یہاں ایک بھید بضرورت ظاہر کرنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ مجاہدہ و ریاضت سے جسم کو جو لوگ صاف کرتے ہیں خواہ وہ حق طور پر یعنی شرع شریف کے طور پر ہو یا باطل طور پر مانند جوگ وغیرہ ہو بہرحال جب جسم کثیف اس ریاضت سے ہلکا و لطیف ہو جاتا ہے تو روح حیوانی جو اس جسم کے متعلق ہے وہ کھل جاتی ہے اور بسا اوقات اسکی روشنی سے بہت دور دور ملکوں کی کیفیت صاف صاف نظر آتی ہے اور یہ کچھ ایمان و کرامت و کمال نہیں ہے بلکہ ایک عمل ہے حتی کہ انگریزوں میں مسمریزم کا عمل مشہور ہے پس اسی عمل سے یہ لوگ دور کی باتیں اور لوگوں کی نظر سے پوشیدہ باتیں بتا دیتے ہیں لیکن عوام کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرما دے کہ یہ جانوروں کی طرح اسکو کمال و کرامت مانکر معتقد ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ فقط استدراج ہے جسکو ایمان و بزرگی اور کمال سے کچھ بھی نصیب نہیں ہے بلکہ بزرگان دین اسکو بہت برا جانتے ہیں کیونکہ یہ جسم کے متعلق ہے اور روح قدسی کے مخالف ہے اور جلد اس منزل سے جو نہایت ادنیٰ منزل مقام لاہوت کی منزلوں میں سے ہے گذر جاتے ہیں تاکہ ناسوت کی طرف توجہ نہو جاوے اور سوائے حق تعالیٰ کے دنیاوی خیال میں نہ پڑ جاویں اور یہ بات شیخ ثناء اللہ قدس سرہ پانی پتی نے رسالہ تصوف میں اور دیگر بزرگوں نے مصرح بیان کردی ہے اور امام غزالی علیہ الرحمہ نے ہوا میں اُڑنا و پانی پر چلنا وغیرہ بہت سی حکایات ان گمراہ استدراج والوں کی نقل کردی ہیں تاکہ عوام جاہل متنبہ ہوکر اپنا ایمان برباد نہ کریں اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے اور اُسی کی ہدایت کے بغیر کچھ ہدایت نہیں اور اسکی توحید نہو تو کچھ ایمان نہیں ہے ۔ اب تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیئے پس مفسر رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ قولہ تعالیٰ لا اعلم الغیب ۔ کی اچھی تفسیر بیان کی کہ مراد یہ کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ عز و جل نے اپنے بندہ رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ سچی بات صاف کہدے کہ میں غیب کو نہیں جانتا یعنی جہانتک مجھے مشاہدہ ہے وہ تو معلوم ہے مگر جو مجھ سے غائب ہے اگر وحی الٰہی سے بتلایا گیا تو میں جانتا ہوں اگرچہ آسمانوں و زمین کا انکشاف ہوا اور اگر وہ وحی سے مجھے بتلایا نہیں گیا تو وہ میں نہیں جانتا ہوں

اور سنن دارمی و مسند احمد و سنن ترمذی وغیرہ کی اس حدیث میں جس میں آنحضرت صلعم نے حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے مذکور ہے
کہ فعلمت ما فی السموات وما فی الارض یعنی پھر جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے سب مجھے انکشاف ہو کر معلوم ہو گیا اور پڑھی آنحضرت صلعم نے
آیت وکذالک نری ابراہیم ملکوت السموات الآیۃ۔ اور ابن الجوزی نے اس حدیث کے طرق کو علل میں نقل کیا اور بعد کلام طویل کے
مسند احمد رح سے روایت نقل کر کے کہا کہ اسکی اسناد حسن ہے اور ترمذی نے بھی اس حدیث کی تحسین کی اور بعض نسخ میں حسن صحیح لکھا ہے
اور پوری حدیث مع بیان معنی کے اوپر مکرر گذر چکی ہے اور بعد اس توضیح کے اہل افراط و تفریط و جہالت و گمراہی اپنی حرکتوں سے باز رہیں
اور راہ راست سے تجاوز نہ کریں واللہ الموفق۔ حاصل تفسیر یہ کہ کہدے اے محمد مشرکوں سے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خزائن
الٰہی ہیں تاکہ جو کچھ تم مانگو وہ میں تمہیں دیدوں حالانکہ جو کوئی دنیا کے لئے ایمان لایا وہ خود خوار ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ جو کچھ میرے علم سے یا مشاہدہ
سے غائب ہے اور مجھے وحی بھی اس کی بابت نہیں کی گئی اس کو میں جانتا ہوں وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ۔ اور یہ بھی میں تم سے نہیں کہتا کہ میں فرشتوں
میں سے کوئی فرشتہ ہوں ف۔ جیسے تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اگر رسول بھیجے تو فرشتہ بھیجے یا فرشتہ کی طرح میں مجبور مطیع ہوں اور عالم کی خدمت
پر مامور ہوں کہ آسمانوں کو چڑھتا اترتا ہوں۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ۔ تم کو میں نہیں آگاہ کرتا مگر اسی بات سے جو بذریعہ وحی کے مجھ پر
نازل کی گئی ف۔ یعنی میں تو فقط تم کو وحی سے آگاہ کرنے والا ہوں کذا فی المدارک۔ بالجملہ اگر ان امور مذکورہ کے متعلق باتیں میں نکروں
مثلاً کوہ صفا کو سونے کا نہ کروں یا مکہ کو چوڑا نہ کردوں یا زمین میں نہریں چشمے نہ جاری کروں یا آسمان کو نہ چڑھ جاؤں اور کتاب لکھی لکھائی
نہ لاؤں جیسا کہ تم مانگتے ہو تو اس سے تم میرے رسول ہونے کی سچائی میں کیوں فرق سمجھتے ہو کیونکہ ان باتوں کو عدم صحت رسالت
سے کیا تعلق ہے اسلئے کہ رسالت تو اسی قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک برگزیدہ خالص بندے کو مکرم کر کے اسپر وحی بھیجی اور اس کو اس
استعداد سے سرفراز کیا اس نے وحی لیکر بندوں کو پہونچادی اور اسی کے موافق عمل کیا۔ واضح ہو کہ یہاں سے جو بعض لوگوں نے یہ
نکالا کہ انبیاء علیہم السلام سے فرشتہ افضل ہیں تو یہ محض بے بنیاد بات ہے اس آیت سے یہ کچھ بھی نہیں نکلتا ہے بلکہ آنحضرت صلعم کو یہ حکم دیا کہ کہدے
کہ میں فرشتہ نہیں ہوں اس سے یہ مطلب نہیں کہ میں ایسا بزرگ نہیں ہوں جیسے فرشتہ ہوتا ہے بلکہ مطلب تو صرف اسقدر ہے کہ اے مشرکو تم جو مجھ سے
آسمان پر چڑھ جانے وغیرہ کے مانند کام کرنے کو کہتے ہو جن کاموں کے کرنے کی استعداد فرشتوں میں رکھی گئی ہے تو میں فرشتہ نہیں جو ایسے
کام کروں پس اس میں ملائکہ کے افضل ہونے کی کچھ بھی دلیل نہیں ہے ورنہ لازم آوے کہ جن جو طرح طرح کی صورت بنجاتے ہیں اور پھر ہوا کے مانند
نظر نہیں آتے یہ تو آدمی سے افضل ہو جاویں جو ایسا نہیں کر سکتا ہے فافہم۔ اور مترجم نے پارہ اول میں فی الجملہ بیان کر دیا ہے اور زیادہ اسکی
حاجت نہیں کہ یہ تمام بحث بیان کرے کہ درواقع انبیاء افضل ہیں ملائکہ سے کیونکہ دین میں اسکا کوئی فائدہ متعلق نہیں ہے پس اس بحث میں
پڑنا بیفائدہ ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى اندھا یعنی کافر جو دل کا اندھا ہے۔ وَالْبَصِيْرُ یعنی مومن۔ اور یہ استفہام انکاری ہے
یعنی کہدے کہ بھلا کہیں اندھا اور بینا برابر ہوتے ہیں دونوں یکساں نہیں۔ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ کیا تم اس میں فکر و غور نہیں کرتے تاکہ سمجھکر تم بھی مومن
ہو جاؤ۔ پھر آنحضرت صلعم کو حکم دیا کہ وَاَنْذِرْ بِهِ ڈرسناوے اس قرآن سے۔ ف۔ اور انذار ایسے آگاہ کرنے کو کہتے ہیں جسکے ساتھ ڈرانا بھی
ہووے۔ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ۔ ان لوگوں کو جو خوف کرتے ہیں کہ محشور کیے جاویں اپنے پروردگار کی طرف
ایسے حال میں کہ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ نہیں ہے اُن کے لیے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ۔ کوئی ولی جو اُن کی
یاری کرے اور نہ سفارشی کہ اُن کی شفاعت کرے لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۔ تاکہ تقویٰ کریں ف۔ یعنی اس ڈرسنانے سے اُن کے

حق مین امید کرکہ وہ اللہ تعالیٰ سے تقوی کرین بابن طور کہ جس حال معاصی مین ہین ان گناہون سے الگ ہوجاوین اور فرمانبرداری کرنے لگین
مفسرؒ نے لکھا کہ الذین مذکور سے مراد ایسے مومن ہین جو گنہگار ہون حاصل آنکہ ابتدائی حالت مین بسبب اسکے کہ خیالات و افعال زمانۂ
جاہلیت سے نفوس کو مشق ہوگئی تھی تو دل مین ایمان آجانیکے باوجود نفس اپنی جاہلیت کی باتون کی طرف کبھی کبھی پھسل جاتا مثلاً غریب
و مفلس مسلمانون سے پرہیز کرنا اور اُن کو حقیر جاننا وغیرہ امور جو خلاف تقوی ہین پس ان کو انذار کرنے کا حکم دیا کہ ان باتون سے
تقوی کرین اور اس صورت مین یخافون کے معنی یہ ہین کہ حشر کا یقین کرکے خوفناک ہین پس انذار کا حکم آنحضرت صلعم کو اگرچہ عموماً ہے
لیکن ان لوگون کی تخصیص فقط اسی وجہ سے کہ انذار ان کو نافع ہے بخلاف ان لوگون کے جو حشر کے منکر و کافر ہین کہ اُن کو واقعات حشر
سے کچھ خوف نہ ہوگا اور بعض نے کہا کہ علی ہذا انذار مین بعضے وہ مشرک بھی داخل ہون گے جو حشر و قیامت پر ایمان رکھتے ہین اگرچہ
اسلام و توحید پر کامل ایمان نہین لائے ہین اور ظاہر یہ ہے کہ اعلام عام ہے یعنی آپکا انذار ان لوگون کے واسطے نافع ہے جو ازلی فہم سے
سرفراز ہوئے ہین کہ وہ سمجھ جاوینگے جیسے کہتے ہین کہ تم ان کو یہ نصیحت کرو جو نیکبخت اپنا انجام دیکھنے والے ہین۔ قال فی المدارک جب غیر
متقین کو انذار کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ وہ متقی ہو جاوین تو پھر متقیون کے نزدیک کرنے کا حکم دیا گیا اور منع فرمایا کہ ان کو طرد یعنی نزدیکی
سے دور نہ کیا جاوے بقولہ۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ۔ دعا بمعنی مطلق عبادت اور بعض نے کہا کہ جماعت کی نماز
پر محافظت۔ قال ابن عباسؓ مجاہدؒ و حسنؒ و قتادہؒ نماز فریضہ۔ اور نیز مجاہدؒ سے ہے کہ مراد نماز صبح اور عصر ہے شاید بقرینہ قولہ
بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ۔ کیونکہ غداۃ طلوع فجر سے ہے اور عشی تیسرے پہر سے۔ سفیانؒ سے مروی ہے کہ الذین سے مراد اہل فقہ یعنی
ایمانی سمجھدار ہین اور اقرب آنکہ دوام ذکر و یاد الٰہی کو شامل ہے باوجود اُن کے ضعف و محتاجی کے محض افتقار و اخلاص سے حاصل معنی یہ کہ
مت ہانکیو ان بندون کو جو اپنے رب عزوجل کی یاد کرتے ہین صبح و شام۔ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ اُسی کے وجہ پاک کو چاہتے ہین ف۔
یعنی اس عبادت و دعا سے مراد ان کی خالص وجہ اللہ تعالیٰ ہے یعنی خالص اُسی کے واسطے بندگی بجا لاتے ہین اور تمام مراد اُن کی رضاء الٰہی
ہے اور دنیا اور اسکے متاع کی پرواہ نہین رکھتے ہین۔ اور حاصل آنکہ جو لوگ ان صفات سے موصوف ہین ان کو اپنے پاس سے دور
مت کر بلکہ اپنا خالص ساتھی و ہمنشین بنالے بمانند قولہ اصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغداوۃ والعشی یریدون وجہہ ولا تعد عیناک
عنہم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ وکان امرہ فرطا۔ یعنی روک رکھ اپنے نفس کو ان بندون کیساتھ
مین جو پکارتے ہین اپنے پروردگار کو اول وقت و آخر وقت چاہتے ہین اُسی کی پاک ذات کو اور مت تجاوز کرنے دے اپنی آنکھون کو
ان بندون سے درحالیکہ تو زینت دنیا کا ارادہ رکھے اور مت پیروی کر ایسے آدمی کی جسکا قلب ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی
خواہش نفسانی کے پیچھے لگا ہے اور اسکا کام تفریط ہے۔ قال المفسرؒ یہ لوگ مسلمانون مین سے محتاج فقیر تھے اور مشرکون نے اُن کے
حق مین طعن کیا اور حضرت صلعم سے چاہا تھا کہ اُن کو اپنی مجلس سے دور رکھین تاکہ وہ مشرکین آپکے ساتھ بیٹھین اور حضرت صلعم نے ان مشرکون
کے مسلمان ہوجانیکی طمع سے چاہا تھا کہ مشرکون کے آنیکے وقت مین ان کو ہٹا دیا کرین تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔ مترجم کہتا ہے
کہ آدمی کو ظاہری تدبیر اعمال کے ساتھ بدون تعب و تکلف کے انجام کر دینا لازم ہے لہٰذا حضرت صلعم نے چاہا کہ مشرکین اگر اسی پر اڑے ہین
تو ایسا کر دیا جاوے لیکن حضرت حق جل جلالہ نے ان محتاج غریبون کو جو مخلص اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ کے لوگ تھے ان خبیث
مشرکون کی خاطر کیواسطے یہ آزار نا پسند فرمایا اور منع کر دیا کہ ان کو مت طرد کر۔ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ تجھ پر اُن کے حساب مین سے

کچھ بھی نہین ہے ف اگرچہ فرض کیا جاوے کہ ظاہر خوبی کے ساتھ ان کے باطن مین پسندیدگی نہین ہے۔ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ
شَيْءٍ تیرے حساب مین سے بھی اُن پر کچھ نہین ہے فَتَطْرُدَهُمْ کہ تو اُن کو مطرود کر سکے فَتَكُونَ مِنَ الظّٰلِمِينَ سو تو ظالمین سے ہو جاوے
ف اگر ایسا کرے۔ وفی تفسیر الحافظ۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ قریش کی ایک جماعت آنحضرت صلعم کی طرف گذری اور آپ کے پاس صہیب
وبلال وعمار وخباب وغیرہ رضی اللہ عنہم محتاج وکمزور مسلمان بیٹھے تھے تو جماعت مذکور نے ان مین طعن کیا اور کہا کہ اے محمد تم اپنی قوم مین سے
ان لوگون سے راضی ہوئے کیا یہی وہ لوگ ہین کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہمارے بیچ مین سے اور ہم انھین کے پیچھے ہو جائین
تم ان کو دور کرو تو شاید ہم تمھاری پیروی کرین پس آنحضرت صلعم پر قرآن نازل ہوا۔ وانذر به الذین یخافون ان یحشروا الی ربهم تا قوله بالشاکرین
رواہ ابن جریر واحمد اور روایت احمد مین اختصار ہے اور روایت ابن جریر مین نزول آیت۔ ولا تطرد الذین یدعون الآیۃ۔ مذکور ہے اور ابن
ابی حاتم کی روایت خبابؓ مین اقرع بن حابس تمیمی وعیینہ بن حصن فزاری کا بعد دونون کے مسلمان ہونیکے انھین صہیب وبلال وغیرہ رضی اللہ
عنہم کے طرد کی درخواست کرنا مذکور ہے اور شیخ حافظ نے اسکی تضعیف کی کہ سورہ مکیہ ہے اور یہ دونون ہجرت کے ایک مدت بعد مسلمان ہوئے
پھر شیخ نے کہا کہ سفیان ثوری نے بواسطہ مقدام بن شریح عن ابیہ روایت کی کہ سعدؓ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت چھ اصحاب رسول اللہ
صلعم کے حق مین نازل ہوئے جنمین ابن مسعودؓ بھی ہین کہا کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کی خدمت مین سبقت کرتے اور آپ سے قریب ہو کر آپ کا
ارشاد پاک سنتے تھے پس قریش والون نے کہا کہ تم ان لوگون کو نزدیکی دیتے ہو نہ ہم کو پس نازل ہوا ولا تطرد الذین یدعون ربهم الآیۃ۔ رواہ
الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین ورواہ ابن حبان فی صحیحہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرکون نے یہ بات چاہی تھی مگر اللہ تعالیٰ عز وجل نے آنحضرت صلعم
کو انذار کرنے کا حکم دیا کہ ان مشرکون مغرورون کو انذار فرما دین اور ان پاک غریبون کی تعریف اس بلاغت سے ارشاد فرمائی کہ مشرک خود نادم
ہون اور حضرت صلعم کو معذور سمجھین فافہم واللہ اعلم۔ پھر واضح رہے کہ حدیث عائشہؓ مین صحیح ہوا کہ ہم کو حکم ہے کہ ہر آدمی کو اُسکے درجہ پر رکھین
اور معنی یہ ہین کہ شرع مین جو اسکا درجہ اسکے اکرام کا حکم دیتا ہے ویسا ہی اسکا اکرام کرین اور اس زمانہ مین لوگون نے اسکو ترک کیا چنانچہ ساری
تکریم وتعظیم سب دنیا کے لحاظ سے ہے۔ جیسے خادمون کے دلون مین مخدومون کی اور اولیاء ونیک بندون کی تعظیم مین بعضے تو افراط کرتے
ہین اور بعضے تفریط کرتے ہین اور یہ سب باتین مشعر ہین کہ نور ایمان سے بے خبر ہین اللہ تعالیٰ ادب وصلاحیت وتوفیق عطا فرماوے اور واضح
رہے کہ اسلام جو کمال بزرگی ہے اول مین غریبون کو نصیب ہوا اور حدیث صحیح مین ثابت ہوا کہ آخر زمانہ مین پھر غریبون ہی مین رہ جاویگا لہذا غریب مسلمانون
کو مبارکباد ہے اور غریب وہ ہین جو فساد وبگاڑ کے وقت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم ہون چنانچہ حدیث مین خود تفسیر آئی ہے واضح
ہو کہ قوم نوح علیہ السلام کے مغرور سرکش بھی چاہتے تھے کہ نوح علیہ السلام غریبون کو پاس نہ بٹھلاوین جیسے ہمارے زمانہ مین مغرور مالدارون کو یہ
عار ہے کہ غریب قومون وپیشہ ورون کے برابر کھڑے ہو کر مسجد مین نماز نہ پڑھین اور نہ وعظ سنین۔ حالانکہ حدیث صحیح مین ہے کہ جس کے دل مین رائی برابر
غرور وتکبر ہوگا وہ جنت مین نہ جائے گا علماء نے کہا کہ یہ معنی ہین کہ بدون دوزخ مین جزاوی عذاب پائے ہوئے جنت مین داخل نہ ہوگا
بشرطیکہ مسلمان نمازی وغیرہ ہو۔ اور تکبر کی مذمت تو کثرت سے ثابت ہے پس یہ فتنہ ہے اس سے بچو اور تمام عظمت وکبریائی فقط جناب
باری تعالیٰ ہی کے واسطے یقین جانو۔ فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ۔ اور یون ہی ہم نے بعض کو بعض سے فتنہ مین ڈالا ہے ف
یعنی جیسے یہان یہ لوگ مبتلا ہوئے ایسے ہم نے امتحان مین ڈالا بعض کو بعض سے یعنی جو شریف کہلائے ان کو ذلیل قوم کہلانیوالون
سے اور جن کو تونگر کیا انکو فقیر لوگون سے مقابلہ کر کے امتحان کیا اس طرح ہم نے کرے قوم کہلانے والون اور فقیرون کو ایمان لانے کی

لہ سعد بن ابی وقاص ۱۲

ہدایت میں مقدم کر دیا ۔ لِیَقُولُوْا اَهٰؤُلَاءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْ بَیْنِنَا ۔ تاکہیں کہ کیا یہی کمینہ ہیں کہ ہمارے بیچ میں سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پر احسان
کیا ہے ف یعنی اسکا نتیجہ یہ کہ جو شریف کہلاتے و تونگر ہیں وہ کفر و انکار سے کہنے لگے کہ کیا یہی فقیر و ذلیل وہ ہیں جنپر اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان میں
سے احسان کیا یا ہیں طور کہ اس بیان کی جو بڑی بزرگ چیز ہے انکو ہدایت دیدے اور مطلب اس قول کفار کا یہ کہ یہ بات جسکو یہ فقیر و ذلیل لوگ پا گئے
ہیں اگر عمدہ بات و ہدایت ہوتی تو ہم سے ان لوگوں کو سبقت نہ ہوتی یعنی ہم اسکے مستحق تھے ہمکو ملتی اور ہمارے مقابلہ میں انکی کچھ اصل نہیں ہے پہلے ہم اسکو
اختیار کرتے حالانکہ یہ نہیں جانتے کہ ایمان و ہدایت کچھ دنیا کے تکبر و غرور نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان جاہلوں بیوقوفوں کو رد کر دیا بقولہ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ
بِالشّٰكِرِيْنَ یعنی کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اُن بندوں کو جو شکر گذاری کرنیوالے ہیں ف پس انکو ہدایت دیدی اور استفہام کے معنی کہ ہاں
وہ تعالیٰ جل جلالہ پاک ایسا ہی علیم و خبیر ہے اسنے ہر شکر گزار بندے کو ہدایت دی اور ہر مغرور متکبر دوزخ کے کندے کو دوزخ کے اندر خوار ہونے کے واسطے
چھوڑ دیا و نعوذ باللہ من الکبر والضلال و نسالہ الہدایۃ وھو العلی المتعال ۔ حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں و رنگ کو نہیں
دیکھتا ہے و لیکن تمھارے دلوں کو اور تمھارے کاموں کو دیکھتا ہے ۔ رواہ مسلم ۔ اور ابن جریر رحمہ اللہ نے عکرمہ سے مرسل روایت کی کہ عتبہ بن
ربیعہ و شیبہ بن ربیعہ و مطعم بن عدی و حارث بن نوفل و قرظہ بن عمرو بن نوفل اور چند اشراف بنی عبد مناف کا فروں کے ساتھ ابوطالب کے
پاس آئے اور کہا کہ اگر تیرے بھائی کا بیٹا محمد اپنی صحبت سے ایسے لوگوں کو جو ہمارے آزاد کئے ہوئے اور ہم سے قسم سے عہد و پیمان باندھے
ہوئے ہیں دور کرے کیونکہ یہ لوگ تو ہمارے غلام آزاد کئے ہوئے ہیں تو البتہ ہمارے دلوں میں وقعت ہو اور شاید ہم اسکی تصدیق و اتباع
کریں پس ابوطالب نے آکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو بیان کیا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ کاش آپ
ایسا کریں و دیکھیں تو وہ لوگ ہم سے کیا چاہتے ہیں اور اپنے قول میں کدھر جاتے ہیں تو اللہ عزوجل نے نازل فرمایا قولہ وانذر بہ الذین
یخافون ان یحشروا الی ربہم تا قولہ بالشاکرین اور کہا کہ یہ کمزور محتاج مسلمان بلال و عمار بن یاسر و سالم مولی حذیفہ و صبیح مولائے اسید اور
حلفا میں سے ابن مسعود و مقداد بن عمرو و مسعود و واقد بن عبد اللہ و عمرو بن عبد عمرو اور ذو الشمالین اور یزید بن ابی یزید وغیرہ حلفا تھے
پھر قریش کے بڈھے کافروں و موالی و حلفاء کے حق میں نازل ہوا قولہ وکذلک فتنا بعضہم ببعض الآیۃ پھر جب یہ آیت اُتری تو عمر
بن الخطاب رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے قول سے عذر کیا تب اللہ عزوجل نے نازل فرمایا ۔ وَاِذَا
جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا ۔ اور جب آویں تیرے پاس وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ہماری آیات پر ۔ فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ
تو کہدے اُن سے کہ اللہ تعالیٰ کا سلام ہو تم پر ف یعنی سلام سے انکا اکرام کر اور اُن کو یہ خبر دے کہ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ
اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر رحمت کو مقدر کر لیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ۔ بفتح انہ بدل از رحمت ہے اور ایک قراۃ
میں انہ بالکسر ہے یعنی شان یہ ہے کہ المعنی جس نے تم میں سے کوئی بری بات کی بسبب آنکہ اسوقت اسکو نہ جانتا تھا ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۔ پھر رجوع کیا
اس سے بعد کرنے کے یا بعد جاننے کے ۔ وَاَصْلَحَ ۔ اور نیک کام کئے ۔ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ تو اللہ تعالیٰ اسکے واسطے غفور رحیم ہے
ف ایک قراۃ میں فانہ بفتح ان ہے یعنی تو اسکے واسطے مغفرت الٰہی ہے یعنی وہ مغفور و معاف ہے ۔ الجہالۃ بفتح اول قراۃ مشہور ہے اور بعض سلف
نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کہا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وہ جاہل ہے اور عکرمہ نے کہا کہ دنیا سب کی سب جہالت ہے ۔ اور
ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا اور ایک کتاب لکھی اور اسمیں ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھیگی رواہ
البخاری و مسلم وغیرہما ۔ وَكَذٰلِكَ ۔ اے کما بیناہ ما ذکر کذلک نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ ۔ جیسے ہم نے مذکورہ بالا بیان واضح کر دیا ۔ ایسے ہی ہم

مفصل بیان کرتے ہین آیات کو ف یعنی قرآن کو تاکہ حق ظاہر ہو جائے کہ اسپر عمل کیا جاوے ۔ ولتستبین سبیل المجرمین ۔ اور تاکہ
کھل جاوے راہ مجرمون کی ف جس سے اجتناب کیا جاوے ۔ پس تستبین کے اول تا، فوقانیہ و سبیل کو رفع ہے بنا بر آنکہ مونث
معنوی ہی اور حمزہ و کسائی کی قرأۃ مین یستبین بیائے تحتانیہ ہی بنا بر آنکہ سبیل مذکر ہے اور دونون طرح مستعمل ہی اور نافع کی قرأۃ
مین تستبین بالتاء الفوقیہ و سبیل کو نصب ہی پس خطاب آنحضرت صلعم کو ہے بمعنی آنکہ کھلا جان لے تو مجرمون کی راہ کو ف ۔ فی العرائس
قولہ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ۔ تنزیہ نبوت ہی کہ علم غیب کھلنے مین تکلف نہین کیا ۔ قولہ ۔ ولا اعلم الغیب ۔ اسمین اظہار تواضع ہے
کہ مین انسان ہون اگرچہ تمام مخلوق الٰہی سے خواہ فرشتہ ہون یا کوئی اور ہو سب سے اشرف و افضل محمد صلعم ہین لیکن بارگاہ الٰہی کی عظمت و جبروت
کے سامنے یون ہی خضوع و خشوع مین ہین قولہ ولا اقول لکم انی ملک ۔ اور مجکو اپنے ثبوت مین اختیار نہین ہی ۔ قولہ ان اتبع الا ما یوحی الی ۔ جو
حکم ہوا اسی کا عامل ہون ۔ قولہ قل ہل یستوی الاعمی والبصیر الخ جو میری طرف نظر سے اندھا ہی اور مجھ مین فانی ہو کر میری ہی آنکھون سے بینا
ہے دونون برابر نہین ہو سکتے تم کو کچھ غور و فکر نہین ہی اور اسمین مصطفےٰ علیہ السلام کا وصف کمال ہی کہ عین تجرید و تفرید مین انانیت سے کچھ
بھی نہ تھی سوائے توحید کے پس کتنا بڑا وصف ہی کہ عرش سے انتہاء مخلوق تک ہر ذرہ کے بینا تھے اور کیا اشارہ ہی کہ فرمایا قل لا اقول لکم عندی الخ ۔ بالجملہ
جو نور قدم سے بینا پیدا ہوا وہ دائمی اندھے کے مانند نہین مگر لقاء قدم سے انانیت کا وجود نہین ہی ۔ بعض نے کہا کہ اندھا وہ ہی جسکو راہ ہدایت نہ
سوجھے اور بینا وہ ہی جو خالق عز و جل کی منت دیکھے اور عبادت مین قائم ہو پھر ملامت کی کہ اندھے ان دونون باتون کے فرق کو نہین دیکھتے ۔
استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ نور و تاریکی یکسان نہین اور کفر و توحید ہرگز یکسان نہین ہین قولہ ۔ وانذر بہ الذین یخافون الخ اس کی معرفت کی راہ
نہایت واضح و مستقیم ہونے کے باوجود بہت باریک ہی اور راہ شرع کمال لطف و رحمت سے بہت آسان و وسیع کر دی کہ معرفت تک پہونچا
ہے اور باریکی راہ معرفت کی اسوجہ سے کہ چہرہ جلال قدم پر نقاب عظمت ہی اور ساحت کبریا پر خیمہ عزت سے حجاب ہی پس یہ تو ممکن نہین کہ
حدوث کو اسکے کنہ قدیم اور دوام کی طرف وصول ہو لیکن حدوث کو اس سے وصول ہی نہین جب تک کہ راہ قدیم مین حدوث کو فنا نہ ہو اور
یہ اپنے کلام قدیم مین بیان کر دیا اور اشارہ ہی کہ مین نے اپنی ذات پاک کو جس وصف سے موصوف کیا کہ مخلوق کو اسکے مطالعہ کی مجال
نہین رکھتی اور یہ فضل ہی کہ فنا ہونے کی راہ کو میری کتاب و خطاب سے حاصل کرین اگرچہ وجود کی حقیقت و بھید کو نہین پہونچ سکتے ہین مگر انھین کو
کارآمد ہی جو اس امر سے خوف کرین کہ قطع کر کے مطرود نہ کیے جاوین اور میری تنزیہ جلال کو یقین کرتے ہین کہ کوئی اپنی طاعت سے وصل نہین
ہو سکتا جبکہ علل انسانیت اور صفات نفوس سے محشور ہو وہ جانتے ہین کہ امر نہایت عظیم ہے خیالات و فکر سے مبرا و منزہ ہے کیونکہ تنزیہ
کی انتہا نہین اگر تمام مخلصون کو بعد اقرب ہو تیکے مردود کر دے تو پاک بے پروا ہی اور اگر وہ روئے زمین بلکہ آسمان بھر اخلاص لاوین تو بھی
محاسبہ سے پاک نہون گے کہ حساب مین دقائق ہین اور نظر ہائے اسرار کہان تک غیر پر پڑی ہین اور قولہ لیس لہم من دونہ من ولی ولا شفیع ۔
اگر مین انکو اپنی درگاہ سے رد کرون تو واپس لانے کا کوئی متولی نہین ہو سکتا ۔ قولہ لعلہم یتقون ۔ اپنے نفس سے پاک ہون باین طور کہ میری یاد و
ذکر سے ان کو پاکیزگی حاصل ہو اور شدت محبت سے خوف کرین ۔ شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ اس بارہ مین ارباب معاملات و اصحاب صدق سب کو
خوف ہوتا ہی اس چیز سے جو ان کو ایمان و توکل و یقین وغیرہ انواع عبادات سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ خوف ان کو مشغول کر لیتا ہے جس سے
وہ اپنے افعال کو نہین دیکھتے اور نہ ان سے لذت اٹھاتے اور نہ انپر اعتماد کرتے ہین اور اسکا اشارہ ظاہر ہے قولہ وانذر بہ الذین یخافون
ان یحشروا الی ربہم الآیۃ سے ابو سعید خراز رح نے فرمایا کہ ان کو خوف ہی کہ سوائے میرے اور کسی کو میری طرف وسیلہ و شفیع لاوین قال المترجم

توجیہ اشارہ یہ ہے کہ آیت میں فرمایا کہ اس امر سے خوف کرتے ہیں کہ محشور ہوں اپنے پروردگار کی طرف اس حال سے کہ انکا کوئی ولی و شفیع نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ من ذا الذی یشفع عندہ الآیۃ سے کوئی شفاعت نہیں کر سکتا بدون اسکی اجازت کے اور خالص کاربندگان حق عزوجل کا یہ حال کہ لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمن وقال صوابا یعنی جسکے ساتھ مرضی متعلق ہوگی اسی کے حق میں سفارش کرینگے پس ناچار رضائے حق عزوجل کے سوائے کوئی وسیلہ نہیں ہے اسی واسطے دعائے اذان میں آخر میں کہتے ہیں کہ وارزقنا شفاعتہ یوم القیامۃ یعنی محمد صلعم کی شفاعت بروز قیامت ہم کو روزی کردے۔ شیخ ابو عبدالرحمن رح نے فرمایا کہ میں نے استاد ابو سہل محمد بن سلیمان رح سے سنا کہ کہتے تھے کہ ہم لوگ مخاطب بحقائق قرآن نہیں ہیں اور اس سے مخاطب وہی لوگ تھے جن کے وصف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وانذر بہ الذین یخافون الآیۃ۔ اور فرمایا۔ ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب الآیۃ۔ واسطی رح نے قولہ لیس لہم من دونہ من ولی الآیہ کے اشارہ میں کہا کہ جسکو بادشاہت نے قطع کر دیا وہ بادشاہی کی خدمت کے لائق نہیں ہے اور کہا کہ تو کسی کو ملاحظہ مت کر درحالیکہ تو ملاحظہ حق عزوجل کی طرف راہ پاتا ہے اور قولہ لعلہم یتقون۔ کے اشارہ میں کہا کہ اس سے تقویٰ و پرہیز کریں کہ میری طرف کسی غیر کو وسیلہ بناویں۔ اور کہا گیا کہ خوف یہاں علم ہے اور قولہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ وہی خوف کرتا ہے جو علم جانتا ہو اور جو قلوب کہ جہل میں لپٹے ہوئے غافل ہیں وہ خوف نہیں کرتے ہیں قولہ ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی نبوت و رسالت کی تخصیص کے بعد اس میں ولایت کی تخصیص ہے اور تصریح فرمائی کہ جیسے نبوت و رسالت محض اللہ تعالیٰ کی قبولیت ہے ویسی ہی ولایت بھی محض قبولیت ہے کہ بندہ کو برگزیدہ کر لیا کسی سبب سے اسکا تعلق نہیں ہے اور جیسے اللہ تعالیٰ کے محبوب انبیا و رسل علیہم السلام ہیں ایسے ہی اولیاء رحمہم اللہ بھی محبوب ہیں اور برگزیدہ کرنا محبت بلا علت ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اکرم و افضل مصطفےٰ رسول کر لیا بدون اسکے کہ آپکے اصحاب یا جن و انس وغیرہ کسی مخلوق کو کچھ دخل ہو اسی طرح آپکے اصحاب کو بھی شرف ولایت سے خاص کیا بدون اسکے کہ آنحضرت صلعم کی طرف سے اس اصطفائیت میں کوئی علت ہو کما یدل علیہ قولہ ما علیک من حسابہم من شیئ وما من حسابک علیہم من شیئ۔ جیسے ازل میں آنحضرت صلعم کے حق میں سبقت اختصاص بنبوت و رسالت ہوا اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں سبقت عنایت بولایت ہوئی اور اسی اتفاق سے کہ ان کو یہ اہلیت و صلاحیت حاصل تھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلعم کی اتباع کی اور حکم قبول کیا اور اپنی گردنیں آنحضرت صلعم کے قدموں کے نیچے رکھیں اور اگر یہ عنایت ازلی نہ ہوتی تو ان لوگوں کا حال بھی دیگر کفار مشرکین اعداء کے مانند ہوتا۔ لیکن فضل فقط اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے جسکو چاہتا ہے دیدیتا ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی تائید اور اصحاب کی یاری سے فضل کیا۔ کما قال تعالیٰ ہو الذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین اور جب مومنوں کا شرف اس مرتبہ کو پہونچا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کی مراعات رکھیں اور ان کے حال و تربیت کی رعایت کریں اور انھیں کے واسطے ایک گونہ تغلیظ سے خطاب فرمایا بقولہ ولا تطرد الذین یدعون ربہم الآیۃ اے محمد مت منع کر ان لوگوں کو اپنی صحبت سے ایک لحظہ بھی بسبب اپنی حرص کے بیہودوں ناکاروں کے مسلمان ہو جانے کی طرف کیونکہ ہدایت تو میری مشیت پر ہے اور تو نہیں یہ کر سکتا کہ جسکو چاہے اپنے رشتہ داروں میں سے ہدایت کردے انک لا تہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء۔ ہدایت جسکو چاہتا ہے دیتا ہے اذ انجملہ یہ محتاج فقیر مانند بلال و صہیب و سلمان و عمار و حذیفہ و مقداد وغیرہ کے ہیں جو ہر صبح و شام کو اللہ تعالیٰ کے شوق جمال اور شوق لقاء میں اسکو پکارتے اور یاد کرتے ہیں اور یہی معنی قولہ یدعون وجہہ کے ہیں۔ اور صبح و شام کی تخصیص اس وجہ سے کہ صبح کو تاریکی کے دامن مرتفع ہو کر ظہور نور روز ہوتا ہے اور شام کو تجلی روز سے ظہور تاریکی ہے

اور وہان ظہور تجلی قدرت وجلال عظمت ہو اور اسمین ایک ایسی گھڑی ہوتی ہو جسمین دعا قبول ہوتی ہے اور نیز صبح صفات کی تجلی انکے
قلب پر ہونے کے وقت شوق جمال مین فنا ہونے کی حالت سے دعا کرتے ہین اور یہ تجلی ہر سانس کے وقت عارف کو ہوتی ہو
کہ ہر سانس پر صبح مشاہدہ وظہور برکت ہو اور دعا سے زیادت محبت وشوق وقرب مشاہدہ چاہتے ہین اور قلب پر ہر شام احوال
بسبب عظمت کے حیرت طاری ہونے سے ہوتا ہو تو دعا کرتے ہین کیونکہ ظہور عظمت وکبریا مین فنا ہے اور ہر نفس عارف مین ایک
حال ایسا اور شب وصال ہے۔ گویا ہر دم مین وہ لوگ بقا و دیدار کے سائل تھے کیونکہ مراد ان کی یہ تھی کہ وجہ ذو الجلال والاکرام
مین فنا ہو جاوین۔ اور نیز ان دونون وقتون مین دعا کی طرف مشغول ہونے کی تخصیص اسوجہ سے کہ واردات وحالات سے ان کو ان
دونون وقتون مین سکون ہوتا ہے پس اس سے ان کے سینہ تنگ ہوتے ہین اور اس بیداری سے جو غیبت ہو چاہتے ہین اور دعا
کرتے ہین کہ اسی استغراق کی طرف جو حضوری ہو پھیرے جاوین۔ تو نہین دیکھتا کہ یریدون وجہہ۔ فرمایا حالانکہ کمال معرفت حاصل ہے
کیونکہ وہ متقین کے وصف سے موصوف ہین اسواسطے کہ کامل تو ہر دم ہر نفس مین مقام انتہا سے مقام ابتدا کی طرف چلا آتا ہے کیونکہ یہان
ظہور انوار آفاق قدم اور برق لطون ازل سے اور کشف غیوب ابد سے ایک مقام نکرت کا ہو جس کے تحمل سے وہ عاجز ہین پس درحقیقت
وہ نکرت سے معرفت کی طرف قرار کرتے ہین اور سطوات وسبحات ذات پاک سے صفات کی طرف آتے ہین کیونکہ دیدار انوار ذات
مقام تحیرت ہی تو نہین دیکھتا کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پاک ہو وہ ذات جس نے اپنی معرفت کی طرف کوئی راہ نہین دی سوائے
اسکے کہ اس کی معرفت سے عاجزی بیان کی جائے اور بعضے عارفین سے پوچھا گیا کہ نہایت کیا ہے اس نے کہا ہی کہ ہدایت کی طرف رجوع
کیا جاوے پھر اوتعالی سبحانہ نے مخصوص کر دیا کہ ان لوگون کا ارادہ اسکی وجہ پاک کا ہے اور واضح رہے کہ وجہ اسکی صفت ازلی
منجملہ اسکے خواص صفات کے ہے جن مین نشابہ ہو اور وہ اسکے جلال وجمال کا معدن ہے اور نور وجہ کریم سے عاشقون ومشتاقون و
محبون کیواسطے تجلی فرماتا ہے اور وجہ کا ذکر ایک خاصہ ہو مترجم کہتا ہے کہ یہ نفس ذات سے تعبیر ہوتا ہے جو ان کے طے مراتب صفات
سے طلب ذات تک وصول ظاہر ہے اور یہ اعلی مرتبہ ہے اور جو اولیا کہ مرتبہ عشق مین ہین وہ عارفین وموحدین کے مقابلہ مین ایسے
ہین جیسے سمندر مین چند قطرات ہوتے ہین۔ قال المترجم آداب اذکار بعد حصول معرفت کے حقیقی بحیثیت ربوبیت ہین کیونکہ بندہ جسکی عبادت کرتا ہو اسکا عارف نہین پس درحقیقت رب
پاک کی عبادت نہین واقع ہوتی مگر اسیوقت کہ توحید ربوبیت بمقربی اول حاصل ہونیکے بعد عبادت کرے تب وہ صفات کے مناسب فی الجملہ عبادت ہو اگرچہ معرفت توحید حاصل
ہو کیونکہ نکرت سے خلاص یہان گویا محال ہو اور اللہ تعالی سبحانہ نے دوسرے مقام پر بھی یریدون وجہہ فرمایا یعنی یریدون اللہ کیونکہ اسم اللہ عین الکل وعین الجمع ہے اور
نیز ان کو ارادہ وجہ پاک سے موصوف کیا اور وجہ اوتعالی پاک ہو اشارہ تشبیہ وتعطیل سے یعنی کسی مخلوق کے مشابہ نہین اور نہ معنی اس کے
خلاف زبان ہین بلکہ صفت خاصہ ہو اور اسم پاک کے تحت مین سمع وبصر وکلام وجملہ صفات مندرج ہین اور جمیع صفات کا اس سے تعلق
ہے پس مراد وجہ سے عین الکل ہے یعنی اس کی ذات پاک وصفات پاکیزہ سب مراد ہین کیا تو نہین دیکھتا کہ قولہ کل شئی ہالک الا وجہہ کے معنی
یہ کہ سوائے اس کے نفس پاک کے یعنی اسکے عین کے اور نیز فرمایا۔ ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام یعنی عین پاک یعنی اسکی ذات وصفات
باقی ہین جیسی ہین ویسی ہی رہین گی اور یہی قول ظاہری تفسیر والون کا ہے پس جب یہ بات ہو تو یہ لوگ جن کا آیت مین ذکر ہے یریدون وجہہ سے
وہ جمیع ذات صفات کو بصفت محبت وشوق چاہتے و ارادہ کرتے تھے پس یہ لوگ چاہتے تھے کہ اوتعالی ان کو اپنی ذات پاک کی معرفت اسطرح
عطا کرے کہ ان کے دلون کو تجلی حاصل ہو اور یہ مقام ہے کہ اوتعالی نے فقط اپنے خالص ہی بندون کو عطا کیا ہے۔ بیان مرید کا ارادت

کیونکر ہے پس ابو یعقوب نہر جوری سے پوچھا گیا کہ مرید کون ہو فرمایا کہ اسکی صفت وہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مین ذکر فرمائی ۔ بقولہ ۔
ولا تطرد الذین یدعون ربہم ۔ یعنی ہمیشہ یاد مین رہین اور خالص للہ تعالیٰ کے واسطے عبادت کرین ایسے مریدون کے حق مین مشائخ کو
چاہیئے کہ ان پر مہربانی رکھین اور جو لغزش ان سے سرزد ہو اسکو عفو کرین ۔ بعض نے کہا کہ قولہ یدعون ربہم ۔ اللہ تعالیٰ ہی کے اوپر اعتماد
کرتے اور شوق سے اسی کو پکارتے اور کوئی چیز اُن کو مشغول نہین کرتی ہے کوئی روکنے والا نہین ہے وکذا ۔ ہر حال مین اُس کی خدمت کے
دروازہ پر بندگی سے قائم ہین اور ہر دم زیادہ برکت کے منتظر ہین ۔ ثم قال الشیخ اور مجھے یہان ایک اشارہ معلوم ہوا کہ صبح و شام سے یہ اشارہ
کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک خدمت کرتے ہین یعنی ہر وقت یاد مین بدون فتور ہین اور اشارہ یہ کہ جب ہر وقت ان کو حضور رہے
تو دلالۃ الخطاب سے مفہوم ہوا کہ دنیا مین کبھی مشغول نہین ۔ کما قال رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ الآیۃ ۔ مترجم
کہتا ہے یعنی تجارت وغیرہ اُمور معاش و کسب حلال بجا لاتے ہین مگر سب آخرت کی نیت سے نہ دنیا کے واسطے ۔ قال الشیخ اور اسمین ایک
اور لطیفہ ہے کہ ان کو دوامی حضور سے وصف کیا مگر صبح و شام کا ذکر کیا تا کہ جواز و کفایت اُنھین احکام شرعی ظاہری پر رہے کہ فی الجملہ
راحت نفس حاصل کرین اور یہ کمال شفقت ہے تا کہ ارادہ محبت مین جل نہ جاوین اور ارادت کی تیزی سے فانی نہ ہو جاوین ۔ بعض نے
کہا کہ ایسی حالت ہو گئی کہ نہ دنیا کی خواہش اور نہ عقبیٰ کی طلب بلکہ فقط مولیٰ کی یاد رہ گئی تو جب وہ لوگ اس طرح اللہ تعالیٰ کیواسطے
تجرید و تفرید مین ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی پرداخت مین خود کلام فرمایا یعنی مست مسطور کرالی آخرہ ۔ قولہ وکذلک فتنا بعضہم ببعض
فقیر خالص جب اللہ تعالیٰ کے احسان سے منور بنور جلال و معرفت و ہیبت ہوا تو سب مخلوق کے نزدیک بزرگ قدر ہو جاتا ہے
کیونکہ اسکے چہرہ سے ظہور نور جلال ہے اور ایک عالم اس پیار سے اُس کے پاس آتا ہے اور آیات الٰہی اُسپر جاری ہوتے ہین
پس کرامات و آیات کا اس سے ظہور ہوتا ہے لیکن دنیا کے مغرور و متکبر و مکار اُن سے جلتے ہین کچھ نظر حقارت سے دیکھتے اور کچھ
اُن کی بدی و برائی کرتے ہین تا کہ لوگون کو ان کی طرف سے اپنی طرف پھیر لاوین چنانچہ ان پاک بندون سے مغرورون نے ٹھٹھول
و مذاق کیا جیسا کہ او تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ کہتے ہین ۔ اہؤلاء من اللہ من بیننا ۔ یعنی ہم ایسے اور ایسے ہین اور یہ کیا چیز ہین پس اللہ تعالیٰ
نے اُن کو خوار کرنے کو جواب فرمایا ۔ بقولہ ۔ الیس اللہ باعلم بالشاکرین ۔ یعنی حق سبحانہ تعالیٰ نے جو انعام معرفت و درجات کا اُن پر
کیا اسکے شکر مین وہ اپنی جان و مال کو اخلاص سے فدا کرتے ہین وہ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے اور جو لوگ ان کے دشمن اور اللہ تعالیٰ
کے ناشکرے مشرک کافر فاسق فاجر ہین ان کو بھی او تعالیٰ خوب جانتا ہے ۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ مین چند نکات ہین از انجملہ آنکہ فقیر کا
فتنہ یہ ہے کہ غنی سے اسکو طمع ہو اور فتنہ تونگر کا یہ ہے کہ فقیر سے بغض رکھتا ہو ۔ اور از انجملہ غیرت حق تعالیٰ ہے کہ بعض کو بعض سے مشغول
کیا تا کہ کوئی غیر اسپر مطلع نہ ہو اور قولہ تعالیٰ الیس اللہ باعلم بالشاکرین ۔ یعنی ایسے شاکر بندون کو جو راہ حق مین اپنے نفس کی طرف اور غیر
حق کی طرف ایک دم نہین دیکھتے ہین ۔ محمد بن حامد رح نے کہا کہ فتنہ فقیر یہ کہ دنیا و نہ دنیا غنی کی طرف سے تصور کر کے اس سے رنجیدہ ہو اور
فتنہ غنی یہ کہ اسکی تحقیر کرے اور جو واجب ہو اسکو ادا نہ کرے یا دلوے اور احسان رکھے اور بعض نے کہا کہ شاکرین وہ لوگ جو ہر حال
مین اللہ کی طرف راجع ہون ۔ قولہ تعالیٰ واذا جاءک الذین تا قولہ سلام علیکم مقام وسیلہ مین آنحضرت صلعم کے حوالہ کیا اور اگر مقام
مشاہدہ ہوتا تو قولہ سلام قولا من رب رحیم ۔ ہی خود سے دیکھ کہ کیونکر گنہگارون کو اپنی طرف رجوع لانے کو فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
حکم دیا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہونچا دین کیونکہ انھون نے میدان قہر مین امتحان کی مشقت اُٹھائی تھی پھر جب اسکے بعد انکو اپنی درگاہ مین

رجوع لانے والا دیکھا تو اپنے پیغمبر کی زبان سے اُن کو سلام پہونچایا اور خود ان کی مواسات کی ۔ قال کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ ۔ ازل مین
ان کو اپنی رحمت سے برگزیدہ کیا تھا اگرچہ اُن سے کچھ معصیت ظاہر ہو لیکن اسکی رحمت ازلی تو اصل ثابت ہے اور معصیت اس کی
طوفان قہر سے اسکے اقبال کی راہ مین عارض ہے پھر جب وہ اپنے معدن کی طرف پہونچ گئے تو عوارض جاتے رہے اور اصل باقی رہی جبکہ
اُن کو محبت ازلی سے برگزیدہ کیا تھا تو محبت اس کو واجب کرتی ہے کہ ان بندون کو ان کے خالق پاک کے مشاہدہ کی طرف جو رحمت
کبری ہے پہونچاوے اور غبار طبیعت اور نفس کے میل کچیل سے اپنی کافی رحمت کے ساتھ پاک کرے اور یہی فرمایا ۔ انہ من عمل
منکم سوء بجہالۃ یعنی بسبب نادانی کے عرفان جلال وجمال قدم سے قولہ ثم تاب من بعدہ ۔ اپنے نفس سے اور تعالیٰ عز وجل کی طرف رجوع
کرلایا ۔ واصلح ۔ قلب کو میل کچیل شہوات طبیعت ونفس سے پاک کیا ۔ فانہ غفور رحیم ۔ یعنی تقصیرات سابقہ کو عفو کرنے والا اور قوت
ازلیہ سے توبہ کرنے والا ہے کہ اسکی قوت سے بار مشاہدہ کو برداشت کرلین اور اگر یہ مدد نہ ہو تو اول ہی نور عظمت وجلال کبریائی مین
فنا ہو جاوین بعض نے قولہ سلام علیکم کے معنی مین کہا کہ آنحضرت صلعم کو خطاب ہے تو سلام فرما اور حق تعالیٰ بلاواسطہ مومنون پر سلام فرماتا ہے
ابراہیم بن المولد نے کہا کہ واللہ اللہ تعالیٰ خود ہی مومنون پر سلام فرماتا ہے اور نبی صلعم اسمین واسطہ ہین ۔ واسطی رح نے قولہ کتب ربکم علی
نفسہ الرحمۃ ۔ کے معنی مین کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت ہے کہ بندے اسکی عبادت کو پہونچے اور یہ نہین کہ اپنی عبادت سے اس کی
رحمت کو پہونچے ہون اور اسی کی رحمت ہی سے جو فضل وانعام از انجملہ جنت ہے ۔ بندون نے پایا ہے اور کچھ اپنے افعال سے نہین
پایا ہے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین بھی نہین اپنے اعمال کی وجہ سے جنت مین جا سکتا مگر اسی طور سے جنت مین جاؤن گا
کہ اللہ تعالیٰ مجکو اپنی رحمت مین ڈھانپ لیگا ۔ اور ابن عطا رح نے کہا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس کی جہالت سے ہے اور
جس نے فرمانبرداری کی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کیساتھ علم ومعرفت سے ہے اور بعض نے قولہ فقل سلام علیکم ۔ مین کہا کہ تو پہلے انکی
قدر ومنزلت ظاہر کرنے کو ان پر سلام کردے قبل اس کے کہ تجکو سلام کرین ۔ قال المترجم ۔ یہ حکم نفس آیت
سے نکلتا ہے اور مروی ہوا کہ آنحضرت صلعم یہی کرتے تھے کہ مومنون کو سلام کرنے مین پیشقدمی کرتے ۔ مگر آنکہ مومن ہی پیشقدمی
کر جاوین بعض نے فرمایا کہ جنپر ازل مین رحمت ہو چکی اب دنیا مین اور آیندہ اُسپر رحمت رہیگی ۔ ابو عثمان نے کہا کہ اللہ تعالیٰ
نے خالص بندون کے حق مین ان کے گناہ عفو کرنا اپنی ذات پاک پر رحمت ہی سے لازم کیا ہے ۔ بعض نے کہا کہ اہل ایمان پر سلام کی
صفت ہر حال مین تجلی کیے ہوئے ہے پس ابتدائے رحمت وانتہائے رحمت سے سزا وار سلام ہین یعنی جو لغزش وگناہ درمیان مین
ہوئے وہ رحمت سے عفو ہون یا گو نہ عذاب سے بہرحال آخر اُن پر رحمت وسلام ہے ۔

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ

تو کہہ مجکو منع ہوا ہے کہ پوجون جنکو پکارتے ہو اللہ کے سوائے تو کہہ مین نہین چلتا تمھاری خوشی پر

قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝ قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَ

تو مین بھٹک چکا اور نہ ہوا راہ پانے والا تو کہہ مجکو شہادت پہونچی میرے رب کی اور

كَذَّبْتُمْ بِهِ ۚ مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ ۚ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ يَقُصُّ الْحَقَّ

تم نے اس کو جھٹلایا ہے میرے پاس نہین جسکی شتابی کرتے ہو ۔ حکم کسی کا نہین سوائے اللہ کے کھولتا ہے حق بات

وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ ۝ قُلْ لَوْ أَنَّ عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لَقُضِيَ

اور وہ ہے بہتر چکانے والا تو کہ اگر میرے پاس ہو جس کی شتابی کرتے ہو تو فیصل ہو چکے

الْأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ ۝ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ

کام میرے اور تمھارے بیچ اور اللہ کو خوب معلوم ہین بے انصاف اور اسی کے پاس کنجیان ہین غیب کی

لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا

اُن کو نہین جانتا اسکے سوائے اور وہ جانتا ہے جو جنگل اور دریا مین اور نہین جھڑتا کوئی پات جو وہ

يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝

نہین جانتا اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیرون مین اور نہ ہرا اور نہ سوکھا جو نہین کھلی کتاب مین

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ - اے تعبدون مِنْ دُونِ اللَّهِ کہدے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے جن کو تم نے معبود جانا ہے مین ان سب کی عبادت سے منع کیا گیا ہون ف۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ اسمین دلالت ہے کہ دعا رعبادت ہے پس سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کی دہائی نہین اور نہ بندگی کی راہ سے پکار اور یہ بھی ایسی چیز سے نہ ہے جو کفر ہے چنانچہ فرمایا۔ قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ - کہدے مین نہین پیروی کرون گا تمھارے کفریہ خواہشون کی ف۔ ان چیزون کی عبادت کرنے مین قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا - مین ایسی صورت مین گمراہ ہوا ف۔ یعنی اگر تمھاری خواہشون کی پیروی کرون یا ان چیزون کی عبادت کرون وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ اور میں راہ یافتہ لوگون مین نہ رہا ف۔ حاصل آنکہ تم اس سے مایوس ہو کہ مین تمھارے گڑھے ہوئے معبودون کی پرستش کرون پس اس جملہ اسمیہ سے اشارہ ہے کہ مجکو اسپر ثبات و استمرار ہے اور اہل تحقیق نحوی و بیانی علماء کے نزدیک جملہ فعلیہ پر اسمیہ کا عطف بغرض پسندیدہ جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔ قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي - کہدے مین اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہون ف۔ تفسیر بینہ مین بعض نے کہا کہ بینہ بمعنی ثقہ ہے یعنی وثوق پر ہون قولہ ابو عمران الجونی رح اور بعض نے کہا کہ بمعنی برہان ہے جو مفید یقین ہے یعنی ایسے برہان واضح پر ہون جس سے یقین توحید حاصل ہے اور معنی مین دونون قول متحد ہین اور مفسر سیوطی رح نے کہا کہ بینہ اسے بیان اور وہ بمعنی وضوح وظہور ہے پس شاید کہ وجہ یہ ہے کہ برہان و دلیل کے مقابلہ مین تکذیب نہین آتی اور شاید یہ معنی بصیرت ہو یعنی مین اپنے پروردگار کی طرف سے بصیرت و یقین پر ہون تم لوگون کی طرح ہوائے نفسانی و شک مین نہین ہون وَكَذَّبْتُمْ بِهِ ۚ - حالانکہ تم نے رب عز و جل کو جھٹلایا ہے ف۔ معنی یہ ہین کہ تو کہدے کہ مین یقین پر ہون اپنے پروردگار کی جانب سے توحید پر اور حال یہ ہے کہ تم نے میرے پروردگار کو جھٹلایا اس حیثیت سے کہ تم نے اس سے شرک کیا۔ اور بعض نے کہا کہ یعنی حال یہ کہ تم نے اس بیان کو جھٹلایا چنانچہ آخرت کا عذاب تو اب نہین مانتے ہو مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ ۚ جس عذاب کے واسطے تم جلدی کرتے ہو وہ میرے پاس نہین ہے ف۔ یعنی مین تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈر سنانیوالا ہون اور عذاب وغیرہ لانے کا مختار نہین ہون۔ یہ بھی مشرکون کی جہالت تھی اور قولہ تعالیٰ ولنذیقنهم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر۔ سے ثابت ہے کہ عذاب اکبر تو آخر مین بحسب مشیت و تقدیر ہے اور پہلے تو چھوٹا عذاب دیا جاتا ہے چنانچہ قحط وغیرہ و قتل بدر سے معذب ہوئے۔ ظاہر یہ کہ عذاب مطلقاً یہان مراد ہے خواہ دنیاوی ہو یا قیامت کا ہو اور آیت مین حضرت باری تعالیٰ عز و جل کی تفرید ہے کہ کسی مخلوق حادث کو اسکی درگاہ کبریائی مین دم مارنے کی مجال نہین جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ - نہین حکم کسی کا سوائے اللہ تعالیٰ کے ف خواہ یہ معاملہ ہو یا کوئی اور ہو مگر فقط اللہ عزوجل وحدہ لاشریک کا حکم ہے يَقُصُّ الْقَضَاءَ الْحَقَّ - وہی فیصلہ کرتا ہے حق فیصلہ - ف یعنی حق و باطل مین جدائی کرتا خواہ ہدایت و بیان ہو یا بعذاب وہلاک کفار ہو یا اور کسی طرح ہو اسکو وہی پاک پروردگار کرتا ہے - وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ - اور وہی بہتر حاکمین ہے ف اور مفسر وغیرہ نے کہا کہ عاصم و نافع و ابن کثیر رحمہم اللہ کی قرأۃ مین يقص بتشدید صاد مہملہ ہے اور معنی يقص الحق اے يقول الحق - حق بات کو فرماتا ہے یعنی سچا حکم دیتا ہے - اگر کہا جاوے کہ حکم جبکہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے تو قرآن و حدیث و اجماع و قیاس سے جو حکم شرع مین ہے وہ کیونکر ہے تو جواب یہ کہ یہ اتباع حکم الٰہی ہے پس اجماع تو حکم الٰہی سے حجت ہے کہ امت کا اجماع گمراہی پر نہین بلکہ اللہ تعالیٰ انکو اپنے حکم پر متفق کر دیتا ہے اور قیاس سے حکم پوشیدہ ظاہر کیا جاتا ہے اور یہ نہین کہ اس سے کوئی حکم جدید ثابت کیا جاوے اور تمام بحث اسکی تفسیر قولہ ان الحکم الا للہ امر ان لا تعبدوا الا ایاہ الآیہ کے تحت مین انشاء اللہ بیان ہوگی - پھر حکم دیا کہ قُلْ لَّوْ أَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ - کہدے کہ جس چیز کی تم جلدی چاہتے ہو یعنی عذاب اگر وہ میرے پاس ہوتا تو میرے تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا ف - بایں طور فیصلہ پورا ہو جاتا کہ مین تمہاری درخواست پر وہ عذاب جلد تجھ پر نازل کر دیتا اور آرام مین ہو جاتا ولیکن چونکہ میرے پاس میرے اختیار مین نہین بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار مین تو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ظالمون سے آگاہ ہے ف یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے یہ بات کہ کب ظالمون کو عذاب کریگا اگر کہا جاوے کہ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مشرکون ومنکرون کا عذاب دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار مین ہوتا تو عذاب جلدی سے آجاتا حالانکہ حدیث صحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اختیار پا کر عذاب مین تعجیل نہین فرمائی چنانچہ عائشہ رضی سے روایت ہے کہ انھون نے حضرت صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ پر کوئی اور ایسا روز بھی گذرا جو روز احد سے سخت ہو آپ نے فرمایا کہ مجھے تیری قوم سے سختی پہونچی اور سب سے زیادہ سختی یوم العقبہ کی مجکو پہونچی جبکہ مین نے عبد یالیل بن عبد کلال پر اپنا رسول ہونا ظاہر کیا اور اس نے میری مراد کے موافق جواب نہ دیا پس مین غمناک چلا اور راہ مین مشرکون کے اشارہ سے غلامون ولڑکون نے پتھر مارے اور مسخرہ پن کیا یہانتک کہ آپ بہت زخمی ہو گئے - پھر مجھے افاقہ حاصل نہ ہوا یہان تک کہ مین قرن الثعالب مین پہونچا پھر مین نے سر اٹھایا تو ناگاہ دیکھا کہ ایک پارہ ابر مجھ پر سایہ کئے ہے مین نے دیکھا تو اسمین جبرئیل نظر آئے اور مجھے آواز دی کہ اللہ تعالیٰ نے سنا جو آپ کی قوم نے آپکو جواب دیا اور پہاڑون کے موکل فرشتہ کو آپ پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے کہ جو کچھ اپنی قوم کے حق مین چاہیئے اسکو حکم دیجئے پھر پہاڑون کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور مجھ پر سلام کیا اور کہا کہ اے محمد آپ کی قوم نے جو آپکو جواب دیا وہ اللہ تعالیٰ نے سنا اور پروردگار تعالیٰ نے مجھے آپکے پاس بھیجا ہے کہ آپ جو کچھ ان کے حق مین چاہین مجھے حکم کرین پس اگر آپ چاہین تو اخشبین یعنی مکہ کے دونون جانب کے دونون پہاڑ مین ان پر گرا دون تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگون کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کرے جو فقط اللہ تعالیٰ کو پوجین اور اس کے ساتھ کچھ شریک نہ کرین رواہ مسلم والبخاری - پس باوجودیکہ آپ پر پیش کیا گیا کہ آپ چاہین تو یہ لوگ جڑ سے نیست کر دیئے جائین مگر آپنے درنگی فرمائی مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیر نے یہ سوال ذکر کر کے جواب دیا کہ آیت دلالت کرتی ہے کہ جو عذاب کہ مشرکین نے مانگا تھا اگر وہ مانگنے کی حالت مین آپ کے اختیار مین ہوتا تو آپ ان پر واقع کر دیتے اور حدیث مین یہ نہین ہے بلکہ پہاڑون کے فرشتہ نے کہا کہ اگر آپ چاہین تو اس طرح ان کو نیست کر دون پس آپنے ان کے حق مین درنگی چاہی - واللہ اعلم - وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہین مفاتح الغیب -

ف یعنی خزائن غیب یا وہ راہیں جن سے غیب تک پہونچ ہو۔ پس اگر مفاتح جمع مفتح بفتح میم ہے تو وہ مخزن ہے پس تفسیر اول ہوگی اور امور
غیب کو مخزن بنانا بطریق استعارہ ہے۔ اور یہی ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے۔ اور اگر جمع مفتح بکسر میم ہے تو وہ کنجی ہے
یعنی غیب کی کنجیاں پس استعارہ کے طور پر جن راہوں سے وصول بامور غیب ہو ان کو کنجیاں اور امور غیب کو مخازن قرار دیا۔ لَا يَعْلَمُهَا
اِلَّا هُوَ۔ ان کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے ف وہ پانچ باتیں ہیں جو قولہ تعالیٰ ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ میں مذکور
ہیں کما رواہ البخاری۔ یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ پانچ باتیں ہیں جن کو سوائے اللہ تعالیٰ
کے کوئی نہیں جانتا اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم اور مینہ وہی نازل کرتا ہے اور مونث جانداروں کے پیٹ میں جو کچھ ہو وہی جانتا
ہے اور کسی کو یہ نہیں معلوم کہ وہ کل کے روز کیا کریگا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین پر مریگا کما فی قولہ تعالیٰ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل
الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔ اور حدیث عمرؓ جسمیں جبرئیلؑ
نے بصورت آدمی آکر بغرض تعلیم لوگوں کے اسلام وایمان واحسان کا سوال کیا ہے یہ مذکور ہے کہ پانچ باتیں ہیں جنکو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے پھر یہی
آیت مصدرہ پڑھی۔ ہر دو حدیث صحیح میں ہیں۔ واضح ہو کہ علم کہتے ہیں ایک بات کی قطعی وتحقیقی طور پر جاننے کو جیسے وہ درواقع ہو رہا قرائن اٹکل علامات سے جاننے کو
علم نہیں کہتے ہیں بلکہ وہ قیاس گمان ہے پس پانچ امور مذکور درواقع سوائے حق عز وجل کے کوئی نہیں جانتا ہے ہاں اٹکل وقیاس علامات تو اور لوگ بھی کیا
کرتے ہیں چنانچہ احادیث صحاح میں قیامت کے آثار وعلامات بہت کثرت سے مذکور ہیں بلکہ یہاں تک معلوم کہ جمعہ کا روز ہوگا جس دن قیامت آویگی
پس ان امور مذکورہ کے مانند امور میں اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں جانتا ہوں یعنی درواقع یوں ہی ہوگا یا یوں ہی
ہے جیسے میں کہتا ہوں وہ جھوٹا کاذب ومردود ہے اور عقلمند کبھی اسکو سچا نہیں کہیگا اور اگر وہ یوں کہے کہ مجھکو اٹکل وقیاس یا علامات
سے ایسا معلوم ہوتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں جبکہ وہ یقین جانتا ہو کہ واقعی بات کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پھر واضح ہو کہ کافروں پر عذاب
آنا بھی اسی قسم سے ہے کہ اوتعالیٰ ہی دانا تر ہے کہ آویگا یا نہیں یا کب آویگا۔ پس کاہن ونجومی ورمالوں سے جو لوگ دریافت کرتے ہیں وہ حرام کار
ہیں اور اگر واقعی ان کے جاننے کا اعتقاد کرتے ہیں تو مشرک کافر ہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ جو کوئی آدمی کسی کاہن یا نجومی کے پاس گیا
تو اُس نے اس کلام سے جو محمد صلعم پر اُتارا گیا ہے کفر کیا اور اسی قسم سے قضاء وقدر کی باتیں ورزق کا حال ہے یا آدمی کب مریگا یا کون جنتی اور
کون دوزخی ہے اور علی ہذا اعمال کے ثواب وعقاب بھی جو شرع میں وارد نہیں ہوئے ہیں اسی قسم کے ہیں کیونکہ عقل وقیاس کو وہاں مجال
نہیں ہے لہذا اگر کسی کام کو یہ سمجھے کہ اسمیں ثواب ہے حالانکہ وہ شرع میں وارد نہیں ہوا ہے تو وہ جھوٹا اور مفسد ہے۔ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ
وَالْبَحْرِ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جو کچھ خشکی وتری میں ہے ف برّ بفتح اول وہ زمین جسمیں نہ پانی ہے نہ گھاس اور بحر وہ آبادیاں جو
کسی نہر ودریا وسمندر پر واقع ہوں کذا قال المفسر اور قاموس میں ہے کہ بحر وہ آبادی جسکے لئے نہر جاری ہو اور مجاہدؒ نے کہا کہ برّ خشکی
کے جنگل اور پرپٹ میدان ہیں اور بحر شہر وگاؤں ہیں اور جمہور مفسرین کے نزدیک برّ وبحر سے معروف معنی مراد ہیں یعنی جو کچھ خشکی میں ہے خواہ وہ
پرپٹ میدان ہو یا سبز جنگل ہو یا گاؤں وشہر کی آبادی ہو اور جو کچھ تری میں ہے خواہ سمندر ہو یا بحیرہ یا جھیل وکھاڑی ہو سب اللہ تعالیٰ
کو معلوم ہے اور مخصوص ان دونوں کو ظاہری نظر کے واسطے ذکر کیا اور مراد آنکہ علم اسکا تمام کائنات کو محیط ہے خواہ زمین میں ہو یا آسمان
میں اور خواہ چھوٹی چیز ہو یا بڑی چیز ہو حتی کہ فرمایا۔ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا۔ نہیں گرتا کوئی پتا مگر آنکہ اوتعالیٰ اُس کو جانتا ہے
ف یعنی حرکات تک حتی کہ جمادات تک کی حرکتیں وجنبش کو جانتا ہے اور من ورقۃ میں من زائدہ برائے استغراق ہے وَلَا حَبَّةٍ عطف ہے

ورقة پر - فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ - اور نہین کوئی دانہ زیر زمین تاریکی مین - وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اور نہ رطب و نہ یابس - اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ - مگر آنکہ وہ کتاب مبین مین ہے ف مراد کتاب سے لوح محفوظ ہے اور استثنا سے سابق یعنی لایعلمہا سے یہ استثنا بطریق بدل اشتمال ہے علم الٰہی سے پس یہ جملہ بدل الکل از جملہ سابق ہوگا اور اسی پر مدار قول زمخشری رح ہے کہ یہ جملہ استثنائے اول کی تکرار کے مانند ہے کیونکہ دونون کے معنی واحد ہین ولا یخفی فی بعد ہذا التاویل - فافہم - حاصل یہ کہ علم الٰہی ہر ذرہ کہ جو آسمانون و زمینون و تہ زمین وغیرہ مین ہے حتی کہ کوہ صفا پر اندھیری رات مین چیونٹی کی چال اور بیشمار چیونٹیون کی حرکات و ہر ایک کی کیفیت و رزق سب اللہ تعالیٰ کے حضور مین ہے ولا یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ - اور تیرے رب سے بقدر ذرہ بھی کہین کچھ پوشیدہ نہین ہے سبحان اللہ العلی الاعلیٰ - ف قال فی العرائس - قولہ تعالیٰ قل انی علی بینۃ من ربی - یعنی و تعالیٰ کی طرف سے مجھے یقین و مشاہدہ ہے اور روشن دلائل بظہور نور ازل ہے اور یہ عالم مین سب سے بڑی دلیل ہے لقولہ علیہ السلام من رانی فقد رای الحق جس نے مجھے دیکھا اس نے حق مشاہدہ کیا - قال المترجم صوفیا اس حدیث مین اشارہ بیان کرتے ہین اور علمائے محدثین کے نزدیک یہ حدیث آنحضرت صلعم کو خواب مین دیکھنے کے بارہ مین ہے پس آپ نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا خواب مین تو اس نے حق یعنی سچ دیکھا اور پوری حدیث یہ ہے فان الشیطان لا یتمثل بی - کیونکہ شیطان میری صورت نہین بن سکتا کذا فی روایات الصحاح - اور جس نے حضرت صلعم کو اسی حلیہ شریف کے ساتھ جو آپکا حلیہ ہے خواب مین دیکھا اور اگرچہ صحابی کے حکم مین نہین ہوتا مگر جنتی اور بڑے مرتبہ کا آدمی ہے - اور مترجم کا گمان یہ ہے کہ صوفیہ کرام نے اس حدیث کے معنی وہ نہین لئے بلکہ اس کے اشارہ سے یہ بات نکالی ہے اور یہی ان اکابر کے حق مین گمان نیک ہے - فافہم - ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام تو بینات پر ہین اور اولیا بھی ان کے طفیل مین بینات پر ہین لیکن بینات انبیاء تو وحی و یقین ہے اور بینات اولیاء سچی فراست ہے - قال المترجم حدیث مین ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے اور سنن مین صحیح ہوا کہ ایک شخص نے راستہ مین نامحرم عورت پر بری نظر ڈالی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے ان کی خدمت مین آیا تو دیکھکر فرمایا کہ یہ کیا ہے کہ میرے سامنے زناکار آنکھین آتی ہین واللہ تم لوگ پرہیز کرو ورنہ مین درے مارونگا مترجم کہتا ہے کہ پردہ چھپانے کیواسطے اس اچھے ڈھنگ سے نصیحت فرمائی اور حضرت عمرؓ نے عین خطبہ جمعہ پڑھنے مین مجاہد غازیون کے سردار لشکر ساریہ نام کو جو نہاوند مین تھا آواز دی کہ اے پہاڑ کی طرف دیکھ اور اس نے یہ آواز وہان سنی چنانچہ پیچھے یہ بھید کھل گیا حالانکہ اسوقت ان کی آواز درمیان خطبہ سے لوگون کو تعجب ہوا تھا اور حدیث مین یہ قصہ بروایت صحیح ثابت ہے فتفکر - قولہ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو - علم غیب فقط او تعالیٰ ہی کیواسطے ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیہ اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ مفاتیح الغیب پانچ چیزین ہین کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے انکو کوئی نہین جانتا پھر قولہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ تا قولہ علیم خبیر پڑھ دی - اور سدی رحمہ اللہ نے جو کبار مفسرین تابعین سے ہین فرمایا کہ مفاتح الغیب کے معنی غیب کے خزانے - پھر شیخ نے کہا اور نیز مفاتح الغیب مین سے اسکی عنایات ازلی ہے جو بحال انبیاء و اولیاء و ملائکہ بحکمت قدیم مبذول ہوئی قبل انکے وجود کے اور آیات صفات خزانہ قدیم باقی ہے پھر اس عنایات ازلی کے نور سے ان بندون کیلئے مفتاح دی کہ خزائن صفات کا کشف ہوتا ہے تاکہ نور قدیم ہی سے خزانہ قدیم کو پہچانین پس ان کے لئے اسرار مکنون ظاہر فرماتا ہے جس سے یہ لوگ علوم غیب لاتے ہین تاکہ بندون کے واسطے راہ عبودیت کو واضح کر دین اور معاملات و حالات کا اونچ نیچ بتا دین اور قولہ تعالیٰ لا یعلمہا الا ہو غیب کے خزائن عام ہین اور پانچ ہی مین منحصر نہین بلکہ پانچ تو ایسے ہین کہ وہ کسی کو معلوم ہی نہین ہوئے اور سوائے انکے سب غیوب مخزون ہین ابن مسعودؓ نے نبی صلعم کی شان مین فرمایا کہ آپ سب جانتے تھے سوائے پانچ چیزون کے پھر سوائے ان پانچ کے باقی غیوب کو بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن ان مین جس قدر بندے خالص کو بتلادیا وہ جان لیتا ہے پس اولین و آخرین مین سے کوئی نہین جانتا ہاں اللہ تعا

جب انکو ظاہر کر دیتا ہے تو جان لیتے ہیں لیکن ان چیزوں کی حقیقت قدر کو وہی پاک سبحانہ تعالیٰ جانتا ہے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ اور نیز
یہ معنی ہیں کہ ان غیوب کے پانے کی راہیں کوئی نہیں جانتا سوائے اوتعالیٰ کے پس جن بندوں پر فضل ازلی رکھا ہے ان کو اور ان کے
بتانے کی راہوں کو وہی پاک سبحانہ تعالیٰ پہچانتا ہے کوئی اور نہیں جانتا اور وہ طریقہ یہی ہے کہ قدم بقدم اسکے رسول صلعم کی پیروی کریں
نیز مفاتیح الغیب میں سے تجلیات لطف و قہر ہیں پس لطف تو اولیاء پر ہوتا ہے کہ از خود فانی ہوتے ہیں اور قہر کی تجلی سے اعدا یعنی
کافر و مشرک وغیرہ اپنی طبیعت و رائے کے اندھیرے میں پھنسکر سنت چھوڑتے ہیں اور راہ پر نہیں آتے اور نفس و طبیعت کے شر و فساد
میں واللہ اعلم کیا تجلی دیکھتے ہیں جو اسی طرف گھسے چلے جاتے ہیں آخر جہنم میں جا پڑتے ہیں نیز مفاتیح الغیب وہ درجات ہیں کہ قلوب کیلئے
خزائن مشاہدات و ارواح کیلئے مکاشفات اور عقول روحانی کے لئے معارف اور اسرار کیلئے خزائن علوم ذات صفات ہیں کشادہ
ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے لئے معجزات کے خزانے اور اولیاء کیلئے کرامات کے خزانے اور مریدوں کے لئے فراست کے
خزانے کھلتے ہیں۔ جریری رح نے قولہ لا یعلمہا الا ہو۔ میں کہا کہ اور جسکو وہ اپنے کرم سے مطلع فرماوے۔ رسول و خلیل وغیرہ سے وہ بھی
اوتعالیٰ کے آگاہ کرنے سے جان لیتا ہے۔ شیخ ابن عطاء رح نے کہا کہ پس آیت سے اہل خیر پر محبت و رحمت کھلتی ہے اور شریر بے ایمانوں پر
فتنہ و خواری کھلتی ہے پھر سکونوں میں سے اولیاء پر کرامت اور اہل اسرار پر سر الغیب و اہل تمکین پر جذبہ کھل جاتا ہے اور نیز انبیاء کے واسطے
مکاشفات اور اولیاء کو معائنات اور صالحین کو طاعات اور عوام کو ہدایت ملتی ہیں۔ ابو سعید خراز رح نے کہا کہ اوتعالیٰ نے اپنے حبیب صلعم پر
پہلے تو امر و نہی سے ادب کھولا پھر مشیت و قدرت سے تہذیب سکھلائی پھر قولہ لیس لک من الامر شیئ سے تذدیب کے اسباب کھولے۔ پھر قولہ
وتبتل الیہ تبتیلا سے تغیب کو کھولا پس یہ مفاتیح الغیب میں سے ہیں جو آنحضرت صلعم کے لئے ظاہر میں کشادہ ہوئے قولہ ویعلم ما فی البر والبحر
یعنی غیب لطف سے نیک بندوں کو پار اُتار دیا اور دشمنوں کو دریائے قہر میں غرق کر دیا پس اسمیں جو حکمت و اسرار غیب ہیں وہی جانتا ہے اور
نیز دریائے غیب و میدان قلوب کے حقائق اسی کو معلوم ہیں اور ایسے ہی نفوس کے پر پٹ میدان میں جو شہوات کے بھڑ پڑے ہیں وہی خوب
جانتا ہے قولہ وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا ولا حبۃ فی ظلمات الارض الخ حق سبحانہ تعالیٰ نے اسمیں آگاہ فرمایا کہ اسکا علم قدیم ہر فردہ ذرہ کو محیط
ہے اور ظاہر و باطن اسکی کبریائی ہر حادث و مخلوق و عالم پر غالب ہے کما قال لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض۔ مترجم کہتا ہے
کہ ہر ایماندار جو اللہ تعالیٰ و رسول علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان لایا قطعاً یقین کرتا ہے کہ اوتعالیٰ عز و جل ہر ذرہ ذرہ سے عالم و آگاہ و خبردار و سمیع
و بصیر ہے اور سخت عجب ہے کہ بعضے فلسفی بندۂ اوہام مانند گمراہان یونان کے باطل اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو بروجہ جزئی نہیں جانتا اور
یہ درحقیقت اس طرح علم الٰہی کی نفی ہے پس اگر اسکو یقین نہیں تو گمراہ ہے اور محققین علماء نے ایسوں کو کافر کہا اور یہی صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
شیخ رح نے لکھا کہ اس آیت میں تنبیہ ہے کہ ہر خطرۂ نفسانی کے وقت اللہ تعالیٰ سے شرم کریں کہ وہ ہر پوشیدہ و ظاہر اور ہر ذرہ ذرہ کا عالم
خبیر ہے۔ اور نیز بیان فرمایا کہ تمام مقدورات عدم سے وجود کی طرف اور وجود سے عدم کی طرف سب اسی کی مشیت ازلی و ارادہ قدیم کے
موافق جاری ہیں اور یہ سب لوح محفوظ پر قلم قدرت سے لکھے ہیں جو ہر طرح کے تغیر زمانی و مکانی سے محفوظ ہیں وہ تو اس عالم سے جو تحت
زمانہ ہے باہر ہے وقد قال تعالیٰ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ جو رطب ہے اس کے لطف مشاہدہ سے ہے اور جو تر و تازہ ہے اسکی پاکیزہ قدرت
کا ظہور ہے اور جو زرد پڑ گیا اور خشک ہوا وہ ہوائے قہر سے ہے جو گیاہ تازہ اُبھرے وہ اسکی ربوبیت کے زیر فرمان ہے اور جو خشک ہو کر
مرجھائی وہ اس کی پاکیزگی کا بیان ہے کہ ہر وجود و عدم و حدوث سے وہ پاک ہے۔ واسطی رح نے فرمایا کہ علم الٰہی ہر چیز کو اس وقت محیط تھا

کہ جب وقت کا نام نہ تھا اور چیز کا نشان نہ تھا اور پتہ کرنے کا قضیہ بدون موضوع و محمول تھا۔

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ
اور وہ ہے کہ تم کو بھر لیتا رات کو اور جانتا ہے جو کما چکے ہو دن کو پھر تم کو اٹھاتا اس میں کہ پورا ہو وعدہ جو تھا

مُسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ ع ۱۴
ٹھہرا دیا پھر اسی طرف پھیرے جاؤ گے پھر جتا دیگا تم کو جو کرتے ہو اور اسی کا حکم غالب اپنے

عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا
بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہاں تک کہ جب پہونچے تم میں کسی کو موت اسکو بھر لیویں ہمارے بھیجے لوگ

وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ۝ ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ
اور وہ قصور نہیں کرتے پھر پہنچائے جاویں گے اللہ کی طرف جو مالک انکا ہے تحقیق سن رکھو حکم اسی کا اور وہ

أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ۝
شتاب لیتا ہے حساب

وهو الذی یتوفکم باللیل۔ توفی کسی چیز کو بھرپور لے لینا۔ توفیت الشیٔ و استوفیتہ۔ بھرپور اس شئے کو لے لیا اور مراد یہاں یہ کہ وہی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے جو قبض کرتا ہے تمہاری ارواح کو سوتے میں "پس لیل جو غالب و اصلی وقت سونے کا ہے مراد اس سے خواب ہے اور یہ وفات بمعنی موت حقیقی نہیں پس یہ کلام ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا۔ اور یہ موت اصغر ہے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔ انی متوفیک و رافعک الی الآیۃ۔ اور اسی پر صریح دلالت کرتا ہے ذکر موت کبریٰ کا اسی آیت میں اور نیز لفظ باللیل کیونکہ ہر شخص رات ہی میں نہیں مر اکرتا ہے۔ بالجملہ مفسرین و علماء متفق ہیں کہ قولہ یتوفاکم باللیل سے نوم مراد ہے جو موت کی بہن ہے اور یہ موت اصغر ہے اور بعضے لوگوں نے جو کہا کہ جسم میں دو روحیں ہوتی ہیں ایک روح حیات جو موت حقیقی کے وقت نکل جاتی ہے اور دوسری روح تمیز جو سوتے میں نکل جاتی ہے اور عالم میں پھرتی اور خواب دیکھتی ہے پھر بیداری کے وقت لوٹ آتی ہے تو صحیح یہ ہے کہ تحقیق اسکی علم الٰہی میں ہے اور لوگوں نے اٹکل سے باتیں بنائی ہیں ہاں بعض آثار اس بارہ میں مروی ہیں کہ وضو کیساتھ سونا چاہیے کیونکہ روح بعد سو جانے کے ملائکہ کے ساتھ سجدہ کرتی ہے اور اسمیں شک نہیں کہ خواب میں جو آدمی دیکھا کرتے ہیں سب یکسان نہیں ہیں بعضے تو پریشان خیالات و شیطانی باتیں دیکھتے ہیں اور انھیں کے حق میں حدیث صحیح میں آیا کہ ہوشیار رہو کہ شیطان تم سے مسخرہ پن نکرے اور بعض کے خواب درست ہوتے ہیں اور وہ دو طرح کے ہیں بعض تو تاویل رکھتے ہیں جیسے یوسف صدیق علیہ السلام کا خواب سورج و چاند و ستاروں کے سجدہ کرنے کا تھا اور بعضے ویسے ہی واقع ہوتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پسر کو ذبح کرنا دیکھا پس جن لوگوں کی مصاحبت محض شیطان ہی سے ہے وہ اس سے منکر ہیں۔ بالجملہ یہاں قبض ارواح بخواب مراد ہے اور ابن عباس رض نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جب وہ سوتا ہے تو فرشتہ اسکی روح لے لیتا ہے پھر اگر اللہ تعالیٰ نے اسکی روح قبض کرنے کا حکم دیا تو موت معین ہوتی ہے ورنہ روح اسکو پھیر دیتا ہے یہی ہے قولہ یتوفاکم باللیل۔ رواہ ابو الشیخ و ابن مردویہ و اسنادہ منقطع۔ ویعلم ما جرحتم بالنہار۔ اے ما کسبتم فیہ "اور جانتا ہے جو تم نے کمایا دن میں" اور یہ بھی باعتبار غلب

عادت کے ہو کہ دن ہی مین کام کاج کرتے ہین اور رات مین سوتے ہین وقال ابن کثیر یہ جملہ معترضہ ہو واسطے دلالت اس امر کے کہ اللہ تعالیٰ کا علم
اپنی مخلوق کے حال پر ان کے دن کے حرکات ورات کے سکون سب کو محیط ہے ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ۔ اے فی النہار یہ دارد احکم پھر اُٹھاتا
ہے تم کو نہار مین ف۔ باین طور کہ تمھاری روحین بعد نیند کے پھیر دیتا ہے۔ کذا قال مجاہد وقتادہ والسدی۔ بیضاوی رح نے کہا بعث
دراصل یعنی موت کے بعد زندہ کرکے اُٹھانا پس یہان توفی کے ترشیح کے طور پر آیا ہے اور نیز نوم جو موت اصغر ہے بمقابلہ اسکے بعث اصغر
ہوا پھر وارد ہوتا ہے کہ یعلم ما جرحتم بالنہار سے تو وارداح معلوم ہو چکا پھر لفظ ثم کے کیا معنی ہین تو جواب یہ کہ وہ جملہ معترضہ ہو۔ کما قال ابن کثیر
اور بعض نے کہا کہ فیہ کی ضمیر اس شان مذکور کی طرف ہو یعنی پھر اُٹھاویگا تم کو قبرون سے اسی شان وحال کے ساتھ جو تم نے راتون کو سوتے
مین اور دن کو اپنے بھلے برے اعمال مین صرف کیا ہے اور بعض نے کہا کہ کلام مین تقدیم وتاخیر ہے یعنی وہو الذی یتوفاکم باللیل ثم یبعثکم بالنہار
ویعلم ما جرحتم فیہ۔ اور اولی وہ ہو جو شیخ ابن کثیر رح نے کہا ہے اور معنی آیت کے یہ کہ علم الٰہی محیط ہو اور تکرار ان کافرون کو دن مین اُٹھانا انکے
اعمال سے غفلت نہین بلکہ امہال ہو لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى۔ تاکہ میعاد مقررہ پوری کی جاوے ف۔ اس اجل سے مراد زندگانی کی مدت تمام
ہے جو ہر انسان کیواسطے مقدر ہے۔ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمھارا مرجع ہے ف۔ اس طرح کہ قیامت کے واسطے
اُٹھائے جاؤ اور محشور ہوگے۔ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۔ پھر جو تم کرتے تھے اس سے تم کو خبردار کریگا ف۔ اسمین تہدید ہو اور اس سے
بشارت بھی مفہوم ہے اور معنی یہ کہ نیکون کو ان کی نیکی کا ثواب دیگا اور بدون کو انکی بدکارلون کا عذاب دیگا۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ
وہی قاہر ہے اپنے بندون کے اوپر ف۔ فوقیت سے ظرف مراد نہین بلکہ علو رتبہ مراد ہے اور قہر بمعنی غلبہ پس معنی یہ کہ وہی اللہ پاک
قاہر ہے از راہ استعلا اور غلبہ کے یا در حالیکہ عالی مرتبہ ہے اپنے بندون سے اوپر یعنی بندون پر عجز و بے اختیاری مقصود ہے اور
اللہ تعالیٰ کے زیر حکم سب مسخر ہین کسی کو اسکے حکم تقدیر سے جو غالب ہو سرتابی کی مجال نہین ہو۔ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً۔ اور ارسال
فرماتا ہو تم پر حفظہ ف۔ یعنی وہ ملائکہ جو تمھارے اعمال کو محفوظ رکھتے ہین اور بعض نے کہا کہ قولہ وہو القاہر الخ یعنی بندون کے امور مین وہی
متصرف ہو کوئی اور نہین جس طرح چاہتا ہے مارنے جلانے ثواب دینے وعذاب کرنے وغیرہ کا تصرف کرتا ہے اور بھیجتا ہے تم پر حفظہ
پس علیکم متعلق یرسل ہو باین طور کہ اس ارسال مین استعلا کے معنی ہین یعنی بھیجنا بطور غلبہ ہو اور بعض نے کہا کہ فوق عبادہ مین فوقیت
لائق جلال الٰہی بدون کیفیت بیان کرنے کے مراد ہے اور علیکم متعلق حفظہ ہو اور تقدیم اس اظہار کیلئے کہ ارسال حفظہ کی خبر مقصود نہین
بلکہ تم پر انکا ارسال بیان کرنا مقصود ہے تاکہ ہوشیار رہو لیکن پوشیدہ نہین کہ فوقیت کے معنی استعلا کی بنظر لغت وفصاحت کلام
کی بہت مناسب ہین پس خواہ مخواہ اسکو متشابہ مین داخل کرنا بے وجہ ہو۔ پھر سدی رح نے کہا کہ حفظہ سے معقبات اللیل والنہار مراد ہین
یعنی جو حدیث مین آیا کہ صبح کو ستر ہزار فرشتے اُترتے اور نماز عصر کے بعد جاتے ہین اُسی وقت اور ستر ہزار اُترتے اور نماز فجر کے
بعد جاتے ہین اور ہر وقت نئے اُترتے ہین جو کبھی نہین آئے تھے اور حدیث مین زیادہ مضمون بھی آیا ہے اور جمہور اہل تفسیر نے حفظہ سے
حافظہ اعمال فرشتے بیان کئے۔ کما فی قولہ وان علیکم لحافظین۔ اور ارسال سے ایک وقت خاص پر بھیجنا مراد ہے پھر وہ تا دم مرگ حافظ رہتے
ہین اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہو کہ تیسرے طبقہ زمین سے نیچے اور چوتھے طبقہ کے اوپر کچھ جن ہین کہ اگر وہ تم پر ظاہر ہون تو
ان کے ہوتے ہوئے تم کوئی نور نہ دیکھو زمین کے کونون مین سے ہر کونہ پر اللہ تعالیٰ کی مہرون مین سے ایک مہر ہو اور ہر مہر کے ساتھ ایک
فرشتہ ہو اور اللہ تعالیٰ ہر روز اپنے یہان سے ایک فرشتہ اسکے پاس بھیجتا ہے کہ جو تیرے پاس ہو اسکو محفوظ رکھ۔ رواہ ابن ابی حاتم کما فہم

من تفسیر الحافظ رح وقال فی قولہ حفظۃ۔ اسے ملائکہ جو بدن انسان کے حافظ رہتے ہین کقولہ تعالیٰ لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ
اور ملائکہ حفظہ وہ فرشتے تھے جو اعمال انسان کو حفظ و شمار رکھتے ہین اور اللہ تعالیٰ خود خوب جانتا ہے کہ کس بندے نے کب اور کس وقت
کیا عمل کیا ہو۔ اور یہان حافظ بدن انسان کے معنی زیادہ مناسب ہین لقولہ تعالیٰ حَتّٰیٓ اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا
یہان تک کہ جب تم مین سے کسی آدمی کی موت آئی تو اُس کو ہمارے رسول وفات دیتے ہین ف۔ رسل جمع رسول سے مراد بعض نے کہا کہ
فقط ملک الموت یعنی عزرائیل علیہ السلام ہو جو شرف ظاہر کرنے کو بلفظ جمع مذکور ہوا۔ اور مفسر رح نے موافق ابن کثیر رح کے کہا کہ وہ ملائکہ
مراد ہین جو جاندار کو وفات دینے اور روح قبض کرنے پر موکل ہین۔ قال ابن کثیر رح حضرت ابن عباس رض وغیرہ سے مروی ہوا کہ ملک الموت
کے مددگار بہت سے ملائکہ ہین جو بدن سے روح نکالتے ہین۔ پھر جب حلقوم پر پہونچی تو ملک الموت اسکو قبض کر لیتا ہے اور اس قول کے شاہد
احادیث ہین جو قولہ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیۃ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہونگی اور جو لوگ ملحد و زندیق فقط
وہم کے بندے اور عقل سے خارج ہین اُن کو یہ وہم ہوتا ہے کہ لاکھون آدمی مرتے ہین تو ملک الموت کہان کہان پہونچتے ہین یہ نہین
جانتے کہ یہ مسافت و دوری تو جسم والی چیز کے حق مین ہوتی ہے اور قوت روحانی کو کون قیاس کر سکتا ہے یہان تو متعلق مادی جسم
کی قوتین عجائب ہین حتی کہ آنکھ کی بینائی مثلاً یا خیال و وہم خود دیکھو کہ پلک مارتے کہان سے کہان پہونچتا ہے اور عقل نے جو بات ضبط
کر لی اُسکے یہ معنی نہین کہ ہاتھون سے پکڑے پس ٹھیک طور پر بات سمجھنی چاہیے۔ واللہ الموفق بالجملہ فرشتے اسی وقت روح قبض کرتے ہین
جب ذی روح کی موت کا وقت ہو۔ وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ۔ اور جو ان کو حکم دیا گیا اسمین کوتاہی نہین کرتے ہین ف۔ اور بعض نے کہا کہ
حفظ حیات مین کمی نہین کرتے مثلاً قبل از وقت نہین مارتے ہین اور بعض نے کہا کہ حفظ اعمال مین تجاوز نہین کرتے مثلاً کسی کی نیکی
ضائع یا بدی زائد کرین اور یہ یفرطون بقراۃ تخفیف سے مناسب ہو اور اول اولی ہو اور ابن کثیر رح نے کہا کہ روح متوفی کی حفاظت
مین کوتاہی نہین کرتے بلکہ حفاظت سے جہان مشیت الٰہی عز و جل ہو وہین پہونچاتے ہین چنانچہ نیک ہو تو علیین مین اور اگر بدکار رہے
تو سجین مین پہونچاتے ہین سعید بن یسار رض سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میت کی موت کے وقت ملائکہ آتے ہین اگر وہ نیکوکار
آدمی ہوا تو اس سے کہتے ہین کہ اے نفس مطمئنہ جو پاک جسم مین تھی اب باہر آ جا اور نکل آ تیری تعریف ہو رہی ہے اور روح و ریحان سے
اور پروردگار غیر غضبان سے خوشی و بشارت لے پس برابر اس روح سے یہی کہا جاتا ہے یہان تک کہ وہ نکل آتی ہو پھر اسکو آسمان پر
چڑھا لیجاتے ہین پھر دروازہ کھلواتے ہین پوچھا جاتا ہے کہ کون ہے پس کہا جاتا ہے کہ یہ فلان شخص ہے تو کھولا اور کہا جاتا ہے کہ مرحبا
کیا پاکیزہ روح جسم پاک مین تھی تو اندر چلی آ کہ تعریف کی گئی ہے اور تجھے روح (بالفتح راحت) و ریحان کی اور تیرے پروردگار کی جو تجھ پر غضب مین نہین
ہے بشارت ہو اور برابر اسے یہی کہا جاتا ہے یہانتک کہ ساتوین آسمان تک پہونچتی ہے اور اگر میت کوئی آدمی بدکار ہوا تو فرشتہ
اس سے کہتے ہین کہ نکل اے نفس خبیث جو جسم خبیث مین تھی نکل در حالیکہ تجھ پر مذمت ہو رہی ہے اور لے یہ بشارت سن کہ تجھکو حمیم و غساق
ہے اور اس قسم سے دوچند ہو اور برابر اس سے یہی کہا جاتا ہے یہانتک کہ نکالی جاتی ہے پھر اُسکو آسمان تک پہونچاتے ہین اور دروازہ
کھلواتے ہین تو پوچھا جاتا ہے کہ کون ہے کہا جاتا ہے کہ یہ فلان شخص ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ اس نفس خبیث کو کچھ مرحبا نہین
جو خبیث جسم مین تھی تو لوٹ یہان سے در حالیکہ تو مذمت کی گئی ہے پس آسمان سے پھیری جاتی ہے۔ پھر وہ قبر مین داخل کیا جاتا ہو تو اول
کو بمانند کلام اول کے بشارت دیجاتی ہے اور دوم کو یعنی دوم عتاب کے مذمت کیجاتی ہے رواہ احمد۔ اور صحیحین کی احادیث مین روح خبیث

کی بدبو اور ملائکہ کے گروہ کا اسکی بو سے ایذا پانا اور لعنت کرنا اور آسمان تک پہونچکر سجین مین پھینکا جانا اور عذاب قبر نہایت ہولناک مفصل مروی ہوا ہے نعوذ باللہ من ذلک اللھم اعوذ بک من ان اکون من الذین یذمون ویخبثون واسألک باللہ الذی لا الٰہ ہو الحی القیوم ان تغفرلی خطیئتی کلہا وتوفنی مسلما والحقنی بالصالحین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وعلی جمیع عباد اللہ الصالحین آمین - ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ - بعض نے کہا کہ ثم ردوا یعنی پھر واپس ہوجاتے ہین ملائکہ اور بعض نے کہا کہ مرنیوالے لائے جاتے ہین یا تو بعد موت کے روح آسمان کی طرف چڑھائی جاتی ہے جیسا کہ بیان ہوا اور یا مراد آنکہ روز قیامت مین ہوگا جو یقینی ہے لہٰذا بلفظ ماضی بیان فرمایا اور یہی مفسر نے لیا یعنی پھر لوٹائے جاوینگے سب مخلوق اپنے مالک کی طرف جو حق یعنی حقیقی عادل ہے پس وہ اُن ہر ایک کو اسکا بدلا دیگا - اَلَا لَهُ الْحُكْمُ آگاہ ہو کہ اُسی کا ہے حکم یعنی مخلوق مین قضا رانا فذ اسی کی ہے - وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ - اور وہ سریع الحساب ہے کہ دنیا کے دن کے آدھے کے برابر مقدار مین حساب فرماویگا - کیونکہ ایک حدیث مین یہ ثابت ہوا اور بعض نے کہا ہے کہ پچاس ہزار برس کا دن قیامت کا ہونا اور پانچ سو برس تک انتظار وغیرہ کی احادیث مین حساب کا بیان نہین ہے پس اصل حساب جو علم الٰہی محیط مین موجود ہے بہت جلد ہو جائیگا - اور ایسی ہی جن احادیث مین کافرون پر حجت قائم ہونے کیلئے طول مدت مروی ہے وہ اصل حساب مین نہین ہے - فافہم واللہ اعلم بالصواب ف - فی العرائس - قولہ تعالیٰ ہو الذی یتوفاکم باللیل - رات مین وفات دنیا اس مقام کیواسطے کہ ان کی روحین فضائے ملکوت مین پرواز کرین اور انوار جبروت مین سیر کرین تاکہ اُنکا شوق اپنے اصلی وطن کے جانب بڑھجاوے اور دن مین اپنے جوارح واجسام سے اعمال خیر کے بدلے جو مقام راحت وآرام پاوینگے اُس کو پہچان لین اور مار ڈالنے اور جلانے مین قدرت الٰہی عزوجل کو اپنے اوپر بیتی ہوئی اور آنکھون دیکھی ہوئی معلوم کرین تاکہ اُن پر یہ وقت آجائے کہ حادث مخلوقات سے منقطع ہوکر مشاہدۂ الٰہی کیطرف منقطع ہوجاوین اور اسی مضمون کیطرف تتمہ آیت یعنی قولہ ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمّی الآیۃ - سے اشارہ ہے - ثم ردوا الی اللہ مولاہم الحق - اور تعالیٰ کے شرف دینے وکرامت فرمانے مین سے یہ بات بھی ہے کہ بندہ کو قید خانہ دنیا واسکے بلاؤن مین نہ چھوڑا اور ملائکہ حفاظ اعمال کے ہاتھ مین عمل کی حفاظت اپنے بندۂ مومن پر عزت ہے تاکہ کوئی غیر اسپر مطلع نہ ہو اور آیت مین گنہگارون کے حق مین اُمید ہے اور یہ بندون پر تلطف سے ظاہر ہوا کیونکہ مولاہم الحق فرمایا اور اگر فقط ردوا الی اللہ ہوتا تو عظمت قہر کبریائی مین نیست ہوجاتے لیکن لطف سے بندون کا مولا ہونا فرمایا - پہلے ردوا الی اللہ سے مقام ہیبت مین لاکر قولہ مولاہم الحق - سے مقام قرب منزلت کی طرف نکال لیا - بعض نے کہا کہ قرآن پاک مین یہ آیت کریمہ سب سے زیادہ اُمید کی آیت ہے کیونکہ بندہ وغلام کے واسطے اس سے زیادہ کوئی اُمید نہین کہ اس کے جزا وسزا کا مدار اسکے مولیٰ کی طرف ہوجاوے -

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا
تو کہہ کون تمکو بچالاتا ہے جنگل کے اندھیرون سے اور دریا کے جس کو پکارتے ہو گڑگڑاتے اور چھپکے اگر ہم کو بچالیوے

مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ
اس بلا سے تو البتہ ہم احسان مانین تو کہہ اللہ تم کو بچاتا ہے اُن سے اور ہر

كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ
گھبراہٹ سے پھر تم شریک ٹھہراتے ہو تو کہہ اُسی کو قدرت ہے کہ بھیجے تم پر

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ
عذاب اوپر سے یا تمھارے پاؤن کے نیچے سے یا ٹھہرادے تمکو کئی فرقے کرکر اور چکھادے ایک کو
بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝ وَكَذَّبَ
لڑائی ایک کی دیکھ کس پھیرسے ہم کہتے ہین باتین شاید وہ سمجھین اور اس کو جھوٹ بتایا
بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝
تیری قوم نے اور یہ تحقیق ہے تو کہہ مین نہین تم پر داروغہ ہر خبر کا ایک وقت ٹھہرا ہے اور آگے جان لوگے

قُلْ یا محمد لاہل مکہ۔ کہدے اے محمد مکہ والون سے مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تم کو خشکی وتری کی تاریکیون سے کون بچاتا ہے یعنی تمھارے سفرون مین خشکی وتری کے ہول سے کون بچاتا ہے۔ سراج مین کہا کہ ظلمت کا لفظ شدت سختی کے واسطے استعارہ ہے کیونکہ دونون مین یہ مشارکت ہے کہ جب ہول وخوف شدید طاری ہوتا ہے تو آنکھون سے نہین سوجھتا ہے پس یوم شدید کو عرب لوگ یوم مظلم بولتے ہین جیسے اسکے خلاف کو یوم مکوکب کہتے ہین اور بعض نے کہا کہ استعارہ پر محمول کرنے سے حقیقت پر محمول کرنا اولی ہے اور ظلمات البر وہ کہ رات کی تاریکی اور ابر کی تاریکی وغیرہ جمع ہوجاوے جس سے سفر مین خوف سخت پیدا ہوتا ہے کیونکہ راہ صواب ملتی نہین اور ظلمات البحر رات کی تاریکی وابر کی تاریکی اور ہولناک موجین وتند مخالف ہوائین وغیرہ جن سے خوف شدید ہوتا ہے اور پوشیدہ نہین کہ ہولناک موجین وتند ہوائین حقیقی معنی ظلمت کے نہین ہین اور اظہر یہ کہ خشکی وتری کے اندر ظلمات وہ اسباب ہولناک ہین جنسے خوف شدید پیدا ہوجاوے اور معنی یہ کہ خشکی یا تری مین اسباب ہولناک حادث ہونے کی حالت مین کون تم کو نجات دیتا ہے جبکہ تمھاری یہ حالت ہوتی ہے کہ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا علانیہ وَّخُفْيَةً سرا۔ دعائین مانگتے ہو اس سے تضرع سے یعنی علانیہ اور خفیہ یعنی پوشیدہ اور کہتے ہو کہ۔ لَئِنْ اَنْجٰىنَا واللہ اگر تو نے ہم کو نجات دی اور ایک قراءۃ مین لئن انجانا ہے اگر اللہ تعالی نے ہم کو نجات دی مِنْ هٰذِهٖ الظلمات الشدائد ان تاریکیون یعنی ان سختیون سے۔ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ۔ تو ضرور ہم ایمان لانے والون مین سے ہوجاوینگے۔ ثابت ہوا کہ ان شدائد کے وقت کوئی بت وغیرہ کام نہین آتا جن سے شریک لاتے ہو پھر کوئی ان مین سے معبود نہین ہے قُلْ۔ اُن سے کہدے کہ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا۔ اللہ تعالی تم کو ان ظلمات سے نجات دیتا ہے اکثرون کی قراءت ینجیکم از انجا ہے اور قرّاء کوفہ وہشام کی قراءۃ ینجیہ سے بتشدید ہے۔ وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ۔ اور ان ظلمات کے سوائے ہر غم سے بھی نجات دیتا ہے۔ کوئی بت وغیرہ ایسا کرنے والا نہین ہے۔ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ۔ پھر اسکے بعد جب مطمئن ہوجاتے ہو تو اللہ تعالی سے شرک کرنے لگتے ہو پس اس حالت مین شرک کس حماقت پر ہے۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓي اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ۔ تو کہدے اے محمد صلعم ان مشرکون بدعہدی کرنے والون سے کہ وہ تعالی قادر ہے اس بات پر کہ بھیجے تم پر عذاب کو تمھارے فوق سے۔ یعنی سرون کی بلندی بالا کی جانب سے مثلاً عذاب کے پتھر برساوے یا آواز سخت ایسی سناوے کہ دل وجگر پھٹ جاوین یا ہوا وغیرہ بھیجے جیسے عذاب کہ عاد وثمود وقوم لوط وغیرہ پر آئے تھے۔ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ یا پیرون کے تحت سے مانند آنکہ خسف کرڈے یا غرق کرڈے قال مجاہد وسعید بن جبیر وابو مالک والسدی وابن زید وغیرہ واحد فی قولہ عذابا من فوقکم یعنی پتھر برساوے۔ او من تحت ارجلکم یعنی زمین مین دھنسادے اور یہی شیخ ابن جریر نے اختیار کیا اور یہی شیخ سیوطی رح نے لیا ہے اور ابن عباس وغیرہ سے روایت ہے کہ من فوقکم یعنی تم مین سے اونچون

اور وہ گمراہ حاکم و سردار ہین او من تحت ارجلکم یعنی نیچون سے اور وہ غلام و رذیل ہین۔ اور ارجح قول مجاہد رح ہے و دیگر معانی اسکے اقسام
دلالت سے شامل و داخل ہین واللہ اعلم۔ اَوْ یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا۔ او یخلطکم فرقا مختلفۃ الاہواء۔ یا خلط کردے تم کو فرقہاے مختلفۃ
الاہواء۔ یعنی آپس مین تم کو ایسے مختلف فرقہ کردے کہ ہر ایک کی خواہش نفسانی مختلف ہوجاوے پس آپس مین مخالف ہوکر
ایک دوسرے کے دشمن ہو جاؤ اور یہ تفسیر ابن عباس و مجاہد و دیگر علما سے مروی ہوئی اور حدیثین جو متعدد طرق سے آنحضرت
صلعم سے مروی ہوئی یون موجود ہے کہ یہ اُمت تہتر فرقون پر مختلف ہوجائیگی جسمین سے سب دوزخ مین جاوینگے سواے
ایک فرقہ کے۔ کذا فی تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ اور دوسرے مقام پر شیخ ابن کثیر رح نے لکھا ہے کہ ہمنے اس حدیث کے طرق
و اسانید کو جمع کیا ہے۔ الحاصل اللہ تعالیٰ قادر قاہر ہے تم خوف کرو کہ تمھارے اوپر سے عذاب اُتارے یا پیرون کے نیچے سے یا تم کو
مختلف نفسانی خواہشون مین باہم مختلط و متخالف کردے۔ وَیُذِیْقَ بَعْضَکُمْ بَأْسَ بَعْضٍ۔ یا تم مین سے بعض کو بعض پر مسلط کرکے
کہ عذاب و تکلیف دہی و قتل سے مضرت پہونچاوین۔ کذا قال ابن عباس و غیر واحد۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ مین علوم و معرفت ہین
اور راسخین فی العلم اُن کو خوب جانتے ہین۔ پھر یہ تہدید تو ظاہر مشرکین کو ہے اور اہل اسلام جب دین قویم و سنت مستقیم سے فسق و
فجور کی طرف مائل ہون تو وہ بھی اسکے اشارہ مین شامل ہین اسیواسطے حسن بصری رحمہ اللہ سے قولہ قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم
عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم مین روایت ہے کہ حسن رح نے کہا کہ یہ مشرکون کیواسطے ہے۔ مترجم کہتا ہے احادیث صحیحہ سے ثابت
ہوا کہ اس امت مین سے بھی کچھ لوگ خارج ہوکر مشرکون سے مل جاوینگے اور مجاہد رح نے فرمایا یہ اُمت محمد صلعم کے واسطے ہے ان
دونون اثر کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور یہ دونون قول متعارض نہین بلکہ صحیح ہین پھر ابن کثیر رح نے ذکر فرمایا کہ بخاری رح نے
اس آیت کی تفسیر مین روایت کی کہ جابر بن عبد اللہ رض نے کہا کہ جب یہ آیت اُتری۔ قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم
رسول اللہ صلعم نے کہا کہ اعوذ بوجہک یعنی اے میرے پروردگار مین تیری وجہ پاک سے پناہ مانگتا ہون۔ او من تحت ارجلکم
کہا کہ اعوذ بوجہک یعنی اس عذاب سے بھی پناہ مانگی۔ او یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم باس بعض۔ کہا کہ یہ نرم و آسان ہے۔ وقد
رواہ النسائی و الحمیدی و ابن حبان و ابن مردویہ و سعید بن منصور۔ اور بعض روایت مین ہے کہ جابر رض نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے
نرم و آسان فرمایا اور اگر اس سے بھی پناہ مانگتے ہو تو اللہ تعالیٰ پناہ دیتا۔ مترجم کہتا ہے کہ اشارہ ہے کہ یہ امر مقدر ہے ضرور واقع ہوگا
اسواسطے یہان پناہ نہ مانگی کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے واقع ہوتا ہے چنانچہ اُمت اسلامیہ مین یہ سب اُمور یکے بعد دیگرے
واقع ہوئے اول تو باہم قتال ہوا اگرچہ دین مین سب حق پر تھے پھر مختلف الاہواء فرقے پیدا ہوئے مانند خوارج و روافض و معتزلہ
وجہمیہ وغیرہ۔ پھر عذاب کا مرتبہ ہے سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ قولہ تعالیٰ قل ہو القادر علی ان الآیۃ کو آنحضرت صلعم سے
پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ ہونے والا ہے اور اسکی تاویل ابھی نہین آئی ہے۔ رواہ احمد و الترمذی۔ وقال حدیث غریب سعد بن ابی وقاص رض
سے روایت ہے کہ پھر مسجد مین داخل ہو کر آنحضرت صلعم نے دو رکعت نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر دیر تک
حضرت صلعم پروردگار عز و جل سے مناجات کی پھر فرمایا کہ مین نے او تعالیٰ سے تین باتین مانگین ایک یہ کہ طوفان غرق سے میری
اُمت کو ہلاک نہ کرے اسکو او تعالیٰ نے منظور فرمایا اور دوم یہ کہ قحط سے میری اُمت کو ہلاک نہ کرے یہ بھی عطا فرمائی۔ اور سوم یہ کہ
آپس مین قتل و تعذیب نہ کرین تو اس کو منع فرمایا۔ رواہ احمد و مسلم۔ مترجم کہتا ہے کہ مسجد بنی معاویہ مین یہ نماز پڑھی تھی اور یہ سوال

کئی بار واقع ہوا اور بعض دفعہ چار باتین مانگنا مذکور ہے اور طوفان غرق سے یہ مراد کہ مانند طوفان نوح کے عموم غرق سے پناہ ہو اور
قحط سے ہلاک نہ ہونے سے یہ مراد کہ عموماً قحط کا عذاب مانند طوفان کے ایسا نہ ہو کہ سب قحط سے ہلاک ہوجاوین اور امت سے مراد
ایمان و اسلام والے ہین اور مسجد بنی معاویہ ایک مسجد قریب حرہ کے عوالی مدینہ منورہ مین ہے اور اس مسجد مین اس دعا کی خصوصیت
شاید ظہور آثار قضا و قدر تھا کہ بعد زمانہ آنحضرت صلعم و خلفاء راشدین کے یزید پلید کے لشکر سے اسی مقام پر اکابر مدینہ و
صلحاء امت کیساتھ بے ادبیان و خونریزیان واقع ہوئین جو کتب سیر مین مذکور ہین بلکہ صحاح احادیث مین وارد ہے کہ آنحضرت
صلعم لوگون کو آلام مدینہ سے بلاء و فتنہ کی خبر دیتے تھے۔ قال الامام احمد قرأۃ علی عبد الرحمن بن مہدی عن مالک عن عبد اللہ بن عبد اللہ
بن جابر بن عتیک۔ کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حرۃ بنی معاویہ مین جو انصار کے محلات مین سے ہے ہمارے پاس آئے اور مجھ سے
فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ تمھارے اس مسجد مین رسول اللہ صلعم نے کس مقام پر نماز پڑھی تھی مین نے کہا کہ ہان اور مین نے ایک جانب کو اشارہ
کر کے بتلایا پھر پوچھا کہ تجھے معلوم ہے کہ اسمین جن تین باتون کی دعا فرمائی تھی وہ کیا ہین تو مین نے کہا کہ ہان۔ فرمایا کہ مجھے خبر دیدے
تو مین نے کہا کہ یہ دعا فرمائی کہ امتیون پر ان لوگون کے سوائے دوسری قوم سے کوئی غالب نہ فرمایا جاوے اور قحط سے وہ ہلاک
نہ کیے جاوین اور یہ دونون باتین منظور ہوئین اور یہ دعا کی کہ آپس مین ایک دوسرے سے ان کو ضرر قتل و تعذیب ہو تو اس
دعا سے منع کیے گئے۔ عبد اللہ بن عمر رض نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا اور فرمایا کہ قیامت تک برابر آپس مین خونریزی و تعذیب جاری
رہیگی۔ قال الحافظ ابن کثیر اسنادہ جید قوی ولیس فی شئی من الکتب الستۃ اور مترجم کہتا ہے اور غیر قوم سے کوئی دشمن اُن پر
غالب ہو اس سے یہ مراد کہ اس طرح غالب ہو کہ اُن کو نیست کر دے جیسا کہ دوسری روایات مین مصرح ہے۔ اور ابن مردویہ
کی روایت بطریق محمد بن اسحاق مین آٹھ رکعات پڑھنا مذکور ہے اور امام احمد کی روایت معاذ بن جبل مین اس نماز کو نماز رغبت و
رہبت فرمایا وقد رواہ ابن ماجہ و ابن مردویہ اور امام احمد کی روایت انس رض مین ایک سفر مین آٹھ رکعت نماز چاشت مذکور ہے
اور اسکو نماز رغبت و رہبت فرمایا اور تیسری دعا باین الفاظ ہے کہ مین نے اللہ تعالی سے دعا کی کہ لا یلبسہم شیعا۔ یعنی فرقہائے
مختلف الاہواء مخلوط نہ فرماوے تو یہ قبول نہ ہوئی۔ وقد رواہ النسائی۔ مترجم کہتا ہے یہ سفر مین نماز چاشت مین واقع ہوا اور
ظاہر اسمین تیسری دعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ آپس مین لڑین نہین بلکہ یہ مقصود تھا کہ دین مین ان کے قلوب مختلف و متفرق ہو کر
خواہش نفسانی و رائے کے پابند نہ ہون واللہ اعلم۔ اور امام احمد نے خباب بن الارت رض سے نماز شب کے قصہ مین ہے کہ مین نے عرض
کیا کہ یارسول اللہ آپنے اس رات ایسی نماز پڑھی کہ مین نے آپ کو ایسی نماز پڑھتے نہین دیکھا تھا فرمایا کہ ہان یہ نماز رغبت و رہبت
تھی مین نے اسمین اپنے پروردگار سے تین باتین مانگین تو دو مجھے عطا فرمائین اور ایک سے منع فرمایا مین نے پروردگار عزوجل سے
مانگا کہ ہم کو ایسی چیزون سے ہلاک نہ فرماوے جن سے اگلی امتین ہلاک ہوئین تو مجھے عطا فرمایا۔ الحدیث نحو ما سبق عن انس رض وقد
رواہ النسائی و ابن حبان والترمذی وقال حسن صحیح۔ ابن جریر نے خالد الخزاعی رض سے روایت کی کہ نبی صلعم نے نماز خفیف یعنی کم قرأۃ
پڑھی جس کے رکوع و سجود پورے تھے۔ الحدیث اسمین ہے کہ اور مین نے دعا کی کہ تم پر ایسا دشمن غالب کرے جو تمھاری جڑ اُکھاڑ ڈالے
یہ قبول ہوئی۔ قال الامام احمد حدثنا عبد الرزاق قال ثنا معمر اخبرنی ایوب عن ابی قلابۃ عن الاشعث الصنعانی عن ابی اسماء الرحبی عن
شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے میرے لئے زمین لپیٹ دی مین نے اُس کے مشارق و

ومغارب کو دیکھا اور میری اُمت کا ملک عنقریب وہانتک پہونچے گا جسقدر میرے واسطے لپیٹی گئی اور مجھے سپید و سرخ (چاندی ۱۲ سونا ۱۲) دو خزانہ عطا ہوئے اور
مین نے دعا مانگی کہ ہلاک نہ فرماوے میری اُمت کو قحط سے عموماً یعنی عذاب قحط ایسا نازل نہ ہو کہ سب کے سب عموماً ہلاک ہو جاوین اور یہ
دعا مانگی کہ اُن پر ایسا دشمن مسلط نہ فرماوے کہ اُن کو عموماً ہلاک کرے اور یہ دعا مانگی کہ ان لایلبسہم شیعا و ان لا یذیق بعضہم باس بعض یعنی نہ مخلوط
فرماوے فرقہائے مختلف الاہواء اور نہ چکھاوے بعض کو بعض سے مضرت قتل و تعذیب کو تو اللہ عز و جل نے فرمایا کہ اے محمد جب مین نے
کوئی حکم مقدر کیا تو وہ رد نہین ہو سکتا پس مین نے تیری اُمت کو پناہ دی کہ اُن کو قحط سے عموماً ہلاک نہ کرونگا اور نہ اُن پر ایسے دشمن کو
اُن کے غیر مین سے مسلط کرونگا کہ ان کو عموماً ہلاک کر دے یہانتک کہ یہ ہوگا کہ بعض ان مین سے بعض کو ہلاک کرے اور بعض ان مین سے
بعض کو قید کرے۔ شداد رض نے کہا کہ پھر حضرت صلعم نے فرمایا کہ مین اپنی اُمت پر خوف نہین کرتا مگر ایسے سردارون سے جو گمراہ کرنے والے
ہون پھر جب میری اُمت مین تلوار رکھی جائے گی تو قیامت تک پھر اُن پر سے نہین اُٹھائی جائے گی۔ قال الحافظ رح اسنادہ جید قوی و لیس
فی شئی من الکتب الستۃ۔ و مترجم کہتا ہے کہ آیہ مین قولہ اور نہ اُن پر ایسے دشمن کو ان کے غیر مین سے مسلط کرونگا جو کہ اُن کو عموماً ہلاک کر دے
یہانتک کہ الی آخرہ۔ اس سے دو احتمال ہین ایک یہ کہ اُمت اسلام پر غیر مین سے کسی قوم کا مسلط نہ ہونا اُسوقت تک ہے کہ آپس مین بعضے
بعض دیگر کو ہلاک کرین اور جب ایسا کرینگے تو غیر مین سے مسلط ہو سکتے ہین اور صحیح ہوا کہ مسلمانون مین جبتک آپس مین خونریزی نہین ہوئی تب تک
کوئی غیر قوم اُن پر مسلط نہین ہوئی اور دوسرا احتمال یہ کہ غیر قوم ان پر اس طرح مسلط نہ ہو کہ نیست کر دے اور یہ عموماً وعدہ ہے جب تک کہ وہ اسلام
و توحید پر ہین اور قولہ یہانتک کہ یہ ہوگا الخ۔ اسکے معنی یہ کہ غیر مسلط نہ ہوگا ہان یہ ہوگا کہ آپس مین ہلاک کرنے والے ہون گے اور مترجم کہتا ہے
کہ ظاہر لفظ اس روایت سے احتمال اول اقرب ہے اور دیگر روایات سے احتمال دوم اقرب ہے اور بہ تقدیر احتمال دوم کے دو باتین محفوظ ہین
یعنی غیر قوم اس اُمت اسلام پر مسلط نہ ہوگی بشرطیکہ یہ دین توحید اسلام پر ثابت ہون اور ایسی حالت مین یون مسلط نہ ہوگی کہ عموماً اُن کو ہلاک کر سکے
بخلاف ان لوگون کے جو حضرت عیسی علیہ السلام کی اُمت سے موحد رہے تھے یعنی ایمان توحید پر ثابت رہے تھے کیونکہ ان کو مشرک ہو جانے
والون نے بالکل قتل کر ڈالا انتہی۔ امام احمد نے ابو البصرہ غفاری رض سے مرفوعاً روایت کی جسمین تین اُمور مذکورہ کے ساتھ چوتھا امر یہ بھی مذکور ہے
کہ مین نے دعا کی کہ میری اُمت کسی گمراہی پر اتفاق نہ کرے یعنی اجماع نہ کرے تو اللہ تعالی نے یہ دعا قبول فرمائی اور اس حدیث مین
مذکور ہے کہ ان لوگون کی جماعت مقتدی تھی اور آپ نے التحیات کے جلسہ مین یہ دعا مانگی تھی۔ قال ابن کثیر رح صحاح ستہ مین سے کسی کتاب
مین یہ روایت نہین ہے پس اسکو یاد رکھنا چاہیئے۔ طبرانی رح نے حضرت علی رض سے تین اُمور مذکورہ کی دعا مرفوعاً روایت کی اسمین ہے
قلت یارب لاتسلط علیہم عدوا من غیرہم یعنی اہل الشرک فیجتاحہم قال ذلک لک یعنی دوسری دعا یون مذکور ہے کہ مین نے عرض کیا کہ
اے میرے پروردگار نہ مسلط فرمائیو ان لوگون پر یعنی میری اُمت والون پر کوئی دشمن ایسا جو اُن کے غیر مین سے ہو یعنی مشرکون مین
سے ہو کہ وہ ان سب کو جڑ سے نیست کر دے تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ تیرے واسطے ہے یعنی یہ تیری دعا قبول ہے۔ اور معنی حدیث کو
ابن مردویہ فی ابن عباس رض سے بھی روایت کیا ہے اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ سے چار باتون کی دعا روایت کی اور چوتھی بات یہ ہے کہ
میری اُمت سب کی سب کافر نہ ہو جائے۔ تو اسکو قبول فرمایا۔ پھر حافظ ابن کثیر رح نے آثار نقل کیے چنانچہ حضرت ابی بن کعب رض نے قولہ
قل ہو القادر علی الآیۃ۔ مین عذاب من الفوق کی تفسیر پتھر برسائے جانا اور من تحت الارجل کی تفسیر خسف ہونا بیان کرکے کہا کہ اسمین
چار باتین ہین جنمین سے دو ہو گئین اور دو باقی ہین۔ کذا ذکرہ من طریق سفیان الثوری رح اور ابو جعفر رازی کے طریق سے ابی بن کعب رض کی

روایت میں ہے کہ یہ چار باتیں ہیں جنمیں سے دو باتیں تو آنحضرت صلعم کی وفات سے پچیس برس پر گذریں کہ مختلف الاہوا ہوکر مخلوط ہوئے اور
بعض کو بعضوں سے قتل وغیرہ کی اذیت پہونچی اور دو باقی رہیں یعنی آسمان سے پتھر برسنا اور زمین میں دھنس جانا اور یہ بھی ضرور واقع ہونگی
رواہ احمد وابن ابی حاتم۔ مترجم کہتا ہے کہ خلفائے عباسیہ میں سے بعض کے وقت میں متعدد طور پر خسف واقع ہونا تاریخ کی کتابوں میں مذکور
ہے واللہ اعلم ولیکن علماء نے کہا کہ یہ آخر زمانہ میں واقع ہوگا اور حدیث صحیح میں ہے کہ ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کریگا اور وہ بیداء کے مقام پر
پہونچکر سب زمین میں دھنس جاوینگے۔ پھر ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن جریر وابن ابی حاتم کی روایت سے ابن عباسؓ سے قولہ عذابا من
فوقکم کی تفسیر گمراہ اور گمراہ کنندہ سرداروں کے ساتھ اور قولہ من تحت ارجلکم کی تفسیر بدکار خادموں کے ساتھ ذکر کی پھر کہا کہ اس قول کی
اگرچہ توجیہ صحیح ہے لیکن قول اول یعنی جو ابی بن کعب و مجاہد وغیرہم سے پتھروں کی بارش و خسف کا مذکور ہوا وہ اقوی و اظہر ہے اور ابن جریر
نے کہا کہ اس کی صحت پر شاہد ہے قولہ تعالی اامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ہی تمور ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا
فستعلمون کیف نذیر۔ اور حدیث میں ہے کہ ضرور اس امت میں قذف و خسف و مسخ واقع ہوگا اور یہ سب علامات قیامت میں مفصل مذکور ہیں اور
انشاء اللہ تعالی اپنے مقام پر آوینگے۔ فانظر۔ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ۔ اے انظر متعجبا کیف نبین لہم الدلالات علی قدرتنا یعنی
تعجب سے دیکھ کہ کیسے ہم ان لوگوں کے واسطے اپنی ہر طرح اور ہر بات پر قدرت والا ہونے کی دلالت کثیرہ بیان کرتے ہیں۔ لَعَلَّهُمْ
يَفْقَهُوْنَ۔ یعلمون ان ما ہم علیہ باطل۔ تاکہ جان جاویں یہ بات کہ جس پر وہ اڑے ہیں وہ سب غلط و باطل ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اوپر معلوم
ہوچکا کہ اولاً و بالذات تو یہ کافروں و مشرکوں کو فہمائش و تہدید ہے اور حاصل آنکہ جو بندہ اللہ تعالی کے آیات و دلائل پاکیزہ میں نور ایمان سے
یا ادنی تامل سے سمجھ رکھتا اور علم حاصل کرتا ہے وہ ان صریح آیات سے ضرور امید کریگا کہ جن کی فہمایش کے لئے ایسے ایسے پاکیزہ دلائل بیان
ہوئے وہ سمجھ جاوینگے اور اسکو بہت تعجب ہوگا کہ یہ بیوقوف مشرک کیونکر نہیں سمجھتے ہیں مگر آنکہ وہ یقین کے ساتھ یہی کہیگا کہ پاک ہے تو
اے پروردگار ہدایت تیرے ہی قبضہ قدرت میں ہے تو ہمارے دلوں کو بعد ہدایت کے اپنے فضل و کمال کے صدقے میں کج نہ فرمانا
اور ایمان پر سلامتی و عافیت سے مغفرت فرماکر خاتمہ بخیر کرنا جیسے مترجم اپنے پروردگار ارحم الراحمین کی درگاہ میں یہی دعا کرتا ہے آمین
پھر اسمیں اہل اسلام کو بھی بطریق اشارت و دلالت کی فہمائش ہے کہ راہ توحید پر مستقیم رہیں۔ قال الحافظ۔ اور ابن ابی حاتم و ابن جریر نے روا
کیا کہ زید بن اسلمؒ نے کہا کہ جب نازل ہوا قولہ قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم الآیۃ۔ (یعنی مشرکوں کے شرک و کفر و فسق و فجور پر تہدید ہوئی
ان امور سے اور اہل توحید و اسلام کے کان کھول دیئے کہ تم ہرگز ایسے افعال مت اختیار کرنا کہ اس تہدید کے مصداق ہوجاؤ) تو رسول اللہ صلعم
نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد تم لوگ مت لوٹیو الٹے پاؤں کافر ہوکر کہ بعضے تمھارے تلوار سے بعضوں کی گردنیں ماریں تو لوگوں نے کہا کہ
ہم تو گواہی دیتے ہیں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ تعالی کے اور آپ رسول اللہ ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے پس
بعض نے کہا کہ ایسا تو کبھی نہ ہوگا کہ بعض ہم میں سے بعض کو قتل کریں حالانکہ ہم مسلمان ہیں تب نازل ہوا انظر کیف نصرف الآیات لعلہم یفقہون
وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ۔ مفسر نے کہا کہ بہ سے بالقرآن یعنی قرآن کو تیری قوم نے جھٹلایا اور بعض نے اس وعید مذکورہ کی طرف ضمیر راجع
کی اور مترجم لکھتا ہے کہ عموماً قرآن کی طرف راجع ہونے میں یہ بھی آگیا کیونکہ یہ وعید بھی منجملہ قرآن ہے پس حاصل یہ ہوا کہ جھٹلایا قرآن کو
اور منجملہ وعید مذکورہ بالا کو بھی تیری قوم نے یعنی قریش کے مشرکوں نے اور جھٹلانے کے یہ معنی کہ اسکو سچ نہیں جانا۔ اور زید بن اسلم
کی روایت میں جو مذکور ہوا کہ بعض لوگوں نے آپس کی قتل و خونریزی کو کہا کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا تو قرآن یا وعید مذکور کی کچھ بھی تکذیب

نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ اس بات کو قطعاً سچ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے جو چاہے کرے بلکہ اُن کے کلام کے یہی معنی ہیں کہ
آپ نے جو ہم کو آپس کی خونریزی سے منع فرمایا تو ہم ایمان لائے اور ہم کبھی آپس میں خونریزی نہیں کرینگے پس یہ تو عین تصدیق ہے اور
مشرکین بکہ البتہ جھٹلاتے اور سچ نہیں مانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کو تیری قوم قریش نے جو مشرک ہیں جھٹلایا - وَهُوَ
الْحَقُّ حالانکہ یہ قرآن حق یعنی سچ ہے حاصل آنکہ قرآن میں جو اخبار ہیں اور جس طرح وعدہ و وعید و دلائل قدرت و توحید مذکور ہیں سب
سچ ہیں - قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ - تو ان مشرک کافروں سے کہدے کہ میں تم پر وکیل نہیں ہوں تا کہ تمہارے اعمال کی جزا و سزا
دیدوں میں تو فقط ڈر سنانے والا ہوں مشرکوں کافروں کو اور باقی رہا تمہارے اعمال کا بدلا وغیرہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت و
اختیار میں ہے اور یہ بمانند قولہ قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر - پھر واضح ہو کہ مفسر رح نے کہا کہ جہاد کا حکم ہونے سے پہلے
یہ حکم ہوا تھا - فعلی ہذا منسوخ ہوگا اور معنی یہ کہ تم نے یہ فعل کیا کہ قرآن کی تکذیب کی تو میں اس امر کا وکیل نہیں ہوں کہ تم کو اس فعل پر
سزا دوں پھر جب جہاد کا حکم ہوا تو اُن سے قتال کرنے لگے اور صحیح یہ کہ منسوخ نہیں ہے اور معنی یہ کہ تم نے کفر کیا اور میں وکیل نہیں ہوں
کہ تمہارے اعمال کی حفاظت میرے اوپر واجب ہو حتیٰ کہ تم کفر کرو تو مجھ پر الزام آوے پس تم جیسا کروگے ویسا پاؤگے چنانچہ آخر دنیا میں بھی
ان پر جہاد کرنے کا حکم ہوگیا اور مترجم کے نزدیک یہی اولیٰ ہے کیونکہ منسوخ کہنا بضرورت ہے اور یہاں کوئی ضرورت نہیں ہے اور کلام مفسر رحمہ اللہ
بھی اسی طرف راجع ہو سکتا ہے کیونکہ نسخ کو مفسر رح نے نہیں کہا بلکہ صرف یہ کہا کہ حکم قتال سے پہلے یہ حکم ہوا تھا پھر قتال کا حکم اسکے بعد ہوا ہے
اور جہاد کا حکم ہونے کے وقت بھی یہ صادق ہے کہ لست علیکم بوکیل - کیونکہ جو کوئی جیسا کرے ویسا پاوے رسول علیہ السلام کو وحی الٰہی
پہونچانا اور اسکی پابندی کرنا فرض ہے اور موجودہ تفاسیر میں کسی مفسر نے اسکے نسخ کو نہیں لکھا - اور مترجم نے جو کہا اسی کی صحت پر دلالت
کرتا ہے جو فرمایا - لِكُلِّ نَبَإٍ خبر مُّسْتَقَرٌّ وقت یقع فیہ ویستقر ومنہ عذابکم - نبأ بمعنی خبر ہے اور مستقر صیغہ ظرف زمان ہے یعنی اور ہر چیز
کے واسطے ایک وقت ایسا مقرر ہے جسمیں اسکا وقوع و استقرار ہوتا ہے خواہ گذشتہ امر کی خبر ہو یا آئندہ ہونے والی چیز کی خبر ہو پس حکم
دیا کہ کافروں مشرکوں سے یہ سمجھاوے اور حاصل آنکہ اے منکرو تمہارے عذاب پانے کی خبر کا بھی یہی حال ہے تم مت انکار کرو بلکہ
وقت مقدر پر عذاب پاؤگے بلکہ فرمایا - وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ - اور عنقریب جان جاؤگے اور یہ ان کافروں کو تہدید ہے
ف - فی العرائس قولہ قل اللہ ینجیکم منہا ومن کل کرب الآیۃ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں جملہ ہم و غم سے نجات دینے والا
ہوں جس نے ہم و غم میں میرا قصد کیا اس کا ہم و غم با ایمان دور ہوا اور جس نے کسی اور کا قصد کیا اسکی وجاہت میں ساقط کر دیتا ہوں
پھر جب بیان فرما دیا کہ ہر غم و محنت کا حل ہونا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے ولیکن بے عقل لوگ شرک کرتے اور غیر کی طرف
سکون کرتے ہیں تو ان کو اپنی قدرت ازلی سے تہدید فرمائی کہ دوبارہ ان کو عذاب کرب میں مبتلا کر دے بقولہ قل ہو القادر علی
ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم یعنی تمہارے دلوں سے تجلی ملکوتی و مشاہدہ غیب کو منقطع فرما دے - قولہ او من تحت ارجلکم - یعنی عبادت
و نماز وغیرہ سے تمہارے قدم پھسلا دے کہ ربوبیت کی درگاہ میں خصوصیت کیساتھ قیام نہ کر سکو - اور قولہ او یلبسکم شیعا - یعنی تمہارے درمیان
جو الفت رکھی ہے وہ دور کر دے - اور قولہ ویذیق بعضکم بأس بعض - یعنی ہوا و ہوس والے ایک دوسرے کی تکفیر کریں -

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ
اور جب تو دیکھے وہ لوگ کہ بکتے ہیں ہماری آیتوں میں تو اُن سے کنارہ کر جبتک کہ بکنے لگیں اور کسی بات میں

عَنْ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور کبھی بھلادے تجکو شیطان تو مت بیٹھ بعد نصیحت کے بے انصاف قوم کے ساتھ

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

اور پرہیزگاروں پر نہین کچھ اُن کا حساب لیکن نصیحت کرنی ہے شاید وہ ڈرین

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۔ اور جب تو دیکھے ایسے لوگون کو جو خوض کرتے ہین ہماری آیات مین یعنی قرآن مین جھٹلانے اور مسخرہ پن کے طور پر خوض کرتے ہین۔ خوض دراصل پانی مین گھسنا اور عبور کرنا اور یہان مضمون مین خوض کرنا عقلی چیز کیلئے محسوس سے استعارہ ہے یا خوض بمعنی خلط ہے کما یقال۔ خاض الماء بالعسل یعنی شہد مین پانی ملادیا پس مراد آنکہ جب تو ایسے لوگون کو دیکھے جو ہماری آیات مین خلط کرتے اور معنی مین تاویل بیجا کرتے اور بے پڑھون پر شبہہ ڈالتے ہین تاکہ کلام الٰہی کی تحریف وتکذیب کرین۔ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ تو ایسے مفسد لوگون سے اعراض کر اور ان کے ساتھ مت بیٹھ تاکہ انکے مکروفریب کا ضرر تجکو نہ پہونچے اور یہ گناہ عظیم تو کانون سے نہ سُنے پھر اس اعراض کی حد فرمائی بقولہ۔ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۔ یعنی اسوقت تک اعراض کر کہ وہ اور کسی بات مین غوض کرین سوائے آیات آلٰہی کے اندر جھٹلانے یا فریب ہی کیواسطے خوض کرنے کے۔ غیرہ کی ضمیر مذکر بمعنی آنکہ فی حدیثٍ غیر ہذا الحدیث۔ اور ضمیر مذکور کو آیات کی طرف سمجھنا وہم ہے کیونکہ مراد خوض در آیات کی باتین ہین اور لفظ صفت حدیث ہے۔ پھر خطاب یا تو ہر شخص لائق خطاب کو ہے یا آنحضرت صلعم کو لفظاً خطاب ہے اور مراد ہر فرد آپکی اُمت کا ہے حتی کہ اہل اسلام کو روا نہین کہ اپنے لڑکون کو ایسی صحبت مین بیٹھنے کی اجازت دین جنہین ایسے مفسدہ کی باتین ہون اور جائز نہین کہ جاہل یا عامی آدمی یہود و نصاری وغیرہ کے وعظ مین سننے کو شریک ہو جبکہ وہ ان کے دہوکا دینے والی باتین جن سے قرآن وحدیث کی تکذیب ہوتی ہے رد نہ کرسکتا ہو۔ اسی طرح رافضی وخارجی ودیگر بدعتی وگمراہ فرقہ مثل نیچر وغیرہ کی باتین سننے کا بھی یہی حکم ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالی نے مومنون کو اتفاق رکھنے کا حکم دیا اور اختلاف وپھوٹ سے منع کیا اور آگاہ فرمایا کہ اگلے لوگ اسی سے ہلاک ہوئے کہ اللہ تعالی کے دین مین جھگڑے اور بحثین ڈالین مترجم کہتا ہے کہ وہابی وبدعتی اور مقلد اور غیر مقلد کا جھگڑا بھی اسی قسم کا ہے اور خود حنفی مذہب وشافعی مذہب والے بھی اسی جھگڑے مین مُبتلا ہین اگرچہ حقیقت مین یہ لازم تھا کہ کتاب وسنت کو بدون جھگڑے وتعصب کے ان مجتہدون سے لیتے اور باہم اختلاف نہ رکھتے۔ محمد بن علی سے روایت ہے کہ اصحاب الاہواء انھین لوگون مین سے ہین جو آیات آلٰہی مین خوض کرتے ہین۔ مقاتل رح نے کہا کہ مشرکین مکہ مین جب قرآن سنتے تو اسمین خوض کرتے بدین غرض کہ فریب سے جھٹلاوین اور شک ڈالین تو اصحاب رسول اللہ صلعم نے کہا کہ ہم کو ان کی باتین سننے اور ساتھ بیٹھنے مین نقصان ہوگا پس اللہ تعالی نے یہ آیت اُتاری۔ مترجم کہتا ہے کہ مقاتل کی روایت اہل تفسیر کے نزدیک قوی نہین اگرچہ اس روایت کے معنی ٹھیک ہون۔ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ اصل مین ان ما تھا ادغام کردیا اور ان شرطیہ اور ما زائدہ ہے اور ینسینک مین دو قراۃ ہین ایک قراۃ بسکون نون بدون تشدید کے یہی قرار معروفین مین سے اکثر کی قرأت ہے اور دوم بفتح وتشدید نون اور یہ ابن عامر کی قراۃ ہے اور نسی وانسی کے ایک ہی معنی ہین یعنی دونون متعدی آتے ہین معنی آنکہ اور اگر شیطان بھول مین ڈالدے تجکو یعنی اگر بھولے سے بیٹھ گیا۔ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۔ تو مت بیٹھ بعد یاد آجانے کے قوم ظالم کے ساتھ۔

قولہ بعد الذکری۔ بعد تذکرہ۔ اس کے یاد آجانے کے بعد پس ذکری مصدر ہے اور الف لام عوض مضاف الیہ ہے اے بعد ذکراہ۔ اگر کہا جاوے خوض کرنے والوں کے ساتھ بھول کر بیٹھا تھا اور یاد آجانے کے بعد ظالمین کے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا تو جواب یہ کہ معنی یہ ہیں کہ فلا تقعد بعد الذکری معہم۔ لیکن بجائے ضمیر کے جس کا مرجع خائضین ہے ایک اسم ظاہر یعنی قوم ظالمین لاکر اشارہ کر دیا کہ یہ خائضین قوم ظالم ہیں اور ظلم ہر ایسی چیز کو کہتے ہیں جو بے محل رکھی گئی پس جن خائضین کا حال مذکور ہوا وہ بھی چونکہ آیات الٰہی کے نصائح و وعظ و پند و معانی حق و دلالت توحید کو بے محل رکھتے اور بجائے تاویل واقعی کے بیجا و فریب آمیز تاویلیں کرتے اسلئے ظالم فرمایا پھر ظالم لفظ عام ہے کافر و فاسق وغیرہ پر صادق ہے پس اگر ایسا بیجا خوض کیا کہ کفر تک پہونچا جیسے مشرکین جھٹلاتے اور فریب دیتے تو یہ ظالمین یعنی کافرین ہوں گے ورنہ فاسقین ہوں گے اور جو لوگ ایمان و یقین کیساتھ آیات الٰہی میں علوم اخلاق و حکمت لینے کو خوض کرتے ہیں ان کے ساتھ بیٹھنا منع نہیں بلکہ مستحب ہے لہذا مفسر رح نے یخوضون بالاستہزاء کی قید لگا دی پھر سہو سے بیٹھنا عفو ہے اور حدیث میں آیا کہ میری اُمت سے خطا و نسیان و جس پر وہ زبردستی سے استکراہ کئے گئے ہوں دور کیا گیا ہے اور قولہ اما ینسینک۔ یعنی اگر بھول کر بیٹھ جاوے پھر یاد آجاوے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھے۔ کذا قال السدی عن ابی مالک و سعید بن جبیر و کذا قال مقاتل بن حیان اور واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بہا و یستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم الآیۃ۔ اسمیں قد نزل سے اشارہ یہاں کی آیت کی طرف ہے پھر مفسر سیوطی رح نے لکھا کہ جب یہ حکم اُترا تو مسلمانوں نے کہا کہ اگر یہی ہو کہ ہر بار جب کافروں نے خوض کرنا شروع کیا اور ہم وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے تو ہم مسجد میں بیٹھ نہیں سکتے اور طواف نہیں کر سکتے تب نازل ہوا۔ وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ اللّٰهَ مِنْ حِسَابِهِمُ الخائضین مِّنْ زائدۃ شَيْءٍ اذا جالسوہم وَلَٰكِنْ علیہم ذِكْرَىٰ تذکرۃ لہم و موعظۃ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ الخوض یعنی اور نہیں ہے اُن لوگوں پر جنھوں نے تقویٰ کیا اللہ تعالیٰ سے خوض کرنے والوں کے حساب میں سے کچھ بھی و لیکن متقیوں پر واجب ہے کہ خوض کرنیوالوں کو یاد دہانی اور نصیحت کریں شاید وہ خوض سے پرہیز کریں۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل معنی یہ کہ جو لوگ خوض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھیں تو خوض کرنیوالوں کے حساب یعنی مواخذہ و عذاب میں سے ان کے نامۂ اعمال میں کچھ بھی نہ ہوگا جبکہ خود متقی رہیں و لیکن متقیوں پر ان کو وعظ و نصیحت کرنا واجب ہے پس ذکری مرفوع مبتدا المحذوف الخبر ہے اور سبیل الرفع ہو الوجوب یعنی واجب علیہم ذکری۔ اسی واسطے مفسر رح نے علیہم خبر کی طرف مقدر کیا۔ پھر واضح ہو کہ بنا بر اس تفسیر کے حکم سابق اعراض و تجنب کا اس سے منسوخ ہوگا کیونکہ پہلی آیت سے اعراض اور اُن کے ساتھ نہ بیٹھنا واجب تھا اور اس سے بیٹھنے کی اجازت نکلتی ہے و لیکن یہ شرط کہ اُن کو خوض مذکور سے وعظ و نصیحت کریں اور شیخ ابن کثیر رح نے بروایت ابن ابی حاتم من طریق السدی عن ابی مالک عن سعید بن جبیر رح ذکر کیا کہ قولہ وما علی الذین یتقون من حسابہم من شیء۔ کہا کہ یہ معنی کہ جب تو نے ان سے اعراض و پرہیز و کنارہ کر لیا تو تجھ پر خوض کرنے والوں کے عذاب سے کچھ حساب نہیں ہے وہ خوض کیا کریں۔ قال الحافظ اور مجاہد و ابن جریج و سدی وغیرہم نے کہا کہ یہ معنی نہیں بلکہ معنی آنکہ اگر متقی ان خوض کرنیوالوں کے ساتھ بیٹھیں تو متقیوں پر ان کے حساب سے کچھ لازم نہیں قال الحافظ اور ان علماء نے زعم کیا کہ یہ حکم سورۂ نساء مدنیہ سے منسوخ ہے اور وہ قولہ تعالیٰ انکم اذا مثلہم الآیۃ ہے اور ان علماء کے قول پر قولہ ولکن ذکری لعلہم یتقون کے یہ معنی کہ و لیکن ہم نے تم کو ان سے اعراض کا حکم اسواسطے دیا کہ جس حال خراب میں وہ پڑے ہیں اس سے ہوشیار ہو کر تقویٰ اختیار کریں اور پھر ایسا نہ کریں و بعض نے لکھا کہ یہ رخصت ابتدائے اسلام میں تھی کہ جب مسلمانوں پر تقیہ اور اپنے بچانے کی ضرورت طاری تھی پھر سورۂ نساء کی آیت مدنیہ یعنی قولہ وقد نزل علیکم فی الکتب ان اذا سمعتم الآیۃ سے خوض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت

منسوخ ہوئی۔ قال المترجم یہ عجب ہے اسواسطے کہ سورۂ نساء مدنیہ کی آیت مصدرہ مین خوض کرنے والون کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت یاد
دلائی جاتی ہے کہ پہلے تم پر نازل ہو چکا کہ خائضین کیساتھ مت بیٹھو اگر بیٹھوگے تو تم بھی انھین کے مثل ہو۔ پس آیت سابقہ مکیہ یعنی جو
یہان اعراض واجب ہونے کے واسطے بیان ہوئی ہے اگر منسوخ ہوتی یا رخصت کے معنی مین ہوتی تو اس کے حوالہ پر زجر وملامت کے
معنی نہین ہو سکتے پس حق یہ ہے کہ آیت کے معنی وہی ہین جو سعید بن جبیر رح سے مروی ہوئے ہین اور سراج مین کہا کہ جمہور کے نزدیک محکم
ہے کیونکہ خبر پر نسخ نہین داخل ہوتا اور نیز ساتھ بیٹھنے کی اباحت بشرط وعظ ونصیحت ہے۔ پھر غیر منسوخ ہونے کی تفسیر پر قولہ ولکن ذکری کے
یہ معنی ہون گے کہ محض ان خوض کرنے والون کے جلسہ سے اعراض کرنے سے امر بالمعروف ساقط نہین بلکہ اعراض کرو اور کافرون و
خوض کرنے والون کو نصیحت کرو۔ قال المترجم اسمین خلجان یہ ہے کہ مکہ مین قبل ہجرت کے مسلمانون کا یہ حال تھا کہ اپنے کو چھپائے اور
بچائے رکھتے تھے پس امر معروف ونہی از منکر اسوقت علانیہ ان پر واجب ہونا بعید اور خلاف تصریح ہے اور ظاہر معنی قولہ وما علی الذین الآیۃ
کے یہ ہین کہ جن ایمان والون نے خوض استہزاء وتکذیب کرنے والون کی مجلس سے اعراض وتجنب کیا ان پر ان مسخرون کے عذاب سے
کچھ بھی نہ ہوگا ولیکن ان پر خود اپنے نفس کیواسطے وعظ وتذکیر واجب ہے یا یہ اعراض ان کو نصیحت کے طور پر ہے جس سے ان کو خود تقوی کا
مرتبہ کمال کو پہونچے۔ قال المترجم پس لعلہم کی ضمیر بجانب الذین یتقون یعنی موصول کی طرف راجع ہے اور پہلا تقوی از مجالس خائضین ہے
اور بعض نے جو کہا کہ متقین کی طرف لعلہم کی ضمیر راجع کرنا بعید ہے تو یہ وہم وغفلت ہے فافہم واللہ اعلم۔ وَذَرِ الَّذِيْنَ ترک کر دے ایسے
لوگون کو جنھون نے اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمُ الذی کلفوا بہ۔ بنا لیا اپنے اس دین کو جس سے مکلف کئے گئے تھے یعنی قرآن حدیث
رسول کے طریقہ کو لَعِبًا وَّلَهْوًا باستہزائہم بہ۔ لعب لہو یعنی لہو ولعب بنا لیا کیونکہ اس سے ٹھٹھول کرتے اور جھٹلاتے اور ظلم وبے انصافی
کے ساتھ اسمین خوض کرتے ہین وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا۔ اور مغرور کیا اور فریب مین ڈالا ہے ان کو دنیا کی زندگانی نے یعنی اپنی
پیدائش اسی زندگانی دنیاوی مین مقصود سمجھتے ہین اور بعث وحشر کے اور جزا وقیامت کے قائل نہین ہین حاصل آنکہ ایسے لوگون سے
کچھ تعرض مت کر اور یہ حکم پہلے تھا پھر جہاد کا حکم ہوا۔ کذا قال المفسر رح اور ظاہرا مفسر رح کی یہ مراد ہے کہ یہ آیت پیچھے کو منسوخ ہو گئی ہے
کیونکہ بنا بر تفسیر مذکور کے اس وقت مین مارنے پیٹنے وغیرہ کے ساتھ تعرض کرنے سے ممانعت تھی پھر جہاد کا حکم آیا ولیکن صیغۂ امر
جو یہان مذکور ہے یعنی تعرض مت کر یہ بعد حکم جہاد آنے کے معلوم ہو گیا کہ ایک مدت خاص تک کے واسطے تھا۔ بعض نے کہا کہ
دینہم سے مراد وہ دین ہے جو مشرکون نے خود نکالا تھا کہ بتون کے واسطے بحیرہ وسائبہ وغیرہ بناتے اور بعضے جانور مردہ ہی کھاتے
اور بعضے فقط عورتین اور بعض مین دونون شریک ہوتے اور مانند اسکے دیگر امور جو ایک کھیل وتماشا ہین۔ اور قتادہ نے لہو ولعب
کی تفسیر کھانے پینے سے بیان کی یعنی انھون نے اپنا دین بھی کھانا پینا وناچ تماشا وغیرہ بنا لیا اور زندگانی دنیاوی نے ان کو اپنا
فریفتہ کر لیا اور بیضاوی رح نے لکھا کہ مراد آنکہ انھون نے اپنے دین کو خواہش نفسانی پر مبنی کیا اور ایسے امور سے تدین رکھا جنکا
کچھ نفع بھی ان کی طرف فی الحال یا انجام کار مین عائد نہین جیسے بتون کی پرستش اور بحیرہ وسائبہ کو اپنے اوپر حرام کر لینا وغیرہ
اور حاصل آنکہ ان کے اقوال وافعال کی کچھ پروا نہ کر اور ان سے اعراض کر مترجم کہتا ہے کہ اعراض سے یہان یہ مراد نہین ہو سکتی کہ ان
کو فہمایش مت کر کیونکہ تبلیغ رسالت آپ پر واجب تھا بلکہ اعراض یعنی بے پروائی ان کے ناکارہ افعال سے ہے قال ابن کثیر رح
یعنی انکو چھوڑ اور ان سے اعراض کر تھوڑی مدت کیونکہ وہ لوگ عذاب عظیم کی طرف جانیوالے ہین اسی واسطے فرمایا۔ وَذَكِّرْ بِهٖ اے وعظ الناس

بالقرآن۔ اوران لوگون اور دوسرون کو نصیحت کر قرآن کے ساتھ اور ان کو قیامت کے عذاب الیم سے تحذیر دلا۔ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ اے لان لا تسلم الی الہلاک بما عملت تاکہ سپرد نہ ہو جاوے کوئی نفس طرف ہلاکت کے بسبب اپنے اعمال کے۔ اور بعض نے مفعول لہ قرار دیا اے کراہتہ ان تبسل یعنی بوجہ مکروہ ہونے اس بات کے کہ کوئی نفس اپنی جہالت کے اعمال سے ہلاکت کے سپرد ہو جاوے بسل لغت مین بمعنی حرام وممنوع ہے۔ بولتے ہین کہ ہذا البسل علیک۔ یہ تجھپر حرام وممنوع ہے۔ باسل مرد شجاع کہ اسکی برابری نہ ہو سکے اور اسد باسل کیونکہ شیر محفوظ وممنوع از دیگر جانور ہے یا شکار اسکے پنجے سے چھٹنا ممنوع ہے اور الیسال یہ کہ آدمی اپنے آپ کو ہلاکت مین سونپ دے یقال البسلت ولدی یعنی خون کے عوض مین نے اسکو رہن کر دیا کیونکہ انجام کار ہلاک ہوگا پس تبسل بمعنی تسلم الی الہلاک ہے یعنی کوئی جان اپنے آپ خود اپنے کو ہلاکت وعذاب الٰہی کے سپرد کرے کذا فسرہ ابن عباس ومجاہد وعکرمۃ والحسن والسدی۔ قال الوالبی عن ابن عباس اسے فضیحت ہو۔ قال قتادہ۔ یعنی محبوس ومرہون ہو۔ وقال ابن زید یعنی ماخوذ ہو۔ قال الحافظ ان سب عبارات کے معنی قریب ہی قریب ہین اور یہ بمانند قولہ تعالیٰ کل نفس بما کسبت رہینۃ الا اصحاب الیمین الآیۃ۔ حاصل آنکہ مشرکون کے افعال ناکارہ کی پرواہ مت کر اور ان کو بھی دوسرون کے ساتھ قرآن سے نصیحت کر کیونکہ مکروہ ہے یہ بات کہ جہالت مین کوئی نفس اپنے اعمال بد کے سبب سے اپنے آپ کو ہلاکت کے سپرد کرے۔ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ۔ درحالیکہ اس نفس کے واسطے اللہ تعالیٰ کے غیر سے یعنی تمام عالم مین سے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے ہے کوئی اسکا مددگار وسفارشی ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ عذاب کرنا چاہے تو وہ اس نفس کی مدد کرے یا عذاب نہ ہونے دے۔ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا۔ اے وان تفد کل فداء لا یوخذ منہا ما تفتدی بہ۔ اور اگر وہ نفس پورا فدیہ دے تو اس نفس سے نہ لیا جاوے یعنی اگر فدیہ دلوے بھی تو نہ چھوٹے۔ پس ضمیر لا یوخذ کی ما تفتدی بہ کی طرف راجع ہے یعنی نہ لیا جاوے اس سے وہ جو کچھ فدیہ مین دیوے۔ عدل بمعنی برابری وفدیہ کیونکہ فدیہ بھی جان کے برابر مال دینے کو کہتے ہین پس عدل بمعنی العدل بہ ہے۔ اُولٰٓئِكَ یعنی یہی جنھون نے دین کو لہو ولعب بنایا الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا۔ یہی ہین وہ لوگ کہ ہلاکت کے سپرد کیے گئے ہین بسبب اپنے کمائے ہوئے کامون کے۔ پھر دوسرا جملہ جملہ مستانفہ بیان حال ان بدکارون کا یہ ہے۔ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ان کے واسطے پینے کی چیز ہے نہایت درجہ گرم پانی سے۔ حدیث مین اور دوسری آیات مین ہے کہ اس سے آنتین کٹ گرینگی۔ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ۔ ما مصدریہ ہے اے بسبب کفرہم اور عذاب مولم ہے بسبب ان کے کفر کرنے کے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ خالق عزوجل کو اپنا پروردگار جاننا اور اسکو وحدہ لاشریک لہ پہچاننا مخلوق پر فرض عین ہے اور نہ پہچاننا بڑی خطا ہے پھر او تعالیٰ جل جلالہ نے کتاب ورسول کو بھیجا تو بڑا احسان جان کر فوراً مان لینا اور پہچان لینا چاہیے تھا نہ پہچاننا خطائے سخت عظیم ہے پھر نہ ماننا کفر پھر معجزے دکھلا دیے پھر نہ ماننا سخت کفر پھر اسپر خالق پاک کا شریک بنانا کفر پر کفر اور نہایت ہی بدتر جو قیاس مین نہ آوے پھر رسول وکتاب الٰہی سے ٹھٹھول کرنا نہین معلوم کس درجہ بدتر ہوا پھر رسول کو ایذا دینا اب کہان اسکی انتہا ہے۔ لیکن کافر لوگ وملحد وزندیق جب عذاب سنتے ہین تو کہتے ہین کہ کسی گناہ پر اتنا عذاب خلاف عدل وقیاس ہے حالانکہ اپنی خطا وگناہ کو مشرک کچھ نہ سمجھا اور اس نے عذاب الٰہی بھی ایسا ہی سمجھ لیا جیسے بندے اپنے پائے ہوئے بوتے پر کسی دوسرے کو دے سکتے ہین اگر غور کرتا تو یہ بھی اسنے شان باری تعالیٰ مین اسکی عظمت وشان کبریائی مین سخت بے ادبی کی پس وہ کفر وشرک سے سخت ڈرے اور عذاب آلٰہی سے پناہ مانگے اور اسکے حکم کو مانے

ورنہ چند روز بعد مریگا اور خواہ مخواہ عذاب میں مبتلا ہوگا ۔ ؎ اے بندہ چو بندگی نہ کردی ؛ از بندگیست کہ کار دارد ؛ چون او تو دگر خداوند داری ادبہ ز تو صد ہزار دارد ؛ ف ۔ فی العرائس ۔ قولہ وما علی الذین یتقون من حسابہم من شیٔ ۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ اولیا و مومنین سے یہی عہد کر لیا کہ بندون کو نصیحت و وعظ کریں جیسے انبیا علیہم السلام پر تبلیغ واجب ہے پس اولیا بھی نصیحت و وعظ کریں اور اگر ایسا نہ کرینگے تو قصور کرنے والے ہون گے قولہ وذر الذین اتخذوا دینہم الآیۃ یعنی بیہودون کو چھوڑ دے جو جہان کے حظوظ میں مشغول ہو گئے ہیں تاکہ اہل صدق کے مجالس میں مزاحمت نہ کریں کیونکہ وہ ہمارے خطاب کے فہم سے اپنی شہوات کے مشغولی کی وجہ سے محجوب ہیں ۔ حسین رح نے کہا کہ جو شخص ہماری مخلوق میں مشغول ہو کر ہم سے محجوب ہوا اور اپنی حیات دنیاوی سے مانوس اور اسپر مغرور ہوا اور در حقیقت یہ موت ہے اور زندگی وہی جو حق تعالیٰ حی القیوم سے زندہ ہو تو ایسے بیہودہ لوگون کو چھوڑ دے کہ وہ فہم و حقائق سے معزول و محروم ہیں ۔

توکہ کیا ہم پکاریں اللہ کے سوائے جو نہ بھلا کرے ہمارا نہ برا اور پھر جائیں الٹے پاؤں

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا

جب اللہ ہم کو راہ دے چکا جیسے ایک شخص کو بھلا دیا جنوں نے جنگل میں

بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ

بھٹکا اسکے رفیق پکارتے ہیں راہ کی طرف کہ آ ہمارے پاس توکہ اللہ نے راہ بتائی

حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ اِنَّ هُدَى

سو یہی راہ ہے اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ تابع رہیں جہان کے صاحب کے اور یہ کہ کھڑی رکھو نماز

اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

اور اس سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جسکے پاس اکٹھے ہو گے اور وہی ہے جس نے ٹھیک بنائے آسمان

وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اور زمین اور جس دن کہے گا ہو تو ہو جاوے گا اسکی بات سچ ہے اور اسی کی

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ

سلطنت ہے جس دن پھونکا جاوے صور چھپا اور کھلا جاننے والا اور وہی ہے تدبیر والا خبردار

الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ثلث

قال المترجم قال السدی رحمہ اللہ مشرکون نے مسلمانون سے کہا کہ تم ہمارے دین کی پیروی کرو اور دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دو پس اللہ عز و جل نے نازل فرمایا ۔ قُلْ اَنَدْعُوْا ۔ دعا بمعنی عبادت ۔ اے نعبد ۔ کہدے حالہ مومنین کی طرف سے کہ کیا ہم عبادت کریں ۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ غیر خدا سے مَا لَا يَنْفَعُنَا بعبادتہ ۔ وہ چیز جو ہم کو نہ نفع دیوے اپنی عبادت سے وَلَا يَضُرُّنَا ۔ اور نہ ہم کو ضرر دیوے اسکی عبادت چھوڑنے سے ف ۔ اور یہ چیز بت ہیں حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہے کہ نہ ہم کو اسکی عبادت سے نفع پہونچے اور نہ اسکی ترک عبادت سے ضرر پہونچے کیا ہم اسکو پکاریں و عبادت کریں ۔ وَنُرَدُّ عَلٰى

اَعْقَابِنَا - اور اپنے پچھلے پاؤن لوٹین یعنی مشرک ہوجاوین - بَعْدَ اِذْ هَدٰنَا اللّٰهُ بعد از انکہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت فرمائی ہو حاصل آنکہ ہم ایسا نہ کرینگے جس کی مثال یہ ہو - كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ اضلتہ - مانند ایسے شخص کے جس کو بھٹکا دیا - الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ شیطانون نے زمین مین یعنی سفر کے درمیان جنگل مین درحالیکہ وہ حَيْرَانَ ہو - یعنی متحیر ہے نہین جانتا کہ کدھر جاوے یہ لفظ استهوته کی ضمیر ہا سے حال واقع ہو یعنی کیا ہم ایسے ہوجاوین جیسے کسی کو سفر مین شیطانون نے آوارہ کردیا - اور حال یہ کہ لَهٗ اَصْحٰبٌ اسکے ساتھی لوگ ہین کہ يَّدْعُوْنَهٗ اِلَى الْهُدَى اسکو ہدایت کی طرف بلاتے ہین یعنی تاکہ اسکو سیدھی راہ پر کردین اور اُس سے کہتے ہین کہ ائْتِنَا ہمارے پاس آجا مگر وہ نہین مانتا بلکہ شیطانون کی راہ بھٹکائی ہوئی پر جاتا ہو پس ہلاک ہوجاتا ہے - واضح ہو کہ اندعوا مین استفہام انکاری ہے اور جملہ کالذی حال از ضمیر ندرد ہے اے نرد حال کوننا کالذی الخ - اور بعض نے کہا کہ استهوته - از ہوی بمعنی نزول از اعلیٰ باسفل ہو یعنی شریرجن اسکو اُٹھا لیگئے اور زمین پست مین ڈالدیا ولیکن قولہ لہ اصحاب الخ - اس معنی سے چندان مناسب نہین ہو - حاصل آنکہ مشرکون کو مومنون نے جواب دیا کہ ہم تمھارے بہکائے مین مشرک ہوکر ایسے شخص کے مانند نہ ہوجاوینگے جس کو شیطانون نے جنگل مین راہ بھٹکادی حالانکہ اسکے رفیق بلاتے رہے کہ ارے سیدھی راہ یہ ہو ادہر آ مگر نہ مانا اور اندھا بیوقوف بنکر شیطانون کی راہ جاکر ہلاک ہوگیا - قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس یہ ایک مثل ہو بتون و بت پرستون کی جو آدمی کو بت پوجنے کی راہ پر بلاتے ہین اور ان لوگون کی جو راہ حق عزوجل کی طرف بلاتے ہین مثال یہ ہو کہ ایک آدمی راہ مین حیران ہو اسکو آدمی کی صورت غول بیابانی نے جنگل مین پکارا کہ ارے ادہر راہ پر آ اور اسکے ساتھیون نے پکارا کہ ادہر راہ پر آ - پس اگر اول کی بات پر چلا تو مرا اور اگر دوسرے کی راہ پر چلا تو راہ پائی پس جس نے بتون کی عبادت کرنے کی راہ بتانے والے کا کہنا مانا وہ سمجھا کہ راہ پر ہون یہان تک کہ موت آئی اور ہلاکت و ندامت پیش آئی - قال ابن کثیر قولہ کالذی استهوته الشیاطین - یہ شیاطین غول بیابانی ہین کہ آدمی کو اسکے نام و اسکے باپ دادا کے نام سے پکارتے اور بے راہ لیجاتے ہین اور وہ راہ پر سمجھتا ہے حتی کہ انجام کار اسکو مقام ہلاکت مین ڈالدیتے یا پیاس سے مرجاتا ہے اور بسا اوقات خود کھا جاتے ہین قد رواہ ابن جریر عن ابن عباس رض وقولہ لہ اصحاب یدعونہ الی الہدی - وتقدیر کلام آنکہ اور وہ ان کو بلانے کو نہین سنتا اور ماننے سے انکار کرتا ہے آخر کو غول بیابانی کی راہ مین ہلاک ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ پھر کر راہ پر آجاتا لہذا فرمایا - قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى - ای الاسلام ہو الہدی وما عداہ ضلال - کہدے کہ اسلام ہی ہدایت ہو اور جو اس سے متجاوز ہے وہ گمراہی ہے - وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ اے امرنا بان نسلم - ہم حکم کئے گئے ہین کہ ہم سب اسلام لاوین و توحید و انقیاد کرین - لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کیلیے وَاَنْ اَقِيْمُوا عطف بر لنسلم بتاویل مذکور ہے اے وامرنا بان اقیموا الصَّلٰوةَ اور ہم کو حکم دیا گیا کہ نماز کو ٹھیک درست قائم رکھو وَاتَّقُوْهُ واتقوا اللہ تعالیٰ - اور تقوی رکھو اللہ تعالیٰ کا اسکے ساتھ مشرک ہونے سے اور وہی حکم دینے والا ہو خبردار رہو کہ سب اسی کا حکم ہے - وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ تجمعون یوم القیامۃ للحساب وہی ہو کہ جس کی طرف محشور ہوگے یعنی حساب کے لیے قیامت کے روز جمع کئے جاؤگے پس اسکی شان مین عصیان و بے ادبی کرنے سے خوف کرو کہ سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہو - وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ - اور اسی نے آسمانون و زمین کو پیدا کردیا درحالیکہ حق ہو یعنی انکی پیدائش بیہودہ و باطل نہین - وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ - اور بیان کردے نصیحت کے طور پر وہ دن کہ شئی کے واسطے فرماویگا

کہ ہو جا پس وہ چیز اسی طرح مشخص ہو جائیگی جیسے اسکی مراد ہو اور یہ قیامت کا دن مراد ہی کہ اس روز مخلوق مردہ آدمی وغیرہ سے کہے گا
کہ کھڑے ہو جاؤ پس سب اٹھ کھڑے ہون گے اور دو قول ہین ایک یہ کہ کن سے حقیقی یہی قول مراد ہے اور دوم آنکہ یہ
سمجھانے کے واسطے ہی ورنہ ازل مین پیدایش اشیاء سے پہلے کلام نفسی کے ساتھ مخلوق کیا پس یہ اسکے ارادہ وقدرت کی مثال
ہے کہ بدون دیر و درنگ کے وجود ہو جاتا ہے۔ قَوْلُهُ الْحَقُّ یعنی قول حق وصدق واقع لامحالہ۔ اسکا قول حق ہی خواہ مخواہ
واقع ہونیوالا ہی پس قیامت مین حشر و بعث ونشر ضرور ہے تم مت انکار کرو اور کیونکر اپنے مالک خالق ذو الجلال والاکرام کے حکم سے
انکار کرتے ہو جس نے تم کو پیدا کیا اور نعمتین دین ملک وسلطنت دی اور سب اسی کا ہی اور تم سب اسی کے زیر فرمان ہو ولیکن وہ حلم و
حکمت والا ہی اپنی قدرت مین مسخر کیا ہوا تم کو امتحان مین چھوڑ رکھا ہی کہ اپنی ملک و بادشاہت گمان کرتے ہو اور گمراہ ہو پھر یہ کینے
دن آخر نیست ونابود ہو گے اور یہ ظاہری پردہ بھی اٹھ جائے گا۔ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ اور اسی کا ملک و بادشاہت
آنکھوں سے نظر آویگی جس دن پھونکا جائیگا صور مین اور صور بمعنی قرن ہے جسکو سنکھ کہتے ہین اور مراد اس نفخہ سے تین نفخون مین سے
دوسرا نفخہ ہی اور اسرافیل یہ صور پھونکین گے پس اسدن ظاہر ہو گا لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ آج کس کا ملک و بادشاہت
ہے۔ اللہ تعالی ہی واحد القہار کا ہی اور کسی کا نظر بھی نہین آتا کیونکہ نظر تو امتحان کی جگہ یعنی دنیا مین خطا کرتی تھی آج کھلا معلوم
ہو گا کہ ملک ثابت ہی واسطے اللہ تعالی ہی کے۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ ایسا اللہ تعالی جو عالم ہے اس چیز کا جو نظرون
سے غائب ہی اور اس چیز کی حقیقت کا جو آنکھون مین مشاہدہ ہی۔ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ یعنی پیدا کرنے مین حکمت والا ہے اور ہر چیز
کے باطن سے بھی مانند اسکے ظاہر کے آگاہ ہی۔ کذا قال المفسر رحمہ اللہ۔ ابو داؤد و ترمذی ونسائی وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن ابی حبان
والحاکم وبیہقی و عبد بن حمید وابن المبارک کی حدیث عبد اللہ بن عمرو رض مین آنحضرت صلعم کے صور کے حال بیان کرتے مین ہی
کہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صور کیا چیز ہے فرمایا کہ قرن ہی جسمین نفخ کیا جائے گا۔ قال المترجم احادیث اس باب مین بہت ہین اور
اہل سنت نے اسپر اجماع کیا ہی کہ قیامت مین صور پھونکا جائے گا۔ طبرانی رح کی روایت حدیث صور مین ہی کہ پھر ابوہریرہ رض نے کہا کہ
یا رسول اللہ وہ کس کیفیت کا ہی فرمایا کہ قسم اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہی کہ اسمین کے ایک دورہ کی بڑائی اسقدر ہی
کہ آسمانون و زمین کی چوڑائی اسمین سما جاوے۔ اسمین اسرافیل یعنی جو اسپر منھ رکھے ہوئے منتظر حکم الٰہی ہین تین نفخہ پھونکین گے
پہلا نفخہ فزع ہی اور دوم نفخہ صعق ہی اور سوم نفخہ پروردگار کے حضور مین کھڑے ہونے کا ہے اللہ تعالی اسرافیل کو حکم فرماویگا کہ پھونک
پس وہ پھونکے گا اور یہ اول مرتبہ ہی پس آسمانون و زمین والے فزع مین ہو جاوینگے سوائے اس شخص کے جسکو اللہ تعالی چاہے اور حکم دیگا
پس اسرافیل برابر پھونکے جاویگا اور طول دیگا اور درمیان مین فتور نہین کریگا۔ دیہ مانند قول اللہ عز وجل وما ینظر ہولاء الا صیحة واحدة ما لها
فواق) پس اللہ تعالی پہاڑون کو چلاویگا اور وہ بادل کی رفتار چلین گے پس سراب ہو جاوینگے پھر زمین اپنے لوگون کو لیکر
ایک بڑی جنبش کریگی پس ایسی ہو جاویگی جیسے کوئی کشتی سمندر مین پھینکی گئی کہ اسکو ہر طرف سے سمندر کی تھپیڑین پہونچین کہ وہ ادھر
ادھر اپنی سواریون کے بوجھ سے اوندھی ہوئی جاتی ہے جیسے عرش سے لٹکی ہوئی قندیل کہ ہوا کے جھونکون سے گھومتی ہی۔ اور یہ
وہی ہے جسکی نسبت قرآن مین فرمایا۔ یوم ترجف الراجفة تتبعها الرادفة قلوب یومئذ واجفة الآیات۔ پس لوگ اپنی پیٹھ کے بل جھکینگے
اور مراضع کو ذھول ہو جائیگا یعنی دودھ پلانے والی عورت پلانا بھول جائے گی یاد دودھ پینے والا بچہ بھول جائیگا والاول اولے۔

اور بیٹ فے البیان پیٹ ڈال جائین گی اور لڑکے بوڑھے ہوجاوینگے اور فزع سے شیاطین بھاگ کر اقطار مین پہونچین گے پس ملائکہ آکر
ان کے منہ پر مار کر پھر لوٹا مین گے اور لوگ بنی آدم کے اُلٹے بھاگین گے لیکن حکم آلہی سے ان کو محفوظ رکھنے والا کوئی نہین اور آپس
مین لوگ ایک دوسرے کو پکارینگے اسی سے اللہ تعالی نے اس روز کو یوم التناد فرمایا پھر اسی حال مین ہونگے کہ ناگہان زمین
ایک قطر سے دوسرے قطر تک چاک ہوجائیگی پس ایسا سخت واقعہ دیکھین گے کہ کبھی ایسا نہین دیکھا اور اسکی وجہ سے ان کو ایسا
کرب و ہول سماویگا کہ اسکو اللہ تعالی ہی خوب جانتا ہے پھر آسمان کو دیکھین گے تو وہ مانند مہل کے ہوگا پھر پھٹ جائیگا اور تارے بکھر
جاوینگے اور سورج و چاند مین گہن لگ جاویگا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مُردون مین سے کسی کو ان باتون سے آگاہی نہ ہوگی۔ ابوہریرہ رضی
نے کہا کہ یا رسول اللہ قولہ تعالی یوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ اسمین اللہ تعالی نے کن لوگون
کو مستثنی کر لیا ہی فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہین جو اللہ تعالی کی راہ مین شہید ہوئے اور فزع ان ہی لوگون کو پہونچیگا جو زندہ موجود ہین اور شہید
لوگ تو اللہ عزوجل کے یہان زندہ ہین اور رزق پاتے ہین اُن کو اللہ تعالی نے اس فزع سے بچایا اور مامون فرما دیا ہے اور یہ فزع
تو عذاب الٰہی ہی جو اسکی نہایت شریر مخلوق پر وارد ہوگا اور یہی اللہ تعالی فرماتا ہے۔ یا ایہا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شئ عظیم یوم
ترونہا تذہل کل مرضعۃ عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملہا وتری الناس سکاری وما ہم بسکاری ولکن عذاب اللہ شدید۔ پھر یہ لوگ اس
بلا مین پڑے رہین گے جب تک اللہ تعالی چاہے لیکن اسکو زمانہ دراز ہوگا پھر اللہ تعالی اسرافیل کو نفخۂ صعق کا حکم دیگا پس وہ صعق کو
پھونکے گا پس آسمانون و زمین والے مصعوق ہوجاوینگے سوائے اسکے جسکو اللہ تعالی چاہے (یعنی مرجاوینگے سوائے ان کے جو مر کر
زندہ ہوے اور حدیث مین آنحضرت صلعم نے حضرت موسی کو استثنا کیا اور اموات صعق کا بھی بیان سے ظاہر فرمایا واللہ تعالی
اعلم۔ پھر جب ٹھنڈے ہوجاوینگے تو ملک الموت آکر حضرت باری تعالی سے عرض کریگا کہ آسمانون و زمینون کے سب لوگ
و چیزین سب مر گئین سوائے انکے جنکو تونے چاہا ہے او تعالی جو خوب جانتا ہے فرماویگا کہ کون باقی رہا وہ عرض کریگا کہ تو پاک زندہ جو
نہین مریگا اور عرش کے اُٹھانیوالے اور جبرئیل و میکائیل باقی رہے ہین پس عرش بتقدیر آلہی گویا ہوگا کہ اے پروردگار کیا جبرئیل و میکائیل
بھی مرجاوینگے حکم ہوگا کہ چپ ہو۔ کہ مین نے ہر اس چیز پر جو میرے عرش کے تحت مین ہی موت لکھدی ہی پھر جبرئیل و میکائیل مرجاوینگے
پھر ملک الموت عرض کریگا کہ اے پروردگار وہ دونون مرگئے پھر اللہ تعالی جو خوب جانتا ہے ارشاد کریگا کہ کون باقی رہا وہ عرض کریگا
کہ تو پاک الحی الذی لا یموت باقی رہا اور تیرے عرش اُٹھانے والے رہے پس حکم ہوگا کہ حاملان عرش مرجاوین اور عرش کو حکم کریگا و اسرافیل سے
صور لیگا پھر فرماویگا کہ کون باقی رہا اور وہ تعالی خوب جانتا ہی کہ کون رہا پس ملک الموت عرض کریگا کہ تو پاک باقی رہا تیری ذات و صفات
کو زوال نہین ہی اور مین رہا ہون پس وہ فرماویگا کہ تو میری مخلوق مین سے ایک بندہ ہی مین نے اپنے علم حکمت سے تجھے پیدا کیا اب
تو مرجا پس وہ مرجائیگا پھر اللہ عزوجل باقی رہیگا جو واحد قہار ہے نہ اسکا بیٹا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہے جیسا پہلے تھا ویسا ہی
آخر مین ہی تو آسمانون و زمینون کو مانند سجل کتاب کے لپیٹ کر پھر ان کو بچھا دیگا پھر تین مرتبہ اُن کو ملفوف کریگا پھر فرماویگا کہ
لمن الملک الیوم تین مرتبہ فرمایگا۔ کوئی جواب نہ دیگا خود فرماویگا للہ الواحد القہار۔ اللہ تعالی فرماتا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض
والسموات مطویات الخ۔ پھر دونون کو بچھا دیگا اور سمط کریگا پھر اُن کو تان دیگا جیسے ادیم عکاظی ہوتا ہی کہ ان مین نیچا اونچا کچھ نہ ہوگا
پھر مخلوق کو ایک زجر فرماویگا تو وہ اس آسمان و زمین تبدیل شدہ مین ویسی ہی ہوجاوے گی جیسے پہلے تھی جو زیر زمین تھے وہ نیچے اور

سلہ اعمال ... اموات ... بیان ... الثانی ... سلہ ... لپیٹ ... ۱۲ منہ

جو اوپر تھے وہ اوپر ہو جائے گی پھر اوتعالی زیر عرش سے انپر پانی برسائے گا پھر آسمان کو حکم کریگا وہ چالیس روز تک ان پر پانی برساویگا
یہان تک کہ بارہ گز ان پر اونچا ہو جائے گا پھر جسمون کو حکم کریگا پھر وہ بقل و طراثیث کی طرح اوگین گے جیسے تھے ویسے ہی ہو جاوینگے
پھر حکم ہوگا کہ حاملان عرش زندہ ہون وہ زندہ ہو جاوین گے اور حکم آلہی سے اسرافیل پھر صور کو لیکر اپنے منہ کو لگا دیگا۔ پھر اوتعالی
کے حکم سے جبرئیل و میکائیل زندہ ہونگے پھر اوتعالی ارواح کو بلاویگا پس وہ لائی جاوینگی ان مین سے مومنون کی روحین نور سے چمکتی
ہونگی اور کافرون کی روحین سیاہی مین لتھڑی ہون گی ان سب کو لیکر صور مین ڈالدیگا پھر اسرافیل کو نفخہ صور کا حکم دیگا اسمین سے
روحین مانند شہد کی مکھیون کے نکلین گی اور آسمان و زمین کے درمیان بھر جائین گی پھر فرماویگا میری عزت و جلال کی قسم ہر روح اپنے
جسم مین جاوے پس روحین زمین مین داخل ہو کر نتھنون مین گھسین گی اور اجسام مین روان ہونگی جیسے زہریلے کیڑے کے کاٹے ہوئے
مین زہر پھیلتا ہے پھر تم سب لوگون کے اوپر سے زمین شق ہوگی اور مین سب سے اول ہون جسکے واسطے زمین شق ہوگی پس سب
لوگ جلد اپنے پروردگار کی طرف روان ہونگے اور کافر کہین گے کہ یہ بڑا سخت دن ہے ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ۔ پس سب
ایک مقام مین کھڑے ہون گے اور مدت تک جس کی مقدار ستر برس ہو کھڑے رہین گے نہ تمھاری طرف توجہ ہوگی اور نہ فیصلہ ہوگا
لوگ روئین گے یہانتک کہ آنسو منقطع ہو جائین گے۔ پھر خون روئین گے اور پسینے مین تر ہون گے یہان تک کہ گردن یا ٹھوڑی
تک پہنچیگا اور کہین گے کہ ہمارے پروردگار کے پاس کون ہماری سفارش کریگا کہ ہم مین فیصلہ فرما دے۔ کہین گے کہ سوائے
تمھارے باپ آدمؑ کے کون اس لائق ہے اسکو اللہ تعالی نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح اسمین پھونکی اور سامنے کلام کیا
پس آدم پاس آوینگے مگر وہ انکار کرینگے کہ مین کچھ بول نہین سکتا پس نبی نبی کرکے ہر نبی کے پاس آوینگے اور ہر نبی ان پر انکار
کریگا۔ یہان تک کہ میرے پاس آوینگے پس مین فحص کی طرف جاؤنگا اور سجدہ مین گر پڑونگا ابوہریرہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ
فحص کیا ہے آپ نے فرمایا کہ عرش کے آگے ہی پڑا رہونگا یہانتک کہ اوتعالی اپنا فرشتہ میری طرف بھیجے گا وہ میرے بازو پکڑ کر
اٹھاویگا اور اوتعالی فرماویگا کہ محمد ہے عرض کرونگا کہ ہان اے پروردگار فرماویگا کہ تیرا کیا حال ہے حالانکہ اوتعالی سب کچھ
دانا تر ہے۔ مین عرض کرونگا کہ اے پروردگار تو نے وعدہ فرمایا تھا مجھے شفاعت دینے کا تو اپنی مخلوق کے حق مین میری سفارش
قبول فرما کر انمین فیصلہ کر دے۔ حکم ہوگا تیری سفارش قبول ہے مین آکر تم مین فیصلہ کرونگا مین لوٹ کر لوگون کے ساتھ کھڑا ہونگا
پھر ہم کھڑے ہون گے کہ ناگاہ آسمان سے آواز شدید ہولناک سنین گے۔ پھر آسمان والے اسیقدر اترینگے جس قدر جن و انس
زمین مین ہین جب زمین سے قریب ہونگے تو زمین انکے نور سے چمکنے لگیگی اور وہ قرینہ سے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جاوینگے ہم انسے
کہین گے کہ کیا تم مین ہمارا پروردگار ہے وہ کہین گے کہ نہین پھر اتنے کو نہ اور اترینگے یہانتک کہ رب العزت پارہ ابر مین مع ملائکہ
کے نزول فرماویگا اور اسدن عرش کو آٹھ اٹھانے والے لئے ہون گے اور آج کے روز وہ چار ہین ان کے قدم زمین زیرین
کے جڑ پر ہین اور زمین و آسمان انکی کمر تک ہین اور عرش انکے کاندھون پر ہے ان کی تسبیح سے ایک گونج ہوگی کہین گے سبحان
ذی العرش و الجبروت سبحان ذی الملک و الملکوت سبحان الحی الذی لا یموت سبحان الذی یمیت الخلائق و لا یموت سبوح قدوس
قدوس قدوس سبحان ربنا رب الملائکۃ و الروح سبحان ربنا الذی یمیت الخلائق و لا یموت۔ پھر اوتعالی اپنی زمین مین اپنی کرسی
جہان چاہے گا رکھے گا۔ **قال المترجم**۔ یعنی کرسی آلہی ایسی وضع پر ہوگی کہ زمین اسکے زیر مین فیصلہ والون کیلئے مستقیم ہو اور یہ مطلب

نہین کہ زمین کے اندر کرسی سما جاویگی۔ فافہم۔ پھر آواز دی جاویگی کہ اے گروہ جن وانس تم لوگ آج کے دن تک جب سے اﷲ تعالیٰ نے
تم کو پیدا کیا خاموش چھوڑ دیا اﷲ تعالیٰ تمھارے اقوال سنتا اور اعمال دیکھتا رہا۔ تم اپنے نامۂ اعمال دیکھو جو بہتری پاوے وہ اﷲ تعالیٰ
کی تعریف کرے اور جو بد اعمال پاوے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے پھر اﷲ تعالیٰ جہنم کو حکم کریگا اس سے ایک گردن دراز نکلیگی
پھر فرماویگا کہ الم اعہد الیکم یا بنی آدم ان لاتعبدوا الشیطان انہ لکم عدو مبین وان اعبدونی ہذا صراط مستقیم ولقد اضل منکم جبلاً کثیرا افلم تکونوا
تعقلون ہذہ جہنم التی کنتم توعدون۔ یعنی اسی کو جھٹلاتے تھے۔ وامتازوا الیوم ایہا المجرمون۔ پس اﷲ تعالیٰ لوگوں کو الگ فرماویگا نیکوکار
و بدکار جدا ہو جاوینگے اور امتین گھٹنوں کے بل بیٹھین گی۔ اﷲ تعالیٰ فرماتا ہے وتری کل امۃ جاثیۃ۔ ہر امت اپنی کتاب کی طرف
بلائی جاویگی۔ پھر اﷲ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کے درمیان سوائے جن و انسان کے فیصلہ فرماویگا حتی کہ وحوش کے درمیان و بہائم مین
فیصلہ فرماویگا حتی کہ سینگدار چارپائے سے بے سینگ اپنے کا بدلا لیگا جب کسی کا حق حقوق نہ رہیگا تو اﷲ تعالیٰ فرماویگا تم سب خاک ہو جاؤ
پس یہ دیکھکر کافر کہین گے کہ یا لیتنی کنت ترابا۔ پھر اﷲ تعالیٰ بندون کے درمیان فیصلہ کریگا پس سب سے پہلے جسکا فیصلہ ہوگا وہ
خون ہین اور راہ خدا مین جو مقتول ہوئے ان کے چہرے چمکین گے اور جو راہ شیطان کفر و ضلال مین قاتل یا مقتول ہوئے وہ خوار
ہون گے پھر کوئی نفس نہ چھوٹے گا جسنے دوسرے کو ناحق قتل کیا مگر آنکہ اس سے مظلمہ لیا جائیگا اور کوئی مظلمہ نہ رہیگا جو کسی ظالم نے
مظلوم پر کیا ہے مگر آنکہ عوض لیا جائیگا حتی کہ اگر دودھ بیچنے والے نے پانی ملایا تو اس سے الگ کرایا جائیگا اور کہاں الگ کرسکتا ہے
اسکو عذاب کیا جائے گا جب یہ امور فیصلہ ہو جاوینگے تو آواز دینے والا اس طرح آواز دیگا جسکو سب خلائق سنینگے کہ خبردار ہر گروہ اپنے
معبود کو لیکر دوزخ مین جاوے۔ یہی فرمایا۔ لوکان ہؤلاء آلہۃ ما وردوہا وکل فیہا خالدون۔ پھر جب باقی رہین گے سوائے مومنون کے جنمین
منافق شامل ہونگے۔ تب آویگا اﷲ تعالیٰ جس شان سے چاہیگا اور فرماویگا کہ اے لوگو مخلوق اپنے معبودون کے ساتھ گئی تم بھی اپنے
معبود سے جاملو تو کہین گے کہ واﷲ ہم تو سوائے اﷲ وحدہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہین پوجتے ہین ہم نہین جاوینگے پس اﷲ تعالیٰ ان پر کشف
ساق سے اپنی عظمت کی تجلی فرماویگا جس سے پہچان جاوینگے کہ اﷲ تعالیٰ ان کا پروردگار عزوجل ہے پس سجدہ مین اس کے سامنے
گر پڑینگے ولیکن منافق لوگ اوندھے گدی کے بل گرینگے اور اﷲ تعالیٰ ان کے پیٹھون کو صیاصی بقر کے مانند کر دیگا پھر اﷲ تعالیٰ ان کو
سر اٹھانے کا حکم دیگا پس سر اٹھاوینگے۔ اور جہنم کی پشت پر پل صراط رکھا جائیگا جیسے بال یا تلوار کی دھار اس پر کلالیب و خطاطیف
اور سعدان کے سے کانٹے ہون گے حکم ہوگا تو پلک مارتے یا بجلی چمکتے یا ہوا چلتے یا گھوڑے دوڑتے یا سوار یا پیدل دوڑتے گذر جاوینگے
کسی نجات پاوینگے پر سلامتی رہیگی اور کسی کو خدشہ ہوگا یعنی جیسے چھل گیا اور کوئی اوندھا جہنم مین گریگا پھر جب جنت والے جنت تک
پہونچے تو کہین گے کہ کون ہمارے لیئے پروردگار سے سفارش کریگا پس تمام حال ہر ہر نبی کے پاس آنے اور اسکے انکار کرنے کا ذکر
کر کے کہا کہ پھر رسول اﷲ صلعم نے فرمایا کہ پھر وہ لوگ میرے پاس آوینگے اور میرے لیئے پروردگار کے پاس تین شفاعتین ہین مین چلکر
جنت پر آونگا اور دروازہ کھلواونگا تو حیاک اﷲ و مرحبا کہکر کھولا جائیگا جب مین جنت مین داخل ہوا تو میری نظر میرے پروردگار
پر پڑیگی پس سجدہ مین گر پڑونگا پس اﷲ تعالیٰ مجھے اپنی حمد و تمجید سے ایسی چیز تعلیم فرماویگا جسکی کسی کو مخلوق مین سے اجازت نہین ہوئی
ہے پھر کہا جائے گا کہ اے محمد سر اٹھا سفارش کر مقبول ہوگی اور مانگ تجھے ملیگا پھر جب مین نے سر اٹھایا تو اﷲ تعالیٰ فرماویگا کہ تیرا
کیا حال ہے۔ حالانکہ اﷲ تعالیٰ جانتا ہے عرض کرونگا کہ اے پروردگار تو نے مجھ سے اہل جنت کے بارے مین شفاعت کا وعدہ کیا تھا۔

حکم ہوگا کہ مین نے سفارش قبول کی اور ان کو جنت مین داخل ہونے کی اجازت دی اور حضرت صلعم فرماتے تھے کہ قسم اُس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ تم دنیا مین اپنی ازواج و مساکن کو اسقدر نہین پہچانتے جتنا جنت والے اپنی ازواج و مساکن کو پہچانینگے پس ہر مرد ان مین سے بہتر ایسی جورؤون کے ساتھ داخل ہوگا جنکو اللہ تعالی ایجاد کردیگا اور دو عورتین اولاد آدم علیہ السلام سے ہونگی جنکو ان بہتر پر فضیلت ہوگی کیونکہ ان دونون نے دنیا مین اللہ تعالی کی عبادت ادا کی تھی پھر بعد ذکر انعامات اہل جنت کے بیان کیا کہ جب دوزخی دوزخ مین جائینگے تو ان مین بہت سی وہ مخلوق بھی پڑجائیگی جو پروردگار کے اوپر اسلام لائی تھی ان کو ان کے اعمال نے ہلاکت مین ڈالا بعض کو ان کے قدمون تک اور بعض کو نصف ساقین تک اور بعض کو گھٹنون تک اور بعض کو کمر تک حتی کہ بعض کو تمام بدن سے سوائے چہرہ کے آگ نے کھایا ہوگا اور چہرہ اُس کا اللہ تعالی نے آگ پر حرام کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ دعا کرونگا کہ پروردگار میری اُمت سے لوگ دوزخ مین ہین حکم ہوگا کہ نکال لو تو جسکو تم پہچانو پس نکالے جائینگے یہانتک کہ ایسا کوئی نہین رہیگا پھر اللہ تعالی شفاعت کی اجازت دیگا سو کوئی نبی و شہید نہ رہیگا مگر آنکہ شفاعت کریگا۔ الی آخر الحدیث فی تتمۃ الشفاعۃ وغیرہ بما ہو مشہور۔ پھر طبرانی رح نے بعد روایت اس حدیث کے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور اسکے بعض مضامین کے شاہد متفرق احادیث مین مذکور ہین اور اسکے بعض الفاظ مین نکارت ہے اسکو اسمعیل بن رافع قاضی اہل مدینہ نے منفرداً روایت کیا اور اس راوی کے بارہ مین اختلاف ہے چنانچہ بعض محدثین نے اس کی توثیق کی اور بعض نے اسکی تضعیف کی اور اکثر محدثین ائمہ نے اس کی حدیث منکر ہونے پر تنصیص کردی ہے مانند امام احمد بن حنبل و ابو حاتم الرازی و عمرو بن علی الفلاس وغیرہ کے اور بعض نے کہا کہ متروک الحدیث ہے اور ابن عدی نے کہا کہ اسکی جملہ احادیث مین تامل ہے و لیکن منجملہ ضعفاء ہین اسکی حدیث لکھی جاوے قال ابن کثیر اس سے اس حدیث کی اسانید مین جو کثیرہ مختلفہ ہین مین نے ان کو ایک علیحدہ جزء مین جمع کیا ہے لیکن اسکا سیاق غریب ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اس نے اس حدیث کو چند احادیث متفرقہ سے جمع کیا اور ایک سیاق مین بیان کیا اس سبب سے اسپر انکار کیا گیا اور مین نے اپنے استاد شیخ حافظ ابو الحجاج مزی رحمہ اللہ سے سُنا کہ مین نے ایک کتاب ولید بن مسلم کی دیکھی جسمین اُسنے اس حدیث کے بعض باتون کے جملہ شواہد مفردات کو جمع کیا ہے۔ قال المترجم ایسا ہی شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے بدور سافرہ مین بعد ایراد اس حدیث کے کلام کیا ہے اور واضح رہے کہ مضامین اس حدیث مین بعض باتین تو صحاح کی روایت مین خود ظاہر ہین اور بعض باتون سے انکار کیا گیا اور ایک خاص وجہ انکار کی یہ بھی ہے کہ ترتیب وار اس بیان کا ثبوت کسی حدیث ثابت سے نہین اور متفرق احادیث مین جو مضامین ثابت ہین ان مین سے بعض کی بعض سے ترتیب صرف راوی مذکور کی رائے ہے اگر غلطی کی تو اللہ تعالی اسکو عفو کرے۔ والکلام فی المتفردات یاتی فی تفسیر الآیات انشاء اللہ تعالی ف۔ فی العرائس قولہ قل ان ہدی اللہ ہو الہدی۔ اللہ تعالی کی ہدایت امر غیبی ہے اور راہ ہدایت یہی طریقہ ہے جو انبیاء علیہم السلام نے شرائع و احکام راہ مستقیم کے بیان کئے ہین اور یہی اسکے عرفان و مشاہدہ حاصل ہونے کا طریقہ ہے اور یہ طریقہ اسکے انھین بندون کو ملتا ہے جو معرفت والے ہین اور معرفت والا وہ ہے جو قضاء پر راضی ہو اور بلا پر صبر کرے اور جو اللہ تعالی کی مراد ہے اسکو تسلیم کرے اس حیثیت سے کہ اسکے نفس سے معارضہ نہ رہے۔ قولہ أُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ العالمین۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ بندہ کو تعلیم کا حکم ہوا اور یہ کہ تدبیر چھوڑ کر تسلیم اختیار کرو اور مجاری قضاء پر راضی ہو پھر اسکی نماز کا حکم دیا اور اسمین سستی کرنے سے ڈرایا بقولہ وان اقیموا الصلوۃ واتقوہ۔ نماز کی اقامت یہ ہے کہ عبودیت مین ربوبیت کا ظہور ہو اور حالت

خدمت مین مشاہدہ کا چاند نظر آوے لقولہ علیہ السلام تعبد اللہ کانک تراہ۔ تقوی اس مقام پر یہ ہے کہ نماز مین او تعالی سے متقی ہو کیونکہ وہ مقام
ہیبت و اجلال و مناجات ہے اس سے پرہیز کرو کہ تمہارے دل پر سوائے او تعالی کے اور کچھ خطور کرے پس او تعالی کے مشاہدہ سے محروم
رہو گے۔ ابن عطاؒ نے کہا کہ اقامت نماز یہ ہے کہ اسکے حدود کو حکم آلہی کے ساتھ محفوظ رکھے اور اسکے اسرار کو اللہ تعالی کیساتھ حد ادب پر
نگاہ رکھے از انجملہ یہ کہ اول تو سوائے او تعالی کے کچھ خطرہ نہ آوے۔ قولہ قولہ الحق ولہ الملک الآیہ۔ ہر گاہ او تعالی نے عدم سے وجود
مین اس تمام خلقت کو جو ہو یا ہوگی لانا چاہا تو ذات سے اپنی صفات کیواسطے تجلی فرمائی اور صفات سے امر یعنی فعل کے واسطے اور امر
سے کاف و نون کے واسطے پس ہر دو حرف مین سے ایک دوسرے سے قدح کرتا اور ان کے درمیانی نور سے تمام حوادث
کا ظہور ہوتا ہے بسبب اسکے کہ نور ذات کا اتصال صفات سے اور نور صفات کا افعال سے اور نور امر کا کاف و نون سے ہوا ہے
پس مراد ازلی اس سے متحقق ہوئی پس معنی قولہ قولہ الحق یعنی جو اس کے علم ازلی مین ہے وہ عدم سے وجود کی طرف خارج ہونے سے
متحقق ہوتا ہے اس خوبی کیساتھ کہ ایک ذرہ بھی اسمین سے خلل پذیر نہین ہوتا۔ اسکا فعل موافق امر ہے اور امر اسکا ارادہ ہے کیونکہ
اسکی قدرت ازلیہ قائم اسکی ذات سے باقی از ازل تا ابد ہے کبھی اسکی انتہا نہین ہے اور نہ کبھی تغیر و فنا ہے حسینؒ نے کہا کہ وہ حق ہے اور جو کچھ حق سے ظاہر
ہوتے ہے وہ خواہ مخواہ حق ہوگا یعنی صحیح و صادق واقعی ہوگا باطل و دروغ نہین ہو سکتا پس قولہ الحق اسی معنی کر کہ وہ حق عز و جل سے صادر ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ج اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ
اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو تو کیا پکڑتا ہے مورتون کو خدا مین دیکھتا ہون تو اور تیری قوم
فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ٥ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ
صریح بھکی ہوئی اور اس طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان
وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ٥ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ
اور زمین کی اور تا اسکو یقین آوے پھر جب اندھیری آئی اسپر رات کو
رَاٰ كَوْكَبًا ج قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ج فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ٥
دیکھا ایک تارا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا مجکو خوش نہین آتے چھپنے والے
فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ج فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ
پھر جب دیکھا چاند چمکتا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا اگر
لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ٥ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ
نہ راہ دے مجکو رب میرا تو بیشک مین رہون لوگون مین بھٹکتے پھر جب دیکھا سورج
بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ج فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا
جھلکتا بولا یہ ہے رب میرا یہ ہے بڑا پھر جب وہ غائب ہو بولا اے قوم مین بیزار ہون ان سے جنکو تم
تُشْرِكُوْنَ ٥ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ٥
شریک کرتے ہو مین نے اپنا منھ کیا اسکی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین ایک طرف کا ہو کر اور مین نہین شریک کرنیوالا

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ - واذكر اذ قال ابراهيم لابيه الذى لقبه آزر واسمه تارح - یعنی بیان کر بطور نصیحت کے جبکہ کہا ابراہیم نے اپنے باپ سے جسکا لقب آزر تھا اور اصلی نام اسکا تارح تھا آخر مین حائے مہملہ ہے چنانچہ قاموس مین بھی باب الحار المہملہ مین مذکور ہے اور بعض نے بخار معجمہ ضبط کیا - وضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارح تھا رواہ ابن ابی حاتم وکذا فیما اسندہ عن عکرمہ عن ابن عباس کہا کہ آزر بت کا نام ہے اور ابراہیم کے باپ کا نام تارح تھا اور ماں کا نام مثلی اور جورو کا نام سارہ اور مملوکہ باندی کا نام ہاجرہ تھا - قال ابن کثیر وہکذا قال غیر واحد من علماء النسب - مجاہد وسدی نے کہا کہ آزر بت کا نام ہے قال ابن کثیر شاید اس بت کی خدمت کرنے کی وجہ سے اسپر یہ نام غالب ہوگیا ہو وقال ابن جریر - شاید اس کے دو نام ہوں آزر و تارح اور شاید ایک لقب ہو اور صواب یہ ہے کہ اسکے باپ کا نام آزر تھا قال ابن کثیر - یہ قول جید قوی ہے قال المترجم مفسرؒ نے شاید تاریخ ونسب بیان کرنے والوں کی جماعت پر نظر کرکے یہ اختیار کر لیا کہ آزر لقب ہے اور تارح نام ہے اور حق وہی ہے جو ابن جریرؒ نے کہا جیسا کہ ابن کثیرؒ نے اسکی تجوید کی ہے اور تارح نام بنی اسرائیل یعنی یہود ونصاری سے سنا ہوا مروی ہوا ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے جو سراج مین لایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر مین کہا کہ ابراہیم بیٹے ہین آزر کے جسکا نام توریت مین تارح ہے پس ابراہیم کے باپ کے دو نام ہوئے جیسے یعقوبؑ اسرائیل دونوں حضرت یوسفؑ کے باپ کے نام تھے اور بخاری رحؒ نے افراد مین روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے ملین گے اور آزر کے چہرہ پر قترت وغبرت ہوگی الی آخر الحدیث اس مین مصرح کردیا کہ آزر ان کا باپ تھا - قال ابن کثیرؒ اللہ تعالی نے قرآن مجید مین مصرح فرمایا کہ واذكر فى الكتاب ابراهيم انه كان صديقا نبيا اذ قال لابيه يا ابت لم تعبد ما لا يسمع ولا يبصر ولا يغنى عنك شيئا الآيات - اور اسمین ہے کہ باپ کو کہا سلام عليك سأستغفر لك ربى الآية - اور فرمایا وما كان استغفار ابراهيم لابيه الا عن موعدة وعدها اياه الآية - اور صحیح حدیث مین ثابت ہوا کہ قیامت کے روز ابراہیم اپنے باپ آزر سے ملین گے پس آزر اُنسے کہیگا کہ میرے بیٹے آج کے روز مین تجھ تیری نافرمانی نہ کرونگا پس ابراہیم علیہ السلام عرض کرینگے کہ اے پروردگار تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ بروز بعث تجکو خفیف نہ کرونگا اور اس سے بڑھکے کیا خواری ہے کہ میرا باپ دور پڑے پس کہا جائیگا کہ اے ابراہیم پیچھے دیکھ پس دیکھین گے تو نظر آویگا کہ ایک بد بخ ملتطخ ہے پس اسکے چاروں پاؤں پکڑ کر آگ مین پھینکدیا جائیگا - قال المترجم پس صحیح وصواب یہ ہے کہ ابراہیم کے باپ کا نام آزر تھا اور تارح اسکا دوسرا نام ہوگا جیسا کہ اہل تاریخ ونسب اگلے اہل کتاب نے کہا ہے کیونکہ توریت مین تارح اسکا نام لیا گیا جیسے اسرائیل حضرت یعقوب کا نام لیا گیا ہے اور بعد آیات واحادیث صحیحہ کے کسی کو مجال نہین ہے کہ آزر نام ہونے مین کلام کرے فی السراج آزر نام ہونا اصح ہے اور یہی ثابت ہے اور اصلی نام تارح نہین اور کہا کہ وہ کوثی نام گاؤں کا رہنے والا تھا جو سواد کوفہ مین ہے پھر کسرانی لوگ جہاں یہ موجود تھا وہاں والے یہ اعتقاد کرتے کہ آسمان مین ستارے معبود آلہہ ہین اور زمین مین بت ہین پس ہر ستارہ کے واسطے ایک بت قرار دیتے پس جب اُس ستارے سے تقرب چاہتے تو اُس کے نام کے بت کو پوجتے تھے تاکہ اس ستارے کی یہان سفارش کرے تو ابراہیم علیہ السلام نے اُن پر انکار کیا اور اُن کے فساد پر تنبیہ کرکے کہا - اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً - تعبدها یعنی الٰہہا تا ہے یا مین معنی کہ ان کی عبادت کرتا ہے اور یہ استفہام توبیخی ہے بطور ملامت کے اور اسمین حق قرابت ادا کیا کہ پہلے اپنے باپ کو حق راہ بتائی - اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ - یعنی بسبب

عہ سابق بخاری اُردو ۲۰۱۲م

ہتون کے معبود بنانے کے تجھکو اور تیری قوم کو بین حق سے کھلا دور بھٹکا دیکھتا ہون اور معنی آنکھ یقین جانتا ہون اور یہ نور نبوت سے مشاہدہ تھا
جسکو دکھینا فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ اسے کیا اریناہ اضلال ابیہ وقومہ کذلک نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لیستدل بہا علی
وحدانیتنا۔ جیسے ہم نے ابراہیم کو اسکے باپ وباپ کی قوم کی گمراہی دکھلا دی ایسی ہی ہم دکھلاتے ابراہیم کو ملکوت سموات والارض
تاکہ اس سے ہماری وحدانیت پر دلیل پاوے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مخلوقات مین شرعی طریقہ سے فکر کرنا اور اس سے دلی معرفت
سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت جاننا خوب ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔
سبحانک فقنا عذاب النار۔ اور یہ جبھی میسر ہوگا کہ آدمی علم شرع سے کسی طور پر واقف ہو اور شرع پر سنت کے ساتھ قائم ہو۔ اور
جو لوگ فلسفی طریقہ سے اسمین خوض کرتے ہین وہ بُرے کام مین پڑے ہین بلکہ طریقہ تفکر درحقیقت ہدایت الٰہی ہے۔ وَلِيَكُوْنَ
مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۔ یعنی ان اشیاء پر ان کے مخلوق ہونے کے ساتھ یا ہماری وحدانیت کے ساتھ یقین کرنے والا ہو۔ واضح ہو کہ قولہ
وکذلک نری سے یہانتک جملہ معترضہ تھا جس سے قطعاً معلوم رہے کہ ابراہیم علیہ السلام خود مرتبہ یقین وتصدیق مین حد کمال کو پہونچے ہوئے
تھے اور باپ وقوم کو ہدایت ایک اچھے طریقہ سے بتاتے تھے پس پہلے تو ان کو زبانی صاف صاف کہا کہ تم گمراہ ہو رہے ہو جب نہ مانے تو وہ
ہوا جو آگے فرمایا۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ۔ یعنی رات کی اندھیری چھائی تو رَاٰ كَوْكَبًا ایک روشن ستارہ دیکھا۔ قال فی المدارک
جسکو وہ لوگ پوجتے تھے۔ قال المفسر بعض نے کہا کہ وہ زہرہ تھا اور مدارک مین کہا کہ یا مشتری تھا اور مترجم کہتا ہے کہ یہ قول بے دلیل
ہین اور بہت بعید ہین کیونکہ ظہور زہرہ ومشتری کا بہت خفی ہوتا ہے اور اس تعیین سے کوئی غرض متعلق نہین صرف اتنا بیان چاہیئے کہ
ایک ستارہ دیکھا۔ قَالَ لِقَوْمِهٖ کالذا انجابین۔ تو اپنی قوم سے کہا اور یہ لوگ نجوم کے دین پر تھے اگر کہا جاوے کہ یہ کہان سے تفسیر
فرمائی کہ خود اپنے آپ نہین کہا بلکہ قوم سے کہا تو جواب یہ کہ آگے خود فرمایا کہ قال یا قوم انی بریء مما تشرکون۔ بالجملہ خود یقین پر تھے اپنی
قوم کو الزام دینے اور قائل کرکے توحید کی راہ سوجھانے کو قوم سے کہا کہ هٰذَا رَبِّيْ یعنی تم لوگون کے اعتقاد کے موافق میرا پروردگار
یہ ستارہ ہے۔ فَلَمَّآ اَفَلَ جب غروب ہو گیا وغائب ہو گیا قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ۔ تو فرمایا کہ مین غروب ہو جانے والون کو نہین
دوست رکھتا ہون کہ ان کو معبود بنالون کیونکہ پروردگار پر تغیر اور ایک حال سے دوسرے حال پر منتقل ہو جانا نہین روا ہے کیونکہ تغیر و
انتقال تو حادث کی شان سے ہے۔ اسمین اشارہ ہے کہ تم لوگون نے اپنی پسند وخواہش نفسانی سے بدون راہ نور عقل کے معبود
بنائے ہین کیونکہ عقل نہین روا رکھتی کہ متغیر منتقل ہونیوالا معبود و اِلٰہ ہووے لیکن اس دلیل نے ان لوگون مین کچھ کام نہ کیا اور آزر
وقوم کے لوگ نہ سمجھے تو پھر ان کو تنبیہ فرمائی۔ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا پھر جب قمر کو طلوع ہوتا دیکھا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ قوم سے کہا کہ یہ
میرا رب ہے یعنی تمہارے اعتقاد کے موافق۔ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ اگر پروردگار تعالیٰ ہدایت نہ دے تو ہدایت
نہین خواہ اول مین یا حالت ثبات مین چنانچہ مجھکو ہدایت فرمائی ہے اگر اسپر مجھکو ثابت نہ رکھے لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ۔ تو
مین بھی گمراہ قوم مین سے ہو جاؤن۔ اسمین قوم پر تعریض فرمائی کہ تم لوگ گمراہی پر بے ہوش ہین آؤ اور پروردگار عز وجل کی ہدایت
مانگو مگر قوم گمراہ کو کچھ اثر نہ ہوا۔ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا۔ اس لفظ ہذا سے اشارہ ہے شمس کی طرف اور وہ اگرچہ
مونث سماعی ہے لیکن یہان خبر کی رعایت بھی ہے کہ خبر اسکی مذکر ہے اے ہذا المرئی رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ من الکوکب والقمر یہ میرا رب
ہے یہ سب سے بڑا ہے یعنی انتہا کردی کہ کوکب کا وہ حال ہوا اور قمر کا یہ حال ہوا اب نجوم وستارون مین سے ایک ہی آفتاب ہے جو سب سے

بڑا رہا ہے۔ فَلَمَّآ اَفَلَتْ جب وہ بھی ڈوبا تو معبود کہاں ہو سکتا ہے اور قوم پر حجت پوری ہو گئی مگر وہ لوگ باز نہ آئے تو قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ
بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو کچھ تم شرک لاتے ہو خواہ بت ہوں یا تارے یا اور کوئی چیز ہو میں سب سے بری ہوں
بالکل اس سے لگاؤ نہیں رکھتا مشرک بولے کہ تو پھر کیا پوجتا ہے تو کہا۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ قصدت بعبادتی میں نے اپنی عبادت
کرنے سے مقصود رکھا۔ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ اس ذات پاک کو جس نے آسمانوں و زمین کو پیدا کیا یعنی اللہ تعالیٰ
حَنِیْفًا۔ مائلا الی الدین القیم۔ درحالیکہ میں تمام دینوں سے منہ موڑ کر دین قویم و راہ مستقیم کی طرف مائل ہوا ہوں۔ وَمَآ اَنَا
مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ اور میں نہیں ہوں اس خالق پاک کے ساتھ شرک کرنیوالوں میں سے قال المترجم شیخ امام الحافظ العماد رح نے لکھا
کہ مفسرین نے اس مقام پر اختلاف کیا اس باب میں کہ آیا خود حضرت ابراہیمؑ کی نظر تھی یا قوم سے مناظرہ تھا۔ شیخ ابن جریر نے
علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس سے ایسا کلام روایت کیا جو مقتضی ہے کہ یہ قوم سے مناظرہ نہ تھا بلکہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام
کو اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت دی کہ انھوں نے مخلوقات میں نظر کر کے خالق عزوجل کی معرفت حاصل کی اور شرک و بیوقوفی سب چھوڑ کر
توحید الٰہی کو اختیار کیا اور اسی کو ابن جریر رح نے خود اختیار کیا ہے بدیں دلیل کہ کہا۔ لئن لم یہدنی ربی لاکونن الآیۃ۔ اور محمد بن اسحاق نے کہا
یہ نظر کرنا و توحید پر دلیل لینا حضرت ابراہیمؑ سے اسوقت ہوا کہ جب اس کھوہ میں سے نکلے تھے جسمیں ان کی والدہ بخوف نمرود بن
کنعان کے ان کو وضع کر آئی تھیں کیونکہ نمرود ہر بچہ کو قتل کر ڈالتا تھا اسکو نجومیوں نے خبر دی تھی کہ اس سال ایک بچہ پیدا ہوگا
جو تیری سلطنت جاتی رہنے کا سبب ہوگا پس اس خوف سے ان کی والدہ بوقت وضع حمل کے قریب شہر کے پہاڑ کے کھوہ میں جا کر
وہیں وضع کر کے چھوڑ آئی تھیں کہ میرے سامنے ذبح ہونے سے بہتر ہے کہ درندے کھا جاویں اور حضرت ابراہیمؑ کی غذا ان کی انگلیوں سے
دودھ وغیرہ خود نکلتا تھا۔ قال الحافظ۔ اور محمد بن اسحاق نے یہاں چند باتیں خوارق عادات و کرامات الٰہی کی نقل کیں جیسا اور
مفسرین سلف و خلف نے بیان کی ہیں۔ قال المترجم مانند آنکہ ہر ساعت مثل دن کے اور دن مانند مہینہ کے اور مہینہ مانند سال کے
بڑھتے اور نشو و نما پاتے تھے اور بچہ تھے جب ماں سے کہا کہ تیرا رب کون ہے وہ بولی کہ تیرا باپ تو فرمایا کہ باپ کا رب کون ہے وہ بولی کہ
نمرود تو فرمایا کہ نمرود کا رب کون ہے وہ بولی کہ خاموش ہو اور یہیں سے بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیم نے ستارے و قمر وغیرہ سے بچپن میں
استدلال کیا اور جمہور مفسرین کے نزدیک بعد بلوغ کے واقع ہوا۔ وفی السراج وغیرہ۔ تاویل دوم آنکہ یہ بطریق استفہام ہے یعنی
قولہ ہذا ربی۔ بمعنی اہذا ربی۔ کیا میرا رب یہ تارہ بتلاتے ہو۔ جیسے قولہ تعالیٰ فائن مت فہم الخالدون۔ یعنی افہم الخالدون۔ تاویل سوم آنکہ
قوم کو سمجھانے کیلئے یہ طریقہ سکھلایا کہ مخلوق سے خالق کی طرف استدلال اس طرح کیا جاتا ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص
نے جا کر دیکھا کہ ایک قوم ایک بت کے گرد ہو رہی ہیں اس نے بھی اس بت کی تکریم ظاہر کی تو وہ اس شخص کی طرف گرویدہ ہوگئے۔
یہانتک کہ اکثر باتوں میں اسی کی رائے پر چلنے لگے پھر کوئی مصیبت آئی اور اس نے مشورہ دیا کہ اس بت سے عاجزی کرو انھوں
نے سب کچھ عاجزی کی مگر کیا ہوتا ہے تب اس نے رائے دی کہ اللہ عزوجل کی طرف گڑگڑاؤ پس اللہ تعالیٰ نے یہ مصیبت دور
کردی پھر وہ سب بتوں کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے۔ قالوا الاصح یہ کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات اپنی قوم پر حجت لانے کے طور پر ذکر کی۔
مترجم کہتا ہے کہ یہی مفسر جلال رح نے اختیار کیا۔ وقال الحافظ حق یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر اپنی قوم کے ساتھ مناظرہ
کرتے تھے تاکہ ان پر کھل جائے کہ وہ لوگ جس حال میں پڑے ہیں وہ بالکل باطل ہے پس باپ کے ساتھ کلام میں ظاہر کیا کہ تم لوگ

بتون کی پرستش مین جنکو ہیاکل سماویہ کی صورت سمجھا ہے خطا و غلطی پر ہو اور اس مقام پر ظاہر کیا کہ ستارون کی پرستش مین تم خطا کار غلطی پر ہو
قال المترجم سورۂ قصص مین ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم کا قصہ بتون کے توڑنے اور کافرون کے پہلے جھگڑنے پھر نادم ہونے کا بیان
ہوگا پس شاید بتون سے فی الجملہ مشرکون کو ندامت ہو چکی ہو تب اُن پرستارون کی پرستش مین غلطی ظاہر فرمائی بالجملہ مقصود یہ کہ
ستارون کی پرستش اور اُن مین الوہیت گمان کرنا محض غلط ہے بالجملہ پہلے کوکب کے حق مین ظاہر کیا کہ یہ الوہیت کے لائق
نہین یہ تو حکم الٰہی عزوجل کے تحت مین مسخر ہے کہ جس طرح حکم ہے برابر چلتا ہے ذرہ برابر بھی عدول حکمی نہین کر سکتا جیسے اور اجرام
سماویہ روشنی والے ہین پھر اس سے زیادہ روشن قمر مین یہی دلیل ظاہر کی پھر اس سے بلکہ سب سے زیادہ روشن یعنی سورج مین یہی
ظاہر کیا پھر شرک سے اپنی برائت ظاہر کی اور ان لوگون کو راہ بتائی کہ تم بھی اس گمراہی سے بچو اور خالق السموات والارض
والنجوم و کل شیٔ کی طرف عبادت کے لیے سر جھکاؤ۔ قال الحافظ ۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ابراہیم اس مقام پر اپنے واسطے نظر
کرنیوالے ہوویں حالانکہ ابراہیمؑ کے حق مین اللہ عزوجل نے فرمایا۔ ولقد آتینا ابراہیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین۔ اذ قال لابیہ وقومہ
ما ہذہ التماثیل التی انتم لہا عاکفون الآیات۔ اور فطرت اسلامیہ پر سب پیدا ہوتے ہین چنانچہ آیات و احادیث سے مصرح ہو چکا ہے
پس سب خلق کے حق مین ایسا ہے تو ابراہیم تو آئین اولیٰ ہونگے بہ نسبت تمام لوگون کے بعد محمد رسول اللہ صلعم کے بلاشک بلا ریب
اور منجملہ ان امور کے جو ان کے مناظر قوم ہونے کے مؤید ہین ایک یہ کلام الٰہی کا ہے جو آگے فرمایا یعنی وحاجہ قومہ قال اتحاجونی
فی اللہ الخ۔ مترجم کہتا ہے کہ عنقریب اسکی تفسیر آئندہ مذکور ہوگی مجھے درمیان مین تفسیر عرائس کا اعادہ ہے اور اگر بالفرض ابراہیمؑ اس مقام
پر ناظر ہوون تو یہ ایک طریقہ ہدایت الٰہی کا خاص ہے کہ اراءۃ ایک تو بطور بیان کے بدون نمائش ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام
سے ہدایت کہلاتی ہے اور دوم ہدایت الٰہی ہے بمعنی راہ دکھلانا بمعنی حقیقی پس اللہ تعالیٰ نے انکو حقائق اشیاء کو دکھلا دیا کما قال تعالیٰ
وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیۃ۔ قال ابن کثیرؒ ابن جریر وغیرہ نے عطاء و سعید بن جبیر و سدی و مجاہد وغیرہم رحمہم اللہ سے
حکایت کیا کہ آسمان اُن کی نظر کے سامنے کشادہ ہوا حتیٰ کہ جو کچھ اسمین ہے سب دیکھا یہان تک کہ عرش تک نظر پہنچی اور ساتون زمینین
بھی اسی طرح کشادہ ہوئین۔ کذا قال مجاہد اور بعض نے زیادہ کیا کہ پھر ابراہیم نے بندون کو گناہون مین آلودہ اور گناہ کرتے دیکھکر
ان پر بددعا کرنی شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیمؑ مین تجھ سے زیادہ اپنے بندون کا دیکھنے والا ہون اور عوفی نے ابن
عباس رضہ سے اسکے مانند روایت کیا۔ قال ابن کثیرؒ محتمل ہے کہ یہ انکی آنکھ کے سامنے کشف ہوا ہو کہ بالمشاہدہ و معائنہ اسکو دیکھا اور احتمال
ہے کہ بطریق بصیرت و علم ہو جیسا کہ امام احمد والترمذی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور حدیث کو صحیح کہا کہ رسول اللہ صلعم
نے حضرت رب تبارک وتعالیٰ کو خواب مین دیکھا یعنی فرمایا اتانی ربی فی احسن صورۃ فقال یا محمد فیم یختصم الملاء الاعلیٰ فقلت لا ادری
فوضع کفہ بین کتفی حتی وجدت بردہا بین ثدیی فتجلی لی کل شیٔ الحدیث۔ میرا رب میرے خواب مین آیا باحسن صورت پس فرمایا کہ اے محمد
ملاء اعلیٰ کس چیز مین جھگڑتے ہین مین نے عرض کیا مجھے دریافت نہین ہے پس اپنی ہتھیلی میرے دونون مونڈھون کے درمیان رکھی پس
مین نے اسکی خنکی اپنی چھاتیون کے درمیان پائی پھر میرے لیے ہر چیز کھل گئی الخ مترجم کہتا ہے کہ ہکذا ذکرہ الحافظ اور یہ تجلی صوری
کے اقسام مین سے ہے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ حدیث رویت منام مذکور کو ترمذی نے صحیح کہا ہے پس نسخہ صحیح ترمذی یون ہے کہ ہذا حدیث
حسن صحیح ۔ اگرچہ موجودہ نسخون مین حسن پر اکتفا ہوا ہے ف ــــ فی العرائس قولہ ۔ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیۃ جیسے

ہم نے خلیل علیہ السلام کو ازل مین خلت کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ ایسے ہی ہم نے اسکو ملکوت آسمان و زمین دکھلائے یعنی ملکوت سماوات و ارض
سے جو انوار ذات و صفات ظاہر ہین وہ ہم نے بطریق التباس کے ابراہیم کو دکھلائے تاکہ خلت ثابت ہو اور وہ محبت مین راسخ و مستقیم تھا
پس شوق جمال قدم بڑھ جاوے اور تاکہ بواسطہ ملک و ملکوت کے مقام یقین مین ہمارے لقا کے مشاہدہ کرنے والون مین سے ہو جاوے
قال المترجم یہ تصریح ہے کہ یہ دیدار بطور کشف التباسی تھا واللہ اعلم۔ ابو سعید خراز رح نے کہا کہ ابراہیم کو یہ دکھلا دیا کہ ہجوم عظمت کی طاقت
رکھین اور واصلین مین ہون۔ فارس رح نے کہا کہ یہ ابتدا ر اعلام غیوب ہے کہ نفس مین سوائے اللہ تعالی کے کچھ باقی نہین رہتا اور مشائخ
کے نزدیک یہ اہل توحید کے دلائل سے ہے۔ قال المترجم اس بیان سے اہل تفسیر ظاہر کے دونون قول جمع ہو گئے باین طور کہ حضرت ابراہیم
نے قوم کو اس سے ابتدائی معرفت کی طرف بلایا اور ان سے مناظرہ کیا اور خود ان کو مقام توحید کا انکشاف ہوا جو انتہا کے مرتبہ معرفت ہے
اور مثال اسکی جیسے کوئی عالم ماہر کسی کو پڑھاوے پس وہ متعلم کو تو ابتدائی مقامات اسکے لائق صرف مضمون ظاہر کتاب بتلادے اور
اپنے واسطے اسی مین سے دقائق و نکات و حل اعتراضات سے علم حاصل کر لے فلیتامل۔ بعض نے کہا کہ خلیل کو ملکوت دکھلائے تاکہ انکی
طرف رجوع نہ ہون اور ان سے خالق کی طرف جاوین اور بعض نے کہا کہ مشغول باستدلال ہوئے تو حقائق کا انکشاف فرمایا پس سب سے
بیزار ہو گئے اور کہا کہ انی وجہت وجہی للذی الخ۔ شیخ نصر آبادی نے کہا کہ اللہ تعالی نے کذلک نری فرمایا اور یون نہ فرمایا کہ کذلک
رای ابراہیم۔ کیونکہ دیدار ملکوت چشم فرع سے غیر مفید ہے اور صدق دیدار چشم معرفت از ہدایت الہی ہے۔ فافہم۔ قولہ فلما جن علیہ
اللیل الخ کو کبا۔ منجملہ امتحان کے ہے کہ دیدار قدم سے حادث مین مشغول نہ ہون پس کوکب شعری کو منور بفعل خاص دکھلایا پس خلیل
علیہ السلام نے تعجب سے کہا کہ کافر و مشرکون کے زعم مین یہی میرا پروردگار ہے پس حضور ارادت ہوا اور نور قربت سے تربیت پائی اور
مقام خلت مین پہونچا پس جب معادن ذات سے نور صفت کا ظہور ہوا اور نور فعل خاص کا قمر مین دیکھا فعل مین صفت کا مشاہدہ کیا
اور زبان شوق سے ہذا ربی کہا پس در خلت ہوا اور نور وصل سے تربیت پائی اور مقام عشق مین پہونچا اور زیادت طلبی کا ہیجان ہوا
پس نور ذات کا صفات مین اور صفات کا افعال خاصہ مین ظہور ہو کر سورج سے ظہور ہوا پس جب صفاء وقت حاصل ہوئی تو سورج سے
مشاہدہ جلال قدم پا کر زبان عشق سے ہذا ربی کہا پس غیرت قدم نے آکر اسکو دیدار قدم مین وسائط پر نظر کرنے سے اسطرح مجرد کر دیا
کہ وسائط تمام عظمت قدم مین غائب و غروب ہین اور ظہور قدم تجلی خالص ہوا تب خلیل ابراہیم نے اسی کی وحدانیت سے توحید کی اور تمام
وسائط سے بیزار ہو گئے اور نفس سے جو دیدار حدوث سے اپنا حظ چاہتے تھے۔ فرمایا کہ لا احب الآفلین۔ یعنی ظہور عظمت کے وقت غروب
و نیست و ساقط ہونے والے کو نہین چاہتا۔ اور عقل سے جو دیدار قمر یعنی منور بفعل سے دیدار قدرت کا حظ چاہتے تھے۔ کہا کہ لئن لم یہدنی
ربی لاکونن من القوم الضالین۔ یعنی ایسے لوگون مین سے جو خالص صفات کے دیدار سے مقام التباس مین پڑے رہے۔ قال المترجم قمر کے
دیدار سے بیزاری کرتے ہین کہا کہ لئن لم یہدنی ربی۔ اسمین اشارہ ہے کہ معرفت رب تبارک تعالی احاصل تھی فافہم۔ اور قلب سے جو مقام عشق
مین وسائط کے دیدار کو چاہتا اور احتراق سے بچتا تھا کہا کہ انی بری مما تشرکون یعنی بلا واسطہ دیدار نصیب ہونے پر دیدار وسائط
سے بیزار ہون اور انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض۔ یعنی مین اس ملک قدیم کی طرف متوجہ ہون جسکے انوار فعل سے ہر ذرہ
کا ظہور ہے چنانچہ کہا۔ حنیفا یعنی مائل از غیر حق بسوئے حق و فرمانبرداری و اسی کی رضا پر سر جھکائے ہوئے وما انا من المشرکین جو شرک کرتے
ہین کہ وسائط پر نظر رکھتے ہین بلکہ مین اپنے پروردگار کی طرف اسکی ہدایت سے جاتا ہون کہ اسی سے میری بقا رہے۔ اور واسطی رح نے کہا

کہ قولہ لئن لم یہدنی یعنی اگر مجکو میرا پروردگار ہدایت پر ثابت قدم نہ رکھے گا اس مشاہدہ مین جو مین نے ظہور کشف افعال خاص مقام التباس مین دیکھا تو مین بھٹک جاؤنگا اور ان لوگون مین سے ہو جاؤنگا جو اپنے نفس کی طرف جھکے اور اپنی صفات سے باقی ہین۔ قولہ انی بریٔ مما تشرکون بعض نے کہا کہ مخلوقات سے خالق پر استدلال کرنے مین شرک کرنیوالون سے بری ہون کیونکہ سوائے اوتعالی کے کوئی چیز اللہ تعالی کی طرف دلیل نہین ہو قال المترجم یہ قول بہت جید اور نہایت صحیح ہو اور یہی تحقیق ہو ولیکن اہل نظر پر الزام ہو کہ مناظر سے معرفت ظاہر ہے پس توحید اُن پر لازم ہو ولیکن یقین ہو کہ ہدایت بدون اوتعالی سبحانہ کے ناممکن ہو اگرچہ افلاطون کیون نہ دلیل لاوے چنانچہ آخر افلاطون وارسطو سب کے سب کافر رہو۔ فافہم۔ قولہ انا من المشرکین۔ واسطی رح نے کہا کہ میری طرف سے راہ حق کی طرف بلانا ہوسکتا ہے اور ہدایت کرنا اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہے۔ قال المترجم یعنی بندہ اگر دوسرے بندہ کو راہ ہدایت کی طرف بلاوے اور وہ نہ آوے اور یہ شخص اس سے کینہ وملال کرے تو مشرک ہو اور خود گمراہ ہوا کیونکہ ہدایت کرنا فقط اللہ تعالی ہی کی قدرت ہو وقد نبہ علی تلک الاشارۃ الشیخ العباد بن العباد الخواصی الشامی کما رواہ عنہ الدارمی جعفر علیہ السلام نے کہا کہ قولہ انی وجہت وجہی۔ یعنی قلب کو مین نے اپنے خالق کا مطیع کیا اور ہر چیز سے جو اللہ تعالی سے اپنی طرف مشغول کرے اس سے منقطع ہو کر اللہ تعالی ہی کی طرف راجع ہوا اور جس کی قدرت سے یہ مخلوق ہو وہ خوب ہی قادر ہو کہ میرے دل کو ایسے خطرات سے بچاوے جو اسکے جلال ذات کے لائق نہین ہین۔ بعض نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کے واسطے چند مقامات تھے۔ اول مقام الفاقہ جسمین بزبان دعا کلام کیا کہ رب اجعلنی مقیم الصلوۃ الآیۃ۔ دوم مقام نعمت جسمین بزبان شکر کلام کیا کہ الذی ہو یطعمنی ویسقین الآیۃ۔ اور سوم مقام معذرت جسمین بزبان اعتذار کلام کیا کہ والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین الآیۃ۔ چہارم مقام محبت جسمین بزبان مودت کلام کیا بقولہ انی بریٔ مما تشرکون پنجم مقام معرفت جسمین بزبان انبساط کلام کیا بقولہ رب ارنی کیف تحیی الموتی ششم مقام ہیبت جسمین بزبان سکون کلام کیا چنانچہ جبرئیل نے جس وقت آگ مین پھینکے جانے لگے آکر کہا کہ آپکو کوئی حاجت ہو تو مجھسے فرمائیے تو کہا اے جبرئیل تمھاری طرف تو مجھے کوئی بھی حاجت نہین ہو پھر شیخ الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالی نے صحیح فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر ناظر نہ تھے بلکہ قوم پر حجت لانے ومناظر تھے جیسا کہ دلالت کرتا ہے۔ قولہ تعالے۔

وَحَآجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ أَتُحَآجُّوٓنِّي فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ط وَلَآ أَخَافُ

اور اُس سے جھگڑی اُسکی قوم بولا مجھ سے جھگڑتے ہو اللہ پر اور وہ مجکو سوجھا چکا اور مین ڈرتا نہین

مَا تُشْرِكُونَ بِهٖٓ إِلَّآ أَنْ يَّشَآءَ رَبِّي شَيْـًٔا ط وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ط

اُن سے جو شریک ٹھہراتے ہو اسکا مگر کہ میرا رب کچھ چاہے سمائی ہے میرے رب کی علم مین سب چیز کو

أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ۝ وَكَيْفَ أَخَافُ مَآ أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ

کیا تم دھیان نہین کرتے ہو اور مین کیونکر ڈرون تمھارے شریکون سے اور تم نہین ڈرتے کہ شریک ٹھہراتے ہو

بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ط فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ ج

اللہ کے ساتھ جس پر نہین اُتاری اُسنے تم کو کچھ سند اب دونون فرقون مین کس کو چاہیے خاطر جمع ہے

إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوٓا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولٰٓئِكَ وقف لازم

اگر سمجھ رکھتے ہو جو لوگ یقین لائے اور ملائی نہین اپنے یقین مین کچھ تقصیر انھین کو ہے

ع ۹ ۱۳ ۱۵ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ۝ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ
خاطر جمع اور وہی ہین راہ پائے اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے دی ابراہیم کو اُسکی
قَوْمِهِ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝
قوم کے مقابل درجے بلند کرتے ہین جسکو چاہین تیرا رب تدبیر والا ہے خبردار

وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ۔ محاجہ۔ یہان بمعنی جھگڑا و جہالت کی باتین کرنا اور یہان معنی نہین کہ ایسی دلیل لانا جس سے دوسرے مقابل پر حق ظاہر ہوجاوے کیونکہ مشرکون کے پاس ایسی دلیل کہان تھی اور شاید کہ طرفین سے محاجت تھی پس حضرت ابراہیم کی دلیل حق کو محاجت فرمایا اگرچہ مفسر رح نے معنی اول پر اکتفا کرکے لکھا کہ معنی آنکہ قوم نے ابراہیم سے اسکے دین توحید مین جھگڑا کیا اور دھمکایا کہ اگر بت چھوڑیگا تو وہ ہمارے معبود تجھکو برائی پہونچاوین گے۔ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللَّهِ۔ بولا کہ بھلا تم جھگڑتے ہو مجھ سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت مین۔ وَقَدْ هَدَانِ والحال انہ قد ہدانی الیہا۔ حالانکہ اوتعالیٰ نے مجھے وحدانیت کی ہدایت فرمائی ہے۔ ایک قرأۃ مین تحاجونی کے نون کو تشدید ہے باین طور کہ نون رفع اور نون وقایہ کا ادغام کردیا اور ایک قرأۃ مین تخفیف نون ہے باین طور کہ ایک نون حذف ہوا پس نحویون کے نزدیک نون رفع حذف ہوا اور قرار رحمہم اللہ کے نزدیک نون وقایہ حذف ہوا کیونکہ حذف نون رفع مع بقار نون وقایہ خلاف اصل ہے اور کیونکہ حذف نون رفع بدون ناصب یا جازم کے حذف علامت ہے پس جائز نہین۔ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ ضمیر بہ راجع بموصول ہے اور مراد اس سے بت ہین یعنی جن بتون سے تم شرک کرتے ہو مین اُن سے خوف نہین کرتا کہ مجھے کوئی برائی پہونچائین گے کیونکہ بتون کو کچھ قدرت نہین ہے إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا لیکن اگر میرا پروردگار چاہے کہ مجھے کوئی برائی پہونچے تو وہ پہونچے گی۔ پس استثنار بمعنی لکن ہے۔ وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا اے وسع علمہ کل شئی۔ ہر شئے کو میرے رب کا علم وسیع ہے۔ علماً تمیز ہے جو فاعل سے محول کرکے تمیز کرائی گئی ہے۔ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ کیا تم نصیحت نہین سمجھتے کہ ایمان لاؤ۔ وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ مین کیونکر ایسی چیز سے خوف کرون جس سے تم نے شرک کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حالانکہ نہ اس سے ضرر پہونچنا ممکن اور نہ نفع وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ من اللہ تعالیٰ۔ حالانکہ نہین ڈرتے تم لوگ اللہ تعالیٰ سے اس بات مین کہ۔ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا۔ اے لم ینزل بعبادتہ حجۃ وبرہانا۔ نہین نازل کی اس چیز کی عبادت کرنے کیلئے کوئی حجت و برہان۔ ف پھر تم اس غیر کی عبادت کرنے مین اللہ تعالیٰ سے نہین ڈرتے حالانکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ۔ پھر دونون فریق مین سے کون امن نجات کا حقدار ہے۔ ف ہم کہ تم یعنی ہم لوگ توحید کرنے والے یا تم لوگ شرک کرنے والے۔ اور یہ اچھے اسلوب سے نصیحت ہے جیسے رسوم بدعات کے بارہ مین بعضے علمار بدعت حسنہ کے قائل ہین اور بعضے علمار قائل ہین کہ نہین جائز ہے پس احتیاط والون نے کہا کہ اگر جواز کا قول حق ہوا تو مستحب کا ثواب ملیگا اور اگر عدم جواز کا قول صحیح ہوا تو عذاب ہوگا لہذا امن کا طریقہ یہ ہے کہ (مثلاً) وعظ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و معجزات سنے اور اردو مین کتابین دیکھے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے جسکی فضیلت کلام اللہ تعالیٰ و احادیث صحیح سے بہت کچھ ثابت بلکہ ہر وظیفہ و ہر ثواب کے فضل سے یہ اعلیٰ و اولیٰ ہے واللہ الموفق۔ بالجملہ کافرون کو نصیحت کی کہ تم بغیر دلیل علم کے اپنے وہم سے شریک بنانے والے نڈر ہو یا ہم لوگ توحید الٰہی سے ڈرنیوالے۔ کون مستحق امن ہے۔ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اگر تم جانتے ہو کہ امن کا کون سزاوار ہے تو اسی پر عمل کرو یعنی وہ فریق ہم ہین توحید کرنیوالے اور شرک سے بیزار ہونیوالے پس تم

ہماری پیروی کرو اور ایمان لاؤ ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ۔ شرک یعنی جو لوگ ایمان لائے و اپنے
ایمان کو شرک سے نہیں ملایا تو انھیں کے واسطے امن ہے ۔ اور حدیث بخاری و مسلم میں آنحضرت صلعم نے ظلم کی تفسیر شرک سے بیان
فرمائی ہے ۔ اور اس سے ظاہر ہوا کہ ایمان لانیوالا ایسے افعال اگر کرے جو شرک ہیں تو وہ مشرک ہو گیا بس اسلام و توحید یہ ہے کہ خلط نکرے
وقد قال تعالیٰ وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون ۔ اور جو شرک نہیں کرتے یہاں ان کی تعریف کی کہ جو لوگ ایمان لائے اور پھر
ایمان کو شرک سے خلط کر کے مشرک نہیں ہوئے تو ۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ ان کیلئے امن ہے یعنی عذاب سے امن ہے وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ
اور وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں ہدایت پائے ہوئے ہیں اور ظلم کی تفسیر شرک سے کما فی قولہ ان الشرک لظلم عظیم ایک جماعت صحابہ
رضی اللہ عنہم مانند ابوبکر الصدیق و عمر بن الخطاب و حذیفہ و سلمان فارسی و ابی بن کعب و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے صحیح ہوئی اور جماعت
کثیر تابعین رحمہم اللہ سے یہی تفسیر مروی ہے پس زمخشری نے جو کشاف میں اس سے انکار کیا اور کہا کہ لفظ لبس اس سے مانع ہے کہ
ظلم کی تفسیر شرک سے کی جاوے یہ زمخشری کا ظلم باطل ہے درحقیقت یہ بیچارہ علم حدیث سے بیخبر اپنے اعتزال کی بیماری میں گرفتار
رہا اور تفصیل یہ کہ معتزلہ نے کہا کہ ظلم سے مراد یہاں گناہ ہے اور شرک مراد نہیں کیونکہ ایمان و شرک کے خلط سے دونوں کا اجتماع
لازم آتا ہے حالانکہ دونوں ضدین جمع نہیں ہوتے ہیں جواب یہ کہ خلط کر کے شرک ہی رہ جاتا ہے علاوہ بریں یہ اعتراض درحقیقت
خود معتزلہ پر وارد ہوتا ہے کہ تمھارے نزدیک جیسے ایمان و شرک جمع نہیں ہوتے ویسے ہی ایمان و گناہ جمع نہیں ہوتے ہیں کیونکہ
معتزلہ کے نزدیک گناہ کبیرہ والا ایمان سے خارج ہو جاتا ہے پس ایمان تو فعل طاعات و اجتناب معاصی کا نام ہے پس مرتکب کبیرہ گناہ
کا تمھارے نزدیک مومن نہ ہوگا پھر تم یہاں گناہ سے کیونکر تفسیر کر سکتے ہو ۔ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ ۔ اسمیں تلک مبتدا ہے اور وہ مبدل ہو کر حجتنا بدل
سے بلکہ مبتدا ہوا اور یہ ارجح قول ہے ۔ اور مراد حجت سے وہ حجت ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کواکب کے غروب
و غائب ہونے وغیرہ سے قائم کر دی اور مبتدا مذکور کی خبر آیندہ ہے ۔ اٰتَیْنٰهَآ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰی قَوْمِهٖ ۔ اے ارشدناہ حجتہ علی
قومہ المعنی اور یہ برہان نفیس ہماری دی ہوئی حجت ہم نے ابراہیم کو اسکی راہ بتادی تاکہ اپنی قوم پر حجت قائم کرے ۔ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ
مَّنْ نَّشَآءُ ۔ ہم جسکو چاہتے ہیں مراتب میں بلند کرتے ہیں (یا) ہم جسکے درجات چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں ف ۔ درجات کو اکثر قراء
کے قرات میں اضافت ہے اے دَرَجٰتِ مَنْ ۔ بدون تنوین کے اور کوفیوں کی قرات میں درجات کو تنوین ہے ۔ اور وہ تمیز واقع ہے اور
من مفعول ہے اور بنا بر قراۃ اول کے درجات مفعول ہے ۔ حاصل آنکہ علم معرفت و حکمت آلہیہ سے ہم جسکا درجہ چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں
اور جسکا نہیں چاہتے نہیں بلند کرتے ۔ پس اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے اسپر کچھ بھی واجب نہیں جیسے معتزلہ بیوقوف کہتے ہیں کہ اللہ تعالے
پر جو بہت بہتر ہو بندے کیواسطے وہ واجب ہے حالانکہ اس آیت کریمہ سے رد ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے پس ابراہیم کو
یہ تمام فضل علم و حکمت دیا کہ حجت قائم کی اور اُن کی قوم کے سیکڑوں مشرک ہے ان کو یہ ہدایت نہ ہوئی کیونکہ حکمت بالغہ حضرت الٰہی
میں بھی مشیت تھی اسیواسطے فرمایا ۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ۔ یعنی تیرا پروردگار ہر کام میں حکمت والا دانا ہے ف ۔ فی العرائس
قولہ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم ۔ یعنی جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو وصف معرفت و توحید سے پہچانا اور حوادث و مخلوقات سے
استدلال کر کے نہیں پہچانا اور مقام مشاہدہ میں درجہ عبودیت سے تجاوز نہیں کیا اور احکام ربوبیت میں پڑکر اسکے حسن تجلی سے
انانیت کا دم نہیں مارا کیونکہ عارف جب مشاہدہ میں مقام عبودیت میں ثابت قدم رہا تو وہ صحو و تمکین میں ہے اور یہ انتہار درجہ معرفت ہے

اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہے کہ اللہ لا الہ الا اللہ کی توحید میں انا العبد ہیں بندہ مخلوق ہوں مطیع رہے قال المترجم
لیکن واضح رہے کہ خودی سے فانی ہونے کے ساتھ ظہور احکام ربوبیت ہونے میں یہ مقام آسان نہیں ہے جسکو اللہ تعالی دیوے اور بھی
بھید ہے کہ قیامت میں جب ظہور عظمت وجلال کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کو خطاب ہوگا کہ بھلا تو نے ان لوگون سے کہدیا کہ مجکو اور میری
ماں کو معبود بنالو تو وہ کانپتے ہوے اس سے بالکل بیزاری کرینگے اور اوتعالی کی حمد وثنا کرینگے بخوف آنکہ شاید مقام سکر وتلوین میں
کوئی چوک زبان سے بیخبری میں نکلے اور اللہ تعالی جل جلالہ علیم وخبیر ہے حالانکہ ان سے ایسی خطا نہیں ہوئی ہے - قال الشیخ
اور اگر نور ربوبیت کے ادراک سے انانیت میں پڑگیا تو وہ سکر وتلوین میں رہا اور یہ مقام اضطراب ہے درجہ معرفت تک نہیں پہنچا
جیسے بعض نے انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی - اپنی زبان سے بیخودی میں نکالا اگرچہ معذور ہیں ولیکن یہ ظلم ہے اور ظلم یہی ہے کہ
کسی چیز کو اپنی جگہ سے دوسری جگہ رکھے پس جو شخص کہ مشاہدہ میں اپنے بندہ ہونے پر رہا اسکو اللہ تعالی توحید ومعرفت خاصہ سے
نگاہ رکھتا ہے اور اسکو موت کی سی تکلیف سکر وتلوین کی نہیں پہنچتی کما قال تعالی اولئک لہم الامن وہم مہتدون یعنی اسی کے ساتھ
اسکی طرف ہدایت پائے ہوئے ہیں اور نیز آیت میں اشارہ ایسے بندون کی طرف ہے جو مشاہدہ کی حالت میں جہان کی کسی چیز کی طرف
رجوع نہیں کرتے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بقولہ مازاغ البصر وما طغی - وصف فرمایا کیونکہ جو مقام قرب میں کسی غیر کی طرف
ملتفت ہوا اگرچہ جنت الفردوس کیون نہ ہو وہ حقائق توحید میں مشرک ہے پس جو اس طرح مشرک نہ ہوا یہ اس کی تعریف ہے کہ اولئک
لہم الامن - کیونکہ جب تک حدوثیت کا کوئی وصف باقی ہے تب تک امن نہیں اور کیونکر ہوگا کہ وہ عبودیت کے رقیت میں پڑا ہوا اپنے
نفس کو پہچانتا ہے اور حق تعالی کو وصف قدم وبقاء وقہر وجبروت سے پہچانتا ہے قال اللہ تعالی لا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون
جب اس نے اللہ تعالی سبحانہ کو بوصف محبت وعشق وشوق دیکھا اور قرب حاصل ہوا اور صفات حق عز وجل سے متصف ہوا تو اوسکا
امن سے پایا ہے کیونکہ صفت قدم میں خوف وامید کا نشان نہیں ہے وہان تو جنت قرب ووصل ہے اور وہ لوگ خالص بندے قہر کی
تجلیون سے بالکل امن میں اور جب تک متصف بصفات الٰہی ہیں مہتدون ہیں اگرچہ پوشیدہ مکر کے دقائق سے اللہ عز وجل کے
مناقشہ سے چشم پوشی کیے ہوئے ہوں - ابن طاہر نے کہا کہ قولہ تعالی ولم یلبسوا ایمانہم بظلم - اسمین داخل ہے کہ کسی دکھ ومصیبت و
خوشی وناخوشی میں ان کی نظر سوائے اللہ تعالی کے کسی اور پر نہیں پڑی - اولئک لہم الامن - ہر طرح کی کفایت ان کی اوتعالی
جل جلالہ کی عنایت وتقدیر پر ہے - وہم مہتدون - انکا رجوع ہر حال میں اللہ تعالی ہی کی طرف ہے پس وہ راہ پائے ہوئے ہیں -
بھٹکے نہیں ہیں - قال الاستاد رح یعنی جو لوگ اللہ تعالی کی طرف جھکے پھر کسی غیر کی طرف نہیں رجوع ہوئے قولہ تعالی نرفع درجت
من نشاء - درجات چند چیزین ہیں معرفت کے مقامات اور محبت کے حالات اور معاملت کے کرامات اور یہ سب خود ہی اوتعالی کی طرف
راہ میں پھر جب بندہ واصل ہوا اور خود فنا ہو کر اس پاک کی بقاء لازوال سے باقی ہوا تو وہان کچھ درجات جنت وغیرہ نہیں بلکہ وہان شان
معرفت کے درجات ہیں ہان عارفین وموحدین کے لیے ازل وابد میں سیر ہے جس کی انتہا نہیں بلکہ وہان انتہا ولا انتہا کسی کو دخل نہیں قال
اشارہ ہے کہ مریدین میں سے ہم جس کے درجات چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں پس اسکو واصل کرتے اور وصول میں ان درجات سے سیر عرفان
ہے اور نیز درجات میں عشق ومحبت وشوق کے درجہ ہیں اور نیز درجات میں صفاء سر باطن وصحت نیت ہے اور نیز اخلاق پاکیزہ ہیں اور بعض نے
کہا کہ پرتو علم الٰہی وفہم حکمت اوتعالی ہے - قال المترجم حضرت ابراہیم علیہ السلام جب خلوص باطن سے بندہ حلیم ہوئے - اللہ تعالی نے

اعلیٰ درجات علم وحکمت دیئے اور مزید بران یہ کہ اولاد صالح دی۔

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ

اور اُس کو بخشا ہم نے اسحٰق اور یعقوب سب کو ہدایت دی اور نوح کو ہدایت دی ان سب سے پہلے اور اسکی اولاد میں

دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝

داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم یوں بدلا دیتے ہیں نیک کام والوں کو

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ

اور ذکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو سب ہیں نیکبختوں میں اور اسمٰعیل اور الیسع

وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ

اور یونس اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر اور بعضوں کو اُن کے باپ دادوں اور اولاد میں

وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ذٰلِكَ

اور بھائیوں میں اور اُن کو ہم نے پسند کیا اور راہ سیدھی چلایا

هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ

اللہ کی ہدایت ہی اُسپر راہ دے جسکو چاہے اپنے بندوں میں اور اگر وہ لوگ شرک کرتے البتہ ضائع ہوتا

مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ

جو کچھ کیا تھا وہ لوگ تھے جنکو دی ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت

فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَاۗءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ

پھر اگر ان باتوں کو نہ مانے یہ لوگ تو ہم نے ان پر مقرر کیے ہیں وہ شخص کہ وہ نہیں اُن سے منکر وہ لوگ تھے

10 ع 8 16 الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ

جنکو ہدایت دی اللہ نے سو تو چل اُن کی راہ تو کہہ میں نہیں مانگتا تم سے اسپر کچھ مزدوری

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝

یہ تو محض نصیحت ہے جہان کے لوگوں کو

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اور ہم نے ابراہیم کو ہبہ کیا اسحٰقؑ اور یعقوبؑ یعنی پسر اسحاق کو۔ پس یعقوب علیہ السلام پوتے حضرت ابراہیمؑ کے تھے۔ كُلًّا هَدَيْنَا ہم نے ان میں سے ہر ایک کو ہدایت دی اور یہ ہدایت خاص لائق شان نبوت ہر جو کرم وفضل سے عطا فرمائی تھی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے یہاں قصہ بشارت مطول ذکر کیا اور خود کلام مجید میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا جس کا ملخص یہ ہو کہ ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کے واسطے تمام قوم عزیزوں قریبوں کو چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد صالح عطا فرمائیں اور دنیا ودین میں انکو بزرگ ونیک نام کیا اور عجیب قدرت دکھلائی کہ خود بالکل بوڑھے تھے اور سارہ رضی اللہ عنہا آپ کی بیوی بہت بوڑھی تھیں کہ جس عمر میں اولاد کی اُمید نہیں ہوتی پس بشارت دی اسحاق بیٹے کی اور جب ان دونوں نے شکریہ کیا اور عجب رحمت جانی تو اسحاق کے بیٹے

یعقوب کی بھی اُسیوقت بشارت دی یعنی حضرت ابراہیمؑ کی زندگی مین بیٹا و پوتا ہوئے اور بشارت کو پورا کیا کہ ہر ایک نبی ہوگا اور فرمایا
اوتعالیٰ نے وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب الآیۃ۔ نہایت اکمل بشارت ہے کہ نبوت و کتاب کو انھین کی اولاد مین کردیا اور یہی حضرت
نوح علیہ السلام کے اوپر فضل تھا چنانچہ فرمایا ولقد ارسلنا نوحا و ابراہیم وجعلنا فی ذریتہما النبوۃ والکتاب الآیۃ۔ پس ذریت ابراہیمؑ در اصل
ذریت نوح علیہ السلام ہین پس نوح کی تمام ذریات مین سے نبوت و کتاب حضرت ابراہیمؑ و ان کی ذریات مین مخصوص ہوئی گویا پہلا انعام
حضرت نوح علیہ السلام پر ہوا اسی واسطے فرمایا۔ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ۔ اور نوح کو ہم ہدایت کر چکے پہلے سے یعنی قبل ابراہیم کے پس
نوح کی ذریت مین نبوت و کتاب ہونا حضرت ابراہیم کی تخصیص سے ظاہر ہوا کہ منجملہ تمام ذریات کے اُس گروہ خاص مین مراد تھا۔ اسیواسطے
علماء نے مرجع ضمیر دونون طرف جائز سمجھا فی قولہ۔ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ۔ یعنی ذریت نوح سے بسبب آنکہ مرجع قریب یہی مذکور ہین اور بعض نے
حضرت ابراہیم کو مرجع قرار دیا کیونکہ اُن کے ذکر ہونے سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ جو انبیاء مابعد مذکور ہین مراد یہ کہ ذریت ابراہیمؑ ہین یعنی۔ دَاوُدَ
اور بیٹا سُلَيْمَانَ اور یہ دونون نبوت و بادشاہت کے جامع تھے۔ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ۔ یعنی یوسف بن یعقوب۔ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ
وَكَذَٰلِكَ یعنی کما جزیناہم کذلک نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ اور جیسے ہم نے ان خالص بندون کو نیک بدلا دیا ایسے ہی ہم نیکوکار بندون کو
بدلا دیتے ہین۔ قال ابن کثیرؒ قولہ ومن ذریتہ داؤد داسمین ضمیر اگر نوح علیہ السلام کی طرف راجع ہو کیونکہ ابراہیمؑ و نوحؑ ہر دو مرجع ہین سے
نوح ہی اقرب مذکور ہین تو یہ ظاہر ہے اور اسمین کچھ اشکال بھی نہین اور یہی شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا اور اگر ابراہیم کی طرف راجع ہو
کیونکہ سیاق کلام انھین کی شان مین ہے تو بہتر ہے ولیکن یہ اشکال ہے کہ آگے لوط علیہ السلام مذکور ہین اور لوط بن ہاران بن آزر یعنی ابراہیم
کے بھتیجے ہین اُن کو ذریت مین شمار کیا اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ تغلیباً شامل کیا جیسے اسمٰعیل کو یعقوب کے آباء مین شمار کیا فی قولہ قالوا نعبد الٰہک
والٰہ آبائک ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق الآیۃ۔ اور بھتیجا بمانند بیٹے کے ہے۔ وَزَكَرِيَّا اور اسکا بیٹا يَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ بیٹا مریم رضی اللہ عنہا کا
وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ۔ ای کل واحد منہم من الصالحین۔ ہر ایک انہین سے صالحین بندون سے ہے۔ واضح ہو کہ یہان ان
انبیاء علیہم السلام کو باعتبار زمانہ کے ترتیب وار نہین بیان فرمایا بلکہ معنوی حکمت ہے کہ اسکو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اسمین بحث
کرنا بیفائدہ ہے پس داؤد بن ایشا بعد موسیٰ علیہ السلام کے ہوئے ہین اور معالم مین جو بنی اسرائیل کی روایت لکھی کہ اُن کا
حلیہ پست قد و زرد چہرہ تھے یہ یہودیون کا بہتان محض غلط ہے بلکہ خوبصورت تھے کیونکہ اُن کی خوبصورتی سے حضرت آدم علیہ السلام
نے اُنکو چالیس سال اپنی عمر سے عطا کی کما صح فی الروایۃ۔ اور ایوب بن اموص بن رازخ بن روم بن عیص بن اسحاق علیہم السلام
ہین۔ موسیٰ بن عمران بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب۔ اور ہارون حضرت موسیٰ کے بھائی ایک سال بڑے تھے اور زکریا
بن اذن بن برکیا۔ اور عیسیٰ بن مریم بنت عمران اور یہ عمران وہ نہین جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے بلکہ اُن کے نام پر تبرکاً
نام رکھا تھا اور محمد بن کعبؒ نے کہا کہ ماموں اور چچا بھی والد کے حکم مین ہے چنانچہ لوط کو ذریۃ ابراہیمؑ مین شمار کیا اور عیسیٰؑ کو ذریت مین شمار کیا
حالانکہ انکا کوئی باپ نہ تھا فقط ماں کے رشتہ سے نانا کی ذریت ہوئے عبدالملک بن عمیر سے روایت ہے کہ یحییٰ بن یعمر رحمہ اللہ حجاج
ثقفی ظالم کے پاس گئے اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو حجاج بولا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت مین سے نہ تھے تو یحییٰ
بن یعمرؒ نے کہا کہ تو نے جھوٹ کہا۔ حجاج بولا کہ تم اپنے قول پر کوئی دلیل لاؤ۔ یحییٰ نے یہی آیت قولہ ومن ذریتہ سے عیسیٰ تک پڑھی
پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کے نسب سے حضرت ابراہیم کی ذریت مین سے ہین تو حجاج نے اقرار کیا کہ تم سچے ہو

رواه ابو الشیخ والحاکم والبیہقی وقد رواه ابن ابی حاتم عن ابی حرب بن ابی الاسود۔ اور لفظ یہ ہین کہ حجاج نے یحیی بن یعمر کے پاس آدمی بھیجا کہ مجھے خبر پہونچی کہ تو گمان کرتا ہے کہ حسنؓ وحسینؓ دونون آنحضرت صلعم کی ذریت ہین اور تو اس بات کو قرآن سے پاتا ہو حالانکہ مین نے قرآن کو اول سے آخر تک پڑھا کہین نہ پایا تو یحیی نے کہا کہ کیا تو نے سورۂ انعام نہین پڑھی ثم ذکر نحو ما سبق مفسر رحمہ اللہ نے لکھا کہ عیسیٰ کے ذریت مین شمار کرنے سے یہ حکم نکلا کہ ذریت کا لفظ بیٹیون کی اولاد کو بھی شامل ہو۔ قال الحافظ۔ اگر کسی شخص نے اپنی ذریت کیواسطے وصیت کی یا ذریت پر کوئی ملک وقف کی یا ذریت کو کچھ ہبہ کیا یعنی یون کہا کہ مین نے یہ گاؤن مثلاً اپنی ذریت پر وقف کیا یا ان کیلیے وصیت کیا یا انکو ہبہ کیا تو اسکی ذریت مین دخترون کی اولاد بھی شامل ہوگی کیونکہ ذریت کا لفظ اولاد دختر کو شامل ہوتا ہے اور اگر کہا کہ وقفت علی بنی۔ وقف کیا مین نے اپنے بیٹون پر تو یہ خاص اسکے نطفہ کے بیٹے اور پوتون کو شامل ہوگا اور نواسون کو شامل نہ ہوگا اور دیگر علماء نے کہا کہ نواسون کو بھی شامل ہوگا کیونکہ حضرت صلعم نے حسن رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ابنی ہذا سید۔ یہ بیٹا میرا سید ہے الی آخر الحدیث علی ما فی صحیح البخاری۔ دیگر علماء نے کہا کہ یہ پیار سے مجازاً ہے بمعنی ذریت واولاد کے۔ قال المترجم اور اولاد کا لفظ یا اقارب کا لفظ کہنے وغیرہ کے تمام مسائل ترجمہ عالمگیریہ کتاب الوقف مین تلاش کرو۔ ومن اللہ تعالی التوفیق الیاس مین اختلاف ہو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا کہ وہ ادریس ہین اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ وہ الیاس بن سنا بن فنحاص بن عیزار بن ہارون بن عمران ہین یعنی حضرت موسیٰؑ کے بھائی ہارون کی اولاد مین سے ہین اور یہی صحیح ہو کیونکہ اللہ تعالی نے الیاس کو نوح کی ذریات مین گنا اور تاریخ نسب بیان کرنیوالے کہتے ہین کہ ادریس حضرت نوح کے اجداد مین سے ہین۔ ضحاک رح نے کہا کہ الیاس از اولاد اسمعیل ہین اور قتیبی نے کہا کہ وہ یوشع بن نون کے پوتون مین سے ہین۔ اور واضح ہو کہ ان بندون کے صالحین ہدایت یافتہ ہونے کو اللہ تعالی نے حضرت ابراہیمؑ پر انعام واحسان قرار دیا کیونکہ بیٹون کی شرافت وبزرگی اپنے باپ دادون سے ملتی ہے۔ وَاِسْمٰعِیْلَ ابن ابراہیم خلیل علیہما السلام اور انکا ذکر اسوجہ سے موخر ہوا کہ پہلے اسحاق کا ذکر بطور موہبت آلہی عطا ہونے کے ہوا پس انکی تمام اولاد انکے تحت مین مذکور ہوکر پھر اسمعیل علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ وَالْیَسَعَ مفسر رح نے لام زائدہ بیان کیا اور الیسع بن اخطوب بن العجوز ہین اور بعض نے کہا کہ یہی الیاس ہین اور یہ غلط ہے ہر ایک علیحدہ مراد ہے اور وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ یہ الیاس کے مصاحب تھے اور زکریا علیہ السلام سے پہلے تھے اور بعض نے کہا الیسع خضر علیہ السلام ہین۔ وَیُوْنُسَ بن متی۔ حدیث صحیح مین آپنے منع فرمایا کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت مت دو۔ وَلُوْطًا ابراہیم کے بھائی ہاران کے بیٹے لوطؑ جو کہ ابراہیم کے ماتحت نبی تھے اور اُن کی قوم پر نافرمانی کا عذاب آیا تھا جسکا قصہ آیندہ انشاء اللہ تعالی آئیگا۔ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَ۔ اور ان مین سے ہر ایک کو ہم نے عالمین پر نبوت سے فضیلت دی تھی اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ آپس مین ان مین سے کون کس سے افضل ہو۔ اور اہل فقہ وعلم اسمین کلام نہین کرتے ہان دلائل شرعی چونکہ اس بات پر قائم ہوئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہین لہذا آپکی افضلیت کو جمہور نے کہا ہو اور جو اسمین اختلاف کرتے ہین اُن کا قول ضعیف اور قابل اعتبار نہین ہو۔ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ یہ عطف ہو كُلًّا پر یا نُوْحًا پر۔ اور مِن یہان تبعیض کے واسطے ہو یعنی ان انبیاء علیہم السلام کے باپ و ذریات و بھائیون مین سے بعض کو ہدایت خاصہ عطا ہوئی اور من بیانیہ نہین ہوسکتا کہ کل باپ دادے وجملہ ذریات وبرادر مراد ہون کہ ان مین سے بعض کے تو فرزند ہی نہ تھا اور بعض کے اولاد مین بعض کافر زندہ ہوا جیسے نوح علیہ السلام کا بیٹا کافر تھا جو غرق ہوا۔ المعنی۔ اور اُن کے آباء و ذریات

وبرادرون سے ف ۔ ہم نے فضیلت دی ۔ وَاجْتَبَیْنٰھُمْ اخترناہم ۔ اور ہم نے ان کو مع ان کے لاحقین کے چھانٹ لیا اور
برگزیدہ کرلیا ۔ وَھَدَیْنٰھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور ان کو صراط مستقیم کی ہدایت دیدی ف ۔ اسی مقام سے خاص بشر کو
خاص ملائکہ پر فضیلت دینے والون نے دلیل پکڑی کیونکہ عالمین پر فضیلت دی تو ملائکہ پر بھی فضیلت ہوئی کیونکہ عالم ماسوائے اللہ تعالےٰ
کے سب کو شامل ہے ۔ قال المترجم اس مسئلہ مین گفتگو کرنا بیہودہ کام ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہے کہ اس نے کس کو فضیلت دی ہے
حالانکہ اس گفتگو مین ملائکہ کو فضیلت دینے والے لوگ بھی حد سے تجاوز کرتے ہین اور برعکس پس عقائد مین جو اسکا ذکر ہے بلا ضرورت ہے
واللہ تعالیٰ اعلم ۔ ذٰلِکَ الدین الذی ہدوا الیہ ۔ یعنی ذلک سے اس دین کی طرف اشارہ ہے جس کی ان کو ہدایت ملگئی تھی اور مترجم
کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ ذلک الہدی المفہوم من ہدینا وفضلنا واجتبینا ۔ کما جاء سے یعنی انعامات مذکورہ سابقہ سے جو مفہوم ہے اس کی
طرف اشارہ ہے کیونکہ فقط دین واعمال کی طرف اشارہ قرار دینا ایک ادنیٰ مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ داناتر ہے کہ یہ ہدایت کس کمال انعام
کو شامل تھی پس یہی کہنا چاہیئے کہ المعنی ۔ یہ انعام جو اوپر سے مفہوم ہوا ۔ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ۭ یہ ہدایت
الٰہی ہے اس سے جسکو اپنے بندون مین سے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے پس ہدایت نبوت اسکا انعام خاص گروہ انبیاء علیہم السلام
پر تھا وہ محض اپنی مشیت وفضل سے عطا ہوا اور دیگر بندون کو ہدایت ملتی ہے جو حق کی پیروی کرین اور راہ سنت مستقیم پر رہین
اور باطل شرک سے بچین بالجملہ شرک نہایت ہی بدتر چیز ہے اس سے جسکو اللہ تعالیٰ نے بچایا اسپر بڑا انعام فرمایا اور یہ بندگان خاص
جہان کمال مطیع تھے وہان سب سے پہلے شرک سے بچے تھے ۔ چنانچہ فرمایا ۔ وَلَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبِطَ عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ
اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو جو کچھ عمل کرتے تھے وہ حبط ونیست ہوجاتا ف ۔ مفسر رحمہ اللہ نے یہان تو شرطیہ کو فرضیہ قرار دیا یعنی اگر بالفرض یہ
لوگ کہین کچھ شرک کرتے تو جو کچھ کرتے تھے سب ان سے حبط اور نیست ہوجاتا پس شرک تمام برباد کردیتا ہے قال الحافظ ۔ اسمین شرک
کی انتہائی برائی اور اسکے لگاؤ سے انتہائی بچاؤ کا بیان ہے جیسے فرمایا ۔ ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک
الآیۃ ۔ یعنی اے محمد تجکو اور تجھ سے پہلے والون سے ہر ایک کو وحی کیا گیا کہ اگر تو نے شرک کیا تو قطعاً تیرے عمل نیست ہوجاوینگے ۔ ھ ۔
پھر واضح ہو کہ یہ شرط ہے اور شرط اس بات کو نہین مقتضی ہے کہ اسکا واقع ہونا جائز ہے بلکہ بعض شرط ایسی ہوتی ہے کہ اسکا واقع ہونا
جائز نہین بلکہ محال ہوتا ہے جیسے قولہ قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین ۔ یعنی کہدے اگر ہوتا الرحمن کے کوئی بیٹا تو مین پہلا عبادت
کنندہ ہوتا ۔ ھ ۔ اور فرمایا ۔ لو اردنا ان نتخذ لھوا لاتخذناہ من لدنا ان کنا فاعلین ۔ اگر ہم چاہتے کہ اسکو بیہودہ کھیل بناوین تو ہم اپنے یہان
بنالیتے ۔ ھ ۔ اور فرمایا کہ لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا لاصطفی مما یخلق ما یشاء الآیۃ ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ فرزند بناوے تو جو کچھ مخلوق فرماتا
ہے اسمین سے جو چاہے چھانٹ لے ۔ ھ ۔ حالانکہ ان کا وقوع جائز نہین محال ہے ۔ قال المترجم پس اسطرح قولہ ولو اشرکوا مین یہ جائز
نہین کہ شرک ان بندون سے واقع ہووے بسبب اسکے کہ اوتعالیٰ عزوجل نے تقدیر ازل مین ان کو برگزیدہ پاک اعمال کردیا تھا ۔ لہذا مفسر
سیوطی رح نے بالفرض کے معنی بیان کئے اور یہان سے ظاہر ہوا کہ بالفرض کا لفظ مقدر نہین ہے بلکہ معنی ہی اُسکے یہ ہین پس یہ لفظ توضیح
کے واسطے ظاہر کردیا ہے اور علماء بیان نے جو کہا کہ حرف شرط محتمل پر داخل ہوتا ہے اُسکے معنی یہ ہین کہ جو امر محتمل ہو اسپر حرف قطعی الوقوع
داخل نہ ہوگا اور جو ضرور واقع ہونیوالا ہو اسپر حرف شک نہین داخل ہوگا مثلاً اذا طلعت الشمس اتیتک ۔ جب سورج طالع ہوگا تو مین تیرے
پاس آؤنگا ۔ یہ غیر ممکن ہے پس یہان حرف ان لاؤ اگرچہ محال ہے اور مثلاً ان غربت الشمس اتیتک ۔ اگر سورج غروب ہوگا آؤنگا بیشک غلط ہے

بلکہ اذا غربت الشمس کہنا چاہیے پس جس شخص نے یہ زعم کیا کہ حرف شرط جس پر داخل ہو اسکا وقوع محقق ہوتا ہو تو وہ غلط سمجھا۔ اُولٰٓئِكَ المذکورون
المذکورون - یہ پاک بندے جو مذکور و موصوف ہوئے یہی ہیں کہ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ جن کو ہم نے دی ہو کتاب ف یعنی
آسمانی کتابیں عطا فرمائی ہیں خواہ بایں طور کہ ان پر نازل ہوئی یا ان کے فہم میں ہدایت کے طور پر ملی۔ وَالْحُكْمَ اور حکمت الٰہیہ۔
وَالنُّبُوَّةَ اور نبوت ف۔ اس سے معلوم ہوا کہ کتاب و حکمت و نبوت سب الگ الگ چیزیں ہیں پس جس شخص نے نبوت کی
ماہیت بیان کی اُس نے خطا کی یا ان لوازم نبوت کو بیان کر سکتا ہے اور وہ ظاہر ہیں۔ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا - اے بہذہ الثلثۃ۔ پھر اگر کفر
کریں اس سے یعنی انھیں تینوں باتوں کتاب و حکم و نبوت سے اور بعض نے فقط نبوت کی طرف ضمیر راجع کی۔ ورجحہ الشیخ الحافظ۔
یعنی اگر ان انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے انکار کریں هٰٓؤُلَآءِ اہل مکہ۔ کذا فسرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما و سعید بن المسیب و الضحاک
و قتادہ و السدی و غیر واحد رحمہم اللہ تعالیٰ۔ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا ارصدنا لها یعنی توکیل یعنی ارصاد ہو المعنی تو منظور نظر کر دیا ہم نے اسکے ساتھ
ایمان لانے کیلئے۔ قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ایسی قوم کو جو کبھی اس سے منکر نہیں ہیں اور بکافرین پر با زائدہ ہو بغرض مزید تاکید کے۔ قال المفسر یہ قوم مہاجرین و
انصار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور یہی کہے مانند ابن عباس سے مروی ہو اور بعض نے اس قوم سے ملائکہ مراد لئے اور بعض نے انبیاء مذکورین علیہم السلام مراد لئے اسے بعید ہو اور حق
یہ ہو کہ جیسے کفر انکار کرنیوالے اولاً تو اہل مکہ تھے مگر ہر انکار کرنیوالا انہیں شامل تھا اسیطرح ایمان لانیوالے اولاً تو صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم ہیں - اور جو
اس طرح ایمان لاوے انہیں شامل ہو اور ان کی تعیین علم الٰہی میں موجود و معلوم ہے اور اسی کے مانند زید بن اسلم رح سے مروی ہوا۔ قال
الشیخ الحافظ یعنی اگر نعمتوں سے قریش اہل مکہ میں سے ایک گروہ نے انکار کیا اور نیز دیگر اقوام عرب و عجم یہود و نصاریٰ نے انکار کیا تو
ہم نے اسپر ایمان لانیوالی ایک دوسری قوم منظور نظر فرمائی ہے وہ برابر اسپر ایمان لاوے گی یعنی جیسے ازل میں قریش وغیرہ میں کے منکرین کا
کفر مقدر کیا اور ایک قوم دیگر کا ایمان مقدر کر دیا اور یہ قوم مہاجرین و انصار ہیں اور نیز جو لوگ قیامت تک اسمیں ان کے پیرو ہیں اسطرح
کہ اسمیں سے ایک حرف سے بھی انکار نہیں کرتے ہیں بلکہ قرآن و آیات الٰہی محکم و متشابہ سب پر ایمان لاتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ
اے ہداہم اللہ تعالیٰ۔ یہی ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے۔ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ اے بطریقہم من التوحید و الصبر اقتدہ
پس تو بھی ان کے طریقہ توحید میں یا کافروں کے ایذا پر صبر کرنے میں اقتدا کر ف۔ یہ خطاب ہے آنحضرت صلعم کو اور
ابن عباس کی روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کو حکم دیا گیا کہ ان انبیاء علیہم السلام کی ہدی میں اقتدا کریں اور سورۂ ص میں سجدہ کرتے
تھے۔ رواہ البخاری و النسائی اور اہل علم نے اس سے حجت پکڑی ہو کہ آنحضرت صلعم جمیع انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں کیونکہ
خصائل عمدہ جو انبیاء میں متفرق تھے وہ آپ میں مجتمع ہوئے اور مترجم کہتا ہے کہ دلائل افضل ہونے کے دیگر اقوی و احسن ہیں اور
اس مقام پر جملہ خصائل ہدایت مذکور نہیں ہیں پس اگر وحی سے معلوم ہوئے تو وہ وحی مستقل ہے ورنہ توحید میں اقتدا ہوگی اور اقتداء کا یہ
کہ جس طریقہ سے انھوں نے لوگوں کو ہدایت کی اور نبوت کو پہونچایا اسمیں اقتدا کرنیکا حکم ہے تاکہ آنحضرت صلعم غمگین نہ ہوں اسلئے
کہ مشرکین نہیں مانتے اور ایمان نہیں لاتے ہیں و دیگر امور میں مانند صبر بر ایذائے کفار میں اقتدا کریں بمانند قولہ فاصبر کما صبر اولوا العزم من
الرسل۔ یعنی جیسے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا ویسے تو بھی صبر کر۔ اور اقتدا کے معنی یہ ہیں کہ غیر کے فعل میں موافقت چاہنا۔ پھر
اقتدہ میں ہا ساکنہ ہو پس وقف میں یہ ہا آتی ہے اور کوئی اشکال نہیں اور رہا وصل میں تو بایں طور کہ وصل کو وقف کے بجائے ہا رکھا
کیا اور حمزہ و کسائی نے وصل کی راہ سے اسکو حذف کیا ہو اور اکثر قراء کے نزدیک اثبات ہو نہ حذف اور بعض نے کہا کہ ضمیر ہے اور

اور راجع بجانب مصدر ہو یعنی اقتدہ یعنی اقتدار الاقتدار ہے۔ قُلْ لاہل مکہ۔ کہدے یعنی اہل مکہ سے کہدے کہ لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ۔ اے
علی القرآن۔ نہین مانگتا مین تم سے قرآن کے عوض یا تمکو راہ مستقیم کی طرف دعوت کرنے کے عوض۔ اَجْرًا۔ ان تعطونہ کچھ اُجرت
جسکو تم لوگ دیدو بلکہ میرا اجر مجھے میرا پروردگار تعالی عطا فرما دیگا پھر بے غرض نصیحت کو قبول کرو۔ اِنْ ھُوَ ما ہذا القرآن
نہین ہے یہ قرآن۔ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ۔ مگر نصیحت واسطے عالمین کے یعنی جن و انسان کے واسطے خواہ اسوقت موجود ہین یا آئندہ
قیامت تک پائے جاوین اور اسمین دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام تھی کہ جمیع مخلوق جن و انسان کی طرف تھی اور تمام خلائق
پر آپکی دعوت اور راہ حق کی طرف ہدایت کرنے کو ماننا فرض ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ جس یہودی و نصرانی نے مجھے سنا اور میری
دعوت اسکو پہونچی پھر وہ ایمان نہ لایا تو کافر مریگا اور مسئلہ معروف ہے اسمین اختلاف نہین ہان بعض نے کہا کہ ملائکہ بھی آپ کی بعثت
مین داخل ہین اور اسمین اختلاف ہے اور دلیل یہی لفظ عالمین ہے جو مستغرق جمیع عوالم کو ہے جسمین سے ملائکہ بھی ہین فافہم واللہ اعلم
فی العرائس قولہ اجتبیناہم وہدیناہم۔ اپنی معرفت کیواسطے ان لوگون کو ازل ہی مین قبل ان کے ایجاد کرنے کے برگزیدہ فرمایا اور بعد ایجاد
کے اپنے مشاہدہ کی ہدایت فرمائی کیونکہ استقامت ہر عارف کی درجہ مشاہدہ مین یون ہے کہ اس عارف مین خطرات نہ آوین
اور بشریات یعنی بشریت کے مقتضیات سے مضطرب نہو اور جنید رح نے فرمایا کہ ہم نے اُن کو اپنے واسطے خالص کیا اور اپنی درگاہ
کے واسطے ان کو ادب دیا اور تمام عالم سے منہ موڑ کر صرف او تعالی کی طرف توجہ لانے کی ہدایت فرمائی۔ قولہ تعالی اولئک الذین
ہدی اللہ۔ او تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ آداب شریعت و طریقت مین انبیائے سابقین کی اقتدا کرین کیونکہ اس
مقام مین وسائط کی منزلین ہین پھر جب آنحضرت صلعم بالکل واصل و کامل ہوگئے تو پھر حکم کیا کہ درمیان سے واسطہ سب ساقط کیے
چنانچہ فرمایا قل انما اتبع ما یوحی الی من ربی الآیۃ۔ کہدے کہ مین تو اسی کی پیروی کرتا ہون جو میرے پروردگار سے مجھے وحی کیا گیا تو یہ
نہین دیکھا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب توریت پڑھتے ہوئے آئے تو انکو جھڑکا اور فرمایا کہ اگر موسی زندہ ہوتا تو اسکو کوئی گنجائش نہ ہوتی سوائے
اس بات کے کہ میری پیروی کرے قال المترجم علماء تفسیر نے بھی لکھا کہ جن امور مین آپ پر کوئی نص وحی نہین آئی اسمین آپ کو انبیاء
سابقین کی شرع پر عمل کرنے کا حکم تھا لہذا علماء نے کہا کہ انبیاء سابقین کی شرع جو منسوخ نہ ہوا اسپر ہم کو عمل کرنا چاہیئے ہے اور مترجم
اس بحث کو پہلے ذکر کر چکا ہے فتذکر۔ قال الشیخ اور نیز قولہ اولئک الذین ہدی اللہ کے یہ معنی ہین کہ ان کو عرفان کا مرتبہ عنایت کیا اور
حقائق کے آداب انکو سکھلائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنی امت کو اپنی شریعت کے اقتدار کا حکم دین اور یہ شریعت
وہی انبیاء سابقین کی شریعت ہے چنانچہ او تعالی نے فرمایا۔ شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا الآیۃ۔ واسطی رح نے اس آیت مین
کہا کہ او تعالی نے ان انبیاء علیہم السلام کو اپنی ذات سے ہدایت کی اور اپنی صفات سے پاکیزہ کیا اور مطالبہ عوض و غرض سب
اُن سے ساقط کردی اور اُن کے اسرار باطنی مین اشارات حقائق کو بھر دیا۔ اس آیت سے بعض نے اشارہ کیا کہ آدمی کی ارادت
پوری نہین ہوتی جب تک کہ پیشواؤن سے نہ لیوے اور اُن کی نظر کی برکتین حاصل نہ کرے۔ بھلا تو نہین دیکھتا کہ مصطفی صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے دونون وزیرون سے نظر برکت کا حکم دیا کہ فرمایا۔ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر۔ یعنی تم لوگ اقتدا کرو
دونون سے جو میرے بعد راہ شریعت کو برتین وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہین پس ایسے ہی شخص کی اقتدا صحیح ہے جو پیشواؤن کے طریقہ پر ہو اور
انکی برکتون نے اسمین اثر کیا ہو تو غور سے دیکھ کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ بشارت اسکو جسنے مجھے دیکھا یعنی جسمین میرے دیدار نظر نے اثر کیا ہے۔ فافہم

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ

اور انھون نے نہ جانچا اللہ کو پورا جانچنا جب کہنے لگے اللہ نے اُتارا نہین کسی انسان پر کچھ پوچھ تو کس نے اُتاری

الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ

وہ کتاب جو موسیٰ لایا روشنی اور ہدایت لوگون کی جسکو تم نے ورق ورق کر کر

تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ قُلِ

دکھایا اور بہت چھپا رکھا اور تم کو اسمین سکھایا جو نہ جانتے تھے تم نہ تمھارے باپ دادے کہہ

اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ

اللہ نے اُتاری پھر چھوڑ دے اپنی بک بک مین کھیلا کرین اور ایک یہ کتاب ہے کہ ہم نے اُتاری

مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ

برکت کی سچ بتاتی اپنی اگلی کو اور تا تو ڈراوے اصل بستی کو اور آس پاس

حَوْلَهَا وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝

والون کو اور جن کو یقین ہے آخرت کا وہ اسکو مانتے ہین اور وہ ہین اپنی نماز سے خبردار

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔ نہین تعظیم کی اللہ تعالیٰ کی جیسا اسکی عظمت کا حق ہے ف کذا حکی عن ابن عباس رض اور یا یعنی کہ نہین پہچانا اللہ تعالیٰ کو حق اسکے پہچاننے کا۔ حاصل آنکہ حق تعظیم تو اس سے بڑھکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ پر کتاب اُتاری کیونکہ یہ تو ادنیٰ بات ہے اور اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے اور بنا بر معنی دوم کے حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور اسکی رحمت اپنے بندون پر بہت ہے از انجملہ کتاب بھی نازل فرمائی اور رسول بھی بھیجے مگر ان لوگون نے اسکی معرفت نہ پہچانی۔ اِذْ قَالُوْا۔ جبکہ کہا ان لوگون نے نبی صلعم سے درحالیکہ آپ سے قرآن مجید کے کتاب الٰہی ہونے مین جھگڑتے تھے۔ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ۔ مِن ادہ بغرض تاکید و شمول نفی ہے "نہین اُتاری اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ چیز"۔ قال المفسرؒ یہ لوگ یہودی تھے کہ قرآن مجید سے انکار کرتے ہین کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نہین اُتارا۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ یہود نے کہا کہ اے محمدؐ آپ پر اللہ تعالیٰ نے کتاب اُتاری ہے آپ نے فرمایا کہ ہان تو بولے خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کوئی کتاب نہین اُتاری۔ سدیؒ نے کہا کہ یہ فنحاص یہودی نے کہا تھا اور عکرمہؒ سے مروی ہے کہ مالک بن الصیف یہودی نے کہا اور اسی کے مانند سعید بن جبیر سے مروی ہے۔ شاید ان یہودیون نے عوام کو شک دلانے کیلئے اس طرح بے ایمانی سے قسم کھائی۔ بالجملہ یہ آیت اس صورت مین مدنیہ ہوگی کیونکہ یہود تو مدینہ مین تھے یا اتفاق سے مکہ مین گئے ہون اور یہ سورہ مکیہ ہے۔ قال الحافظ ابن کثیرؒ قولہ وما قدروا اللّٰہ حق قدرہ۔ نہین تعظیم کی اللہ تعالیٰ کے حق تعظیم جبکہ اُنھون نے رسول سے انکار کیا جسکو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ہدایت کو بھیجا۔ ابن عباس و مجاہد و عبد بن کثیر نے فرمایا کہ نزول آیت کا قریش کے حق مین ہے اور ابن جریرؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے پھر اختلاف مذکورہ بالا ذکر کرکے کہا کہ اصح یہ ہے کہ قریش کے حق مین نزول ہوا کیونکہ یہ سورہ و آیت مکیہ ہے اور نیز یہودی لوگ آسمان سے کتاب نازل کیے جانے سے منکر نہین ہین ہان قریش و عرب والے البتہ آنحضرت صلعم سے انکار کرتے اور کہتے کہ یہ تو بشر یعنی آدمی ہین کما فی قولہ قالوا ابعث

اللہ بشرا رسولا الآیۃ ۔ اور ملائکہ کی رسالت مانگتے تھے پس یہان انکا انکار ذکر فرمایا کہ ان مشرکون نے کہا کہ ما انزل اللہ علی بشر من شیء ۔
مترجم کہتا ہے کہ واقعہ محتمل ہے اور صورتین سب واقع ہوسکتی ہین اگرچہ سبب نزول مین رائے کو دخل نہین مگر توفیق یون ہوسکتی ہے
کہ یہود کمبخت نے مکہ مین یا دوسرے مقام پر قریش وغیرہ مشرکین سے ملاقات مین بہکایا ہو کہ اللہ تعالی نے آدمی پر آسمان سے کوئی
کتاب نہین اُتاری ہے وہی مشرکین نے مان کر آنحضرت صلعم سے انکار کیا پس یہود پر رد کرنے مین کفار قریش کا رد ہے کیونکہ قریش
تو اس بات مین یہود کی تصدیق کرنے والے تھے لہذا فرمایا۔ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى ۔ ان لوگون سے
کہدے کہ کس نے اُتاری وہ کتاب جسکو لایا موسی ۔ ف ۔ یعنی توریت پھر کس نے اُتاری ۔ بہ مین بار تعدیہ اور ضمیر مفعول بہ ہے
اور اسی سے حال ہے ۔ قولہ نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ درحالیکہ نور ہے وہ کتاب اور ہدایت ہے لوگون کے لئے یعنی منور و ہادی
ہے ۔ قال الحافظ یعنی مشکلات حل ہونے اور شبہات کی تاریکی دور ہونے مین اس کتاب سے روشنی لیجاتی تھی ۔ اور قریش پر اسوجہ
سے حجت ہے کہ وہ یہود کی تصدیق کرتے کہ موسی علیہ السلام پر توریت اُتری ہے یا ہر شخص اسکو جان گیا ہے انکار نہین کرسکتا اور اگر
نزول دربارہ یہود ہو تو ان پر الزام ظاہر ہے اور جو مترجم نے توفیق بیان کی اسکے موافق کچھ اشکال نہین کیونکہ یہود کو جھوٹا ثابت
کر دیا اور قریش نے انھین جھوٹون و بہتان کرنے والون کی تصدیق کی تھی پس قریش پر بھی رد ہوگیا ۔ یہودی اس سے کسی طرح
انکار نہین کرسکتے ۔ پھر دوسرا جملہ حالیہ فرمایا ۔ بقولہ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ ۔ درحالیکہ تم لوگ (یا یہ لوگ) اس کتاب کو اجزاء
متفرقہ بناتے ہو ۔ ابو عمر اور ابن کثیر نے یجعلون بیاء تحتانیہ تینون جگہ پڑھا یعنی یجعلونہ اور یبدونہا اور یخفون سب بیاء تحتانیہ
پڑھے ہین اور باقیون نے یجعلون وغیرہ کو بتاء خطاب پڑھا پس غیبت سے خطاب کی طرف التفات ہوگا جسکے فوائد مین سے
یہ بھی ہے کہ بالمشافہ خطاب مین جھوٹ بولنے سے شرم کرین اور قراطیس جمع قرطاس یعنی پارہ پارہ ۔ المعنی تم کرتے ہو اس کو
قراطیس مین یا تقدیر کلام آنکہ یجعلونہ ذا قراطیس یعنی اسکو اصلی کتاب مین سے نقل کرکے قراطیس مین لاتے ہو اور اسکو جدا جدا
ٹکڑے اور متفرق اوراق پر لکھتے تاکہ جو انکی مراد ہے وہ پوری ہو کہ تحریف کرین اور تبدیل کرین اور کچھ ظاہر کرین اور جو چاہین
وہ چھپا ڈالین جیسے نبی صلعم کی صفت پوشیدہ کر ڈالی ۔ اور یہ ان لوگون کی مذمت ہے اور یہ لوگ یہود ہین اسی واسطے فرمایا تُبْدُوْنَهَا
یعنی جو کچھ اسمین سے ظاہر کرنا چاہتے وہ ظاہر کرتے ہو (یا ظاہر کرتے ہین) وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۔ اور اخفا کرتے ہو بہت کو (یا) وے
لوگ اسمین سے بہت اخفا کرتے جیسے نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ ۔ پھر واضح ہو کہ بتاء خطاب پڑھنا اولی ہے بقرینہ قولہ وَعُلِّمْتُمْ
مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ۔ یعنی علمتم ایہا الیہود من القرآن مالم تعلموا انتم ولا آباؤکم من التوراۃ بیان ما التبس علیکم واختلفتم
فیہ ۔ اور سکھلائے گئے تم اس کتاب قرآن سے جو محمد صلعم پر نازل ہوئی ہے ایسی باتین جنکو نہین جانا تم نے اور نہ تمھارے باپ
دادون نے توریت مین سے بایں طور کہ قرآن مین بیان آگیا اُس چیز کا جو تم پر مشتبہ ہوگئی تھی اور تم اسمین باہم جھگڑتے تھے ۔
(السیوطی) اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب قریش کو ہے یعنی تم کو قرآن کے اُتارنے سے اگلی و پچھلی وہ خبرین و علوم سکھلائے جو تم
و تمھارے باپ کوئی نہین جانتے تھے ۔ لیکن پوشیدہ نہین کہ استفہام کے تحت مین یہ بھی داخل ہے یعنی کس نے موسی پر کتاب اُتاری
ایسی اور ایسی اور تم نے اس کو اس طرح پارہ پارہ لکھا اور جو تم و تمھارے باپ نہ جانتے تھے وہ سکھلائے گئے پس اگر یہ معنی ہوون
کہ قرآن سے سکھلائے گئے تو کسی قدر انتشار ہوتا ہے پس اولی وہ ہے جو بعض نے کہا کہ یہ بطور منت و احسان کے ہے یہود پر

اورنعمت کی یاددہانی ہے تاکہ جان بوجھکر جاہلون کو بہکانے سے شرم کرین۔ پھر حضرت صلعم نے حکم دیا کہ ان جھوٹون کو جو انزال کتاب سے انکار
کرتے ہین بعد استفہام مذکور کے کہ کس نے توریت موسیٰ پر اُتاری تھی جواب دے لقولہ قُلِ اللّٰہُ اسے اللہ تعالیٰ انزلہ۔ رواہ علی بن
ابی طلحۃ عن ابن عباس یعنی کہدے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اُتارا۔ یعنی یہودی جھوٹے مفتری شرمندہ ہوکر کیا جواب دینگے جواب
تو یہی ہے تو خود جواب دیدے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اُتارا ہے جیسا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر کتاب اُتاری تو مشرکون و
یہودیون کا قول کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نہین اُتارا ہے رد ہوگیا اسلئے کہ سالبہ کلیہ کے غلط ہونے کیواسطے موجبہ جزئیہ
کافی ہے۔ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ فی باطلہم يَلْعَبُونَ۔ پھر اُن کو اُن کی جہالت گمراہی اور بہتان و افترا مین چھوڑدے
کھولیب کرین ف۔ یہان تک کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر و مشیت ہے انپر جاری ہو۔ اور یہ بیان مشیت ہے کہ صریح الزام ان پر
عائد ہین کیونکہ جانتے ہین پھر ہدایت نہین پاتے ہین پس بعض نے جو کہا کہ یہ آیت السیف سے منسوخ ہے یہ بعید ہے کہ پھر قرآن مجید کو
بیان فرمایا۔ وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ یہ ایسی کتاب ہے کہ ہم نے اُسکو
اُتارا مبارک ہے اپنے روبرو والے کی تصدیق کرنے والی ہے یعنی اپنے زمانہ سے پہلے اُتری ہوئی کتابون کی تصدیق کرتی ہے
وَلِتُنذِرَ دو قرأت ہین تا رخطاب پس آنحضرت صلعم کو خطاب ہے اور یا رتحتانیہ پس قرآن مجید فاعل ہے اور یہ اپنے ماقبل پر
ازراہ معنی کے عطف ہے اور حاصل آنکہ یہ قرآن ایک کتاب ہے کہ اسکو ہم نے اُتارا واسطے برکت و اگلی کتابون کی تصدیق کے اور
واسطے اس بات کے کہ اسکے ساتھ تو ڈرسنا دے۔ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا ام القریٰ کو یعنی ام القریٰ والون کو اور ان
لوگون کو جو اسکے گرد ہین۔ قتادہؒ نے کہا کہ مجھے خبر پہونچی کہ زمین جب ابتدائے خلقت مین بچھائی گئی تو اسی مقام سے بچھائی گئی اسی واسطے
مکہ کو ام القریٰ کہتے ہین کہ تمام شہر و زمین جہان کا وجود یہین سے ہے اور بعض نے اسکو کہا کہ زمین کی ناف ہے۔ بالجملہ ام القریٰ کے گرد والے
تمام روئے زمین کے باشندے ہوئے یعنی تمام ان قری والے جنکے واسطے مکہ مانند مان کے ہے چنانچہ دوسری آیت مین ہے قل
یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الآیۃ۔ اور فرمایا۔ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ اور فرمایا۔ لانذرکم بہ
ومن بلغ الآیۃ پس یہ ارادہ نہ ہوگا کہ قولہ لتنذر ام القری۔ سے آنحضرت صلعم کی عموم بعثت نہین ثابت ہوتی ہے کیونکہ ان حولہا کے
معنی عموم بعثت کے مثبت بیان ہوئے علاوہ برین دیگر نصوص صریحہ مفید عموم بعثت موجود ہین تو اگر من حولہا سے مضافات مکہ مراد
ہون تاہم ایک خاص فعل مین ہوگا کہ آنحضرت صلعم بذات خود انذار کرین اور یہ عموم بعثت کو منافی نہین باین معنی کہ جسکو اسواسطے
آپکے بعثت پہونچی اسپر ایمان فرض ہے ورنہ کافر ہوگا۔ فافہم۔ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ جو لوگ آخرت
کو حق جانتے وہ قرآن پر ایمان لاتے ہین ف۔ کیونکہ آخرت کی اور روز جزا و حساب کی جو تصدیق کرتا ہے وہ ڈرسنانے پر مستعد ہوتا
اور اعمال خیر کی رغبت کرتا ہے کیونکہ حیات دنیاوی تو چند روزہ ہے اور لہو لعب بیکار ہے اور یہودیون و نصرانیون کو درحقیقت دار
آخرت پر ایمان نہین رہا اسوجہ سے قرآن سے منکر ہین۔ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ اور یہ لوگ اپنی نماز پر محافظت
رکھتے ہین ف۔ یعنی عذاب الٰہی کے خوف سے اسکو محفوظ رکھتے ہین۔ قال فی المدارک نماز کی خصوصیت باین معنی کہ وہ دین کا
ستون اور اصل اعمال ہے جسنے اسکو نگاہ رکھا وہ ظاہر ہے کہ سب کو نگاہ رکھیگا قال المترجم اور جن لوگون کو نماز پڑھنے سے یہ فیض نہین ہوتا کہ تمام
بُری باتون کو چھوڑین تو اسوجہ سے کہ نماز کو بیدلی سے بدون مطلب سمجھے پڑھتے ہین اور اللہ تعالیٰ کے حضور مین عاجزی اور سرجھکانے

کو خیال نہین رکھتے اور سورۂ الحمد مین جو دعا و مناجات ہی اسکو دل سے نہین مانگتے ہین اللہم وفقنا ایای والمسلمین جمیعا وانت ارحم الراحمین
ف- فی العرائس قولہ تعالیٰ وما قدروا اللہ حق قدرہ- اس سے خلائق کی ہوس اس بات کی توڑ دی کہ اسکے کنہ قدم کو پا وین
کیونکہ اسکی درگاہ عزت تک پہونچنے مین تو یہ کیفیت ہی کہ وہان حدوث کا اثر و نشان نہین رہتا پھر قدر عظمت و کبریائی کو کوئی
کیا جانے ہان معرفت اسکا فضل ہے سو جسکو معرفت نہین وہ قدر کیا کریگا اور معرفت اسکو کیا ہوگی جو اپنے نفس کو تو پہچانتا نہین و
لیکن اپنے نفس کی حقیقت کہان جان سکتا ہے الا اسی صورت سے کہ اسکا خود خالق ہوتا پھر نعوذ باللہ منہ کوئی اور خالق کہان
سے ممکن ہی حضرت باری تعالیٰ کی درگاہ پاک ہی ہر شرک و ضد و ند وغیرہ سے اور اسکی سطوات عظمت مین غیر کا وجود ہی ندارد ہے
سبحان اللہ تعالیٰ وہ پاک پروردگار وحدہ لا شریک ہی وہ اپنی قدر معرفت خود ہی جانتا ہی اسکا ادراک کسی بندۂ مخلوق کی طاقت
نہین یعنی کوئی غیر اسکے جناب مین نہین ہے وہان عقلین حیران ہین کہ غیر متناہی ہی اور قلوب متحیر ہین کہتے ہین کہ غیر محدود ہی کہین
مکان و زمان مین اسکا حلول نہین اسکا علم سب کو محیط ہی وہ پاک ذات منزہ و مقدس ہی کہ زبانین جتنی بے انتہا تعریف کرین وہ اسکی
پاک برترشان مین تھوڑی سی تھوڑی ہے اسکی تعریف و حمد و ثنا وہی خود کر سکتا ہی- اسکا فضل ہے جس بندے کو مقرب فرمایا وہ
عارف کہلایا اور جس حال و بزرگی مین یہ بندہ ہونچا اسکی نظر مین ہفت اقلیم کی سلطنت و بہشت و جنت بلکہ دونون جہان کی نعمت گرد
ہے وہو اللہ فی السموات وفی الارض یعلم سرکم وجہرکم ویعلم ما تکسبون- یہ آیت پڑھو اور اسکی عظمت کیواسطے گردن جھکاؤ سبحانک
اللہم آمنا بک وبما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حسین رحمہ اللہ نے کہا کہ اوتعالیٰ پاک پروردگار ہے بھلا کوئی اسکی حق قدر کب جان سکتا ہے
اسی نے اسکو مقدر کیا ہے اور اوصاف قدم سے حوادث کے اوصاف پر ایک پرتو ہے بس اپنی قدر جانتا تو اپنی وسعت بھر قدر الٰہی
ادا کرتا- قال المترجم یعنی فنا ہوجاتا بعض نے کہا کہ اوتعالیٰ کی قدر نہین پہچانی ورنہ ہر صنع الٰہی کے وارد ہونے پر ان کی روحین
پگھل جاتین اور فنا ہوجاتین قولہ قل اللہ ثم ذرہم یعنی جب کہ واصلین کے اسرار وادی الوہیت مین پڑے اور شوق ہویت
مین ان کی روحین متحیر ہوئین اور سطوات قدرت مین عقلین فنا ہوئین اور تجلی مشاہدہ مین اجسام فنا ہوئے اور موارد تجلی جمال و جلال کے واردات
سے جو ان پر وارد ہوا اسکے مسالک نہین پہچانے پس تجھ سے پوچھتے ہین اس حیرانی مین کہ ہم کون ہین اور کہان ہین تو بزبان ادائے
محبت کہدے اللہ یعنی جسمین تم پڑے ہو یہ دریائے ازل ہی تم اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس معرفت مین پہونچے ہو اور جب وہ لوگ
تجھ سے پوچھین جو قہر الٰہی مین پڑکر حیرت گمراہی مین بھٹکے پھرتے ہین کہ ان کو یہ کہان سے ہی تو کہدے کہ مشیت الٰہی نے تم کو اسمین ڈالا ہے
اور ولی و محبوب ہونا کچھ مجاہدہ سے نہین ہی اور گمراہ ہونا کسی علت پر نہین ہے پھر چھوڑدے دونون گروہ کو اور تو میری طرف مشغول ہو کیونکہ
جس دل مین اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اسکو حوادث و ممکنات سے مشغول ہونا لائق نہین ہے- قال المترجم ہر دو گروہ کی تفسیر جو اشارہ
مین داخل کی مترجم کی سمجھ مین تو جب شاید نہین آئی اور شاید قولہ علمتم ما لم تعلموا انتم ولا آباؤکم- کی تفسیر مین حضرت قتادہ رح سے مروی ہوا کہ یہ
مشرکون کیواسطے ہی اور حضرت مجاہدؒ سے مروی ہوا کہ یہ مسلمانون کے واسطے ہی پس یہی اشارہ ہی ان دونون گروہ اہل ایمان و ولایت
کے اور اہل قہر و ضلالت کے اسکے حکم مین شامل ہونے کا ذو جہت سے واللہ تعالیٰ اعلم- قال الشیخ اور نیز قولہ قل اللہ یعنی زبان سے
اللہ کا ذکر کر اور زبان سر باطن سے ایسا نہ ہو کیونکہ مذکور کے سوائے ذکر کی طرف مشغول ہوجانا بندہ کے واسطے پردہ ہی اور نیز جب تبلیغ
رسالت سے فارغ ہو تو ماسوائے حق سے اوتعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اللہ کہہ کہ غیر اللہ کوئی نہ تھا پھر تمام مخلوقات ماسوائے کو چھوڑدے

تاکہ زبان باطنی موافق زبان ظاہر ہو۔ بعض نے کہا کہ خواص کو اس آیت سے دعوت فرمائی کہ ہر چیز سے منقطع ہو کر محض اللہ تعالیٰ کیواسطے بلکہ وہی ہو رہے۔ بعض نے کہا کہ اللہ کا نام پاک سر باطنی ہین کہ اور وہان کے حسب حال ادا کر اور زبان سے چھوڑ دے۔ حکایت ہے کہ ایک شخص نے شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ لا الٰہ الا اللہ نہین کہتے اور اللہ کہتے ہین اسمین کیا بات ہے فرمایا کہ اسکا ضد کہان ہے جس کی نفی کرون پھر زیادہ کیا کہ میری زبان کلمہ انکار پر جاری نہین ہوتی۔ پھر زیادہ کہا کہ مجھے خوف ہے کہ وحشت انکار پر ماخوذ ہو جاؤن پھر اس شخص نے اور زیادہ کی درخواست کی تو پڑھا قولہ تعالیٰ قل اللہ ثم ذرہم پس وہ شخص بیہوش ہو گیا اور اسکی روح نکل گئی پس اس شخص کے وارثون نے شبلی رح پر خون کا دعوی کیا اور خلیفہ کے پاس لیگئے پس خلیفہ نے شبلی رح سے دعوی کا استفسار کیا تو شبلی رح نے کہا کہ ایک روح تھی کہ محبت مین سرشار ہوئی اور بلائی گئی تو قبول کیا پھر مر گیا قصور کیا ہے پس خلیفہ نے حاجبون کو بلند آواز دی کہ چھوڑ دو اسکا کچھ قصور نہین ہے۔ قال المترجم کمال الیقین و کمال محبت ہے کہ لا الٰہ الا اللہ سے توحید ثابت کرنے کیلئے انھین کو حکم ہے کہ آلہہ باطلہ بناتے ہین اور جن کو یقین بڑھتا جاتا ہے وہ کافرون مشرکون پر تعجب کرتے ہین کہ وہ کوئی اور معبود ہو سکتا ہی نہین پھر کس معبود کی نفی کرین یہان تو فقط ایک اللہ پاک معبود برحق ہے یہان اگر کوئی اور وہم خیال مین آتا ہوتا تو نفی کرتے اسی واسطے شبلی رح نے کہا کہ ضد کہان ہے جس کی نفی کرون حاصل آنکہ اگر بادشاہ کے واسطے کوئی کہے کہ نہایت خوش خلق ہے تو بدخلقی کا تصور ہو سکتا ہے اور اگر کہے کہ بادشاہ ہمارا گدھا یا جانور نہین ہے تو بات اگرچہ سچی ہے ولیکن اہل عقل اس سے شرم کرینگے یہی کافرون کے معبودون کا حال ہے کہ وہ معبود ہو ہی نہین سکتے بلکہ ان کے معبود ہونے کا انکار ہی کچھ نہین ہے کیا اُن مین الوہیت کا وہم ہو سکتا ہے ہرگز نہین پھر کیا ان کی الوہیت کی نفی کی جاوے۔ فافہم۔ قولہ وہذا کتاب انزلناہ مبارک الآیۃ یعنی اس کتاب پر وہم کی تہمت بھی نہین ہو سکتی اور مخلوقات اسکے حقائق کو ادراک نہین کر سکتے ہین اور نیز مبارک ہے تجھ پر اور تیری اُمت پر جو صادقین ہین کہ شوق و محبت سے اسکی اتباع کرتے ہین اور با دہیبت کے ساتھ اُسکو سمجھتے ہین جس سے دیدار صفات قدم کے خزانون تک پہونچتے ہین کیونکہ یہ صفت ہے جسکے کلمات تمام صفات کی دلیل ہین جنسے معرفت صفات حاصل ہوتی ہے کیونکہ خزائن صفات کی کنجی ہے اور یہ مبارک ہے کہ ایسے بندے پر جو اسکا عارف اور اسمین نورانی عقل سے غور کرنیوالا ہو۔ جیساکہ دوسرے مقام پر فرمایا کتاب انزلناہ مبارک لیدبروا آیاتہ ولیتذکر اولوا الالباب۔ اور نیز مبارک ہے بایں معنی کہ حبیب کی کتاب حبیب کی طرف ارسال ہے جسمین اسرار قرب وصال ہین اور تشویق بحسن جمال ہے اور تحذیر از ہجر و فراق ہے اسمین اہل نور و تقوی کے واسطے راز و نیاز کی باتین ہین اسمین عارفین کے لئے اشارات ہین اور موحدون کے لئے مفرحات ہین اسکے رموز و اسرار چشم اغیار سے محفوظ اور لطائف اسکے چشم غور سے دور ہین یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی توحید و ثنا و صفت مین سب اگلی کتابون سے موافق ہے کیونکہ سب ایک ہی مصدر سے صدور ہین اور یہ زیادہ جامع و کاشف مقامات ہے۔ بعض نے کہا کہ مبارک ہے اپنے تابعین پر اور اپنے اوپر ایمان لانے والون کے لئے۔ اور ایسی ہی تصدیق و عمل کرنے والون کے لئے اور ایسے ہی اس کے حکم و نہی سمجھنے والون کے لئے اور ایسے ہی حضور دل سے سمجھکر پڑھنے والون کے لئے۔ قال الاستاد۔ حبیب کی کتاب نہایت عزیز ہوتی ہے جس سے غلبہ وجد و حال مین تسکین اور شفار از درد ہجر و فنا ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ

اور اُس سے ظالم کون افترا جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا کہے مجکو وحی آئی اور اُسکو وحی کچھ نہین

شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ

آئی اور جو کہے میں اُتارتا ہوں برابر اسکے جو اللہ نے اُتارا اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں

فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ؕ

موت کی بیہوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان

اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ

آج تم کو جزا ملیگی ذلت کی مار اُس پر کہ کہتے تھے اللہ پر جھوٹھ باتیں

وَکُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی کَمَا خَلَقْنٰکُمْ

اور اُس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے اور تم ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے ہم نے بنائے تھے

اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَکْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰکُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِکُمْ ۚ وَمَا

پہلی بار اور چھوڑ دیا جو ہم نے اسباب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے اور ہم

نَرٰی مَعَکُمْ شُفَعَآءَکُمُ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِیْکُمْ شُرَکٰٓؤُا ؕ

دیکھتے نہیں تمہارے ساتھ سفارش والے جن کو تم بتاتے تھے کہ اُنکا تم میں ساجھا ہے

لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَکُمْ وَضَلَّ عَنْکُمْ مَّا کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ ع ۱۱

ٹوٹ گئے تم آپس میں اور جاتے رہے جو دعوے تم کرتے تھے

وَمَنْ اَظْلَمُ - ای لا احد اظلم کوئی زیادہ ظالم نہیں - مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا - بادعاء النبوۃ ولم یکن نبیا اُسے شخص سے جس نے بہتان باندھا اللہ تعالی پر - باین طور کہ نبوت کا دعوی کیا حالانکہ وہ نبی نہ تھا - اَوْ قَالَ عطف خاص برعام ہے بنابر قول شیخ ابوحیان کے - یا کہا کہ - اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ - مجھے وحی الٰہی کی گئی حالانکہ اسکو کچھ وحی نہیں کی گئی ہے - عکرمہؓ سے ابن جریرؒ نے روایت کیا کہ یہ مسیلمہ کذاب کے حق میں نازل ہوا اور معالم نے قتادہؒ سے بھی یہی سبب نزول ذکر کیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے عکرمہ و قتادہ دونوں کا قول ذکر کیا ہے - وَمَنْ قَالَ - اے ومن قال پس عطف ہے من افتری پر یعنی اور کون اظلم ہے اسلئے جس نے کہا یعنی کوئی اظلم نہیں اُس سے جس نے کہا - سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ - کہ مجھ پر اُترے والا ہے جیسا اللہ تعالی نے محمد صلعم پر اُتارا ہے اور یہ ان لوگوں نے بیباکی و حماقت سے کہا دیا مطلب انکا یہ تھا کہ یہ بنائی باتیں ہیں ہم چاہیں تو ہم بھی بنا لیں کما قال تعالی واذا تتلی علیهم آیاتنا قالوا قد سمعنا لو نشاء لقلنا مثل ہذا - اور بعض نے کہا کہ یہ شخص عبد اللہ بن ابی سرح تھا جو آنحضرت صلعم کی وحی لکھا کرتا تھا جب حضرت صلعم نے قولہ تعالی ثم انشاناہ خلقا آخر - اسکو لکھوایا تو عبد اللہ بولا کہ فتبارک اللہ احسن الخالقین تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ لکھ یونہی نزول ہوا ہے اور یہ لکھ قدم تھا مگر یہ شخص سمجھا کہ اگر محمد سچے ہیں تو مجھ پر بھی اُن کے مثل وحی کی گئی پھر آیا کہ یکی اور اگر یہ جھوٹے ہیں تو میں نے اُن کے مثل کہہ لیا پس اسلام سے مرتد ہو کر مشرکوں کے پاس پہنچا پھر فتح مکہ کے روز مسلمان ہو گیا - قال المترجم یہ سورہ مکیہ ہے اور قصہ عبد اللہ مذکور کا مدینہ میں واقع ہوا تھا پس یہ خبر غیب ہو سکتا ہے اور عموم کلام میں عبد اللہ مذکور کے مانند لوگ بھی شامل ہیں لہذا مفسر رحمہ اللہ نے یہی اختیار کیا کہ نزول کے وقت اُسکے مصداق وہی نفوس گذرے

مفسد لوگ تھے۔ پھر ان سے اظلم لوگون کا حال خراب بیان فرمایا۔ وَلَوْ تَرٰى یا محمد اور اگر اے محمد تو دیکھے۔ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ جبکہ ظالم مذکور سکرات موت مین ہونگے۔ غمرات جمع غمرہ بمعنی شدت۔ جمع آن غمر مانند توبہ و توب۔ قال ابن عباس رض غمرات الموت وہ سکرات موت ہین۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ۔ اور ملائکہ اپنے ہاتھ بڑھائے ہون گے ف ان ظالمون کی طرف مارنے و عذاب دینے کیواسطے اور ان سے سختی سے کہتے ہون گے کہ۔ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ۔ نکالو اپنی روحون کو ف۔ ہم اُن کو قبض کرینگے۔ مدارک مین کہا کہ یہ بیان ہے روح نکالنے مین سختی و درشتی کرنے کا جسمین بالکل مہلت و آسانی نہ ہوگی اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ ملائکہ سے مراد ملک الموت علیہ السلام مع اعوان و انصار ہین۔ قال ابن کثیر رح باسطوا ایدیہم یعنی مارپیٹ سے دست درازی کرنے والے۔ قال الضحاک و ابو صالح یعنی عذاب کرنے پر ہاتھ بڑھانے والے مانند قولہ تعالیٰ ولو تری اذ یتوفی الذین کفروا الملائکۃ یضربون وجوہہم و ادبارہم۔ اسی واسطے فرمایا۔ اخرجوا انفسکم۔ کیونکہ جب کافر کی موت آگئی تو ملائکہ اسکو عذاب و سختی و خواری و غضب الٰہی کی خبر سناتے ہین پس اُسکی روح اُسکے جسم مین دوڑی ہوئی دیکھتی ہے اور نکلنا نہین چاہتی ہے پس ملائکہ مارتے و عذاب کرتے ہین اور کہتے جاتے ہین کہ نکالو۔ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ آج تم لوگ عذاب ہوان و ذلت و خواری دیے جاؤگے۔ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ۔ بوجہ ناحق بہتان باندھنے کے اللہ تعالیٰ پر ف۔ یعنی جھوٹ دعوی نبوت و وحی کیے جانے اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا وغیرہ بنانے مین اللہ تعالیٰ کی جناب مین بہتان باندھنے کے سبب۔ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ۔ اور اوتعالیٰ کے آیات سے تکبر کرنے کے سبب سے یعنی ایمان نہ لانے کے سبب سے۔ قال المفسر رح جواب لو محذوف ہے بسبب ظہور کے یعنی ولو تری یا محمد حین یکون الظالمون مبتلین فی کذا و کذا لرأیت امرا عظیما یعنی اگر تو دیکھتا ظالمون کو جبکہ موت کے وقت ایسے ایسے عذاب مین مبتلا ہو کر بدحال ہون گے تو البتہ تجکو ایک نہایت کریہ منظر ہولناک ان لوگون کا حال نظر آتا بالجملہ کافرون پر یہ حال ہونا ضرور ہے نعوذ باللہ منہ۔ پھر روز حشر کا حال فرمایا۔ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى یعنی جب حشر کے روز زندہ کرکے اُٹھائے جاوین گے تو اُن سے کہا جاویگا کہ تم ہمارے پاس فرادی آئے یعنی درحالیکہ مال و اولاد اور یار مددگار سب سے منفرد اکیلے ہماری طرف آئے ہو۔ كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔ جیسے ہم نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا۔ قال المفسر رح یعنی ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ کیے ہوئے یہی حدیث صحیح مین اہل حشر کی حالت بیان ہوئی ہے اور حضرت عائشہ رض نے کہا کہ یا رسول اللہ صلعم لوگ کیونکر شرم نہ کرینگے فرمایا کہ اے عائشہ وہ وقت نہایت سخت ہوگا کہ کسی کو کسی کی طرف نظر ہو۔ بدانکہ فرادیٰ تنوین بنابر لغت بنو تمیم پڑھا گیا اور با لف تانیث مقصورہ پڑھا گیا بنابر آنکہ جمع فرد و فرید ہے اور بعض نے کہا کہ فردی کی جمع فرادی نہین پس اسم جمع ہے اور راغب رح نے کہا کہ فرید کی جمع فرادی ہے۔ بالجملہ وہ حال واقع ہے۔ اے جئتمونا منفردین الگ الگ ایک ایک آئے ہو جیسے پیدا ہوئے تھے۔ عکرمہ سے مروی ہوا کہ نضر بن الحارث نے کہا کہ لات و عزی میری سفارش کرینگی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ۔ اعطیناکم من الاموال۔ اور چھوڑا تم نے وہ سب کچھ جو ہم نے تم کو دیا تھا مال و متاع وغیرہ خول۔ جملہ متاع دنیا جو اللہ تعالیٰ نے بندہ کو دی ہون قال ابن کثیر رح یعنی جو نعمتین و مال تم نے دار دنیا مین جوڑ جوڑ رکھے سب تم نے چھوڑے۔ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ۔ اپنے پیٹھ پیچھے بدون اپنے اختیار کے پس اگر ایمان لاکر اپنی نیت نیک و اختیار سے کار خیر مین صرف کرکے چھوڑا ہوتا تو وہان ملتا اب آخر کار چار ناچار چھوڑ آئے۔ حدیث صحیح مین ہے کہ آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال بھلا کچھ

تیرا مال بھی ہو سوائے اسکے جو تو نے کھا کر فنا کر دیا اور پہنکر پھاڑ ڈالا یا صدقہ دیکر آخرت کیلئے باقی رکھ چھوڑا - اور جو اسکے سوائے
ہے وہ سب اوروں کے لئے چھوڑ جانے والا ہے - وَمَا نَرٰی مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ - الاصنام - الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ
فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا - یعنی ملامت کرنے کے طور پر اُن سے کہا جائے گا کہ ہم تمھارے ساتھ میں لات عزیٰ وغیرہ بتوں کو جو
تمھارے زعم میں تمھارے شفیع تھے اب نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم کو اعتقاد تھا کہ عبادت کے استحقاق میں یہ لوگ
اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں - لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ - وصلکم ٹکڑے ہو گیا وصل و میل تمھارا یعنی تمھارا جتھا ٹوٹ گیا اور یہ بنا بر قراۃ
رفع کے ہے یعنی بینکم فاعل واقع ہو اور یہی اکثر قرار رحمہم اللہ کی قراۃ ہے - بین اسم ہے بمعنی وصل یعنی ملاپ اور زجاج رح نے کہا کہ بین ایک
لغت ہے جو وصل اور جدائی دونوں معنی میں آتا ہے پس یہ اضداد میں سے ہو اور یہاں بمعنی اول ہے اور حفص و نافع وغیرہ کی قراۃ
میں بینکم منصب ہے یعنی تقطع ما بینکم اور یہی ابن مسعودؓ کی قراۃ ہے اور مراد ما موصولہ سے میل جول ہے - وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ
تَزْعُمُوْنَ - یعنی دنیا میں جو تم کو ان کی سفارش و مددگاری پر گھمنڈ تھا وہ اب سب گم ہو گیا اور یہ بمانند قولہ اذ تبرا الذین اتبعوا
من الذین اتبعوا ورأوا العذاب وتقطعت بهم الاسباب الآیۃ ف - فی العرائس قولہ تعالیٰ ومن اظلم ممن افتریٰ الآیۃ - اسمین اشارہ
ہے کہ امر الٰہی میں ہر مفتری و جھوٹا ایسا ہی ظالم ہے چنانچہ جو کوئی عرفان الٰہی کا دعویٰ کرے اور عارف بنے وہ ظالم ہے اور لوگوں
کو بہکاتا اور ناحق خراب و برباد کرتا ہے انجام کار خود دین و دنیا میں برباد ہو گا - بعض نے کہا کہ جو لائق جناب الٰہی نہ ہو اسکو بیان
کرنا بھی اسی حکم میں داخل ہو - سہل بن عبد اللہ نے کہا کہ جس نے ذکر کیا اس نے افترا کیا اور مراد ذکر غفلت ہو - قولہ تعالےٰ
ولقد جئتمونا فرادیٰ - اس سے ظاہر ہوا کہ اعمال تمام مخلوق کے اسکے عظمت و جلال کے ظہور میں ہیچ و مضمحل ہیں جب بندے ان
پر انوار ازل ظہور کرینگے تو اپنے اعمال بلکہ اپنی ہستی سے بیزاری ظاہر کرینگے کیونکہ اعمال کو کچھ بھی اسکی عظمت کے لائق نہ دیکھیں گے
اور نہ کسی نعمت و کرامت کے مقابلہ میں ان کی کچھ ہستی سمجھیں گے اور دیدار قدم کے وقت ایسے ہوں گے جیسے عدم سے نکلے - بعض نے کہا
کہ بندہ کا بڑا مقام یہ ہو کہ تمام طاعت و بندگی سے اپنے کو مفلس جان کر اوتعالیٰ کی درگاہ میں رجوع لاوے - شیخ ابو حفص رح سے
کہا گیا کہ آپ اپنا کون عمدہ عمل لیکر حضور الٰہی میں جاوینگے فرمایا کہ خاموش بھلا فقیر کے پاس سوائے فقر کے کچھ اور بھی ہو کہ ایسے
غنی کی درگاہ میں لیجاوے - قال تعالیٰ لقد جئتمونا فرادیٰ یعنی اپنے اعمال و احوال و طاعات سب سے خالی آئے - قال
الشیخ مجھے یہاں ایک لطیفہ معلوم ہوا کہ یعنی تم میرے پاس آئے درحالیکہ موحد ہو میری وحدانیت سے اور کشف کیساتھ میرے مشاہدہ
کے شاہد ہو جیسے تم ابتدائے حال میں عدم سے پیدا کرکے میری ربوبیت پر شاہد ہوئے تھے کہ تم نے الست بربکم کے جواب میں بلیٰ
سے ربوبیت کا اقرار کیا تھا بدون اشارہ تشبیہ بدون غلطی تعطیل کے چنانچہ حدیث حضرت صلعم کل مولود یولد علی الفطرۃ الی آخرہ
میں اشارہ ہو کہ فطرۃ ازل پر پیدا ہوتا ہو اور اوتعالیٰ نے قولہ ترکتم ما خولنٰکم وراء ظہورکم سے سبقت ارادہ ازلی پر داغ عبودیت بدون علت ہونیکا اشارہ فرمایا ہو

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ط يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ

اللہ ہے کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور گٹھلی نکالتا ہے مردے سے زندہ اور نکالنے والا زندہ سے

مِنَ الْحَيِّ ط ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۵ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ط وَجَعَلَ

مردہ یہ ہے اللہ پھر کہاں پھرے جاتے ہو پھوڑ نکالنے والا صبح کی روشنی اور رات

الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝

بنائی آرام اور سورج اور چاند حساب یہ اندازہ رکھا ہے زور آور خبردار نے

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ

اور اُسی نے بنا دیئے تم کو تارے کہ اُن سے راہ پاؤ اندھیرون مین جنگل اور

الْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

دریا کے ہم نے کھول سنائے پتے اُن لوگون کو جو جانتے ہین

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى - یہان سے عجائب قدرت الٰہی کا بیان ہے اور فالق اسم فاعل از فلق بمعنی شق ہے اے چاک کر دینا اور بعض نے بمعنی خالق کہا اور یہ بعید ہے۔ کما قال ابن جریرؒ اور حب ہر دانہ جسکے اندر گٹھلی نہ ہو مانند گیہون وغیرہ کے اور نوی ہر گٹھلی جیسے خرما کی گٹھلی ہوتی ہے یعنی آنکہ دانہ سے اللہ تعالیٰ درخت اُگاتا ہے جسمین بالیان ہزارون دانہ لاتی ہین اور گٹھلی سے درخت جمتا ہے جس کا سر ہوا مین بلند ہوتا اور ہری ہری پتیان و شاخین ہوتی ہین یہ اسی کی قدرت کاملہ ہے اور مشرک و کافر جن کو اپنا معبود بناتے ہین انہین سے کسی کو ایک پتی کی قدرت نہین ہے پھر بدون عطف کے مزید توضیح فرمائی بقولہ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ مردے سے زندہ کو نکالتا ہے ف ہر دانہ و گٹھلی وحیوان و انسان کا نطفہ مردہ ہین اس سے زندہ نکالا اور یہان سے استیناس ہے کہ ہر درخت سبزہ و نباتات مین جان ہے وقد قال تعالیٰ فانظر الی آثار رحمۃ اللہ کیف یحیی الارض بعد موتہا ان ذلک لمحی الموتی الآیۃ۔ پھر فالق پر عطف کیا بقولہ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ۔ زندہ سے مردہ نکالتا ہے ف جیسے انسان و پرند وغیرہ سے نطفہ و انڈا نکالتا ہے حالانکہ پھر اس سے زندہ نکالتا ہے جیسے مذکور ہوا پس بعد موت کے زندہ ہونے مین ذرہ برابر بھی شک و انکار کو مجال نہین مگر آنکہ آدمی بیوقوف اندھا ہو۔ پھر اپنی توحید کی طرف بلایا۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ یعنی جس کی قدرتون مین سے تمہاری سمجھ کے لائق یہ قدرت بیان ہوئی ہے یہی تمہارا اللہ تعالیٰ ہے اسی کی خالص عبادت و بندگی واجب ہے فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ - یعنی باوجود ان دلائل کے جو ایمان کے موجب ہین تم کہان منہ موڑے جاتے ہو اور مفسرؒ نے انی بمعنی کیف لیا یعنی کیونکر منہ موڑتے ہو۔ عن ابن عباس کیونکر جھٹلاتے و کفر کرتے ہو پھر عجیب قدرتین بیان فرمائین۔ بقولہ۔ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ۔ اصباح کو شق کرنے والا ہے ف مفسرؒ نے کہا کہ اصباح مصدر بمعنی صبح ہے یعنی اصباح بمعنی صبح کے اندر داخل ہونا پس مصدر سے صبح کا نام رکھا گیا اور معنی یہ کہ شق کرنے والا ہے عمود صبح کا اور عمود صبح وہ روشنی ہے جو صبح کاذب کے وقت تاریکی شب سے ظاہر ہوتی ہے۔ قال فی الکمالین یعنی جو صبح کاذب کے بعد طاری ہوتی ہے اور حاصل یہ کہ او تعالیٰ اس پردہ نور کو جو صبح کاذب کے وقت ہوتا ہے چہرہ شب سے کھولنے والا ہے پس جو وہم یہان وارد ہوتا تھا کہ مشقوق فقط تو تاریکی ہے حتی کہ صبح ظاہر ہوتی ہے اور آیت سے مفہوم اسکے برعکس ہے یہ وہم دفع ہوگیا اور نیز دو وجہ دیگر سے وہم مذکور دور کیا گیا کہ او تعالیٰ شق فرماتا ہے صبح کے عمود کو جو عکس ہے دن کی روشنی سے و دوم آنکہ اصباح کی تاریکی کو شق کر دینے والا ہے۔ قال قتادہ فالق الاصباح ای فالق الصبح - وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا اور رات کو سکن بنانیوالا ہے ف سکن یون کہ اسمین تمام مخلوق تعب و مشقت یعنی تھکاوٹ سے سکون و راحت حاصل کرتی ہے سکن محل سکون قال قتادہ اسمین ہر چوپایہ و پرند سکون لیتا ہے۔ قال ابن کثیرؒ صہیب رومی رحمہ اللہ کی جورو نے اسکو زیادہ جاگنے پر ملامت کی تو کہا کہ او تعالیٰ نے رات کو محل سکون بنایا سوائے صہیب کے کہ وہ جب جنت کو یاد کرتا ہے تو اسکا شوق بڑھتا ہے اور جب دوزخ کو یاد

کرتا ہے تو اسکی نیند اڑ جاتی ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا۔ اور سورج و چاند کو حسبان بنانے والا ہے ف۔ واضح ہو کہ شمس و قمر کو نصب کا اعراب بنابر آنکہ اللیل کے محل پر عطف ہے کیونکہ اللیل اگرچہ جاعل کا مضاف الیہ ہے یعنی بحسب المعنی مفعول ہے پس اسی پر شمس و قمر کا عطف ہے اور حسبان یعنی اوقات کا حساب قرار دیا اور یہ فعل مقدر سے حال ہے یعنی یجریان بحسبان۔ پس با محذوف ہے چنانچہ سورہ الرحمن میں ظاہر مذکور ہے اخفش نے کہا کہ حسبان جمع حساب مانند شہبان جمع شہاب اور ابن عباس سے روایت ہے کہ حسبانا یعنی عدد ایام و ماہ و سال۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ جاری ہوتے ہیں بحسبان مقدر بقانون مقنن کہ نہ تغیر ہے اور نہ اضطراب ہے بلکہ ہر ایک کیواسطے منزلیں ہیں کہ جاڑے گرمی میں اسی پر چلتے ہیں اور اسی پر رات و دن کی کمی زیادتی ہوتی ہے۔ کما فی قولہ وجل الشمس ضیاء والقمر نورا وقدرہ منازل۔ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ۔ جو مذکور ہوا یہ مقدر کیا ہوا ایسے پاک پروردگار کا ہے جو غالب ہے اپنی بادشاہت میں دانا ہے اپنی مخلوق سے یعنی یہ تقدیر الٰہی عز وجل ہے۔ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ۔ جمع نجم ہر جرم روشن پس شمس و قمر کو بھی شامل ہے اور ظاہر بیان ماسوائے شمس و قمر کے ثوابت ستارے ہیں یعنی اسی پاک عز وجل نے تمہارے لئے ستارے بنا دیئے لِتَهْتَدُوا بِهَا۔ تاکہ راستہ تلاش کرو ان نجوم کے ذریعہ سے فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنی اپنے سفروں میں یعنی رات کی تاریکیوں میں خواہ خشکی میں ہو یا سمندر میں ہو اور ظلمات کی اضافت ان دونوں کی طرف بسبب ملابست کے ہے یا ظلمات سے مراد ان دونوں کے اندر راہوں کا اشتباہ ہے کہ بدون نجوم کے وہاں شناخت نہ ہو۔ واضح ہو کہ اکثر روئے زمین پر ملکوں کی راہیں بسبب علامت نہونے یا علامت کے ساتھ رات ہونے کی وجہ سے خصوص جہاں ریگستان و جنگل و پہاڑ ہیں ہرگز پتہ نہیں لگتا کہ کدھر جاویں اور اکثر نادان مسافر تباہ و ہلاک ہو جاتے ہیں پس اللہ تعالی نے ستارے ثوابت پیدا فرمائے جن سے خوب راہ ملجاتی ہے اور آنحضرت صلعم نے انھیں سے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تشبیہ دی فیما روی عنہ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم یعنی میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کے مانند ہیں جس سے اقتدا کروگے اسکے پیچھے راہ پر پہونچ جاؤگے۔ ظاہر ہوا کہ ستاروں کی پیدائش اسلئے نہیں کہ کافر و مشرک ان کی پرستش کریں یا ان کی طرف سے اپنے حق میں رزق وغیرہ مقدرات خیال کریں بلکہ یہ فائدہ ہے کہ راہ بھول جاویں تو راستہ کا پتہ لگاویں۔ قال ابن کثیر رح بعض سلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے ستاروں میں سوائے تین باتوں کے کچھ اعتقاد کیا تو وہ گمراہ ہوا اور اسنے اللہ تعالی پر جھوٹ باندھا ایک یہ کہ اللہ تعالی نے ان کو آسمان کی زینت کیا ہے اور شیطانوں کیلئے رجوم کیا اور اندھیرے میں جنگل یا دریاؤں میں ان کے پتے سے راہ ڈھونڈھنے کا فائدہ رکھا ہے عمر بن الخطاب رض سے روایت ہے کہ فرمایا اے لوگو تم ان ستاروں سے خشکی و تری میں راہ ڈھونڈھ لینا سیکھو پھر اپنے اوہام کو روکو کیونکہ واللہ یہ ستارے نہیں پیدا ہوئے مگر آسمان کی زینت کیواسطے اور شیاطین کے رجم کیواسطے اور علامات کیلئے کہ ان سے راہ ڈھونڈھ لو۔ قتادہ رح سے اسی کے مانند مروی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ستاروں سے اسقدر سیکھو جس سے خشکی و تری کی تاریکیوں میں راہ ڈھونڈھ لو۔ پھر اور باز رہو۔ رواہ ابن مردویہ والخطیب۔ امام غزالی رح سے جو نقل کیا جاتا ہے کہ علم نجوم میں دقائق و معرفتیں ہیں جو اہل علم کی شان ہے اور عوام اس سے ممنوع ہیں تو ایسے کلام سے اگر غزالی رحمہ اللہ کی یہ مراد ہے کہ عجیب قدرت الٰہی اسنے ظاہر ہے تو وہ تفکر فی خلق السموات والارض میں شامل ہے اور اگر مراد یہ کہ اہل علم ان میں بطور معروف نجوم جاننے پر نظر کریں تو یہ صحیح نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ ان میں اس معنی

کرے نظر کرنا ممنوع و حرام ہے تو نہین دیکھتا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہو کہ مجھے نہی فرمائی رسول اللہ صلعم نے نجوم مین نظر
کرنے سے۔ رواہ ابن مردویہ والخطیب و حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً اسکے مثل انھین دلون اما مون و مرہبی نے روایت کیا اور
خطیب نے حضرت عائشہ رضؓ سے مرفوعاً اسی کے مثل روایت کیا۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ جب میرے اصحاب
کا ذکر آوے تو زبان سنبھالے رہو اور جب تقدیر کا ذکر آوے تو بد اعتقادی سے بچے رہو اور جب نجوم کا ذکر آوے تو باز رہو
رواہ الطبرانی والخطیب۔ ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس نے نجوم سے علم اقتباس کیا تو اسنے
جادو مین سے ایک شعبہ اقتباس کیا۔ رواہ ابن ابی شیبہ و ابو داؤد و ابن مردویہ۔ اور بعض آثار و اقوال سلف جن سے مجمل معلوم
ہوتا ہو کہ ستارون وغیرہ مین نظر کرنا روا ہی تو بر تقدیر صحت کے مراد اُن سے یہ ہو کہ تین اُمور مذکورہ یا مانند دریافت جہت قبلہ کے
یا مانند دریافت اوقات نماز کے ان مین نظر کرنا روا ہی۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلعم اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب بندے وہ ہین جو
نگاہ رکھین سورج و چاند کو اپنی نماز کے وقتون کیلئے رواہ الحاکم و صححہ۔ وعن ابن ابی اوفیٰ و ابی الدرداء و ابی ہریرۃ نحوہ رواہ ابن شاہین
والطبرانی والخطیب و الامام احمد۔ اگر کہا جاوے کہ ستارون کی بہت سی تاثیرات کتابون مین لکھی ہوئی جمع ہین اور وہ موافق ہوتی ہین
تو جواب یہ ہو کہ تاثیر کے معنی مین کسی چیز مین اپنی قدرت سے اثر کرنا اور یہ بالکل باطل ہو کہ مخلوقات مین سے کوئی چیز خود اس امر پر
قادر ہو کہ کسی چیز مین اثر کرے اور اگر یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر مین جو اسباب نظر مخلوق مین رکھے ہین کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر
دینے سے اس چیز سے اثر پیدا ہوتا ہو تو اب یہ غور ہوگا کہ جو اثر بیان کرتے ہو یہ کس دلیل سے ثابت ہوئے ہین اگر تجربہ و قیاس
و گمان سے ہین تو انکا کیا اعتبار ہو اور کیونکر یہ یقین ہوا کہ آیندہ زمانہ مین یون ہی ہوگا خصوص جبکہ بارہا تجربہ کر چکے کہ جنتری مین
چاند اُنتیس ۲۹ کا لکھا ہو اور ہرگز نہ ہوا باوجودیکہ مطلع صاف تھا چنانچہ امسال ۱۳۰۴ھ ہجری مین مطلع نہایت صاف تھا اور جنتری سے
خلاف تیس کا چاند ہوا پس نجوم پر اعتقاد نہایت بد تر ہے اول تو ان مین خود تاثیر نہین دوم انکا علم فقط وہم و گمان پر ہے سوم تاثیر کا حال
معلوم نہین کہ اللہ تعالیٰ تاثیر دے یا نہ دے۔ چہارم حرکت بتقدیر الٰہی ہو پنجم چاند نکلنا و بارش ہونا یا نہ ہونا اور جنین و چنان جو نجومی
بیان کرتے ہین صدہا مرتبہ تجربہ ہوا کہ بالکل غلط و خلاف نکلا اور ایسی ہی بہت سی وجہین کھلی ظاہر ہین پھر مرد مسلمان مومن
کو عقل کی راہ سے بھی ہرگز روا نہین کہ اسپر اعتماد کرے اور شرع پاک صحیح مین صریح مذکور ہے کہ جو اسپر اعتقاد کرے وہ دین
اسلام سے منکر ہوا جیسا کہ صحیح احادیث سابق مین مذکور ہو چکی ہین اور دل یون مطمئن کرو کہ جو امر حضرت باری تعالیٰ نے مقدر
فرمایا بدون اسکے حکم کے ایک ذرہ تجاوز نہین کر سکتا پھر ستارے وغیرہ جو ایک ادنیٰ مخلوق سب اسکے حکم کے موافق آدمیون کیطرح
رات دن حرکت مین یا ثابت ہین اور اسی کی یاد مین مصروف ہین اسی کے حکم مین مسخر و مجبور ہین وہ بھلا کیا کر سکتے ہین لہذا ایسے اعمال
کرو جو اللہ تعالیٰ عز و جل کے نزدیک پسندیدہ ہین اور دنیا کو فانی جانو اور موت ضرور آیا چاہتی ہو پس آخرت کا توشہ درست
کرو جسکو قبر مین ساتھ لیجاؤ حدیث صحیح مین ہو کہ قبر یا تو جنت کا ایک باغ ہو یا دوزخ کا ایک گڈھا ہو پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس
سے ہدایت مانگو اور کفر و شرک بد اعتقادیون سے بچو اللہ تعالیٰ مجھ پر اور تم پر رحم فرماوے وہی ارحم الراحمین ہو والسلام قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ
لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔ اے قد بينا الدلالات على الوحدانية والقدرة لقوم يتدبرون۔ یعنی ہم نے اپنی وحدانیت و قدرت پر
دلالات بیان کر دین ایسی قوم کیلئے جو اپنے خالق عز و جل کی عظمت مین فکر کرتے ہین۔ یہ ایسا کھلا بیان ہو کہ جس قوم کو اللہ تعالیٰ

نے علم وہدایت فرمائی وہ اسکی عظمت وجلال و توحید کے مشاہدہ سے پگھلے جاتے ہین وہی خوب یقین لاتے ہین اور جو بیہودہ شیطانی خیالات مین پڑے ہین وہ اپنی گمراہی کے اندھیرے مین اندھے گھسے جاتے ہین نعوذ باللہ من الضلال ف — فی العرائس قولہ تعالی فالق الاصباح الآیۃ ۔ صبح انوار شہود کو اہل ایمان ومعرفت کیلئے منکشف فرمایا ۔ از انجملہ مطلع قلوب انبیاء علیہم السلام واولیاء رضی اللہ عنہم سے آفتاب چمکا جس کے نور نے اُن کے چہرون سے ظہور کرکے نیک بندون کو منور کردیا ۔ قال المترجم حضرت صلعم مین یہ آفتاب بدرجہ کمال تھا اور اپنے دیکھنے والون کو بھی بشارت دی ہے اور جو شخص کہ حالات صحابہ رضی اللہ عنہم اور پروانہ کی طرح ان کا اپنی جانین فدا کرنا احادیث وآثار سے جانتا ہے وہ ان اشارات سے معرفت وہدایت پاتا ہے فتذکر ۔ قولہ جاعل اللیل سکنا جنکو انس ہے وہ رات مین اسکا کلام پاک تنہائی مین پڑھتے اور او تعالی دانا تر ہے کہ کیا مکاشفات پاتے ہین ۔ قال المترجم حدیث صحیح مین افضل بندہ کو بیان کیا کہ وہ ہو کہ جس نے تنہائی مین او تعالی کو یاد کیا اور آنسو جاری ہوئے ۔ یہ جوش محبت کی خبر ہے ۔ بعض مشائخ نے کہا کہ قلوب وسینہ کو انوار غیب سے کشادہ کرنے والا ۔ بعض نے کہا کہ اسرار کو نور معرفت سے منور کرنیوالا ۔ قولہ تعالی وہو الذی جعل لکم النجوم لتہتدوا الآیۃ ۔ واضح ہو کہ عوام لوگ جسم وجسمانیات کے متعلق جو قوت ہو اُس کو عقل سمجھتے ہین اور اہل معرفت کے نزدیک جنکو عوام ظاہری وباطنی حواس کہتے ہین جیسے یہ حواس کچھ چیز نہین ویسی ہی یہ عقل کچھ چیز نہین ہو بلکہ عقل اُن کے نزدیک جسکا نام ہو وہ عقل کلی ہے اور عارف تابع شریعت وسنت اس سے فیض پاتا ہو پس اشارہ ہے کہ عقل کے ستارے ہین جس سے حقائق آیات ملتے ہین تو ضیح از جانب مترجم تمام عبارت شیخ کے ساتھ یون ہو کہ نفوس کی تاریکیون مین عقول کے ستارون سے حقائق آیات وانوار صفات کی راہ ملتی ہو اور روح کے ستارون سے انوار ذات کی ہدایت ملتی ہے افعال قدرت کے ستارے راہ بتاتے ہین صفات کی اور صفات کے ستارے انوار ذات کی ۔ شیخ ابو علی جوزجانی رح نے کہا کہ اللہ تعالی نے رات کو سکن کردیا کہ ہر اضطراب سے ساکن ہو کر رضا وتسلیم کے ساتھ درجہ قرب ومنزلت حاصل کرو اور نجوم ہدایت سے بارگاہ رضاء حق عزوجل پر پہونچکر اسکی جنت کی راہ پاؤ اور نعمت دیدار حاصل کرو ۔

وَهُوَ الَّذِىٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ

اور اسی نے بنا دیا تم کو نکالا ایک جان سے پھر کہین تم کو ٹھہراؤ ہے اور کہین سپرد رہنا ہم نے کھول سنائے پتے

لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِىٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ

اُس قوم کو جو بوجھتے ہین اور اُسی نے اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے اس سے اُگنے والی ہر

شَىْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ

چیز پھر اسمین سے نکالا سبزہ جس سے نکالتے ہین دانے چڑھے ہوئے اور کھجور کے گابھے مین سے گچھے

دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ

لٹکتے ہین اور باغ انگور کے اور زیتون اور انار آپس مین ملتے اور جدے

اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

دیکھو اس کا پھل جب پھل لاتا ہے اور اُسکا پکنا ان چیزون مین سب پتے ہین یقین لانے والون کو

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ خلقکم۔ تم کو پیدا کر دیا بعد از انکہ تم نہ تھے مگر او تعالیٰ کے علم مین تھے حاصل آنکہ وہی اللہ تعالیٰ خالق پاک
ہے جسکی عجائب قدرت پاک مین سے ہے کہ تم کو پیدا کر دیا۔ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ آدم علیہ السلام سے۔ اگر کہا جاوے کہ آدم
وحوا علیہما السلام سے پیدا ہوئے ہین تو جواب آنکہ حوا بھی آدم کی پسلی سے پیدا ہوئین جیسا کہ مذکور ہو چکا۔ فَمُسْتَقَرٌّ
بکسر قاف قراۃ ابوعمر اور ابن کثیر رحمہما اللہ تعالیٰ یعنی بعض تم مین سے قرار پکڑ نیوالے ہین رحم مین۔ وَّمُسْتَوْدَعٌ۔ بفتح
دال یعنی بعض دیگر تم مین سے اپنے باپون کی پشت مین ودیعت رکھے ہوئے ہین اور اس تفسیر کو عبد الرزاق نے قتادہ رح سے روایت
کیا اور سعید بن منصور نے اپنی سنن مین باسناد صحیح اسکو ابن عباس سے روایت کیا۔ قال الحافظ وکذا روی عن ابن مسعود ومجاہد
والسلمی وقیس بن ابی حازم وابراہیم النخعی والضحاک والسدی وعطاء الخراسانی اور نیز ابن مسعود رضہ و ایک گروہ علماء سے اس کے
برعکس مروی ہوا یعنی مستقر تو پشت پدر مین اور مستودع رحم مادر مین۔ وفی الکمالین عبد الرزاق نے ابن مسعود رض سے روایت کی کہ
مستقر تو دنیا مین اور مستودع آخرت مین۔ اور طبرانی نے ابن مسعود رض کی حدیث روایت کی کہ مستقر تو رحم اور مستودع قبر ہے۔ قال الحافظ
اور قول اول زیادہ ظاہر ہے وقال القرطبی یہی اکثر اہل تفسیر کا قول ہے اور اسی پر شاہد ہے قولہ تعالیٰ ونقر فی الارحام ما نشاء
اور روایت عبد الرزاق عن ابن مسعود کا شاہد ہے قولہ ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین لیکن شہادت تمام اس صورت مین
ہوگی کہ موافق قراۃ باقی قراء رحمہم اللہ کے مستقر بفتح قاف پڑھا جاوے بصیغہ ظرف یعنی قرار پکڑنے کی جگہ اور بعض نے کہا کہ مصدر
ہے اور مستودع بفتح دال کے مصدر وظرف دونون محتمل ہونے مین اتفاق ہے۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ہم نے آیات
کو مفصل کر دیا ایسی قوم کیلئے جو فقہ رکھتے ہین یعنی یفقہون ما یقال لہم جو ان سے کہا جاوے اسکو سمجھ لیتے ہین۔ وَهُوَ الَّذِيْٓ
اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً یہ نوع دیگر از عجائب صنعت الٰہی ہے اور بعض نے کہا کہ ماء یعنی مینہ پہلے آسمان سے ابر مین اترتا ہے پھر ابر
سے زمین پر نازل ہوتا ہے اور ابر کا بخارات سے پیدا ہو جانا اسکے منافی نہین ہے اور مقام ایک تحقیق بسیط کو چاہتا ہے انشاء اللہ
تعالیٰ موقع پر مذکور ہوگی یہان اسقدر تنبیہ کافی ہے کہ ہرچند جاڑے و گرمیون وغیرہ مین بارش ہو لیکن زمین کی حیات جو موسم
برسات مین ہوتی ہے اور کسی مینہ سے نہین ہوتی ہے۔ الحاصل اللہ تعالیٰ ہی نے آسمان سے پانی اتارا۔ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ
نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ اسمین غیبت سے تکلم کی طرف التفات فرمایا اے اخرجنا بالماء المطر نبات کل شیء تنبت یعنی پھر ہم نے
باران رحمت سے ہر ایسی چیز کو جو اگتی ہے اگایا۔ حاصل آنکہ کل شیء سے مراد اگنے والی ہر شے ہے۔ رہا قولہ تعالیٰ وجعلنا
من الماء کل شیء حی۔ مین بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہر شے جو آب باران سے زندہ ہوتی ہے اور حق یہ ہے کہ جس طرح فرمایا ہے بلا تقیید
وتاویل کے درست ہے ولیکن نظر قاصر کے واسطے ایسی تاویل کرنے مین مضائقہ نہین ہے اور یہ تحقیق بھی انشاء اللہ تعالیٰ آویگی۔
فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا ۔ فاخرجنا من النبات شیئا خضرا۔ پھر ہم نے نبات مین سے ایک شے سبز نکالی پس خضر بمعنی اخضر
ہے بعض نے کہا کہ قولہ فاخرجنا منہ نبات کل شیء۔ ہم نے پانی سے ہر شے کی نبات نکالی یعنی آدمیون و ہر قسم کے جانورون
وچرند وپرند وحشی وپالو وغیرہ ہر ایک کی روزی نکالی پھر اس نبات کی تفصیل فرمائی کہ پھر اس سے ایک سبز چیز نکالی نُّخْرِجُ
مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۔ نکالتے ہین ہم اس اخضر چیز سے دانہ متراکب یعنی ایک دوسرے پر سوار جیسے گیہون وغیرہ کی بالیان ہوتی
ہین اور بجائے اخرجنا کے نخرج مضارع اسواسطے کہ اس عجیب پیدائش کی تصویر عقل مین آوے۔ سبحان اللہ تعالیٰ عجیب نادر صنعت ہے

جسمیں نادر حکمتیں ہیں ولیکن گویا آنکھیں دیکھتے دیکھتے پتھرا گئیں حالانکہ ہر وقت وہر باران کو معرفت زیادہ ہونی چاہیئے تھی۔ وَمِنَ النَّخْلِ
مبدل منہ اور مِنْ طَلْعِهَا بدل البعض ودونوں ملکر خبر مقدم ہوئی۔ قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ مبتدا موخر ہے۔ نخل درختان خرما جمع نخلہ اور طلع
اول ما یخرج منها فی اکمامها یعنی طلع اول وہ چیز کہ برآمد ہو نخلہ ہیں سے ہے اس کے اکمام ہیں۔ اکمام جمع کم بالکسر غلاف جو
طلع پر ہوتا ہے۔ قبل طلع وہ کفری ہے قبل سکے کہ اغریض چاک ہو اور اغریض کے اندر غدق ہوتا ہے یعنی خوشہ خرما پھر جب غلاف
کھل گیا تو غدق کہلاتا ہے اور اسی کو قنو کہتے ہیں جسکو ہندی میں گچھا و گودہ بولتے ہیں اور غدق خاص خرما کے گودہ کو کہتے ہیں
اور قنو کی جمع قنوان مانند صنو و صنوان کے اور مفسر رح نے قنوان کی تفسیر عراجین سے کی جو جمع عرجون ہے اور بعض نے کہا کہ
جما اور دانیہ اے بعض قریب بعض یعنی آپس میں ایک دوسرے سے ملی ہوئی اور بنا بر تفسیر اول کے دانیہ یعنی مندلیہ یعنی
لٹکے ہوے کذا قال مجاہد اور ابن عباس سے مروی ہے کہ چھوٹے درخت جن کی گودھیں لدی ہوئی زمین پر چپٹی پڑی ہیں اور
ضحاک نے کہا کہ خوشہ چننے والے سے نزدیک خواہ بسبب درخت کی چھوٹائی کے یا بسبب بوجھ کے کہ گودہ خوب بھری ہوئی ہے کہ شاخ
اسکا بوجھ نہیں سنبھال سکتی ہے۔ وَجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ یعنی اور نکالا ہم نے اس پانی سے باغوں کو انگور
کے اور زیتون و انار کو۔ واضح ہو کہ پہلے جو بُر اناج کو بیان کیا پھر خرما کو کہ وہ غذا و اناج کے ساتھ کھانے کے قابل دونوں
ہے پھر فواکہ کو بیان کیا اور انگور کی کثرت ظاہر ہے پھر زیتون و رمان کو فرمایا۔ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ۔ یعنی درحالیکہ مشتبہ
ہیں زیتون و رمان کے پتے اور نہیں متشابہ ہیں پھل دونوں کے کذا روی عن قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کیونکہ زیتون و رمان کے پتے
زیادہ مشتبہ ہوتے ہیں۔ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ۔ اے عبرت کی نظر سے دیکھنے والو غور سے دیکھو اس کے ثمر کو
جب اسمیں پھل آوین۔ الثمر بفتحتین احد ہے اور بضمتین جمع ثمر مانند شجرہ و شجر اور خشبہ و خشب حاصل آنکہ ابتدائے حال پھل آنے
میں دیکھو کیسا ہوتا ہے چنانچہ منجملہ کیفیات کے ایک یہ کہ کھانے کے قابل نہیں بدمزہ ہوتا ہے وَيَنْعِهٖ۔ والی ینعہ یعنی اسکی
پختگی کی طرف دیکھو کہ جب تیار ہو گیا تو کن کیفیات پر ہو جاتا ہے از انجملہ یہ کہ بہت خوش مزہ مرغوب ہوتا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ
یعنی ان فی ذلک اور اتصال خطاب کم سے سب کو اس قدرت کی طرف مخاطب فرمایا یعنی اس قدرت عظیم میں۔ لَاٰيٰتٍ یعنی
دلالات ہیں اوتعالیٰ عز وجل کی قدرت پر کہ وہ پاک پروردگار خالق جو ایسی قدرتوں سے ابتدائی خلقت پر قادر ہے
وہ ضرور بدرجہ اولیٰ بروز بعث و حشر کے دوبارہ زندہ کر دینے پر قادر ہے مگر یہ سب آیات فقط لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ قوم مومنین کیلئے
ہیں ف۔ پہلے تو خطاب کم سے عام توجہ و تفکر و تدبر کا اشارہ فرمایا اور یہاں قوم مومنین کو خاص کر دیا اسواسطے کہ اس صفت
او تعالیٰ عز وجل سے انتفاع انھیں لوگوں کو ہے اور باوجود ظہور اس تمام قدر تہائے گوناگون کے مشیت میں چونکہ کافر و
مشرک مطرود ہوئے ہیں ان کی آنکھوں پر پردے پڑے ہیں کہ ان کو یہ نظر ہی نہیں آتا اور یہ خود چشم ایمانی میں عجیب قدرت
نظر آتی ہے اور سخت حیرت ہوتی ہے کہ سبحان اللہ تعالیٰ یہ کہ آنکھوں والے موٹے تازے یہاں اندھے ہیں اللہم ثبت قلبی
و قلوب المومنین علی دینک ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا انک انت الوہاب اے پروردگار تو نے محض اپنے فضل سے یہ ہدایت
ہم کو ہبہ فرمائی ہے تو وہاب ہے ہم امیدوار ہیں کہ یہ موہبت عظمیٰ ہم سے مسترد نہ ہو تو ارحم الراحمین ہے ف۔ فی العرائس قولہ
وہو الذی انشأکم الآیۃ۔ دوسرے مقام پر یعنی سابق میں تفسیر قولہ خلقکم من نفس واحدۃ۔ بیان ہو چکی ہے سب کو جوہر فطرت سے

پیدا کیا اور جوہر فطرت کا منشاء وجود اسکے فعل خاص کا نور ہی اور نور فعل خاص کا منشاء وجود اسکی صفت ایجاد کا ظہور ہی اور یہ ظہور اس کی ذات کے انوار کا ظہور ہی۔ قدم نے عدم پر تجلی فرمائی کہ سب معدوم کو موجود و ظاہر کر دیا اور لطائف خطاب ہین سے اشارہ کیواسطے مخصوص یہ قول یعنی من نفس واحدۃ ہی یعنی بظہور نفس واحدۃ ازلیہ ابدیہ جو منزہ از افتراق و اجتماع ہی پس بعض قلوب کا مستقر تو ملکوت ہی اور مستودع اسکا عالم جبروت ہی اور بعض عقول کا مستقر مقام ملکوت اور مستودع انکا عالم جبروت ہی اور بعض عقول کا مستقر آیات ہین اور مستودع انکا صفات ہین اور بعض ارواح کا مستقر تو صفات ہین اور مستودع انکا ذات ہی یا یہ کہ صفات ہین تو بقاء دائمی کے ساتھ باقی ہین اور ذات مین فناء وحدت سے فانی ہین کیونکہ قدم اس امر سے پاک ہی کہ وہان کسی چیز کا حلول ممکن ہو پس ہر ممکن وحادث وہان فانی ہین اور یہی فنائے توحید ہی اور نیز مستقر جو آیت کریمہ مین مذکور ہی بعض لوگون کا مستقر تو مقامات ہین اور مستودع انکا حالات ہین اور مستقر عقول کا عبادات ہین اور مستودع انکا کرامات ہین اور ارواح کا مستقر تو انوار معرفت ہین جو تجلی صفات سے ظاہر ہوئے ہین اور مستودع انکا انوار توحید ہین جو تجلی ذات پاک سے ظاہر ہوئے۔ ابن عطاء نے کہا کہ تمام اہل معرفت ایک ہی جہت و منزلت پر پیدا ہوئے ہین جنمین مستقر و مستودع ہین پس مستقر تو حال معرفت ہین کشوف عنہ ہے اور مکشوف حال معرفت ہین مستقر علیہ ہی۔ قال المترجم معنی اس کلام کے یہ ہین کہ اہل معرفت کو اللہ تعالیٰ نے ایک جہت پر پیدا کیا یعنی جو راہ معرفت اور حاصل معرفت ہی اہل معرفت کو اپنی اپنی منزلت و استعداد مقدر ازلی کے موافق ایک ہی جہت پر کرم بخشش عطا ہوتی ہی پھر تمام امور معرفت جو کسی فرد عارف کے واسطے مقدر ہین وہ دو قسم کے ہو جاتے ہین اس جہت سے کہ جب اس کو عرفان حاصل ہونا شروع ہوا تو جو مستقر ہے اسکی معرفت جب اس عارف کو عطا کرنی منظور ہوئی تو وہ کشف ہونا شروع ہوا اسی وہ مکشوف عنہ ہوا یہان تک کہ اسکا عرفان کامل اس کو حاصل ہو لیا تب وہ اسمین مستودع ہو گیا اور یہی مستودع بحال معرفت اسکے اندر مستقر تھا۔ کذا افہم واللہ اعلم۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مستقر اسکی طاعت و عبادات کے واسطے مع اسپر ایمان لکھنے کے اور مستودع اسی کے واسطے بعد موت کے اس سے زائل ہوئے۔ اسطی نے فرمایا کہ مستقر انوار ذات تا ابد ہی اور مستودع اس کی طرف عود کرنگا جسکا اثر جدا ہو چکا ہو۔ محمد بن عیسیٰ ہاشمی نے کہا کہ برابر وہ اپنی مخلوق کا عالم ہی جیسا کہ چاہا ویسا کیا جو اسکے کلام مین مستقر ہوا اسکو لوح محفوظ مین لکھا پھر لوح کو مقادیر مین ودیعت کیا جو اسمین مستقر ہوا پھر اسی طرح ایک حالت کے بعد دوسری حالت مین ہوتا رہا یہانتک کہ اسکو وجہ شقاوت یا سعادت تک پہنچا پس یہی مستقر و مستودع ہے

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ

اور ٹھہراتے ہین شریک اللہ کے جن اور اُسنے اُن کو بنایا اور تراشتے ہین اسکے واسطے بیٹے اور بیٹیان بن سمجھے وہ اس لائق نہین

وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ

اور بہت دور ہے ان باتون سے جو بتاتے ہین نئی طرح بنانے والا آسمان و زمین کا اسکو کہان سے ہو بیٹا

ع ۱۵ ۸

وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اور اُس کو کوئی عورت نہین اور اسی نے بنائی ہر چیز اور وہ ہر چیز سے واقف ہے

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ۔ اور مشرکون نے اللہ تعالیٰ کے واسطے جنات ساجھی بنائے ف۔ یہ وہی مشرکین کا جنھون نے اللہ تعالیٰ ایسا کہ جسکی قدرت کے نمونہ عجیب غریب اوپر مذکور ہوئے ہین اپنی جہالت و ضلالت سے شریک بنائے عبادت مین

پس جعلوا فعل اور مشرکین فاعل ہین اور نام پاک بمنزلہ مفعول دوم کے ہی اور شرکا مفعول اول ہی اور الجن اس سے بدل ہی یعنی اللہ تعالی
کے ساتھ شرکا بنائے اور وہ جن ہین - اگر کہا جاوے کہ وہ لوگ تو جنون کو نہین بلکہ فقط بتون کو پوجتے تھے تو جواب یہ ہے کہ
جنون ہی کی اطاعت کی تھی کہ شیطان نے ان کو بتون کی عبادت کا حکم دیا پس انھون نے عبادت کرنا شروع کیا حسن بصری
رحمہ اللہ سے یہ مصرح مروی ہی اور فرمایا اللہ تعالی نے ان یدعون من دونہ الا اناثا وان یدعون من دونہ الا شیطانا مریدا لعنہ اللہ
وقال لاتخذن من عبادک نصیبا مفروضا ولاضلنھم ولامنینھم ولآمرنھم الآیہ - حاصل آنکہ مشرکون نے عبادت کے استحقاق مین جنون
کے کہنے سے بتون وغیرہ کو اللہ تعالی کا شریک بنایا - وَخَلَقَهُمْ - اے والحال انہ قد خلقھم فکیف یکون شرکا - حال یہ کہ اوتعالی
نے جنون کو پیدا کیا پھر کیونکر اسکے شریک ہوسکتے ہین مشرکون نے بتون کی عبادت کی اور جنون کے حکم کی پابندی کی اور یہ بھی
شرک ہی چنانچہ قولہ تعالی اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ کی تفسیر مین ثابت ہوا کہ عالمون و درویشون کا قول جو کچھ وہ
خلاف و باطل کہتے اسکو اُن کے قول کی حیثیت سے مان لیتے تھے پس یہی اُنکا رب بنانا تھا ایسے ہی بتون کی عبادت کرنے
مین مشرکون نے جنون کا قول مانکر ان کو شرکا ٹھہرایا اور جملہ حالیہ سے نکلا کہ بت بھی مخلوق الٰہی ہین اگرچہ مشرکون نے اپنے ہاتھ
سے گڑھے ہون اور کسی مخلوق کا حکم اسکا قول لیکر نہ ماننا چاہیئے جیسے مشرکون نے جنون کا قول مان لیا بلکہ حکم فقط اللہ تعالی کا ہے
اور عالم و درویش اگر اوتعالی کا حکم بتادے تو مان لینا لازم ہے لیکن اگر اسکو معلوم ہوجاوے کہ یہ اللہ تعالی کا حکم موافق قرآن
یا حدیث کے نہین ہی تو فوراً ترک کردے بالجملہ مشرکون کی گمراہی بیان فرمائی کہ انھون نے جنون کا حکم مان لیا بتون کی عبادت
مین و شریک بنایا - وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ - اکثرون کی قراۃ مین خرقوا بتخفیف راے مہملہ ہی اور معنی اسکے
تراش لیا ان لوگون نے - چونکہ کثرت سے ایسا واقعہ کیا تھا اس معنی ایک قراۃ نافع رح مین خرقوا بتشدید راء مہملہ ہی یعنی کثرت سے ان
کافرون نے تراشا و گڑھ لیا حضرت پاک پروردگار کے واسطے بیٹے و بیٹیان بدون علم کے چنانچہ بعض نے کہا کہ عزیر بیٹا تھا اللہ تعالی کا
اور بعض نے کہا کہ مسیح بیٹا تھا اور بت پرستون نے کہا کہ ملائکہ بیٹیان ہین المعنی اور مشرکون نے اسکے لیئے بغیر جانے ہوئے بیٹے و بیٹیان
تراشین - سُبْحَانَهُ پاکی ہی اُس پروردگار کے واسطے - وَتَعَالَى عَمَّا يَصِفُونَ - اور برتر ہے اس بات سے جو یہ مردود بیان کرتے
ہین کہ اسکی اولاد ہے - بلکہ وہ ہر عیب و نقص سے پاک ہی وہ بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ یعنی بدون کسی نمونہ کے اُن چیزون کو
پیدا کرنیوالا ہے اس سے ان کافرون کا وہم دور کیا کہ جن اوہام سے ان لوگون نے فرزند کو خیال کیا وہ جہالت ہی اس بات سے
کہ اوتعالی ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے جیسے چاہے کرے چنانچہ آسمانون و زمین کی خلقت کو جو عجیب قدرت سے ایجاد فرمائے ہین غور
سے نہین دیکھتے تاکہ اس وہم مین خوار و برباد ہو پھر ایسے پاک خالق قادر مطلق ذو الجلال والاکرام کی شان سے فرزند وغیرہ نقصان و احتیاج
کی باتین کہان ہوسکتی ہین محال ہین - أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ - کیف یکون لہ ولد ولم تکن لہ زوجہ - یعنی
کیونکر اسکے فرزند ہوگا حالانکہ اسکے زوجہ نہین - اسمین بھی کافرون کو ارشاد ہی کہ بدون باپ کے مثلاً عیسیٰ کی پیدایش مین تو بیٹا سمجھے اور
اللہ تعالی عزوجل کی قدرت کو بھول گئے پھر بدون زوجہ کے بیٹا ہونے کو محال کیون نہین سمجھتے - پھر سخت کفر یہ ہی کہ بعضے کافر
مریم رضی اللہ عنہا کو زوجہ کہتے ہین حالانکہ وہ ایک نیک بندی مخلوق مانند اور عورتون کے اللہ تعالی کی لونڈی تھی جو اللہ تعالی کی تقدیر
پر راضی و شاکر لاکھون فقیری و محتاجی کی حالت مین اللہ تعالی کی عبادت کرتی پھری اور اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ پر ایمان لائی اور

اللہ تعالیٰ نے اسکو صدیقہ فرمایا بقولہ وامہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام الآیۃ۔ پس او تعالیٰ پاک اس سے ہے کہ اسکی زوجہ ہو بلکہ مخلوق ہے۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ اور او تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اسکی شان پاک یہ ہے کہ مخلوقات کو ایجاد فرماوے۔ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے اُسپر کچھ پوشیدہ نہیں ہے قال البیضاوی وغیرہ اس آیت مین کئی طور سے فرزند کی نفی پر استدلال کیا گیا۔ اول آنکہ او تعالیٰ مبدع سموات و ارض ہے اور یہ تمام اجسام عظیمہ اسی جنس کے ہین جس جنس کا فرزند بتلاتے ہین کیونکہ یہ بھی مخلوق ہین پس باوجودیکہ ایسے اجسام اسی جنس کی مخلوق ہین اور ولادت سے مبرا ہین کیونکہ برابر اسی طرح چلے آئے ہین۔ ایک زمانہ دراز گذرا پس او تعالیٰ اُن کی بہ نسبت اولیٰ ہے کہ اس نقص سے بری ہو اور نیز ان اجسام کا اختراع کرنیوالا جسم نہ ہوگا کہ اسکا کوئی فرزند ہو اور نیز کسی کا فرزند ضرور اسکی جنس سے ہوگا اور اسکا نظیر ہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نظیر نہین ہے دوم آنکہ فرزند سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ ایک جنس کے نر و مادہ سے پیدا ہو حالانکہ او تعالیٰ جل جلالہ مجانست سے پاک ہے۔ سوم آنکہ او تعالیٰ کا کوئی کفو نہین ہے اور جبکہ فرزند ہوتا ہے فرزند اسکا کفو ہوتا ہے پس او تعالیٰ کا فرزند کفو ممکن نہین ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ ہر چیز سوائے او تعالیٰ عز و جل کے ہے وہ اسکی مخلوق ہے پس اسکا کفو نہین ہو سکتی ہے اور دوسری وجہ یہ کہ او تعالیٰ اپنی ذات سے تمام معلومات کا عالم ہے اور اُسکے سوائے کوئی ایسا نہین ہے اور اسپر اجماع ہے چہارم آنکہ باپ کو فرزند کی طرف احتیاج ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا پس سب اسکی مخلوق ہے پس وہ ہر چیز سے پاک بے پرواہ ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ بدیع السموات والارض یعنی بقدرت محکم ان کو اپنے علم ازلی کے موافق اختراع فرمایا جسمین ذرہ برابر بھی تفاوت نہین ہے پس کوئی چیز او تعالیٰ سے مشابہت نہین رکھتی ہر ایک کو او تعالیٰ نے اپنی علم و حکمت کے موافق پیدا کیا اور بعض کو اپنے بندون کی معاش و زندگانی کر دیا۔ بعض نے کہا کہ وہی مبدع و مبدی ہے اور بعض نے کہا کہ او تعالیٰ تمام اشیاء سے جو مخلوق ہین جمال و کمال مین فوق ہے قال المترجم بلکہ کسی چیز کو اس سے نسبت نہین ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ
یہ اللہ ہے رب تمہارا اُسکے سوائے کسی کو بندگی نہین بنانیوالا ہر چیز کا سو تم اسکی بندگی کرو اور اُس پر ہر
شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝
چیز کا حوالہ ہے اُسکو نہین پا سکتی آنکھین اور وہ پا سکتا ہے آنکھون کو اور وہ بھید جانتا ہے خبردار

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ۔ یہی پاک قدرت والا اللہ تمھارا رب ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہین کوئی معبود آلہ مگر وہی۔ اگر کہا جاوے کہ مشرکون و کافرون نے اور چیزون کو مخلوقات مین سے مانند بت وغیرہ کے معبود بنایا تو جواب یہ کہ اندھے بیوقوف جانور سے بدتر عقل سے خارج لوگون نے کفر کیا اور شرک کیا اور مخلوق ناچیز کو معبود بنایا اور اُن کی عبادت کرنی شروع کی مگر اُنکے معبود بنانے سے یہ چیزین آلہ نہین ہو سکتی ہین کیونکہ آلہ کے معنی واجب الوجود قدیم ازلی ابدی خالق رازق جامع جمیع صفات کمال علیم و خبیر جس پر کسی مخلوق کی کنہ و ماہیت کچھ ذرہ برابر بھی پوشیدہ نہین اور اسکو کوئی مخلوق اس طرح نہین جان سکتا کہ احاطہ کرے اسکی تمام قدرت کاملہ آسمان و زمین و دیگر اشیاء کی پیدائش مین ظاہر و باہر ہے پس ایسا پاک پروردگار تو آلہ او وہی اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ ہے اور اسکے سوائے کوئی بھی آلہ نہین ہے اور اسی اللہ تعالیٰ پاک عز و جل کے واسطے عبادت کا

حق ہے اور کوئی بھی معبود ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا پس جب کافرون ومشرکون نے دیگر اشیاء کو معبود بنایا تو کفر وشرک کیا اور نہایت ہی بڑا ظلم اپنی جانون پر کیا پس اوتعالیٰ عزوجل نے اگر دائمی عذاب دوزخ مین ان کو ڈالا تو عین انصاف ہے کیونکہ آلہ معبود فقط خالق ہے۔ وہو خالق کُلِّ شَیْءٍ اور وہی پاک پروردگار ہر چیز کا خالق ہے۔ پس اے لوگو قبل موت کے ہوش مین آؤ اور اسی پاک پروردگار کے حکم کو مانو۔ فَاعْبُدُوْهُ وحدہ یعنی اسی کی توحید کو یقین مانو اور اسی کی عبادت کرو۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ۔ اے حفیظ یعنی وہی ہر چیز پر وکیل یعنی حافظ ہے سب اسی کے رزق سے رزق پاتے ہین اور اسی کی رحمت سے حفاظت مین رہتے ہین اسی کے علم مین ہر ایک کا احاطہ ہے خود فرمایا۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ نہین ادراک کرتی ہین اسکو ابصار یعنی جملہ ابصار اسکو ادراک نہین کرتی ہین۔ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ اور وہ تمام ابصار کو ادراک فرماتا ہے۔ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۔ اور وہ لطف ومہربانی والا خوب خبردار ہے پس باوجود نافرمانی وشرک وکفر وعصیان بندون کے جسکو وہ خوب جانتا اور اس سے خبردار ہے یہ صرف اسکا لطف ہے کہ ان کو ایک وقت تک نہین میٹ دیتا ہے لیکن کبھی جب خالص بندون پر زیادہ ظلم ہوتا ہے تو موذی ظالمون پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ اقوام مبتدعہ یعنی خارجی ورافضی ومعتزلہ وغیرہ نے اسی آیت سے اپنے گمان ناقص پر شادر ہا کیا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار محال ہے کیونکہ اوتعالیٰ فرماتا ہے لاتدرکہ الابصار۔ اور جماعت اہل سنت نے اسکو رد کر دیا اور کہا کہ اس سے محال ہونا ثابت نہین ہوتا اور یہی صحیح وحق ہے اور جماعت صحابہ وتابعین وسلف صالحین ائمہ علماء سب کے برخلاف ان مبتدعین نے یہ اعتقاد نکالا کہ دیدار آلہی مطلقاً محال ہے اور کلام اسمین تفصیل کیساتھ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا یہان صرف مختصر طور پر ان بدعتیون کا رد یہ کافی ہے کہ قولہ لاتدرکہ۔ جملہ نافیہ ہے اور نفی ومحال مین فرق ظاہر ہے چنانچہ اگر کہا جاوے کہ آفتاب پر نگاہ نہین ٹھہرتی تو اس نفی سے کیا محال ہونا ثابت ہوا کہ آفتاب پر نگاہ ٹھہرنا محال ہے کیونکہ محال تو وہ ہے جو ممکن ہی نہ ہو اور نفی کیواسطے یہ بات ضرور نہین چنانچہ اگر زید کے پاس آج کپڑا نہین تو روا ہے کہ کل کو ہوجاوے اسی طرح اگر دنیا مین ابصار اسکو نہین دیکھتی ہین تو جائز ہے کہ قیامت مین دیکھین اور ضرور ایسا واقع ہوگا اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے والحمد للہ رب العالمین اور وجہ دوم آنکہ لاتدرکہ سے ادراک کی نفی ہے اور روءیت کے نفی نہین اور دونون مین فرق یہ کہ ادراک ایسا دیکھنا جو بطور احاطہ ہو اور روءیت مطلقاً دیکھنا خواہ احاطہ ہو یا نہ ہو اور ادراک کسی چیز کی کنہ وحقیقت پر واقف ہونا اور اسکو احاطہ کرنا اور روءیت فقط دیکھنا پس دیکھنا بدون ادراک واحاطہ کے ممکن ہے بلکہ واقع ہے کما فی قولہ تعالیٰ فقال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا۔ یعنی جب موسیٰ مع اسرائیل کے تیز روانہ ہوکر سمندر کے کنارے پہونچے اور فرعون نے مع لشکر پیچھا کیا اور قریب پہونچ گیا تو موسیٰ کے ساتھیون نے کہا کہ ہم ادراک کر لئے جاوینگے تو موسیٰ نے فرمایا کہ ہرگز نہین پس قوم فرعون نے ان لوگون کو ضرور دیکھا تھا جیسا کہ مصرح بھی ہے پھر باوجود دیکھنا ثابت ہونے کے ادراک کی نفی کی پس جائز ہے کہ اوتعالیٰ کا دیدار ہو بدون احاطہ کے چنانچہ فرمایا ولایحیطون بہ علما۔ پس علم سے احاطہ کی نفی کی حالانکہ اللہ تعالیٰ پر اعتقاد وعلم مومنون کو موجود ہے وکمافی صحیح مسلم لا احصی ثناءً علیک الحدیث۔ یعنی احاطہ ثناء آلہی کی نفی کی حالانکہ بدون احاطہ کے ثناء موجود ہے۔ قال سعید بن المسیب قولہ لاتدرکہ الابصار یعنی ابصار اسکو احاطہ نہین کرتے ہین۔ قال عطاء رح ابصار اسکو احاطہ کرنیسے عاجز ہین۔ قال ابن عباس کسی کی بینائی حضرت باری تعالیٰ کو احاطہ نہین کرسکتی۔ عکرمہ رح پر یہی آیت پیش کی گئی کہ اوتعالیٰ نے لاتدرکہ الابصار فرمایا ہے تو کہا کہ اسے کیا تو آسمان کو

نہیں دیکھتا۔ اس نے کہا کہ ہاں تو فرمایا کہ کیا تو پورے آسمان کو اپنی نگاہ سے گھیر لیتا ہے۔ یعنی اگر تو گھیر نہیں سکتا تو دیکھ سکتا ہے وجہ سوم آنکہ ہم نے مان لیا کہ ادراک بمعنی رویت ہی یہاں مستعمل ہوا ہے تو بھی بدعتیوں کا قول نہیں بنتا ہے کیونکہ الابصار سے بالاتفاق بدعتیوں کے نزدیک بھی جمیع البصار مراد ہیں پس سلب داخل ہوا موجبہ کلیہ پر اسے لا یدرکہ کل بصر۔ اور رفع ایجاب کلی کا وہ سالبہ جزئیہ ہے کیونکہ ایجاب کلی کے رفع سے یہ لازم نہیں کہ ایجاب جزئی صادق نہ ہو مثلاً کل انسان عالم نہیں ہیں اسکے منافی نہیں کہ بعض انسان عالم ہیں اسی طرح ہم نہیں کہتے کہ قیامت میں سب ابصار کو دیدار ہوگا بلکہ بعض کو ہوگا اور وہ مومنین ہیں اور کافروں کو نہ ہوگا چنانچہ فرمایا۔ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون۔ یعنی قیامت کے روز کافر لوگ اپنے پروردگار سے حجاب میں محروم رہیں گے۔ امام مالک و شافعی نے کہا کہ اس سے ثابت ہوا کہ مومنین محجوب نہ ہونگے بلکہ دیدار سے ان کو کرامت ملیگی۔۔ وجہ چہارم نفی ادراک سے نور ذات عظمت وجلال کی نفی مراد ہے عکرمہ نے روایت کی کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ محمد صلعم نے اپنے پروردگار تبارک تعالیٰ کو دیکھا تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو یوں فرمایا کہ لا تدرکہ الابصار الآیۃ تو فرمایا کہ اے تیری ماں نہ ہوئے یہ تو وہ نور ہی جو اسکا نور ہے جب اپنے نور سے تجلی فرماوے تو کسی چیز کی ہستی نہ رہے رواہ ابن مردویہ والحاکم وصححا اور حدیث ابو موسیٰ اشعری میں جو بخاری و مسلم نے روایت کی کہ آنحضرت صلعم کے خطبہ میں خود موجود ہے کہ حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ اگلی بعض کتابوں میں ہے کہ موسیٰ ع نے جب دیدار کا سوال کیا تو حکم ہوا کہ اے موسیٰ کوئی زندہ مجھے نہیں دیکھ سکتا مگر آنکہ مر جاویگا اور کوئی تر و تازہ نہ دیکھیگا مگر آنکہ خشک ہو جائیگا تا آخر کلمات۔ مترجم کہتا ہے کہ لالکائی ہبۃ اللہ المحدث نے اسکو کتاب السنۃ میں بطور اثر کے روایت کیا اور یہ سوال موسیٰ ع خود دلیل اہل سنت ہے چنانچہ اسکی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا اور خود ابن عباس رض و ایک جماعت سے آنحضرت صلعم کا دیکھنا ثابت ہوا اور سورۂ نجم کے اوائل میں انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا۔ عائشہ رض سے اسکے خلاف ثابت ہوا۔ چنانچہ مسروق رح نے حضرت ام المومنین سے روایت کی کہ جس نے زعم کیا کہ محمد صلعم نے پروردگار کو دیکھ لیا وہ جھوٹ بولا کیونکہ او تعالیٰ فرماتا ہے لا تدرکہ الابصار الآیۃ۔ رواہ ابن ابی حاتم وقد روی عنہا من غیر وجہ فی الصحیح پس عائشہ رض کے کلام سے دنیا میں دیدار کی نفی نکلتی ہے۔ قال اسمٰعیل بن علیہ وغیرہ فی قولہ لا تدرکہ الابصار۔ یہ دنیا میں ہے اور مومنین آخرت میں اپنے پروردگار کو دیکھیں گے۔ قال الرازی فی التفسیر الکبیر قول ام المومنین رضی اللہ عنہا فقط اجتہاد سے تھا اور مجتہد سے کبھی خطا ہو جاتی ہے اور یہ نہیں چھپتے کہ جماعت صحابہ مانند ابن عباس رض وغیرہ کے انسے برخلاف ہوئے جیسا کہ اوپر گذرا۔ مترجم کہتا ہے کہ قول ام المومنین رض سے یہ ثابت ہی نہیں ہوتا کہ آخرت میں دیدار نہ ہوگا اور دیدار محال ہے بلکہ وہ تو دیدار آخرت کے قائل تھیں صرف دیدار بمعنی جلال وعظمت الٰہی کے دیکھ لینے سے جس شان پر او تعالیٰ عزوجل ہے انکار کرتی تھیں قال الحافظ ابن کثیر رح دیدار جلال وعظمت وکبریا حضرت باری تعالیٰ جس شان پر وہ ہے اسکو ابصار ادراک نہیں کرسکتی اسیواسطے ام المومنین عائشہ رض مومنوں کے حق میں آخرت کا دیدار ثابت کرتی تھیں اور دنیا میں اسکی نفی کرتی تھیں قال المترجم بیہقی کی روایت صحیح میں او تعالیٰ عزوجل کے دیدار جنت میں ملنے کے بیان میں ہے کہ رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنت عدن یعنی اس پاک پروردگار کی وجہ پاک پر ردا کبریائی ہوگی جنت عدن میں۔ قال البیہقی اسکے معنی یہ ہیں کہ اہل جنت عدن کی آنکھوں پر جلال وعظمت الٰہی طاری ہوگا جس سے کسی کو بدون اسکی شان دیدار کے مجال نظر نہ ہوگی ورنہ او تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ وجوہ یومئذ ناضرۃ داے بنور اللہ تعالیٰ) الی ربہا ناظرۃ۔ قیامت کے روز بعضے چہرے لہلہاتے ہوئے اپنے پروردگار کی طرف ٹکٹکی لگائے ہونگے پس مخصوص بروز قیامت ہے اور قولہ لا تدرکہ الابصار۔ عام ہے جس سے دیدار قیامت خاص ہوا اور دونوں میں تعارض نہیں ہے تا کہ تاویل کی طرف

اضطرار ہو اور مبتدعین جو استحالہ پر دلیل عقلی لاتے ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ قصہ موسیٰ میں ذکر کر کے رد کردیجائے گی بلکہ وہاں کی آیت کریمہ خود دیدار باری تعالیٰ ثابت ہونے کی دلیل ہے اسکی تقریر مذکور ہوگی اور سوائے ان آیات کے احادیث صحاح و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین وصلحاء اُمت کے متواتر بیشمار ہیں جنسے بتواتر قطعی ثابت ہوا کہ سلف اُمت کے درمیان یہ اعتقاد ضروری تھا اور شیخ مفسر سیوطی رح نے بدور السافرہ میں ایک اچھا ٹکڑا ان آثار و احادیث کا ذکر کیا ہے اور یہاں تفسیر میں اس حدیث صحیح بخاری و مسلم پر اکتفا کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم عنقریب یعنی قیامت میں اپنے پروردگار کو دیکھو گے جیسے تم چودھویں رات میں چاند کو دیکھتے ہو۔ یعنی کھلے کھلے دیکھو گے بدون حجاب و شک کے اللھم ادخلنا برحمتک فی عبادک الصالحین آمین اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر آیت مثبت رویت کے متعلق اسکے مناسبات سے باستدلال قطعی ثابت کیا جائیگا۔ ومن اللہ تعالیٰ التوفیق ف —— **فی العرائس قولہ تعالیٰ ذلکم اللہ ربکم** جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو تمام اشیا کی پیدائش پر قادر ہونے سے موصوف فرمایا اور اظہار آیات سے مخلوق کو اپنی پاک ذات پہچنوائی اور حدوث کی علت سے اپنی ذات کا پاک ہونا ان پر ثابت فرمایا اور اپنی تنزیہ اور تقدیس اظہار کی اور اپنی ذات و صفات کا واحد و فرد ہونا اور تمام شرک و ضد وغیرہ کو محال بتلایا تو وحدانیت ازلی اور جلال قدیم سے وصف فرمایا اور بعد اسکے ان پر اپنی حیات میں عبودیت لانا لازم کیا بقولہ فاعبدوہ یعنی ایسے پاک پروردگار ہی کی عبادت کرو جو واحد فرد جامع جمیع صفات کمال ہے اور کسی مخلوق کی پرستش مت کرو کیونکہ تمام جہان اور جو کچھ اسمیں ہے سب اسکی عظمت و جلال کے حضور میں خضوع میں پڑے ہیں یعنی اسکی تقدیر و حکم سے کسی کو سرتابی کی مجال نہیں ہے سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں کوئی کسی کو نفع نہیں دیسکتا اور کوئی ضرر نہیں دیسکتا وہی ہوتا ہے جو اسکا ارادہ و مشیت ازلی مقدر ہوا ہے۔ یہی فرمایا وھو علی کل شئ وکیل۔ یعنی اسی پاک پروردگار کی طرف ہر چیز کا مرجع ہے اگرچہ وہ چیز اسکو نہ سمجھے۔ قال الاستاذ پہلے بندوں کو اپنی آیات سے پہچنوایا پس جو نہیں سمجھے قہر میں زیادہ اندھیرے میں ڈوب گئے اور جو سمجھے ان کو نور عرفان زیادہ ہوا پھر اپنی صفات معرفت سے پہچنوایا اسمیں بھی کافروں پر اندھیرے پر اندھیرا چھایا اور مومنوں پر نور پر نور بڑھایا پھر اپنی ذات پاک کو مکاشفہ فرمایا کہ منکر و کافر تو جہنم میں دھنس گئے اور اہل عرفان و توحید اسمیں فانی اور اسکے ساتھ باقی ہوگئے پس قولہ لا الٰہ الا ھو۔ تو انبیاء علیہم السلام و بزرگوں کی معرفت کا مقام ہے اور قولہ خالق کل شئ یہ عوام کی معرفت ہے۔ پھر اسکے بعد اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا بایں طور کہ حدوث و مخلوقات کی آنکھیں اسکی جانب کو احاطہ کرنے سے عاجز ہیں اور اسکی ذات و صفات قدیم کے درک کرنے اور اسکی درگاہ کبریائی میں آنکھ اُٹھانے سے مجبور و معذور ہیں اسکی قدرت کاملہ تمام ذرات وجود کو محیط ہے۔ کما قال تعالیٰ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار۔ کسی بصر کو اسکے ادراک کی مجال نہیں اور ہر بندہ خالص جبھی اسکے دیدار سے کرامت پاویگا۔ جب اسکے جلال سے بینائی حاصل کریگا اور ظاہر ہے کہ حادث کو کیا مجال ہے کہ اسکی عظمت ظاہر ہونے کے وقت اپنی خودی و ہستی میں باقی رہیں بلکہ از خود فانی ہوکر اسکے جلال کے نور سے آنکھیں پاکر اسکو چودھویں رات کے چاند کی طرح مشاہدہ کرینگے اور او تعالیٰ البتہ اپنی قدیم صفت سے مخلوقات کے ذرہ ذرہ کو دیکھتا ہے پس اہل ایمان و خلوص توحید اسکو آخرت میں یوں دیکھیں گے بایں طور کہ او تعالیٰ عزوجل انکو اپنے انوار صفات سے لباس عطا فرماویگا پس قوت صفات کے انوار سے او تعالیٰ عزوجل کو دیکھیں گے اور یہ نہیں کہ حادث اپنے حدوث سے دیکھے کیونکہ حادث کو اسکی ذات عظمت و کبریائی میں ہستی کی تاب و طاقت نہیں ہے ہاں او تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کے ذرہ ذرہ کو اپنے علم قدرت سے محیط ہے اُن کے وجود و عدم کو جانتا ہے قولہ وھو اللطیف الخبیر۔ اسکے لطف جمال سے ہے کہ عشق کے ساتھ قلوب

اسکی وجہ ذو الجلال کی طرف کھینچتے ہین اور بجود وعاجز ہوتے ہین اسی کے لطف سے تمام ارواح اسکی دریائے محبت مین غرق ہوگئین اور اسرار فنا ہوئے اور عقلین اسکی علوم مین مضمحل اور عاجز ہوگئین شیخ ابو یزید رح نے فرمایا کہ قولہ لا تدرکہ الابصار او تعالیٰ قلوب سے بھی محجوب ہے جیساکہ ابصار سے محجوب ہے اور اگر کوئی تجلی فرمائی تو جیسے کل ویسی آنکھین دونون برابر ہین - بعض نے کہا کہ او تعالیٰ ابصار پر تجلی کرنے کے ساتھ ان پر مطلع ہوتا ہے اور یہ نہین کہ ابصار کو اسکی جناب مین خود رسائی ہو حسین رح نے کہا کہ لطیف از کنہ پھر کہان اسکا وصف - اسکے لطف سے ہو کہ یاد فرمایا بندہ کو وہر حالے مین جبکہ آسمان مبنی اور زمین گستردہ تھی قبل خلقت وقت و اظہار دو جہان کے مع تمام موجودات کے بس یہ معنی لطیف کے ہین - قال المترجم فی الاصل ہکذا قال الحسین فی قولہ اللطیف قال لطف عن الکنہ فانی لہ الوصف ومن لطفہ ذکرہ لعبدہ فی الاحوال الخالیۃ اذ السماء مبنیۃ والارض مدحیۃ قبل سبق الوقت و اظہار الکونین و ما فیہما فہذا معنی لطیف انتہی بالفی النسخۃ والمترجم لم تحصیلہ عن تحصیلہ - قاسم رح نے کہا کہ لطیف وہ ہو کہ کسی کو نہ چھوڑا کہ اسکے نام کی ماہیت پر واقف ہو پھر اسکے وصف کی واقفیت کہان ممکن ہو - ابن عطاء رح نے کہا کہ قولہ لا تدرکہ الابصار - کوئی فہم اسکو نہین پاتی اور وہ ہر شئے کو علم سے محیط ہو - ابو سعید خدری رض نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپنے قولہ لا تدرکہ الابصار کی تفسیر مین کہا کہ اگر بالفرض تمام جن و انسان و ملائکہ جب سے پیدا ہوئے اور اسوقت تک کہ فنا ہوئے سب کے سب ایک صف باندھین تو کبھی اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہین کر سکتے ہین - قال المترجم اسکو ابن ابی حاتم نے من طریق بشر بن عمارۃ عن ابی روق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ روایت کیا ہو اور عطیۃ العوفی ضعیف ہین اور ایسے بعض دیگر پس یہ اسناد ضعیف ہو اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ صحاح ستہ والے محدثین مین سے کسی نے اسکو روایت نہین کیا اور سوائے اس اسناد مذکور کے اور کسی سند سے مروی نہین ہوئی پس غریب ہو واللہ اعلم - جنید رح نے فرمایا کہ لطیف وہ ہو جس نے تیرے قلب کو منور کیا اور غذا سے تیرے جسم کو تربیت کی اور بلاء و محنت مین تجھے ولی کیا اور آگ مین ہوا تو تیری حفاظت فرمائی اور جنت مین تجھے داخل فرماویگا - بعض نے کہا کہ لطیف وہ ہو کہ تو نے دعا کی تو قبول فرمایا اور اسکی درگاہ کا قصد کیا تو تجھے جگہ دی اور تو نے اسکی محبت کی تو نزدیک کر لیا اور اسکی اطاعت کی تو تجھے کفایت کی اور اگر تو نے اعراض کیا تو تجھے دعوت فرمائی اور ہدایت کی طرف بلایا اور اگر تو اسکی طرف متوجہ ہوا تو تجھے ہدایت دیدی - قال المترجم یہ قول و جنید رح کا قول دونون اوفق بسیاق معنی لغوی ہین - فافہم -

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۚ

تمکو پہونچ چکین سوجھ کی باتین تمہارے رب سے پھر جو سوجھا سو اپنے واسطے اور جو اندھا رہا سو اپنے برے کو

وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ

اور مین نہین تم پر نگہبان اور یون پھیر پھیر سمجھاتے ہین ہم آیتین اور تا کہین کہ تو پڑھا ہے اور

وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

تا واضح کرین ہم اسکو واسطے سمجھ والون کے

قل لہم یا محمد کہدے ان مشرکون و منکرون سے اے محمد صلعم - قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ بصائر جمع بصیرہ - یعنی نور قلب ہو اور مراد یہان حجت و برہان واضح ہو فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ - اے فمن ابصر الحق و آمن فانما ابصر لنفسہ لان الجزاء

بالحجۃ والنجاۃ من النار لہ۔ یعنی جس نے ان حجتوں کو ابصار کیا اور ایمان لے آیا اُسنے اپنے نفس کیواسطے فائدہ اُٹھایا اس سے
اللہ تعالیٰ کی درگاہ کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ایمان لانے سے جنت کا ثواب اور دوزخ سے نجات پانا اسی مومن کے لئے ہے اور
احتمال ہے کہ ابصر یعنی بصیرت میں داخل ہوا جیسے اصبح بمعنی صبح میں داخل ہوا۔ حاصل آنکہ جس نے ان بصائر سے بصیرت حاصل
کی تو اپنی ہی ذات کیواسطے حاصل کی۔ کما فی قولہ لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحییٰ من حی عن بینۃ یعنی اللہ تعالیٰ عز وجل نے مخلوقات کو
پیدا کرکے ان کے لئے بصائر قدرت و آیات قائم کر دیئے ہیں تاکہ ہلاک ہونیوالا اُن سے اندھا ہو کر نہ مانے اور ہلاک ہو کر دوزخ میں
جاوے اور زندہ ہونیوالا ابصارت حاصل کرکے جنت میں دائمی زندگی پاوے۔ اسی طرح بیان فرمایا فمن ابصر فلنفسہ۔ ومن عمی فعلیہا
وما انا علیکم بحفیظ۔ اور جو اندھا ہوا اور ان بصائر میں داخل ہوا تو اسکا وبال اسی شخص پر ہے کیونکہ دائمی عذاب دوزخ
میں ہوگا اور میں تم پر حفیظ نہیں ہوں یعنی آنحضرت فقط ابلاغ رسالت کیواسطے تھے جب آپنے رسالت الٰہی کو تمام و کمال پہونچا
دیا تو اگر کوئی کافر ہے اور نہ مانے آپ سے اسکی باز پرس نہیں ہے وکذالک لے کا بینا یا ذکر کذلک نصرف الآیات
نبین الآیات لیعتبروا۔ جیسے ہم نے بصائر مذکورہ کو بیان کیا اسی طرح ہم آیات کو صاف صاف ظاہر کرتے ہیں تاکہ عبرت و پند
حاصل کریں تاکہ ان پر حجت قائم ہو۔ و لیقولوا کی واو سے ہمت عطف ہے لیعتبروا مقدر پر۔ قال المفسر لیے ذاکرت اہل الکتاب
وفی قراءۃ درست اے قرأۃ وتعلمت کتب الماضین وجئت بہذا منہا یعنی دارست بمعنی ذاکرت ہے یعنی تو نے اہل کتاب سے
ملکر باہم مذاکرہ کیا ایک دوسرے سے اور یہ معلوم کر لیا ہے اور ایک قرأت میں درست ہے یعنی تو نے پڑھی اور سیکھی ہیں اگلوں کی
کتابیں اور یہ باتیں ان کتابوں سے لایا ہے اور ابن عامر کی قرأۃ میں درست بسکون تا و فتح سین ہے از دروس یعنی یہ باتیں گذشتہ
اور مٹی ہوئی ہیں۔ قال الحافظ فی التفسیر قولہ لیقولوا دارست اے ولیقول المشرکون والکافرون المکذبون دارست یا محمد
من قبلک من اہل الکتاب وقارأتہم وتعلمت منہم یعنی تاکہ کہیں مشرکین و کافرین کہ باہم ذکر کیا تو نے اے محمد اگلی کتابوں میں ان
یہود و نصاریٰ کیساتھ اور باہم ایک دوسرے سے پڑھا اور اُن سے تو نے یہ سیکھا ہے۔ یہی ابن عباس و مجاہد و سعید بن جبیر وغیرہ
نے تفسیر کی اور طبرانی نے بطریق عمرو بن کیسان از حضرت ابن عباس روایت کی کہ دارست یعنی تو نے تلاوت کی مخاصمہ کیا
مجادلہ کیا۔ قال الحافظ اور یہ بمانند قولہ تعالیٰ وقال الذین کفروا ان ہذا الا افک افتراہ واعانہ علیہ قوم آخرون فقد جاءو ظلما
وزورا وقالوا اساطیر الاولین اکتتبہا الآیۃ مترجم کہتا ہے کہ جن لوگوں کو وسوسۂ نفس ہے وہ ایسا ہی سمجھتے ہیں کیونکہ بالکل
صریح وہم و غلط تھا جو مشرکون نے باندھا تھا جب کہ آنحضرت صلعم باوجود امی ہونیکے صحیح صحیح اخبار غیب بیان فرماتے ہیں۔ اور اب اُن کی صدق
نبوت پر اقرار کرنا واجب ہوا تو یہ وہم پیدا کیا کہ در پردہ چھپے چھپے وہ دیگر اہل کتاب سے سیکھ لیتے ہیں حالانکہ یہ کیا بُرا جھوٹا وہم تھا
کیونکہ اہل کتاب سب دشمن تھے اور کھلی ہوئی عداوت کرتے تھے اگر اُن سے سیکھا ہوتا تو کھلا ہوا ظاہر ہو جاتا اور نیز جو بیان اخبار غیب
وہ مذکور ہیں جو خود اہل کتاب کو نہیں معلوم تھے پس یہ کافروں کی جہالت و حق سے عداوت کی وجہ سے تھا۔ نعوذ باللہ منہ۔
قال الحافظ یعنی رحمہ اللہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ کہا درست یعنی تو نے پڑھا اور سیکھ لیا۔ کذا قال مجاہد والسدی
والضحاک و ابن زید وغیرہ واحد اور حسن بصریؒ نے پڑھا ولیقولوا درست بسکون تا یعنی پرانا ہو گیا اور محو ہو گیا۔ قال المترجم
اس زمانہ میں بھی بہت سے ملحد زندیق و نیچری پیدا ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی توحید و طریقہ عبادت کو پرانی روشنی کہتے ہیں اور اپنے لئے

نئی روشنی ثابت کرتے ہین اور یہ لوگ ایمان سے بہت دور اور کفر سے بہت قریب ہین واللہ اعلم۔ ذکر الحافظ ابن الزبیر رح نے
فرمایا کہ لڑکے دارست پڑھا کرتے ہین اور لفظ تو درست ہو اور بسکون آخر قراۃ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی اور قتادہ رح نے درست
بفتح آخر پڑھا اور ابی بن کعب رض نے کہا کہ مجھے حضرت صلعم نے ولیقولوا درست پڑھایا۔ رواہ ابن مردویہ والحاکم وقال صحیح الاسناد ولِنُبَيِّنَهُ
لِقَوۡمٍ يَعۡلَمُونَ۔ یعنی بصائر خود ہدایت ہین لیکن انجام کار یہ ہو کہ کفار کو اس سے گمراہی زیادہ ہوگی اور مومنین کو ہدایت زیادہ
ہوگی۔ قال ابن عباس قوم دانا سے مراد وہ لوگ ہین جن کو ہدایت دی ہو اس آیت مین دلیل ہو کہ تصریف آیات ایک قوم
کیواسطے ہدایت اور ایک قوم کے ضلالت ہو۔ فی العرائس قولہ قد جاءکم بصائر۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون پر منت
و احسان رکھا ان بصائر آیات سے جن سے صفات ازلیت ظاہر ہوتے ہین اور ان کلمات تامات سے جس سے تجلی ہوتی ہے
چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ قرآن مین اپنے بندون کے واسطے تجلی فرماتا ہو۔ ان بصائر سے
اللہ تعالیٰ نے عارفین کی آنکھین روشن کین اور ان مین انوار صفات ہین اور صفات از سبحات ذات ہین پس جسمین استعداد
از کرم جناب باری تعالیٰ ہو اُسنے اپنی ذات کیواسطے راہ ہدایت پائی اور جسکو یہ استعداد نہین ہو وہ آیات و بصائر و قرآن سے
اندھا ہے لہذا قال ومن عمی فعلیہا۔ وبال اسی پر ہو۔ خواص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بصائر کو نازل فرمایا پس بشارت
اس شخص کو جسکو اُن سے بصیرت حاصل ہوئی اور کمتر بصیرت یہ ہو کہ انسان کو ہدایت حاصل ہو۔ قولہ ولنبینہ لقوم یعلمون۔
اللہ تعالیٰ نے کافرون و مشرکون سے فہم خطاب پھیر کر اسکے حقائق و لطائف کو بندگان مومنین کے دلون مین کشادہ فرمایا
کیونکہ حبیب کے خطاب کو حبیب ہی خوب سمجھتا ہو۔ یہ احسان الٰہی ہو کہ مطیع بندون کو یہ فہم عطا فرمائی جس سے اپنے دلون کے
ودائع سے انوار غیوب کو ادراک کیا اور خطاب کے رموز کو پہچانا اسی واسطے جن لوگون کو یہ صفت حاصل ہوئی ان پر احسان رکھا بقولہ
ولنبینہ لقوم یعلمون یعنی جو فہم قدرت الٰہی رکھتے اور خطاب الٰہی کو سمجھتے ہین اور یقین سے ایمان لاتے ہین اور یہ قرآن مجید ایسے
لوگون کو نافع نہین جو خطاب و مراد نہین سمجھتے ہین۔ ابن عطا رح نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ لقوم یعلمون۔ ایسی قوم کے لئے جو حقیقت
بیان کو جانتے ہین یعنی اللہ تعالیٰ عز و جل کی قدرت و قوت معلوم ہو سے وقوف لیتے ہین اور اسی کی تعلیم پر چلتے ہین کسی غلبہ
خواہش سے پیش قدمی نہین کرتے اور کسی کاہلی و سستی سے پیچھے نہین ہٹتے۔ پس یہی مومنین کاملین ہین ✣

اِتَّبِعۡ مَآ أُوحِيَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَ ۖ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَأَعۡرِضۡ عَنِ ٱلۡمُشۡرِكِينَ ۝
تو چل اُسپر جو حکم آوے تجکو تیرے رب سے۔ کسی کی بندگی نہین سوائے اسکے اور جانے دے شریک والون کو

وَلَوۡ شَآءَ ٱللَّهُ مَآ أَشۡرَكُواۗ وَمَا جَعَلۡنَٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيظٗاۖ وَمَآ أَنتَ عَلَيۡهِم بِوَكِيلٖ ۝
اور اگر اللہ چاہتا تو شریک نکرتے اور تجکو ہم نے نہین کیا اُنکا نگہبان اور تجہ پر نہین اُنکا حوالہ

اِتَّبِعۡ مَآ أُوحِيَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَ۔ اسمین آنحضرت صلعم کو اور بواسطہ آپ کے آپکی اُمت کو حکم دیا کہ وحی الٰہی پر جو بالکل حق
و صحیح ہو عمل کرین۔ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ۔ پس جو امر الٰہی ہے وہی حکم و حق ہے باقی سب باطل ہو اور کافرون مشرکون کی طرف
مشغول نہون۔ کما قال وَأَعۡرِضۡ عَنِ ٱلۡمُشۡرِكِينَ۔ مشرکون کی طرف التفات نہ کر اور اُنکی باطل باتون پر لحاظ نہ کر کیونکہ
حکمت الٰہی مین قابل قہر ہین۔ پس کیونکر ان صریح و ظاہر آیات و بصائر کو دیکھین گے اور بدون ہدایت الٰہی کیونکر

بنائی باؤ ینگے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا چونکہ حکمت کاملہ آلٰہی ہیں راست و صحیح و محکم حکمت سے یہ لوگ قابل
ہدایت نہین پس او تعالیٰ کی مشیت مین یہ نہین ہے کہ شرک نہ کرین لہذا یہ ضرور شرک کرینگے پس تو دلگیر مت ہو کہ ایسے
صریح آیت پر ایمان کیون نہین لاتے اور کیون شرک مین خوار ہوتے ہین۔ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔ اور تو
تو رقیب نہین کیا گیا کہ اُن کے اعمال کا نگہبان ہو اور اُن کے جرمون کی تجھ سے بازپرس ہو۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ
اور تو اُنکے منافع کا پرداخت کرنے والا نہین کہ جسمین ان کی بہبودی ہے خواہ مخواہ ان کو تو اسی طرف لیجاوے بلکہ تجھ پر
فقط رسالت پہونچانا واجب ہے اگر آیات و بصائر سے ہدایت لیوین ان کے حق مین بہتر ہے نہ لیوین خود خراب خوار
ہوں واضح ہو کہ اعرض عن المشرکین۔ کی تفسیر مین بعض نے کہا کہ اس سے فی الحال کے واسطے اعراض مراد ہے پس نسخ جاری
نہوگا مترجم کہتا ہے کہ نسخ یہی ہے کہ حکم کسی مدت تک کیواسطے ہو پھر بعد اسکے نہ ہوگا لہذا یہ توجیہ مہمل ہے بلکہ یون کہنا چاہیے
کہ یہ حکم اعراض باین معنی نہین کہ ان کو رسالت کا ابلاغ مت کر کیونکہ بالیقین معلوم ہے کہ آپ پر ابلاغ واجب تھا بلکہ عدم التفات انکے اقوال
کی طرف ہے بدین معنی کہ رسالت حقہ ان مین تاثیر نہین کرتی اور کیون نہین کرتی ہے پس اس معنی کر اعراض مین نسخ نہین ہے اور نیز یہ امر منجملہ تدابیر
ابلاغ کے ہے حکم عملی شرعی دوامی نہین ہے پس از قبیل احکام محتملہ نسخ نہین ہے۔ بعض نے کہا کہ آیۃ السیف سے منسوخ ہے کما قال السدیؒ
والاولیٰ اظہر واللہ اعلم۔ و فی قولہ ولو شاء اللہ ما اشرکوا۔ دلیل ہے کہ شرک مشرکون کا و کفر کافرون کا او تعالیٰ کی مشیت پر ہے اگر اسکی
مشیت نہین ہوتا تو سب ہدایت پر ہوجاتے کما فسرہ ابن عباس اور یہین سے ظاہر ہوا کہ جو کچھ عالم مین ہے سب او تعالیٰ کے
احکام قضا و قدر کے تحت مین مسخر و محکوم ہے۔ فی العرائس قولہ اتبع ما اوحی الیک من ربک۔ پہلے جملہ اہل علم و ایمان کے
واسطے عموماً بیان کیا فی قولہ لقوم یعلمون۔ پھر اُن کے درمیان سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرار ربوبیت و لطائف محبت
و حقائق انبساط مقامات و حالات مین مخصوص فرمایا اور تمام مخلوق سے آنحضرت صلعم کو منفرد کیا اسوجہ سے کہ اورون کو ایسے اسرار
کے مطالعہ اور ایسے واردات کی برداشت کی طاقت نہین ہے کیونکہ تائید نبوت و رسالت فقط آپ ہی کو تھی لہذا اتبع ما اوحی الیک مین
خطاب فقط آپ ہی کو مخصوص کیا اسی واسطے درمیان آیت مین اپنی فردانیت و الوہیت کو بقولہ لا الٰہ الا ہو۔ اسی نے تجھ پر
وصف نعت سے تجلی فرمائی کیونکہ تو ہی مخلوق ہے اس استعداد کے ساتھ کہ تجلی و ظہور ازلیت کو برداشت کرے پس تیرے ساتھ
مین کسی غیر کو اس مقام مین قیام کی مجال نہین ہے۔ و قولہ واعرض عن المشرکین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وحی مین مقامات
متعدد تھے اول وحی خاص الخاص فقط آپ کو نہ کسی غیر کو اور یہ مقام سر السر درمیان و لو اللہ ہو یعنی کمال نزدیکی مین سر السر کا مرتبہ
ہے جیسا کہ قولہ تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی مین یہ وحی مخفی مذکور ہے۔ دوم وحی خاص جو آپ و دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص
ہے جیسا کہ قولہ تعالیٰ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین الآیۃ مین مذکور ہے۔ سوم وحی عام جیسا کہ قولہ بلغ ما انزل الیک
من ربک الآیۃ۔ مین مذکور ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ وحی تو ایک بھید بلا واسطہ ہے اور رسالت انزال امر ظاہر بواسطہ ہے اسی واسطے
فرمایا بلغ ما انزل الیک۔ اور وحی آپکے واسطے امر اسراری تھا بقولہ تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ اور قولہ واتبع ما اوحی الیک۔
پھر اسمین اولیاء کے واسطے اشارہ یہ ہے کہ ان کو وحی مین اور شیطانی وساوس مین فرق رکھنے کا ادب سکھلایا یعنی تم لوگ حق کی اطاعت
کرو اور ما سوائے اسکے جو کچھ وسواس و خیالات ہین سب چھوڑدو اور اسکی اتباع کرو جو تمہارے دلمین پاکیزہ الہام خطاب سے آوین۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دع ما یریبک الی ما لا یریبک و استفت قلبک وان افتاک المفتون مترجم کہتا ہے کہ
الفاظ حدیث بروایت صحیحہ اوپر مذکور ہو چکے ہیں حاصل آنکہ شک چھوڑ کر بیشک کو اختیار کر اور فتوی پر نہ جا بلکہ دل کو مطمئن کرلے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ط كَذٰلِكَ
اور تم لوگ برا نہ کہو جنکو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوائے کہ وہ بُرا کہہ بیٹھیں اللہ کو بے ادبی سے بن سمجھے اسی طرح
زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۵
ہم نے بھلے دکھائے ہیں ہر فرقہ کو اُنکے کام پھر انکو اپنے رب پاس پہونچنا ہے تب وہ جتاویگا جو کچھ کرتے تھے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ صلہ میں یدعون کا فاعل مشرکین ہیں اور ضمیر مفعول کی راجع بجانب موصول ہے۔ وہ محذوف ہے اور معنی یہ ہیں کہ مت بُرا کہو ان چیزوں کو جن کو پکارتے یعنی جن کی عبادت کرتے ہیں مشرک لوگ اور وہ چیزیں ماسوائے اللہ تعالی کے ہیں۔ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ جس چیز سے نہی فرمائی اس چیز پر یہ نتیجہ مترتب ہے کہ اگر اس چیز سے باز نہ رہا جاوے یعنی مشرکون کے معبودون کو بُرا کہو گے تو وہ لوگ ظلم و عدوان سے محض جہالت کی وجہ سے اللہ تعالی کو بُرا کہیں گے حالانکہ انکو اللہ تعالی کا علم و معرفت نہیں ہے۔ حاصل آنکہ اللہ تعالی نے رسول اللہ صلعم و مومنوں کو بتوں وغیرہ مشرکون کے معبودون کو سخت زبانی کیساتھ ذکر کرنے سے منع فرمایا کیونکہ بتوں کی ہجو کرنے میں اگرچہ فائدہ مترتب ہے مثلاً باطل اعتقاد ان چیزوں کی طرف سے اُٹھ جاوے لیکن اسکے مقابلہ میں ایک فساد بڑھا ہوا بھی موجود ہے وہ یہ کہ مشرکین بھی اہل ایمان کے معبود برحق کو بُرا کہیں گے۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس مشرکون نے کہا کہ اے محمد تم باز رہو اس سے کہ ہمارے معبودون کو بُرا کہو ورنہ ہم تمہارے معبود کی ہجو کرینگے پس اللہ تعالی نے منع فرمایا۔ عبدالرزاق نے قتادہ رح سے روایت کی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا واقع ہوا تھا اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے سدی رحمہ اللہ سے سرداران قریش کا ابو طالب کے مرض میں جانا اور کہنا کہ منع کرو کہ تمہارا بھتیجہ ہمارے معبودون کے حق میں بد زبانی نہ کرے ورنہ ہم اسکے معبود کے حق میں بد زبانی کرینگے۔ ایک قصہ روایت کیا ہے۔ قال الحافظ اسی قبیل سے کہ مفسدہ دور ہو حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ملعون ہے وہ شخص جسنے اپنے والدین کو گالی دی تو لوگون نے کہا کہ یا رسول اللہ آدمی اپنے والدین کو کیسے گالی دیگا فرمایا کہ دوسرے کے باپ کو گالی دیگا تو وہ اسکے باپ کو گالی دیگا اور دوسرے کی مان کو گالی دیگا تو وہ اسکی مان کو گالی دیگا۔ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ یعنی جیسے ان مشرکون کے نزدیک ہم نے ان کے کامون کو مزین کر دیا ایسی ہی ہر امت کے نزدیک اسکے افعال کو مزین کیا ہے خواہ واقع میں اچھے ہوں یا بُرے ہوں وہ اُمت اُسکو اچھا سمجھکر بجا لاتی ہے اسمیں اللہ تعالی کی مشیت و حکمت بالغہ ہے بندہ کی مجال نہیں کہ تمام حکمت الٰہی کو محیط ہو سکے جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ یعنی بعد چند روزہ زندگانی دنیاوی اور اسکی مہلت کے پھر آخرکار اللہ تعالی کی طرف اُن کا مرجع ہے فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ اسمیں سخت تہدید ہے یعنی جو کرتے تھے وہ ان کو بتلایا جائیگا۔ اور بعض نے اسکو وعدہ و وعید دونوں پر محمول کیا کیونکہ ابلغ ہے۔ اور آگاہ کرنا بذریعہ نامہ اعمال ہے پس اس آگاہ کرنے سے مقصود یہ کہ انکے نیک اعمال یا بد اعمال کی جزا سزا ملیگی۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالی کذلک زینا لکل امۃ عملہم۔ اللہ تعالی نے عوام کو دنیاوی جاہ و مال و قتال میں مبتلا کر دیا اور خواص کو اپنے اعمال آخرت و عوض پر نظر رکھنے میں مبتلا کیا پس جو شخص کہ خالص عبادت کرے سوا الاحق تعالی کا نہیں ہے اسکو لذت قرب و وصال سے محروم کرکے اسی کی مراد پر

مقصود رکھا اور جو شخص خالص بندہ ہو اسکی آنکھ سے پردہ دور کر دیا کہ وہ ان چیزون کی کچھ قدر و منزلت نہین دیکھتا بلکہ احسان الٰہی
جو ازل مین اسپر ہوا ہے اسکے شکریہ کے ادا ہونے نہونے سے شرم مین غرق ہو بلکہ ادا نہ ہونے کو بھی نہین صرف احسان پر نظر رکھتا ہو جو
لوگ باطل بیہودہ ہین وہ اپنے بداعمال کو اچھا سمجھتے ہین - زاہدون کو انکے اعمال اچھے دکھلائے کہ اسمین زیادہ رغبت کرین - واسطی
نے فرمایا کہ ہر عمل کرنے والیکو اسکے اعمال پسند ہونا جاری کر دیا پس ایسے لوگ درجہ محققین سے گر گئے اور کوئی نہین بچا سوائے
ان بندون کے جنکو اللہ تعالیٰ نے نور مشاہدہ سے محظوظ فرمایا پس اسنے مشاہدہ کیا کہ توفیق ہوئی بلکہ حضرت عز وجل نے احسان کیا
تو مین نے ایسا کیا پس اپنے آپ کو الگ رکھا -

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ إِنَّمَا
اور قسمین کھاتے ہین اللہ کی تاکید سے کہ اگر اُن کو ایک نشانی پہونچے البتہ اُسکو مانین تو کہ
الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَنُقَلِّبُ
نشانیان تو اللہ کے پاس ہین اور تم مسلمان کیا خبر رکھتے ہو کہ جب وہ آوینگے تو یہ مانینگے اور ہم اُلٹ دینگے
أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي
اُن کے دل اور آنکھین جیسے منکر ہوئے ہین پہلی بار اور چھوڑ رکھینگے اُن کو
طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝
اپنے جوش مین بہکتے -

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ اے غایۃ اجتہادہم فی الایمان - یعنی مشرکون نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی نہایت اپنی
کوشش سے قسم مین یعنی نہایت کوشش سے سخت و شدید قسمین کھائین اس بات پر کہ لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ
بِهَا - اگر کوئی ایسی آیت آجاویگی جسکو وہ اصرار اور ہٹ کرکے مانگتے ہین تو ضرور اسپر ایمان لاوینگے ف - یہ اپنے آپ کو قادر
سمجھکر غرور کیا - قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ تو ان مشرکون سے کہدے کہ آیات تو اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت مین ہین -
او تعالیٰ مختار ہی جا ہے بھیجے اور چاہے اپنی حکمت قدیم کے موافق نہ بھیجے اور میرے اختیار مین نہین ہین تو فقط ڈرسنانیوالا ہون -
وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ مفسر رحمہ اللہ نے انہا سے استیناف بکسر ان لیا اور معنی یہ بیان کئے ماشعرکم -
اے ما یدریکم بایمانہم اذا جاءت - کس نے تم کو آگاہ کیا ان کے مومن ہو جانے پر جبکہ آیت اُنکی مانگی ہوئی آجاوے یعنی تم اس بات
کو نہین جانتے ہو قولہ انہا اذا جاءت لایؤمنون - اور علم الٰہی مین یہ بات سابق ہو چکی ہو کہ آیت مقترحہ آنے پر بھی یہ لوگ ایمان نہین لاوینگے -
قال المترجم اس تفسیر پر یا یشعرکم کا خطاب مومنون کو ہے اور بعضے مسلمانون نے حرص کی تھی کہ کاش ان کی مقترحہ آیت آجاتی کیونکہ
مشرکون نے مومن ہو جانے پر حلف کیا تھا جیسا کہ ابن جریر نے محمد بن کعب سے مرسلاً روایت کی کہ قریش نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ اے محمد تم
ہم کو خبر دیتے ہو کہ موسیٰ کے ساتھ ایک عصا تھا جس سے پتھر کو مارتے تو پانی رواں ہوتا اور عیسیٰ مردون کو زندہ کرتے اور ثمود کا ناقہ تھا
پس تم بھی کوئی آیت لاؤ کہ ہم تمھاری تصدیق کرین پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو تو کہنے لگے کہ یہ کوہ صفا خالص سونا
ہو جاوے آپنے فرمایا کہ بھلا پھر میری تصدیق کروگے تو کہنے لگے کہ واللہ ہم سب تمھارے تابع ہو جاوینگے تو حضرت صلعم نے دعا کی

پس جبریل علیہ السلام نے آکر کہا کہ اگر آپ چاہیں تو کوہ صفا سونے کا ہو جاوے لیکن پھر اگر یہ لوگ تصدیق نہ کرینگے تو اللہ تعالیٰ انپر عذاب نازل کریگا اور چاہے تو چھوڑ دیجئے کہ جن کے حق میں توبہ مقدر ہے وہ توبہ کریں تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہی چاہتا ہوں کہ جن کے حق میں توبہ مقدر ہے وہ توبہ کریں۔ قال ابن کثیرؒ اس مرسل روایت کے شواہد بھی ہیں پھر واضح ہو کہ قولہ انہا اذا جاءت بفتح ان بھی پڑھا گیا اور لایؤمنون بتاء خطاب یعنی لا تؤمنون پڑھا گیا ہے اور ما یشعرکم میں خطاب مشرکون کو قرار دیا گیا قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ وما یشعرکم میں خطاب مشرکون کو کیا گیا اور یہی مجاہدؒ کا قول ہے گویا مشرکون سے کہا گیا کہ تم نے کیونکر جانا کہ تم ان قسموں میں سچے ہو بنابرین قرأۃ انہا بالکسر ہے اور یہ مستقل خبر دی کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاوینگے اگرچہ انکی مطلوبہ آیات آویں بسبب اسکے کہ علم الٰہی میں انکا عدم ایمان مقدر ہو چکا ہے اور بعض نے لا تؤمنون بتاء خطاب پڑھا پس استیناف بھی ہو سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ خطاب مومنون کو ہے یعنی اے مومنو تم نے کیونکر جانا کہ آیات مقترحہ آنے پر مشرکین ایمان لاوینگے۔ و بنابرین جائز ہے کہ انہا بالکسر ہو جیسا اول صورت میں مذکور ہوا اور جائز ہے کہ بالفتح ہو بنابرین کہ وہ یشعرکم کا معمول ہے اور درصورت معمول ہونے کے قولہ لا یؤمنون میں لا زائدہ مانند صلہ کے ہوگا جیسے قولہ تعالیٰ ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک۔ اور جیسے قولہ تعالیٰ وحرام علی القریۃ التی اہلکناہا انہم لا یرجعون۔ اور معنی آنکہ کس نے تجھے روکا کہ تو سجدہ کر لیتا جبکہ میں نے تجھے حکم کیا تھا اور دوسرے قول میں یہ کہ حرام ہے کہ وہ لوگ رجوع کریں اور معنی اس حالت میں یہ ہونگے کہ اے مومنو تم کو کس چیز نے یقین دلا دیا کہ آیت مقترحہ آنے پر یہ لوگ ایمان لے آوینگے تاکہ تم حرص کرتے ہو اور بعض نے کہا کہ انہا بمعنی لعلہا ہے۔ ابن جریر نے کہا کہ علماء نے ذکر کیا کہ حضرت ابی بن کعب کی قرأۃ میں بجائے انہا کے لعلہا موجود ہے اور نیز عرب کے نثر و نظم سے اسپر بہت سے شواہد ذکر کئے مانند آنکہ اذہب الی السوق انک تشتری شیئا یعنی لعلک تشتری شیئا۔ یا بازار جا شاید تو کچھ خرید لے۔ اور یہی ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہے اور کلام مجید میں ہے وما یدریک لعلہ یزکی۔ واضح ہو کہ زجاج و نحاسؒ وغیرہ نے لا زائدہ ہونے کو خطا و غلط قرار دیا اور ذکر کیا کہ کلام میں حذف بلیغ ہے اے انہا اذا جاءت لا یؤمنون او یؤمنون یعنی تم کو کس چیز نے آگاہ کیا کہ آیات آنے پر وہ ایمان نہ لاوینگے یا لاوینگے پس ایک حذف ہوا۔ قال المترجم زیادت لا غلط نہیں ہے اور قول حذف بصدد میں تامل ہے اسواسطے کہ یہ تو عین صواب ہے کہ آیات آنے پر وہ ایمان لاوین یا نہ لاوین پس یہ تو بالضرورۃ معلوم ہے کہ امران دو حال سے خالی نہیں ہے اور اگر کسی ایک بات کے قطع پر انکار ہے تو مقتضائے مقام بدون لا تھا کیونکہ تمھیں کیونکر معلوم ہوا کہ وہ ایمان لے ہی آئینگے اللہم الا ان یقال ان نفی الشعور عما ہو خلاف المقصود ابلغ فی عدم العلم مطلقا یعنی تم یہ بھی نہیں جانتے کہ ایمان نہ لاوینگے پھر ایمان لانے کو بھی بقرینہ ان کی قسموں کے نہیں جانتے ہو۔ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ نحول قلوبہم عن الحق فلا یفقہونہا۔ ہم انکے دلوں کو حق کی طرف سے پھیرتے ہیں پس وہ حق کو نہیں سمجھتے ہیں۔ وَاَبْصَارَهُمْ عنہ فلا یبصرونہ فلا یؤمنون۔ اور انکی بینائیوں کو حق سے پھیرتے ہیں پس وہ لوگ حق کو نہیں دیکھتے۔ پس ایمان نہیں لاتے۔ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهٖ۔ بما انزل الیک من الآیات۔ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسے کہ وہ لوگ نہ ایمان لائے ان آیات پر جو تجھ پر نازل کی گئیں اول مرتبہ۔ اور یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ و مجاہدؒ وغیرہ سے مروی ہے۔ قال ابن عباس جبکہ مشرکین نے قرآن سے انکار کیا تو کسی چیز پر ان کے دل ثابت نہیں رکھے گئے اور ہر امر سے مردود کر دیئے گئے اور مجاہدؒ نے کہا کہ قولہ ونقلب افئدتہم وابصارہم یعنی ان کے و ایمان کے درمیان میں ہم روک حائل کر دینگے اور ہر آیت آویگی تب بھی ایمان نہ لاوینگے جیسے کہ

ہم نے اول مرتبہ ان کے درمیان وان کے ایمان کے درمیان میں حیلولت کردی کذا قال عکرمۃ وعبد الرحمن بن زید بن اسلم
یعنی جو معجزہ بلیغ کہ ان کو اول مرتبہ عطا کیا گیا اور اس کو دیکھنے وسمجھنے کے بعد ایمان نہ لائے اور وہ پردہ حائل ہو گیا جو
تقدیر الٰہی عزوجل سے ان کے خبیث نفس میں شیطان نے ڈالا تھا جس سے نور رحمت کا ظہور ان کے قلب تک نہیں
پہونچتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے قلوب پر مہر ہے اسی طرح اگر اس معجزہ کے مثل معجزات باہرات ان کو
دیئے جاویں تو بھی یہی پردہ حائل ہو گا پس ہر معجزہ کے وقت اُن کی آنکھیں و دل جانب رحمت سے پھیر
جاتے ہیں۔ وَنَذَرُهُمْ نذرھم۔ فِي طُغْيَانِهِمْ ضلالھم اور ہم ان کو چھوڑتے ہیں ان کی گمراہی میں ف
جو انھوں نے اپنی ذات کیلئے اپنی خواہش نفس سے پسند کی ہے يَعْمَهُونَ۔ تیرددون متحیرین۔ درحالیکہ یہ لوگ اس گمراہی میں
متحیر پھرتے ہیں ف یہی قول ابو العالیہ و ربیع بن انس وقتادہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ انکو نور معرفت نہیں پہونچا تو اپنی
تاریکی نفس میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور عنقریب معلوم ہو گا کہ یہ سب ان کے نفوس خبیثہ کے خطیات میں سے ہے۔ ف
فی العرائس قولہ تعالیٰ ونقلب افئدتھم وابصارھم الآیۃ۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے دلوں کا پھیرنا اور بینائیوں کا لوٹ دینا
اپنی طرف نسبت فرمایا کہ ہم ان کے دلوں و بینائیوں کو پھیرتے و لوٹتے ہیں اور یہ حق ہے اور مترجم کہتا ہے کہ احادیث
صحیحہ میں کثرت سے ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں سب قلوب ہیں وہ جس طرف چاہتا ہے پھیرتا ہے (الصحیحین
وغیرہ) اور بعض احادیث میں ہے کہ قلوب کا حال قبضۂ قدرت الٰہیہ میں اس مثال سے ہے جیسے میدان میں ایک پتا یا پر پڑا ہوتا ہے
کہ ہواؤں کے جھونکے اُسکو اُلٹ پھیر کرتے ہیں یعنی اسی طرح جس طرف مشیت الٰہی عزوجل ہے اسی طرف دل پھر جاتے ہیں۔
(الصحیح) شیخ نے لکھا کہ جب دلوں کا یہ حال ہے تو جہاں کسی دل کو حق کی طرف پھیرا یعنی اپنی عظمت و کبریائی میں متوجہ کر کے محبت و
شوق و معرفت سے اپنے معجزات و آیات و صفات کا دیدار اس کو نصیب فرمایا تو بینائی بھی قلب کے پیچھے ہو جاتی ہے کہ وہ
آیات معجزات میں انوار قدرت و عجائب عظمت کو مطالعہ کرتی ہے اور قلب سے موافق ہو جاتی ہے پس نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاملات
صحیح ہو جاتے ہیں یعنی طاعات صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ میں اس کی نیت صالح و خلوص و حیا ہوتی ہے اور اسرار پاکیزہ ہو جاتے
ہیں یعنی معارف قلبیہ خلوص کے ساتھ ہوتے ہیں اور حالات صافیہ نصیب ہو جاتے ہیں جسمیں شک و نفاق و بدنیتی وغیرہ
کا میل کچیل نہیں رہتا ہے برخلاف اسکے جہاں کہیں قلب کو اپنی رحمت سے موڑ دیا تو بینائی بھی اندھی ہو کر ٹاپتی پھرتی ہے
اور آیات قدرت میں اس کو انوار عظمت مشاہدہ نہیں ہوتے ہیں اسی واسطے حضرت سرور عالم ہمیشہ دعا فرماتے رہتے
تھے کہ اے مقلب القلوب میرے قلب کو اپنے دین حق پر ثابت رکھیو۔ (رواہ اصحاب الصحاح) شیخ ابو حمزہ رح
نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ جن دلوں کی طرف متوجہ ہوا تو وہ دل اسکی جناب میں توبہ کرتے ہوئے خشوع
وخضوع سے متوجہ ہیں اور جن دلوں سے اعراض فرمایا وہی گمراہی میں خوار ہیں (عس) مترجم کہتا ہے کہ
یہاں بعضے گمراہ جو اپنے تردد میں متحیر ہیں اپنی رعونت نفس میں بڑبڑا دیں گے کہ جب گمراہوں کے دل ہی
پھیر دیئے گئے تو ہم محض بے خطا اور بالکل گناہ سے پاک ہیں ہم کو جہنم میں رکھنا ہم پر زبردستی ظلم ہے مترجم کہتا ہے کہ یہاں
دو مقام لکھوں جس سے ہر بندہ صالح عاقل کو ان گمراہوں کی جہالت عیاں ہو جاوے۔ اول مقام یہ ہے کہ میں

ان گمراہون کے اس سوال ناپاک مین بحث کرون۔ واضح ہو کہ اہل دنیا سب ہی متفق ہین کہ مالک کو اپنی ملکیت مین ہر طرح کا اختیار ہے اور غیر کی ملکیت سے تعرض کرنا ظلم و بیجا تصرف ہے یہ تو اپنے نفس کی پسندیدگی ہے اور جب ان کو جناب باری تعالیٰ کی شان مین نصیحت کی جاوے تو اپنے نفس ناپاک کو بخیطا بتلاوین اور جناب باری تعالیٰ کی شان مین ظلم کہین حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو عدم سے موجود کیا تو اس کو ہر طرح اپنی مخلوق مین تصرف کا اختیار ہے چاہے اُن کو دوزخ مین لاوے یا بہشت مین لاوے تو یہ بدسرشت اپنے آپ کو کس رعونت سے مستحق جانتے ہین حالانکہ جس نے پیدا کیا چاہے وہ ان کو نیست کردے یا بجائے زمین کے ان کو جہنم مین پیدا کرے کیونکہ جب ان کو خود کسی طرح کا اختیار اپنے وجود مین نہین ہے تو استحقاق کہان سے ہو سکتا ہے لیکن باوجود اسکے حق سبحانہ عز وجل نے تمام انعام و محض رحمت سے اپنی مخلوقات کو ممتاز فرمایا ہے اور جس طرح مخلوقات پر ظلم حرام کیا اسی قانون سے اپنی رحمت عام کو بھی جاری فرمایا ہے تاکہ کافرون و بدکارون پر حجت تمام ہو (مقام دوم تحقیق) واضح ہو کہ گمراہون نے اپنی جہالت نفس سے زعم باندھا کہ ہم پر ظلم ہوا ہے حالانکہ یہ بے ادبی کے سوائے محض جھوٹ و بہتان ہے تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عز وجل نے مخلوقات کو عالم ازل مین قبل وجود دنیاوی کے پیدا فرمایا کما فی قولہ و اذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم الآیہ مین مفصل بیان ہے اور ان کو اپنی ربوبیت سے معرفت عطا فرمائی بقولہ تعالیٰ الست بربکم اور سب نے اقرار کیا کما فی قولہ قالوا بلیٰ الآیہ۔ پھر بعد اسکے جب دنیا مین ظہور ہوا تو عہد کو بالکل فراموش کیا اچھا وہ اگر فراموش تھا تو مخلوقات کو کسی حالت مین یہ گنجائش نہین ہے کہ اپنے آپ کو مخلوق نہ جانے اور اپنے خالق عز وجل کو نہ مانے باوجود اسکے ان کی ہدایت کیلئے انبیاء علیہم السلام بھیجے اور ان کے ذریعہ سے ہدایت کا ملہ پہونچائی کہ بعد اسکے کافرون کے واسطے کچھ بھی عذر باقی نہ رہا۔ حاصل یہ نکلا کہ خالق عز وجل نے اپنی حکمت و مشیت کے موافق دنیا مین انواع و اقسام کی اشیاء کو پیدا کیا اور آدمیون کو اس دنیا مین امتحان کیا اور ان کو دو باتون مین منحصر فرمایا اول یہ کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق لین دوم یہ کہ دنیا کو شیطانی زینت کے موافق لین پھر اگر دنیا کو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے موافق لین تو انکا انجام نور قلب و جنت دائمی ہے اور اگر انھون نے دنیا کو شیطانی زینت کے موافق لیا تو نور سے محرومی اور دائمی جہنم ہے پھر جب آدمی پیدا ہوا تو بالغ ہونے تک اسکو معذور فرما کر مطلق العنان کر دیا اور بعد بلوغ کے اسکو ان دونون باتون مین مکلف کیا پس مومنون نے عقل سے جان لیا کہ دنیا صرف چند روزہ ہے اور لامحالہ اسکے بعد ایک دار آخرت ہوگا جہان ہر ایک کو عوض دیا جائے اس واسطے کہ دنیا مین ہم دیکھتے ہین کہ جس کو سب لوگ نیکبخت و مطیع و خیر خواہ و عادل جانتے ہین وہ کبھی تنگدست ہوتا ہے اور جس شخص کو سب لوگ ظالم ستمگار فاسق فاجر جانتے ہین وہ کبھی دنیا مین مالدار بلکہ بادشاہ ہوتا ہے اور غیر ممکن ہے کہ خالق عز وجل نے اپنی مخلوق مین سے نیک کو عمر بھر خوار کیا اور فاجر کو عمر بھر خوش حال رکھا پھر دونون خاک ہین علاوہ ازین انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس دنیا مین درخت برگد سے بہت کم زندہ رہتا ہے پس اگر اسکے لئے دار آخرت نہ ہو تو وہ سب مخلوقات سے بدتر نکلے گا اسی طرح اس کثرت سے دلائل صحیحہ موجود ہین کہ بالیقین دار آخرت و جزا و سزا ضروری ہے بالجملہ مومن نے عقل سے معجزات پیغمبری و آیات قرآنی کو پہچانا برخلاف ان کے کافرون نے دنیا کو شیطانی اتباع مین لیا اور آخرت سے شک کیا اور پیغمبرون کو نہ مانا اور اسی خواہش پر جم گئے۔

حتی کہ ہزارہا سال عمر پا دین تو بھی اس سے نہ ٹلین تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلون مین دنیا کی محبت بچائی جو محض نجس ہے اور زر عقل سے محروم رکھا اور دل پر مہر کر دی پس بدن کے سوائے ان مین کچھ نہین ہے وہ اپنے بدن کی پرورش مین مصروف ہین اللہ تعالیٰ نے اُن کے دماغ مین حواس دیدیئے کہ وہ لوگ ان حواس سے دنیاوی زینت حاصل کرتے اور تن پروری کے سامان پیدا کرنے مین ہوشیار ہین پھر دل سے اندھے اور لایعقل ہو کر دنیا مین اپنی عمر بھر سامان جمع کرتے ہین پھر اچانک موت آجاتی ہے تو سب جمع کیا ہوا سامان چھوٹ جاتا ہے اور خود اپنے انجام یعنی جہنم کو پہونچ جاتے ہین اور ان کو اسقدر مہلت دی گئی مگر اُنھون نے سوائے شرک و کفر کے ہرگز نہ مانا کہ جہنم نصیب ہوئی اب ان لوگون سے پوچھا جاوے کہ تم نے اپنے ہاتھون یہ سب کیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے تم پر کچھ ظلم کیا کیونکہ تم نے ہر طرح اپنے قصد و اختیار سے اسی پر عزم کیا کہ اسلام کچھ چیز نہین ہے اور برابر شرک پر قائم رہے اور اسی پر لڑے و مرے پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے اصحاب اخیار رضی اللہ عنہم حتی کہ آخری درجہ کے مسلمانون کو تم پر فتح و نصرت عنایت فرمائی اور تم دنیا و آخرت مین خوار ہوئے فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین۔

ساتوان جزو تمام ہوا بعدہٗ آٹھوان ولو اننا ہے۔

تنبیہ للغافلین ۔ مسائل دینیہ ۔ ۱۰/
حیرت الفقہ ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری ۔ ۱۲/
جواب السائلین ۔ بطور استفتا ۔ ۲/
کنز الدقائق ۔ اُردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان ۔ عہ/
چہل مسائل فقہ ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری ۔
رسالہ تجہیز و تکفین ۔ از محمد عمر ۔ ۱۲/

فقہ فارسی

ہدایہ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے ۔ دو مجلد کامل ۔ عـ۱۰/
شرح سفر السعادت از مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی معروف ۔ عہ/
گنج الحج ۔ مسمّی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ ۔ عہ/
تذکرۃ الجمعہ ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام ۔ ۳/
تبیان ۔ در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین ۔ ۱/
بدائع منظوم ۔ مسائل فقہ نظم فارسی از [illegible] علی ۔ ۲/
[illegible] مشہور درسی از شیخ شرف الدین [illegible] ۔ ۱/
[illegible] مسائل ۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ [illegible] اللہ ۔ ۱۲/
شرح وقایہ فارسی مع حاشیہ ملتقی الابحر [illegible] عبد الحق محدث دہلوی ۔ عہ/
مسلک المتقین ۔ مرغوب علمائے ولایت از

مولوی آلہ یار خان ۔ عہ/
فتاوی برہنہ ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین ۔ عہ/
قدوری ۔ مترجمہ مولانا ابو القاسم ۔ ۸/
شرح فارسی مختصر وقایہ ۔ از عبد الرحمن جامی ۔ عہ/
کنز فارسی ۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ ۔ ۱۳/
مالا بد منہ ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ مع وصیت نامہ ۔ ۶/
شرح مختصر وقایہ کو رمیری ۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی ۔ عہ/
رسالہ تنبیہ الانسان ۔ در حلت و حرمت جانوران ۔ ۱/
رسالہ قاضی قطب ۔ ذکر ایمان و ارکان شرع

فقہ عربی

برجندی ۔ شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح ۔ عہ/
فتح القدیر ۔ حامل المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر مین تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد ضخیم جدید الطبع ۔ عـ۲۳/
ہدایہ محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہین ہر چہار جلد کامل دو مجلدات مین بشرح ذیل

(۱) جلدین اولین عبادات ۔ للعہ/
(۲) جلدین آخرین معاملات ۔ عہ/
ہدایہ مع شرح الکفایہ ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد مین اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہین بہ تفصیل ذیل ۔
ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح ۔ للعہ/
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب ۔ للعہ/
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتبر معروف متداول دو مجلد کامل ۔ عہ/
شرح وقایہ ۔ از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف بن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح ۔ عـ۵/
شرح وقایہ خرد مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم ۔ ۱/
الاشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول ۔ عہ/
ملا مسکین ۔ از ابتدا تا وصایا محشی جدید کابل اور اطراف کابل مین داخل درس ہے ۔ عہ/
مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مشہور متداول ۔ عہ/
عینی شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد ہین ۔
(۱) جلدین اولین عبادات مین ۔ عـ۴/
مختصر وقایہ محشی ۔ از امام صدر الشریعہ درسی متداول ۔ ۱۱/
عمدۃ البضاعۃ ۔ فی مسائل الرضاعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم - ۱ر
کنزالدقائق عربی - جدید حواشی کے ساتھ چھپ رہی ہے -

اخلاق و تصوف اُردو

جامع الاخلاق ترجمۂ اخلاق جلالی - ۲ر
باب دانش مولفۂ مولوی محمد کریم بخش - ۲ر
اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۴ر
ترجمۂ عوارف المعارف - کامل دو جلدین مترجمۂ مولانا ابوالحسن فرید آبادی - عہ ۱ر
خزینۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش - ۳ر
بحر الحقیقت - اصلاح نفس مین - ۲ر
آبحیات - اخلاق و موعظت مین مصنفۂ منشی کامتا پرشاد - ۳ر
کیمیاے حکمت - حصہ اول بیان شرایف علم و ادب - ۲ر
پیراہن یوسفی - اُردو ترجمہ مثنوی مولانا روم کا نظم شعر بشعر اور حاشیہ پر اُردو مین حاصل مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلدین بتفصیل ذیل
(جلد اول ترجمۂ دفتر ۱ و ۲ و ۳ - زیر طبع -
(جلد دوم) ترجمۂ دفتر ۴ و ۵ و ۶ - زیر طبع
شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا روم مترجمۂ سید غلام حیدر صاحب - عہ ۱ر
چشمۂ فیض - نظم ترجمۂ اُردو پندنامۂ عطار کلام عارف کامل حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہ از مولوی عبدالغفور خان بہادر - ۱ر

مذاق العارفین - ترجمۂ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار جلد کامل عہ ۵ر
تہذیب جسمانی - مولفۂ حکیم احسان علی - ۳ر

کتب اخلاق فارسی داخل سنت

گلستان جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم عہ ۱ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم آخر مین مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۱۲ر
گلستان باتصویر - کاغذ حنائی و سفید رسمی ۹ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی محررۂ منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۸ر
گلستان محشی اُردو - اسپر طلبا کی آسانی کے لئے اُردو کے حواشی دئے گئے ہین - ۱۴ر
شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب اکبرآبادی شارح مثنوی مولانا روم اس مین تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے - ۱۳ر
گلستان مترجم - فارسی با ترجمۂ اُردو - ۱۲ر
گلستان خرد - فارسی - ۵ر
تضمین گلستان سعدی منشی ہرگوپال صاحب تفتہ سکندرآبادی نے اس صفائی سے گلستان کے اشعار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور تفتہ کے کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۶ر
بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵ر
خارستان - حکایات پند و نصائح بطرز گلستان سعدی از ملا مجدالدین ۸ر

عقد گل و عقد منظوم - یعنی انتخاب گلستان و بوستان - ۹ر
بوستان جلی قلم محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی عہ ر
بوستان محشی کلان - اس مین ضروری حواشی درج ہین - ۱۳ر
بوستان محشی متوسط قلم چھاپہ مطبع علوی نہایت ہی صحیح او صاف چھپی ہے - ۸ر
بوستان محشی خرد - ۵ر
بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہین ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے از منشی گوبند پرشاد فضا - ۱۳ر
بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی ٹیکچند بہار صاحب بہار عجم بیمثل شرح ہے - عہ ر
اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس مین ہے اور عموماً طلبا کے درس مین داخل ہے - عہ ر
اخلاق ناصری - منتہیان فارسی کے درس مین داخل ہے اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے از علامہ نصیرالدین طوسی کاغذ سفید گندہ - عہ ر
اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین واعظ کاشفی - ۸ر
مثنوی سلسبیل - اخلاق و موعظت مین ایک ذخیرہ بے بہا ہے از حکیم منور حسین صاحب امروہوی ۲ر
مجموعہ صد پند سودمند حضرت لقمان کے سو قابل قدر نصائح - ۲ر ۶ پائی -

المشتہر مینیجر صیغہ بکڈپو نولکشور پریس لکھنؤ

DUE DATE